Mohammad Shoaib Siddiqui
01 JAN 1986

حسب ضابطہ رجسٹری شدہ ہے

سلسلہ تصوف نمبر ۴۵

اردو ترجمہ کتاب

زبدۃ المقامات

جس میں

حضرت خواجۂ خواجگان خواجۂ جہان شاہ والا مکان حضرت قبلۂ عالم
مظہر نور اللہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

و

حضرت قطب الاقطاب شیخ و شاب ناطق بالحق والصواب
حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
علیہ الرحمۃ والرضوان

نیز آپ کے خلفائے نامدار اور اولاد پاک کے حالات مفصل درج ہیں

جسے

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین کلکتے زئی
تاجران کتب قومی بازار کشمیری و کوچہ ککے زئیاں لاہور نے
بصرف زر کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر

نولکشور گیس پرنٹنگ ورکس لاہور میں منیجر کے اہتمام سے چھپا

قیمت فی جلد دو روپیہ

اُردو ترجمہ کتاب

زبدۃ المقامات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الباقی بالبقاء الابدی والدوام السرمدی والصلٰوۃ علی النور الاتم الاحدی اعنی حضرۃ المحمدی وعلی آلہ واصحابہ وسائر اتباعہم الی یوم القیامۃ کلھم اھل الرحمۃ والولایۃ والکرامۃ۔

امابعد نقشبندان صحائف علم وعرفان، توانگران دفائن وکنوز پنہان، خوانجہ مائدہ تمکین ادب ودیوانگان حلقہ سلسلۃ الذہب پر مخفی نہ رہے کہ اس خاکسار شرمسار کے آباؤ اجداد سلسلۂ عالیہ کبرویہ سے تھے۔ اور خاکسار بھی زمانہ طفولیت سے ہی اس خاندان بزرگ کے بعض خلفا کی صحبت بابرکت میں رہا ہے لیکن بمناسبت فطری ورابطہ جبلی باشارتہائے نہانی وبشارتہائے یزدانی سلسلۂ علیہ خواجگان نقشبندیہ کے ساتھ دلبستگی عین عالم شباب میں پیدا ہوئی۔ اور دیدۂ امید اُن کے در رحمت کی طرف کشادہ ہوا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کونسا رہبر اس خاک اُفتادہ کا ہاتھ پکڑ کر شاہراہ حقیقت ومعرفت پر لائیگا۔ اور کونسا مقبل مقبلان اس سلسلۂ علیہ سے باوجود اس ناقابلیت کے اسی قبولیت کی نظر سے دیکھیگا۔ میں اس کش مکش میں تھا کہ بیمار ہوگیا غلبۂ حال کے باعث ہر وقت یہی ورد زبان تھا کہ کونسا وقت آئیگا کہ میں ہندوستان پہنچونگا۔ بعد شفایابی چاروناچار ہندوستان آیا۔ اس سے ایک سال کے بعد کا واقعہ ہے کہ میں شب کو ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا اور مشائخ ماضیہ رحمہم اللہ کا ذکر خیر ہورہا تھا۔ اور یہ اُنہیں کا تصرف ہے کہ میرا دل اُن حالات عجیبہ سے متاثر ہوا۔ میں نے اپنے دل میں کہا

گویا تو اس گروہ حقیقت شکوہ کا وجود زمانہ سابق کے ساتھ ہی مخصوص تھا۔ اور آج کل زمانہ اُن موتیوں جواہروں سے خالی ہے اور اگر موجود ہیں تو ہم جیسے ناقابلوں کے دیدہ وادراک سے مستور ہو گئے ہیں ؎

خاطر خوباں بصید دلِ مائل نماند   یا بہ شہر عشق بازاں مرد صاحبدل نماند

اس کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرد صاحب دل مجھ سے کہہ رہا ہے کہ فلاں مقام پر ایک بزرگ ارباب صفا و یقین کی جماعت کو لئے بیٹھا ہوا ہے اور تمہیں بلاتا ہے۔ چنانچہ وہ صاحب دل میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اس مقام پر لایا، جہاں وہ بزرگ ارباب یقین کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں آگے ہوا تو ان بزرگ نے مراقبہ سے سر اُٹھایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہا پڑھو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے، اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ ۚ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ۝ جس وقت آئی مدد خدا کی اور فتح ہو مکہ اور دیکھے تو لوگوں کو داخل ہوتے ہیں بیچ دین اللہ کے فوج فوج پس پاکی بیان کر ساتھ تعریف پروردگار اپنے کے اور بخشش مانگ اس سے تحقیق وہ ہے پھر آنیوالا ۔

میں پڑھتا جاتا تھا اور اشک آنکھوں سے رواں۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو مضمون سورہ اور اس کی ہیبت نزول سے میرا خیال اُسی طرف گیا۔ جو میں نے سوچا تھا کہ جب فتح و نصرت الٰہی کا وقت آئے اور تو دیکھے کہ لوگ جادۂ طریقت و حقیقت پر فوج فوج آنے لگیں تو تسبیح و استغفار کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ تواب و غفار ہے۔ اور چونکہ سورۂ ہذا میں خاتمۂ کلام ملک العلام لفظ تواب ہے۔ اس لئے میں نے توبہ و انابت کی طرف اشارہ حاصل کیا ۔

اس کے بعد ایک ماہ سے کچھ کم ہی عرصہ گذرا تھا کہ میں شہر برہان پور پہنچا جو ہندوستان کے مشہور شہروں میں سے اور دریائے عمان کے ساحل پر واقع ہے یہ قدیم شہر قطب الانام طبیب دلہائے اسیران **شیخ برہان الدین** غریب رحمۃ اللہ علیہ کا آرامگاہ ہے اور آپ کے نام نامی کی طرف منسوب ہے ۔

برہان پور پہنچ کر بمقتضائے رویائے صادقہ جو پہلے دیکھ چکا تھا، نتیجہ سادات کبار زبدۂ بلند مقدار سرچشمۂ ذوق و وجدان مردم دیدۂ مردمان جناب میر محمد نعمان سلمہ المنان

کی خدمت بابرکت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا +

آپ اس شہر میں شیخ برہان الدین غریب موصوف الصدر کے سلسلۂ شیخ سے اُس وقت مسندِ ارشاد پر رونق افروز تھے۔ اور اپنے مکاشفات و جذبات سے طالبوں کے دل اپنی طرف کھینچ رہے تھے +

جب خدمت شریف میں حاضر ہوا تو جو صاحب دل مجھے خواب میں ان بزرگ کے پاس لے گئے جن کا میں طالب تھا، ہو بہو آپ کو پایا۔ اور اس لئے آپ سے ذکر و مراقبہ سلسلہ نقشبندیہ حاصل کیا اور خدمت شریف میں رہکر ان بزرگ (یعنی حضرت مجدد الف ثانی) کی محبت کا تخم دل میں بویا۔ جن کی طرف خواب میں آپ نے رہبری کی تھی۔ یہاں تک کے ۱۰۳۱ھ ہجری کو خود بامر و طلب اُس بزرگ عالی منقبت اور باجازت و رخصت مرشدی تیر نعمان آستانہ اُس قدوۂ خداپرستان آپ (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قریباً عرصہ دو سال تک سفر و حضر میں خدمت شریف میں رہکر آپ کے دامن برکات سے خوشہ چینی کرتا رہا۔ جو فوائد و برکات اور انوار ہدایت و ارشاد اس قلیل مدت میں اس آفتاب عالمتاب سے فقیر کو پہنچے زبان و قلم ان کے بیان سے قاصر ہے

لو ان فی کل منبت شعری　　لسانا یبثُ الشکر کنت مقصرا

(اگر میرا رونگٹا رونگٹا زبان ہو جائے اور ان فوائد و برکات کے حاصل ہونے کا شکریہ ادا کرنے لگے تو بھی میں ادائے شکریہ سے قاصر ہوں) جزاہ عنی و عن سائر الطالبین خیر الجزاء۔ ہر چند کہ وفور ادب آپ کے نام نامی کی تصریح سے مانع ہوتا ہے۔ لیکن کیا کروں کہ آپ کے نام نامی کی تصریح کئے بغیر زبان بیان حلاوت و شیرینی نہیں پا سکتی اور دل دیوانہ اس سلسلہ کو راحت و آرام نہیں مل سکتا۔ اس لئے آپ کے نام نامی کی تصریح ضروری ہوئی +

آپ کا نام نامی احمد ہے، بدر الدین لقب اور کنیت ابو البرکات ہے اور مذہب امام الائمہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ہے (یعنی آپ حنفی المذہب والمسلک تھے) اور نسباً فاروقی ہیں۔ تمکین و ثبات آپ کا شیوہ اور مشرب نقشبندی ہے نظر تریاق فاروق ہیں۔ اور قلوب ارباب ارادت سے نقش ماسوا مٹاتے ہیں +

اصل آپ کی کابل و غزنے سے ہے اور مولد و وطن سرہند ہے اور سرہندی

میں آپ کا مزار فائض الانوار ہے ۔ اور آپ کا آستانہ ارباب علم و عمل اور اہل فضل و کمال کا مورد و مہبط ہے قدس اللہ سرہ و افاض علی العالمین برہ +

سبب تالیف

جن ایام میں فقیر آپ کے سایۂ عاطفت میں رہتا تھا، جامع العلوم و الاسرار آپ کے فرزندان کبار نے جو آپ کے اخلاف رُشد ہیں اور جن کا ذکر شریف اس کتاب میں انشاء اللہ تعالٰے آگے آئیگا ۔ فقیر سے فرمایا کہ چاہئے کہ جو فوائد و اسرار و معارف خلوت و جلوت میں موافق حال و زمان آپ کی زبان دُرفشان سے ذکر ہوتے ہیں اور داخل کتوبات نہیں ہوتے ۔ مع چند آپ کے اوضاع و اطوار اور کئی ایک آپ کے خوارق عادات کے آپ جمع کرتے جائیں ۔ اور اگر ساتھ ہی آپ کے پیر بزرگوار قطب یگانہ شاہباز بلند آشیانہ وحید العصر فرید الوقت منور البواطن معدن الیامن سراج العارفین رضی اللہ و الدین محمد و ثنا خواجہ **محمد الباقی** الاویسی النقشبندی قدس سرہ العزیز کے حالات و مناقب بھی اضافہ کرکے ایک مختصر سی کتاب مرتب کریں تو دونوں بزرگوں کے مریدوں و مخلصوں کے لئے یہ کتاب مفید ہوگی اور آپ کے لئے زمانہ میں ایک یادگار رہجائیگی +

ہرچند کم استعدادی اور قلتِ بضاعت، فرزندان بزرگوار کے تعمیل حکم کی جرأت نہیں دیتی تھی ۔ لیکن چار و ناچار مجھے اُن کا فرمان قبول کرکے تعمیل کرنی پڑی ۔ چنانچہ میں ابھی چند اوراق ہی لکھنے پایا تھا کہ آپ کے انتقال پُر ملال نے درویشوں کے دل کو پارہ پارہ کیا ۔ اس لئے بھی اب ضروری ہُوا کہ آپ کے حالات و احوال کے ذکر سے دل کو تسلی دیجائے

للمؤلف

ماہیے کاں گشت محروم از فرات ۔۔۔ از کفِ آبے بجوید حیات
چوں شد از دست یکے نورِ نظر ۔۔۔ از عصا بر کف نہد جزع بصر
چوں نماند مرضعہ پستاں طلب ۔۔۔ بنہد از انگشتِ خود پستاں بلب
چونکہ شد ساقی و صافیہائے خم ۔۔۔ قوتِ مخموراں چہ باشد لائے خم
چوں بروں شد ز انجمن شمع چگل ۔۔۔ مجمعِ او پروانہ جست از تابِ دل

چونکہ اس کتاب میں آپ کے اور آپ کے پیر بزرگوار کے حالات مرقوم ہیں ۔ اس لئے اس کا

نام برکات الاحمدیہ الباقیہ اور اس لئے دونوں بزرگوں کے برکات وفوائد اور مکتوبات کو لفظ برکت کے تحت میں لکھا ہے اور اُس کا اشارہ حرف ب سے کر دیا ہے لیکن چونکہ تاریخی نام اس کتاب کا زبدۃ المقامات نکلا ہے۔ اس لئے اس کتاب کو زبدۃ المقامات کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں +

اس کتاب کے ختم ہونے پر ارادہ ہے کہ انشاء اللہ تعالے سلسلہ نقشبندیہ کے دیگر متاخرین کے حالات بھی بالاختصار قلمبند کئے جائیں۔ اور وہ اس کتاب کا دفتر اول ہوں +

سردست فقیر اس کتاب کو دو مقصدوں پر اور ہر ایک مقصد کو کئی ایک فصلوں پر تقسیم کرتا ہے:۔

مقصد اول۔ آپ کے پیر بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ۔ آپ کے فرزندان اور آپ کے خلفا کے حالات میں ہے +

مقصد دوم میں خود آپ کے اور آپ کے فرزندان اور آپ کے خلفا کے حالات ہیں +

مقصد اوّل

آپ کے پیر بزرگوار یعنے سراج العارفین رضی الدین محمد خواجہ الباقی قدس سرہٗ آپ کے فرزندان اور آپ کے خلفا کے حالات میں

فصل اوّل

آپ کی پیدائش ووفات آپ کی سکونت فیروز آباد دہلی میں اور ہدایت وارشاد طالبین کی طرف آپ کی عنایات و توجہات خاص

آپ کے والد بزرگوار قاضی عبد السلام ارباب علم وفضل سے تھے۔ اور مصداق آیہ کریمہ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا نہایت نرم دل اور رقیق القلب تھے۔ ولادت آپ کی

باختلاف قولین ۹۷۱ھ یا ۹۷۲ھ ہجری کو خاص شہر کابل میں ہوئی۔ آثار بزرگی زمانہ طفولیت سے آپ کے اوضاع و اطوار سے ظاہر تھے۔ اور بلند ہمتی آپ کے چہرہ سے نمایاں تھی۔ زمانہ طفولیت میں آپ کبھی کبھی دن دن بھر خاموش و سر بگریباں رہتے تھے۔ علوم رسمیہ میں آپ جامع العلوم مولانا صادق حلوائی کے شاگرد تھے جو علمائے اعلام میں سے گذرے ہیں۔ برفاقت مولانا موصوف آپ کابل سے ماوراء النہر گئے۔ اور تھوڑی ہی مدت آپ کے درس میں رہکر اپنے اقران و امثال کے درمیان امتیاز خاص پیدا کر لیا اور فضیلت و بزرگی میں بہرہ تمام پایا۔ اگرچہ تحصیل علوم کا ابھی کچھ حصہ باقی رہتا تھا کہ ترک تحصیل کرکے سلوک میں قدم رکھا۔ لیکن بوجہ ذکا و فطرت و صفائی باطن عقل و دانش میں بلند پایہ رکھتے تھے۔

چنانچہ آپ کے مخصوصوں میں ایک صادق القول بیان کرتا ہے کہ ایک روز آپکی ایک خادم فضلائے وقت میں سے آپ کی ایک مجلس میں حاضر ہوا۔ فاضل موصوف نے اثنائے گفتگو میں کہا کہ اگر خواجہ صاحب چند روز رہکر باقی کتب علوم و فنون کا مطالعہ بھی کر لیتے تو اچھا تھا کیونکہ آپ کی مولویت درجہ کمال کو پہنچ جاتی۔

آپ نے یہ خبر سنکر فرمایا کہ مقصود کمال مولویت سے یہی ہے کہ کتب متداولہ و مشکلہ جیسا کہ حق ہے مطالعہ کر سکے اور میں بلا دعوے کے کہہ سکتا ہوں کہ جس کتاب کا جونسا مقام مشکل ہو میرے سامنے لاؤ۔ بہ شگفتی تمام اس کا مطلب حل کر دونگا۔

خود اس فقیر سے مولانا صادق موصوف کے بعض تلامذہ نے بیان کیا۔ کہ جب لوگوں نے سنا کہ آپ تحصیل علوم سے فارغ ہو کر سلوک کی طرف متوجہ ہوئے ہیں تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں آپ کی ذکا و فطرت اور عالی ہمتی سے واقف ہوں۔ آپ جس کام میں قدم رکھینگے اسے انجام کو پہنچا دینگے۔ چنانچہ میں نے جو خیال کیا تھا وہی ہوا۔

سلوک و طریقت کا جوش و خروش زمانہ طفولیت سے ہی آپ پر غالب تھا۔ یہی جوش و خروش آپ کو اہل طریقت و محبت کی مجلسوں میں کھینچ لیجاتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ماوراء النہر تک پہنچے۔ جو اس وقت اس گروہ عزیز الوجود کا مخزن تھا۔ وہاں پہنچکر آپ بہت سے مشائخ وقت سے ملے اور فیض حاصل کیا۔

بعض بعض مشائخ سے توبہ و انابت اور بیعت بھی کی چنانچہ عنقریب ہی آگے ذکر کیا جائیگا۔ اس زمانہ میں آپ کا گذر ہندوستان میں ہوا۔ آپکے عزیز و قریب چونکہ بادہ و شر

رکھتے تھے۔اس لئے وہ تو یہی چاہتے تھے کہ آپ بھی انہیں کی طرح جاہ وثروت حاصل کریں، لیکن آپ کی خواہش یہ نہ تھی کہ آپ دولت دنیا حاصل کریں۔ بلکہ آپ کی دلی تمنا دولت دین اور تونگری متاع اہل یقین حاصل کرنا تھی یہی آپ دل سے چاہتے تھے۔ اور اسی کی سعی کیا کرتے تھے۔ ناچار آپ کے اعزہ واقربا کی کوشش کارگر نہ ہوئی اور سلطنت جذبات الٰہیہ نے آپ کو اپنے آستانہ خلت کی طرف کھینچ لیا۔ اور اس رتبہ کو پہنچایا جسے سب جانتے ہیں +

جب مقتضائے تقدیر الٰہی یہ تھا کہ ان مقامات ومراتب حقیقی کو پہنچیں تو اول آپ کو تدبیر الٰہی نے ان دنیوی تعلقات سے الگ کرکے آپ کے دل نازنین کو عشق مجازی کے دام میں گرفتار کیا۔ اور اس سیڑھی سے بام حقیقت پر پہنچایا +

جب آپ عشق مجازی کے دام میں گرفتار ہوئے اور چند روز کے بعد ہی معشوق سے ہجر وفراق ہو گیا ع

کاں خال بجز دانہ ایں دام نبود

تو اس ہجر وفراق کے زمانہ میں آپ ارباب طریقت ومعرفت کے حالات پڑھنے لگے اور اس گروہ کی تفتیش حالات کا شوق آپ کو دامنگیر ہوا +

ایک درویش بیان کرتا ہے کہ آپ نے خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے کہ میں ایک دفعہ کتب اکابر مشائخ سے ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا کہ مجھ پر تجلی ہوئی اور از خود رفتہ ہو گیا۔ اس از خود رفتگی ہی میں کششہائے روحانیت حضرت خواجہ بزرگ خواجہ **بہاؤالدین** قدس سرہٗ نے تلقین ذکر والقائے جذبات سے سرفراز کیا۔ جب بیدار ہوا تو دست ہمت سب سے کوتاہ کرکے ہمہ تن ارباب معنی کے سراغ میں لگ گیا +

آپ کے مخلصوں میں ایک درویش بیان کرتا ہے کہ آپ سالکوں اور مجذوبوں کی جستجو میں اس قدر تگ ودو کرتے تھے کہ اس سے زیادہ قوت بشریہ ممکن نہیں۔ چنانچہ **لاھور** میں بارش کے موسم میں کیچڑ پانی کے باعث چلنا پھرنا دشوار ہوتا ہے باوجود ضعف ونقاہت کے ویران وخراب اور گورستان وبیابانوں میں صاحبدلوں کی تفتیش میں پھرا کرتے تھے۔ ایک دن از راہ دوستی میں نے چاہا کہ میں بھی اس سیر وسیاحت میں آپ کے ساتھ شریک ہو جاؤں۔ ہر چند آپ نے منع کیا، مگر میں

بازنہ آیا۔ اور کئی ایک گلی کوچوں میں آپ کے ساتھ پھرتا رہا۔ آخر کو پیچھے کے سبب سے تھک گیا۔ اور پیروں میں درد ہونے لگا۔ لیکن حیا وادب مانع تھا کہ آپ سے اس حال کا اظہار کرتا۔ لیکن آپ نے خود ہی معلوم کرکے مجھے منع کیا۔ میں نے سمجھ لیا کہ آپ کسی اور پیروں سے تگاپو کررہے ہیں ع

قطع ایں راہ بجز پائے جنوں نتواں کرد

ایک درویش آپ کے دوستوں میں سے بیان کرتا ہے کہ لاہور کے اطراف وجوانب ایک گورستان کے قریب ایک مجذوب عارف رہتا تھا۔ آپ اس کے پیچھے گئے۔ اور وہ آپ کو مار مار کر بھگاتا تھا۔ یا آپ کو دیکھ کر خود ہی کہیں چلا جایا کرتا تھا۔ لیکن آپ باوجود اس وحشت ونفرت کے منہ نہیں موڑتے تھے ع

سنگہا دیدہ و دل از پئے شیریں رو نتافت

یہاں تک کہ ایک روز اس دیوانہ وبحقیقت فرزانہ کا خونِ الفت جوش میں آیا اور خوش ہو کر اس نے آپ کو پاس بلایا اور حصول مراد کے لئے آپ کو دعائیں دیں۔ اور اس کی دعا سے آپ کو بہت کچھ فوائد نصیب ہوئے +

چنانچہ خود آپ نے بیان کیا ہے کہ اگرچہ ہم نے ریاضاتِ شاقہ جیسا کہ بعض اہل اللہ نے برداشت کی ہیں نہیں اٹھائیں۔ مگر بسیار انتظار اور قلق عظیم برداشت کئے ہیں جو بہت سی ریاضتوں پر مشتمل ہیں +

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب ہماری والدہ ماجدہ شدت بیقراری وبیداری کے میرے غلبۂ ناتوانی وبیزاری کو دیکھتیں تو نہایت شکستہ وآزردہ دل ہوتیں اور بارگاہ الٰہی میں عجز ونیاز کے ساتھ گریہ وزاری کرکے دعا کرتیں کہ اے پروردگار! میرے اس فرزند کو جو تیری طلب میں سب سے پھر گیا ہے اور دنیا سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے، بار آور کر۔ اور یا مجھ ہی کو اٹھالے کہ میں اس کی ناکامی وبے آرامی کو دیکھ نہیں سکتی +

آپ کی والدہ ماجدہ دودمان سیادت اور قانتات وصالحات سے تھیں اور خدمت فقرا سے شفقت تمام رکھتی تھیں +

خواجہ صاحب کے مخصوصوں میں سے ایک مخلص نے بیان کیا ہے کہ باوجود کثرت کنیزوں اور خادموں کے درویشوں کی خدمت آپ خود کیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ تنور پر

آپ ہی روٹیاں لگاتیں آپ ہی نکالتیں آپ ہی ہانڈی پکاتیں اور کھانا بھی آپ ہی تقسیم کرتی تھیں اور خود نان خشک پر قناعت کرتی تھیں۔ اور بورئیے پر سویا کرتی تھیں ۔

خواجہ صاحب نے کئی دفعہ آپ کی ضعیفی و ناتوانی پر نظر کرکے کہا بھی کہ یہ خدمت آپ کسی اور کے سپرد کردیں۔ لیکن آپ یہ بات سنکر گریہ وزاری کرنے لگیں اور فرمانے لگیں۔ مجھ سے کیا خطا صادر ہوئی کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے مجھے اس نیک خدمت سے محروم کیا۔ کیونکہ جو خدمت اس عاجزہ کے سپرد تھی وہ فقراء درویشوں کا کھانا پکانا تھا وہ بھی مجھ سے چھین لیگئی۔ لیکن کمال انکسار و ادب کے باعث آپ نے خواجہ صاحب سے اس کا اظہار نہیں کیا۔ یہاں تک کہ خود خواجہ صاحب نے آپ کا قلق و اضطراب معلوم کرکے خدمت سابقہ پھر آپ کے سپرد کردی ۔

الغرض آپ سالکوں اور مجذوبوں سے ملنے کی بڑی سعی و کوشش کیا کرتے تھے۔ شہر بشہر اُن کی تلاش میں پھرتے اور اُن سے ملکر فیوض و برکات حاصل کرتے۔ اس اثنائے سیاحت میں آپ عظمائے مشائخ میں سے ایک کی صحبت میں پہنچے۔ چاہا کہ آپ اُن سے اخذ طریقت کریں۔ لیکن جب آپنے اس بارے میں استخارہ کیا تو استخارہ میں حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ حاصل سلوک تہذیب اخلاق ہے اور جب یہ دولت حاصل ہو تو پھر سلوک اختیار کرنا ۔

نیز آپ نے اپنے ابتدائی حالات میں لکھا ہے کہ اول توبہ و انابت خواجہ عبید کی خدمت میں میسر ہوئی۔ لیکن خیال رجوع الی اللہ و عزم ترک معاصی باطن میں تھا اور التماس فاتحہ ظاہر میں خواجہ عبید قدس سرہٗ خلفائے مولانا لطف اللہ سے تھی اور مولانا لطف اللہ خلیفہ مولانا خواجگی وہیدی علیہ الرحمۃ کے تھے۔ بعد ازاں چونکہ توفیق استقامت میسر نہیں ہوئی۔ اس لئے بار دیگر بندگان افتخار شیخ کی خدمت میں توبہ و انابت کی گئی۔ آپ سمرقند میں تشریف رکھتے تھے اور خاندان کبار خواجہ احمد یسوی سے تھے اگرچہ آپ میری توبہ و انابت پر رضامند نہ تھے اور فرماتے تھے کہ تم ابھی ایک مرد جوان ہو لیکن جب فقیر کا عزم بالجزم پایا فاتحہ پڑھی اور فرمایا اللہ تعالےٰ استقامت نصیب کرے آخر کو آپ کی فراست صادق آئی اور عزیمت پھر درہم برہم ہوئی اور خرابی عجیب پیش آئی اس کے بعد پھر بار دیگر بدون تصنع و اختیار فقیر نے خواجہ امیر عبداللہ بلخی کی خدمت میں

توبہ وانابت کی۔ آپ سے مصافحہ کرتے ہی نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوئی۔ اور اب اُمید قوی ہوگئی کہ آپ کے برکات تاقیامت باقی رہینگے۔ القصہ چند عرصے تک نگہداشت حدود کی گئی۔ لیکن پھر تاثیرِ اسم المضل سدِ راہ ہوئی۔ آخر الامر چند عرصے کے بعد توفیق وہدایت الٰہی شامل حال ہو کر خواب میں خواجۂ بزرگ خواجہ بہاؤالدین قدس سرہٗ کی صحبت میں توبۂ انابت نصیب اور طریقہ اہل اللہ کی طرف میلان کامل پیدا ہوا۔ بحکم الغریق یتعلق بکل حشیش (ڈوبنے والے کو تنکے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے) ہر طرف ہاتھ مارتا ہی تھا کہ بعض مخدوم نے فرمایا کہ جو ذکر معنعن (یعنی مسلسل) بحضرت رسالت ہے سودمند ہے۔ لہٰذا آرزو اس بات کی ہوئی کہ انہیں مخدوم سے طریق ذکر و مراقبہ اخذ کیا جائے۔ چنانچہ مدت دو سال تک آپ کے ذکر و مراقبہ پر مواظبت کرتا رہا۔ اور چونکہ سُن چکا تھا کہ جب تک کہ چالیس برس تک میدان لا اللہ کی مسافت طے ذکر سے منزل الا اللہ تک نہیں پہنچتا اور سادہ لوحی کا بھی یہی اقتضا تھا کہ جس قدر زمانہ بھی ذکر و اذکار میں گذرے غنیمت ہے اور اسی قدر ظاہر عبادت پر قناعت کرنا کافی وبس ہے +

ہر چند اس قسم کے بیانات میں غلبۂ سلوک طریقہ دیگر کے ارشادات مفہوم ہوتے تھے۔ لیکن مَیں نے قدم استقامت اس جگہ سے نہیں اُٹھایا۔ اور زمین کرم بزرگواران اس گروہ میں اوقات ما تشتہیہ الانفس[1] کاشت کیا۔ اور انشاء اللہ العزیز اللہ تعالٰے کی ذات پاک سے اُمید ہے کہ عاقبت میں اس تخم کو جو ثمار ما لا عین رأت ولا اذن سمعت سے سیراب کریگا +

الغرض رفتہ رفتہ میں کشمیر پہنچا اور شیخ باباولی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے برکات نظر سے بہرہ مند ہوا +

الحمد للہ والمنۃ کہ آپ کی توجہات و برکات سے در قبولیت کشادہ ہوا۔ چونکہ آپ سلسلۂ علیہ نقشبندیہ سے پیر مجاز تھے۔ بقدر استعداد اس فقیر کے نفحات ربانیہ آپ کے آستانہ سے رونمود ہوئیں۔ پھر آپ کے انتقال کے بعد عینیت معہودہ حضرات

[1] یعنی جن باتوں کی کہ نفس خواہش کرتا ہے اس کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے عالم شباب کی طرف اور ما لا عین رأت ولا اذن سمعت سے اشارہ جنت کی نعمتوں کی طرف ہے جو نہ کسی کی آنکھ نے دیکھیں نہ کان نے سنیں اور نہ کسی کے دل ہی پر ان کا خیال گذر سکتا ہے اور دیدار الٰہی اُن سب میں افضل ہے +

خواجگان بزرگواران جلوہ گر ہوئی۔ اور اُن کی ارواح طیبہ بشارات دینے لگیں اور تلقینات فرمانے لگیں بہ یمن توجہ اُن کے نسبت قوی ہوئی۔ اور دائرہ عینیت وسیع ہوا اور راہ روشن ہوگئی اور فی الجملہ جمعیت حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ اُن کی کشش عنایت سے مخدومی حقائق پناہی مولانا خواجگی انکیکی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچا اور اور بطوع و رغبت بیعت کی اور طریقہ خواجگان اخذ کیا بطفیل آپکے اور بطفیل ارواح طیبہ خواجگان نقشبند اور اُن کے خلفا کے زمرۂ افتادگان راہ و نیاز مندان اس درگاہ میں داخل و شامل ہوا۔ اللھم احینی مسکیناً و امتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرۃ المساکین ❖ والسلام علی من اتبع الھدیٰ انتھی کلامہ الشریف آپکے اس کلام سے نیز آپ کی مندرجہ ذیل ابیات شریفہ سے جو یہ ہیں **ابیات**

شنیدم کاشفِ از نہانی	ابوالقاسم چراغ گبرکانی
کہ بوئے ور وجان نام اویش	کہ باشد شربتے جام اویش
یکم من کیں ہوس گیرد دماغم	نیابد نور ازیں سوچراغم
زبانم زیں تلفظ گرچہ بند است	سرم زیں خواست صیداین کمند است

مستفاد ہوتا ہے کہ آپ اُویسی تھے۔ اور کہ آپ نے بروحانیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہٗ اور بروحانیت آپ کے خلفا کے تربیت پائی تھی۔ اور بتوجہات ایں بزرگوران آپ کی تربیت انجام کو پہنچی تھی۔ اور بعد حصول کمال بتربیت روحانیت، چونکہ بغیر پیر ظاہر کے چارہ نہیں ہے۔ لہٰذا ما وراء النہر جاکر مولانا خواجگی انکیکی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اجازت خلافت حاصل کی ❖

آپ کا ایک مخلص بیان کرتا ہے کہ قبل ازینکہ آپ ہندوستان سے ماوراء النہر روانہ ہوں ایک روز لاہور کی ایک مسجد میں ادائے نماز فریضہ کے لئے تشریف لائے اثنائے نماز میں آپ کے سینہ سے ایک مہیب آواز سنائی دی۔ اہل صف حیران ہوئے۔ بعد فراغت نماز جلد جلد آپ مسجد سے نکلکر گھر چلے گئے۔ اور پھر آئندہ دو تین آدمیوں کو جمع کرکے گھر میں ہی نماز پڑھ لیا کرتے ❖

میں چونکہ اکثر آپ کے پیچھے ہی نماز پڑھا کرتا تھا ایک روز نماز میں میں نے

دیکھا کہ آپ باوجودیکہ روبقبلہ ہیں، پیچھے سے ہماری طرف بھی دیکھ رہے ہیں۔ اس حالت کے مشاہدہ سے مجھے رعشہ ہو گیا، جیسی تیسی نماز پوری کی۔ بعد نماز جو کچھ مشاہدہ کیا گیا تھا۔ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کسی سے افشائے راز نہ کرنا +

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ دونوں مذکورہ بالا واقعہ اس امر کے شاہد عدل ہیں۔ کہ آپ کو خواجہ عالم سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کمال مناسبت و تبعیت حاصل تھی۔ کیونکہ روایت کیا گیا ہے کہ نماز میں جوش سینۂ انور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز ایک میل تک جاتی تھی۔ اور یہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے تھا کہ آپ نے پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھا ہے جس طرح آگے سے لیکن یہ خصوصیات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ کے لئے حاصل تھیں اور بزرگان امت کو بوجہ کمال اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں جو معراج مومنین ہے کچھ حصہ اس دولت کا حاصل ہونا محالات سے نہیں۔ چنانچہ بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ تابع کامل پر متبوع تمام صفات کا پرتو پڑتا ہے +

باوجود حصول ان حالات وکمالات کے اور باوجود رجوع طلاب کے آپ بوجہ اپنی عالی ہمتی اور تجرید و تفرید کے مسند شیخیت پر نہیں بیٹھے۔ بلکہ تصحیح احوال کے لئے ماوراء النہر اور بلخ و بدخشاں پہنچے۔ تا کہ مشائخ اس دیار سے بھی جو اس سلسلۂ علیہ اور دیگر سلسلوں سے مسند ارشاد و ہدایت پر ہیں مستفیض ہوں۔ اور اپنے احوال کی تصحیح کریں۔ چنانچہ اس سفر میں آپ مولانا سپو عالی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے اور اپنے بعض احوال عرض کرکے آپ سے ان کی تصحیح کی۔ چنانچہ عنقریب کتاب نسمات القدس میں مولانا کے حالات میں بیان کیا جائیگا +

اس کے بعد آپ متوجہ سمرقند ہوئے اور اثنائے راہ میں بعض دوستوں کو خط خطوط لکھتے رہے یہ خطوط آپ کے مکتوبات میں مرقوم ہیں۔ اور ان کے شروع میں یہ شعر لکھا ہوا ہے ؎

سن از محیط محبت خبر ہے بدہم | کہ استخوان عزیزاں بساحل افتادست

اثنائے راہ میں جب آپ ماوراء النہر جا رہے تھے حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ ایک واقعہ میں ظاہر ہوئے۔ اور فرمایا اے فرزند ہماری آنکھ تمہارے راہ پر ہے

آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور یہ بیت پڑھی ؎

میگذشتم زغم آسودہ کہ ناگاہ زکمیں
عالم آشوب نگاہے سر راہم بگرفت

مولانا موصوف ایک بزرگ معمر تھے اور اُس وقت اُس دیار میں مشائخ کبار سلسلہ علیہ نقشبندیہ سے تھے۔ نسب آپ کا بدو واسطہ خواجہ احرار قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ آپ کو ارادت اپنے والد ماجد مولانا درویش محمد انکیکی قدس سرہٗ سے حاصل تھی۔ ان کو اپنے ماموں مولانا محمد زاھد وخشواری سے۔ اُن کو قطب الاخیار خواجہ احرار قدس سرہٗ سے۔ چونکہ ان بزرگوں کے حالات انشاء اللہ تعالےٰ کتاب نسمات القدس میں بتفصیل بیان کئے جائینگے۔ لہٰذا اس جگہ صرف اسی قدر ذکر پر اکتفا کیگئی +

بالجملہ جب آپ مولانا موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مولانا نے آپ پر عنایات وتوجہات خاص مبذول کیں اور آپ کے احوال عالیہ معلوم کر کے تین شبانہ روز آپ کے ساتھ تخلیہ کیا اور بعض فوائد زائدہ سے اطلاع دی اور فرمایا کہ تمہارا معاملہ بہ تربیت اکابر اس سلسلہ علیہ انجام کو پہنچ چکا ہے۔ چاہئے کہ آپ ہندوستان واپس جائیں۔ وہاں اس سلسلہ کو آپ سے بہت رونق ہوگی اور بہت سے طالب اس طریقہ کے آپ سے مستفید ہونگے +

آپ نے ہر چند راہ انکسار وعاجزی اختیار کی اور اپنے قصور وکوتاہی کا اعتراف کر کے بہت کچھ عذر ومعذرت کی۔ لیکن مولانا موصوف اصرار ہی کرتے رہے۔ حتےٰ کہ مولانا موصوف نے اس بارہ میں استخارہ بھی کیا اور بفضلہ تعالےٰ موافق آیا +

مولانا موصوف کے بعض عزیزوں نے بیان کیا ہے کہ جب آپ کے قدیم دوستوں نے دیکھا کہ آپ خواجہ صاحب کو اس چند روزہ مدت میں ہی اجازت خلافت دیتے ہیں ازراہ غیرت بہت کچھ شورش کی۔ مولانا نے فرمایا کہ دوستوں کو امر واقعی کی خبر نہیں۔ اس نوجوان کا معاملہ تربیت درجہ کمال کو پہنچا کر ہمارے پاس بھیجا۔ اور مقصود اصلی بجز اسکو اور کچھ نہ تھا کہ انہوں نے ہمارے پاس آن کر تصحیح احوال کی ہے۔ بیشک جو اس طرح آئیگا اسی طرح جائیگا۔ چنانچہ مولانا نے آپ کو اجازت خلافت دی اور رخصت کیا اور آپ زبان حال سے یہ شعر پڑھتے ہوئے ہندوستان واپس ہوئے ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند
زیں قند پارسی کہ بہ بنگالہ میرود

جب آپ ہندوستان پہنچے ایک سال آپ نے لاہور میں بھی قیام کیا اور بہت سے علما و فضلا آپ کے شیفتہ محبت ہوئے۔ پھر لاہور سے آپ دہلی تشریف لے گئے جو بقعۂ دارالاولیا و بیت الفقرا ہے۔ دہلی آکر قلعہ فیروزی میں جو نہایت دلکشا اور لب دریا واقع ہے، سکونت اختیار کی۔ پھر یہاں سے کسی اور جگہ آپ نے نقل و حرکت نہیں کی +

فصل ۲

آپ کا خشوع و خضوع آپ کا انکسار و افتقار آپ کے افادات وافاضات آپ کی عبادت آپ کی تجرید و تفرید اور آپ کے انتقال کے حالات

آپ کی عادت تھی کہ آپ کمال انکساری سے اپنے حال و احوال کو چھپاتے تھے اور اپنے قصور و کوتاہی پر ہمیشہ نظر رکھتے تھے۔ بقدر ضرورت گفتگو کرتے۔ اور بجز خواہش اہل مجلس یا جواب سائلین تکلم نہ کرتے اگر کوئی مسئلہ خاصہ معرض بیان میں آتا تو بڑی تفصیل و تنقیح کے ساتھ اُسے بیان فرماتے۔ یہاں تک کہ سائل کو تمام و کمال تشفی ہو جاتی یہ بھی آپ کی وفور شفقت کا باعث تھا کہ مبادا سائل کو غلط فہمی ہو اور کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھے۔ جو لوگ آپ کے پاس آتے، آپ کمال بشاشت کے ساتھ اُن سے ملتے اور اُن کی جائز و مباح حاجت روائی میں کبھی کوتاہی نہ کرتے۔ سادات عظام اور علمائے کرام کی تعظیم و تکریم میں کمال مبالغہ کیا کرتے تھے۔ اور جزوی و کلی مسائل میں فقہائے متورعین کی طرف رجوع کیا کرتے تھے +

جب کوئی طالب آپ کے پاس آتا تو کمال عاجزی و انکسار کے باعث خود کو اس کے لائق نہ بتلاتے۔ اور عذر و معذرت کرتے۔ اگر طالب صادق ہوتا پہچان جاتا اور اپنے آپ کو آپ کے سپرد کر دیتا اور بقدر استعداد بہرہ ور ہوتا۔ اور زبان حال سے یہ ابیات پڑھتا رہتا۔ للمؤلف

ازیں نہ خدا یم رو بے گذر | اگر از دو عالم گذر کردہ ایم
بیابانِ نہنگہائے ایں نیکسار | جو از ریش جگر کردہ ایم

جب آپ طالب کا عزم بالجزم پاتے۔ تب تو اُسے اپنی آغوش تربیت میں لیتے۔ ورنہ نہیں +

چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک نوجوان خراسانی خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرّہٗ کے مزار فائض الانوار پر مدت سے مجاور تھا۔ اور آپ کی روحانیت سے رہبری پیر کامل کا خواہشمند تھا۔ چنانچہ جب ہمارے خواجہ صاحب دہلی پہنچے تو خواجہ بختیار کاکی قدس سرہٗ نے خواب میں اُس نوجوان سے فرمایا کہ طریقہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ اندنوں وارد دہلی ہوئے ہیں، اُن کی ملازمت اختیار کرو۔ چنانچہ طالب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض حال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ مسکین اس قابل نہیں وہ کوئی اور بزرگ ہونگے۔ بوجہ آپ کے کمال انکسار اور عذر بسیار کے نوجوان واپس چلا گیا۔ دوسری شب کو پھر خواجہ صاحب نے خواب میں اُس سے کہا کہ وہی بزرگ ہیں جن کے پاس تم کل گئے تھے۔ اور جن کا عجز و انکسار تم نے دیکھا۔ نوجوان پھر حاضر خدمت ہوا۔ اور پھر واپس نہیں گیا۔ آخر کو شرف قبولیت کو پہنچا، اور دیکھا جو کچھ دیکھا +

بسا اوقات آپ ازراہ کمال انکسار اپنے بعض صادق العقیدت اور صاحب احوال درویشوں سے فرماتے کہ یہ فقیر جیسا کہ تم خیال کرتے ہو نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ کسی اور جگہ تجسّس کرو اور اگر کوئی رہبر پاؤ، مجھے بھی اطلاع دو۔ تا کہ میں بھی اُس سے فیض حاصل کروں شاید کہ وہ میرے زخم پر مرہم لگائے +

راقم الحروف نے خواجہ حسام الدین احمد سلمہ اللہ کی زبان مبارک سے سُنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خواجہ صاحب نے مجھ سے بھی ایک دفعہ ایسا ہی فرمایا۔ جب آپ نے نہایت اصرار کیا تو میں نے تعمیل نہ کرنا خلاف ادب جانا اور آگرہ کو روانہ ہوا۔ آگرہ پہنچنے کے بعد میں نہایت حیران ہوا کہ کیا کروں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب واپس چلوں اور عرض کروں کہ میں نے تعمیل کی۔ لیکن کوئی شخص ایسا نہیں پایا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ میں اُس وقت ایک راستہ سے گذر رہا تھا کہ ایک سرائے سے سرود دلربا کی آواز کان میں پہنچی۔ جب میں نزدیک گیا۔ تو قوالوں کی زبان پر شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کی

یہ بیت تھی ؎

تو خواہی آستیں افشاں و خواہی دامن اندر کش
مگس ہرگز نخواہد رفت از دکان حلوائی

یہ بیت سنتے ہی میں آتش فراق سے جلنے لگا اور دوڑتا ہوا آپ کی خدمت میں پہنچا اور جو دیکھا تھا کہ سنایا۔

ایک اور وقت کا ذکر ہے کہ ایک فقیر نے لاہور میں آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ابلق گھوڑے پر سوار ہیں اور بیشمار خلقت آپ کے پیچھے ہے اور کہتی ہے یہ قطب وقت ہے۔ اس خواب کے بعد فقیر آپ کے آستانہ پر پہنچا اور التماس کیا۔ آپ وہی عذر درمیان لائے۔ فقیر بیچارہ مسجد میں آیا اور گریہ و زاری کرنے لگا اور کہنے لگا یہ کیا ناز و گداز ہے کہ پہلے تو خود کو دکھا کر مجھے اپنی طرف کھینچ لیا اور جب میں خانہ برباد ہو چکا تو مجھے بھگاتے ہیں۔ میں بیچارہ کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ اور اس طرح کہا کہ لوگ رونے لگے اور عجب شور مچگیا۔ آپ کے کان میں بھی آواز پہنچی۔ پوچھا کیسا شور ہے۔ عرض کیا گیا ع

کہ لب شیرین تو شورے ست در ہر خانہ

آپ نے تبسّم کیا اور درویش کو بلا کر جذبۂ الٰہی کی تلقین کی ؎

تا نگرید طفل کے جوشد لبن   تا نگرید ابر کے خندد چمن

آپ کا طریقہ تھا کہ جس طالب کو آپ بیعت کے لئے قبول کرتے اول توبہ کراتے اور اگر طالب کو آپ کے ساتھ عشق و محبت زیادہ ہوتا، بطریقِ رابطہ و تصور نگاہداشت اپنی صورت کا حکم کرتے اور اس احضار و نگاہداشت صورت شریفہ سے طالب کو بہت کچھ کشائش حاصل ہوتی۔

چنانچہ خواجہ برہان نام جو خواجگان دہبیدی سے تھے اور اپنے اکابر بزرگان سے نسبت و اجازت حاصل کئے ہوئے تھے آپ کی خدمت میں آئے۔ اور افادہ و افاضہ کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے نگاہداشت صورت کا ایما کیا۔ تو وہ سخت متعجب ہوئے اور اپنے دوستوں سے کہنے لگے۔ یہ شغل اُس جماعت کے مناسب حال ہے جو اوّل اوّل اس راہ میں قدم رکھے۔ اگر آپ کرم فرما کر مجھے مراقبۂ عالی کا اشارہ کرتے

بہتر تھا۔ دوستوں نے کہا امتثال امر کرنا چاہیے اور فضولیات سے احتراز رکھنا چاہیے
چونکہ عقیدت اُن کی درست تھی، ناچار نگاہداشت صورت شریفہ میں مشغول ہوئے اور
دو ہی روز گذرے تھے کہ نسبت عظیم حاصل ہوئی اور غلبہ سکر اس حد تک پہنچا کہ باوجود کبر سنی
کے زمین سے دو گز اونچے کود جاتے تھے۔ اور ہر طرف درو دیوار اور شجار سے اپنے
آپ کو دے مارتے تھے۔ حتےٰ کہ کئی نوجوان پکڑ کر انہیں نہیں تھام سکتے تھے یہاں تک
کہ اُنھوں نے دیکھا جو کچھ کہ دیکھا +

اور زیادہ تر آپ ایسا کرتے تھے کہ طالبوں کو ذکر قلبی بطریق مقررہ اکابر اس سلسلہ
تلقین فرماتے۔ بعض کو ذکر نفی و اثبات اور بعض کو صرف ذکر اثبات یعنی ذکر ذات جل شانہٗ اور
بہت سے بوجہ قوت نسبت کے بمجرد آپ کے دیکھنے کے مجذوب و مغلوب ہو جاتے +

چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ خطیب منبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا کہ آپ کے
چہرہ جمال کی طرف نظر کرتے ہی غش کھا کے منبر سے گر پڑا +

اسی طرح ایک اور دفعہ کا ذکر ہے کہ ماہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا کہ ایک شب کو
ہمارے خواجہ صاحب یعنی حضرت مجدد الف ثانی کو آپ نے فالودے کا پیالہ بھیجا۔ خادم
چونکہ سادہ لوح دیہاتی شخص تھا۔ آپ کے دروازے پر پہنچ کر زنجیر ہلائی۔ آپ نے کسی کو بیدار
نہیں کیا اور خود آکر فالودے کا پیالہ اُس کے ہاتھ سے لیا اور پوچھا تمہارا کیا نام ہے۔
عرض کیا میرا نام بابا ہے۔ فرمایا چونکہ تم ہمارے شیخ احمد کے خادم ہو۔ بیشک بابا
ہو۔ بمجرد واپس ہونے کے خادم پر غلبہ سکر ہونے لگا۔ اور نسبت پیدا ہو گئی اور فریاد کرتا
ہوا افتاں و خیزاں خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ پوچھا کیا حال ہے۔ اُس سکر و مستی
کی حالت میں کہا، کیا شجر، کیا حجر، کیا درو دیوار، کیا زمین و آسمان، غرض ہر طرف ایک
نور بیرنگ و بے غایت و بے نہایت دیکھتا ہوں۔ اور حقیقت و کیفیت اس کی بیان نہیں
کر سکتا۔ آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب اس کے بالمقابل ہوئے ہیں۔
اور بوجہ مقابلہ کے آپ کے آفتاب کا پرتو اس کے اوپر پڑا ہے۔ صبح پھر اُس کو آپ کی
خدمت میں بھیجا۔ آپ نے تبسم فرمایا ؎

بروز حشر شہیداں چوں خوں بہا طلبند
تبسمے کن و خاموش کن زبان ہمہ

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عسکری آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ طہارت کیلئے مسجد سے باہر گئے۔ سپاہی کا خادم گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے بیٹھا تھا کہ اس اثنا میں آپ کی نظر کیمیا اثر اس پر پڑی۔ جب آپ مسجد میں واپس آئے خبر پہنچی کہ خادم عسکری کو جذبہ و سکر ہونے لگا اور وہ زمین پر گیند کی طرح لوٹتا پھرتا ہے۔ رات گئی تک وہ اسی طرح مضطرب و بے چین رہا۔ اور پھر یکا یک شوریدہ سر ہو کر بازار کی طرف نکلا اور صحرا و بیابان میں چلا گیا اور پھر اس کی کچھ خبر نہ معلوم ہوئی +

سیدی مرشدی میر محمد نعمان سلمہ اللہ تعالےٰ نے فرماتے ہیں کہ میری لڑکی کی دایہ تھی۔ کئی دفعہ اس سے کہا گیا کہ وہ آپ کی مرید ہو جائے لیکن وہ انکار کرتی رہی۔ اتفاق سے ایک تقریب پر لڑکی کو دایہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے لڑکی کو گود میں لیا اور پیار کرنے لگے۔ لڑکی ہاتھ آپ کی ریش مبارک کی طرف لے گئی اور ایک بال اس کے ہاتھ میں آگیا۔ آپ نے فرمایا یہ لڑکی ہماری یادگار سے ہوگی۔ انہیں ایام میں آپ نے انتقال کیا اور موئے مبارک آج تک آپ کی یادگار رکھا ہوا ہے

مرا از زلف تو موئے پسند است　　فضولی میکنم بوئے پسند است

جب دایہ اپنے گھر واپس آئی، آثار مستی و جذبات اس پر پیدا ہونے لگے جنہیں وہ ضبط نہیں کر سکتی تھی۔ یہاں تک کہ اس کے منہ سے ایک فریاد نکلی اور بیہوش گر پڑی اور اس کے بائیں پہلو سے حرکت قلبی اس طرح غلبہ کرنے لگی کہ لوگوں نے معائنہ کیا۔ ایک عرصہ کے بعد جب ہوش میں آئی۔ پوچھا گیا، کیا حال ہے۔ بیان کیا کہ ساعت بساعت خواجہ صاحب بصورت مہیب و عجیب نمودار ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ میں بیہوش ہوگئی۔ پھر مجھے نہیں معلوم کیا ہوا۔ اور اب میں اپنے دل کو ذکر اللہ کرتا ہوا پاتی ہوں۔ آپ کی خدمت میں اس کا حال عرض کیا گیا۔ آپ نے تبسم کیا اور اسے تعلیم ذکر کی دیگئی۔ وہ صالحہ عورت فیروز آباد میں نسا، صاحب احوال سے ہے۔ اور لڑکی خود راقم الحروف کے گھر میں موجود ہے۔ اور یہ بھی آپ کی نظر با اثر صاحب عفت و حضور ہے کیونکہ آپ نے اس کو بعض اہل ذکر و شغل عورتوں کے سپرد کیا تھا +

اور آپ کا یہ قاعدہ تھا کہ آپ بوجہ غایت مخلص پروری و شفقت گستری کے جس کسی کو تعلیم و تلقین فرماتے اثنائے تعلیم و تلقین میں اپنی ہمت و توجہ شریف بھی طالب کے

شامل حال رکھتے۔ اور راہ نقوش کو نیز کو اس کے ادراک حقیقت جامعہ سے وابستہ کرتی گویا سر چشمہ نقشبندی کو اس طرح ظاہر کرتے کہ اسی وقت زبان و دل پر ذکر جاری ہو جاتا اور حضور و جذبہ غلبہ کرتا۔ بعضے تو مرغ بسمل کی طرح زمین پر لوٹتے پھرتے۔ اور بہت سے از خود رفتہ ہو کر بحر حیرت میں غرق ہو جاتے۔ اسی کیفیت میں عوالم مثال ارواح معانی کے ساتھ منکشف ہوتا۔ اور مصداق الشیخ یحیی و یمیت ظہور پاتا۔ یہ آپ کی عنایت و شفقت سب پر یکساں شامل حال رہتی +

ایک روز ہمارے خواجہ صاحب (یعنی حضرت مجدد الف ثانی) نے ایک تقریب کے موقعہ پر فرمایا کہ ابتداء میں طالبین اس طریقہ کو علم طور پر یہ نعمت یعنی ذکر قلبی و حصول جذبہ ہمارے خواجہ صاحب کی برکات لازمہ سے ہے۔ بندے نے عرض کیا کہ اگلے اکابران سلسلہ کو اس طرف توجہ نہ تھی فرمایا تھی کیوں نہیں۔ لیکن ابتداء ہی میں یہ مقام حاصل نہیں ہو جاتا تھا +

نیز فرمایا کہ جب میں نے خواجہ صاحب سے اس سر اختیاری کے شمول و عموم کا حال پوچھا۔ فرمایا اُس زمانہ سے اب تک اہل ارادت کی طلب ہمت میں قصور و کوتاہی اور فتور بسیار ظہور میں آیا۔ بوجہ شفقت کے طالبوں سے اس قدر ریاضت و مجاہدہ کم کرایا جاتا تھا۔ مشائخ چاہتے تھے کہ بدون ریاضت و مجاہدہ اور سعی و تردد مشرب مقام حاصل ہو جائے۔ جب آپ نے یہ حکایت تمام کی ایک آہ کھینچی اور کہا جزاہ اللہ عنا وعن سائر الطالبین خیر الجزا۔۔ غرض آپ کی نسبت افاضہ بقوت آپ کے پیر بزرگوار کے از بس عالی تھی +

چنانچہ ایک مخلص نے بغرض حصول حضور ایک رسالہ پیش کیا۔ آپ نے دو روز اُسے اس رسالہ کا سبق دیا اور فرمایا نسبت اس سے بھی نزدیک ہے کہ رسالہ کے ذریعہ اخذ کیجائے +

آپ کی شفقت و رحمدلی

آپ کی شفقت و رحمدلی اس درجہ تھی کہ ایک وقت شہر لاہور میں سخت قحط سالی واقع ہوئی اس زمانہ میں آپ شہر لاہور میں تشریف رکھتے تھے۔ کئی روز تک آپ نے

کھانا نہیں کھایا۔ جب آپ کے سامنے کھانا لایا جاتا، فرماتے انصاف سے بعید ہے کہ کوئی بھوکا پیاسا گلی کوچوں میں جان دے اور ہم کھانا کھائیں جس قدر کھانا ہوتا سب آپ بھوکوں کے لئے بھجوا دیتے اور خود قوتِ روحانی پر جو میراث ابیت عند ربی ہے بسر کرتے۔ اور جب لاہور سے آپ دہلی روانہ ہوئے۔ تو بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ آپ سواری پر سوار ہوتے اور کسی غریب مسکین کو پیدل چلتے دیکھتے، سواری سے اتر پڑتے۔ اور سواری پر اُسے سوار کر دیتے۔ اور خود منزل تک پا پیادہ جاتے۔ اور سر پر چادر ڈال لیتے تاکہ کسی دوست کو اس پر اطلاع نہ ہو۔ اور جب منزل کے قریب پہنچتے بہ نیت اخفا سواری پر سوار ہو جاتے +

حیوانات کے حال پر بھی آپ نہایت شفقت کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز آپ نماز تہجد کے لئے اُٹھے تو بلی آپ کے لحاف میں سو گئی آپ صبح تک سردی کی تکلیف برداشت کرتے رہے۔ لیکن بلی کو بھگانا پسند نہ کیا +

آپ کے خوارق

اگر آپ سے کوئی خرق عادت صادر ہوئی ہے تو وہ بھی خلق اللہ پر شفقت و رحم کرنے کے باعث۔ چنانچہ آپ کے جملہ خوارق عادات سے تین خرق عادات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ اُن کے ظاہر ہونے کا سبب محض آپ کا غلبہ شفقت ہے ورنہ آپ خرق عادات ظاہر ہونے سے اجتناب رکھتے تھے +

خوارق اول

ساکنان دہلی میں سے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ اس نے ایک باکرہ عورت سے نکاح کیا۔ کئی سال گذر گئے کہ وہ اُس سے ہم بستر نہ ہو سکا اور ادویہ و ادعیہ کا بھی مطلق کوئی اثر نہیں ہوا۔ آپ کے اوصاف سُنکر آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ سواری پر سوار ہو کر کہیں تشریف لیجا رہے تھے۔ اُس نے آن کر آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اور حال بیان کر کے زوال نامرادی کا خواستگار ہوا۔ آپ نے تین دفعہ اس سے سخت معانقہ کیا اور فرمایا کہ ابھی جا کر ہم بستر ہو۔ چنانچہ اُسی وقت اُس لے اپنے اندر

عجیب قوت پائی اور بسہولت تمام وہ عورت پر قادر ہوا +

خوارق دوم

ایک ضعیفہ کا تین چار سالہ لڑکا حصار فیروزآباد کی دیوار سے جس کے نیچے فرش پختہ ہے۔ تقریباً تیس گز کی اونچائی سے گر پڑا۔ اور کانوں کے سوراخوں سے خون جاری ہو کر اُس کا دم ٹوٹ گیا۔ اُس کی ماں گریہ وزاری کرنے لگی اور نہایت بیقرار و بے آرام ہوئی اور بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا کہ لڑکے کو لا کر آپ کے قدموں پر لیجا کر ڈال دیا اور اُس کی زندگی کے لئے التماس کیا۔ آپ کی عادت شریف تھی کہ اپنی توجہ و تصرف کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ آپ نے ایک طب کی کتاب طلب کی اور فرمایا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ لڑکا مریگا نہیں۔ حاضرین نے تعجب کیا کہ کونسی کتاب سے ایسا معلوم ہوتا ہے تھوڑی دیر آپ خاموش رہے اس کے بعد دیکھا کہ لڑکا اپنے حال پر ہو گیا۔ حاضرین کو اور بھی حیرت ہوئی +

خوارق سوم

ایک وقت کا ذکر ہے کہ ایک سپاہی نے خلاف شیوہ مروت و فلاح اپنے بعض ہمسایوں پر جور و ظلم کیا۔ آپ اس کی یہ حرکت دیکھکر سخت بے آرام ہوئے۔ اور اُس سپاہی کو نصیحت کی۔ لیکن بوجہ کمال بدبختی کے اُس نے آپ کی نصیحت قبول نہ کی مظلوم کے حال پر کمال شفقت و رحمدلی کرنے کے باعث آپ نہایت متغیر الحال ہوئے اور ظالم سے فرمایا۔ یہ لوگ فقرائے خواجگان بزرگوار کے قرب جوار میں رہتے ہیں۔ جو نہایت غیور ہیں خبردار رہنا۔ چنانچہ دو تین روز کے درمیان ہی چوری کی تہمت میں گرفتار ہوا۔ اور مارا گیا +

آپ کا تحمل و بردباری

آپ کے تحمل و بردباری کے متعلق میں نے اس قدر حکایات سُنی ہیں کہ ایک دفتر میں نہیں سما سکتیں +

ایک نوجوان کا ذکر ہے کہ آپ کے ہمسایوں میں ہی تھا اور منکرات ممنوعات کا مرتکب ہوا کرتا تھا۔ اور انواع و اقسام کے شر اُس سے ظہور میں آتے تھے۔ آپ اُس کی تعریف کرتے اور تحمل کرتے تھے۔ ایک روز کوتوال نے بایمائے خواجہ حسام الدین سلمہٗ اللہ تعالےٰ نے قید کر کے قید خانہ میں بھیجدیا۔ آپ کو اس کی خبر پہنچی۔ خواجہ حسام الدین کو آپ نے بلوایا اور عتاب کیا۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ یہ نہایت فاسق فاجر اور شریر شخص تھا یہاں تک کہ اُس کی شرارت حد سے تجاوز کر گئی تھی۔ آپ نے ایک سرد آہ بھری اور فرمایا، ہاں تم چونکہ اپنے آپ کو صالح و باصفا پاتے ہو۔ وہ تمہاری نظر میں طالح و شریر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ ہم اپنے آپ کو اُس سے ممتاز کرنے کی کوئی وجہ نہیں پاتے، کیونکر اپنی زبان سے اُسے بُرا کہیں۔ یہ فرما کر آپ نے اُسے حبس سے خلاصی دلائی۔ اور وہ بہ برکت و شفقت آپ کے، صلحا سے ہوا۔

آپ کا یہ انکسار اور شرط مقصود احوال اس قدر غالب تھا کہ اگر اتفاق سے کسی طالب سے کوئی جریمہ صادر ہوتا۔ تو آپ فرماتے یہ ہماری ہی بدصفتی کا اثر ہے۔ ہرگاہ کہ جب خود ہمارے اندر بدی ہوگی، لامحالہ ان پر ہمارا عکس پڑیگا۔ ان بیچاروں کا کیا قصور اسی طرح اگر آپ کسی کو مکروہات و ممنوعات شرعیہ میں پھنسا دیکھتے تو بصراحت شدّت امر معروف نہی عن المنکر نہیں کرتے بلکہ بکنایہ اشارہ نصیحت کرتے۔ کہ اُس کے متنبّہ ہوجاتے۔ اور بصراحت امر معروف نہ کرنے کا بیشتر سبب یہ تھا کہ آپ اپنے کو اوروں سے ممتاز نہیں سمجھتے تھے۔

آپ کی مجلس میں ہرگز کسی کی غیبت و بُرائی نہیں کیجاتی تھی اور نہ خود آپ اپنی زبان سے کبھی کسی کو ایسا کہتے۔ اور آپ کے سامنے کسی مسلمان کی تخفیف و تحقیر کا خیال گذرتا۔ تو آپ اُس شخص کی تعریف و توصیف کرنی شروع کر دیتے۔

راقم الحروف ایک روز ایک مسجد کے گوشہ میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ اور ایک درویش دوسرے درویش کے ساتھ طریقہ اولیاء اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ اسی ضمن میں اُس نے بیان کیا کہ میں نے اپنی مدت العمر میں ایک شخص کو دیکھا ہے کہ اُس جیسا بے نفس و بُردبار اس زمانہ میں کوئی نہ ہوگا۔ اور ہمارے خواجہ صاحب قدس سرہٗ کا نام نامی لیا۔ اور کہا کہ میں ایک وقت خواجہ قطب الدین کے مزار پر تھا۔ کہ ناگاہ خبر پہنچی کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ

قدس اللہ سرّہ تشریف لاتے ہیں۔ خادم مزار نے مزار شریف کے قریب ہی ایک جگہ تخت بچھا دیا۔ اور فرش کر کے تکیہ لگا دیا۔ آپکے آنے سے پہلے ایک آزاد فقیر آیا۔ اور فرش پر نظر پڑتے ہی پوچھا۔ یہ کیسا فرش ہے اور کس کے لئے ہے۔ آپ کا نام لیکر کہا گیا اُن کے لئے ہے۔ یہ سُنتے ہی وہ آزاد فقیر آپ کی بڑی مذمت کرنے لگا اور بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ اسی اثنا میں آپ بھی آ گئے۔ آپ کے سامنے بھی اُس نے اسی طرح ہرزہ گوئی کرنا شروع کیا۔ اور نام لیکر کہا اے فلاں شخص تو کس لائق ہے کہ تیرے لئے اس جگہ فرش بچھایا جائے۔ آپ کے جس قدر درویش اس وقت آپ کے سامنے موجود تھے سخت بے چین ہوئے اور چاہا کہ اُسے تنبیہ کریں۔ آپ نے سب کو خشم آلودہ نگاہ سے دیکھا اور باز رکھا اور خود اُس درویش کے پاس جا کر بہ نرمی تمام عذر کیا۔ اور فرمایا مَیں ویسا ہی ہوں جیسا کہ تم کہہ رہے ہو۔ ایسا اور ایسا ہوں اور کس لائق ہوں۔ یہ فرش بغیر بدون ایما و اشارہ اور بدون میرے علم کے بچھایا گیا ہے۔ مجھے معاف رکھو اور میری بدبختی کے پیچھے اپنا سر نہ دکھاؤ۔ پھر آپ نے اپنی آستین سے اُس کی پیشانی کا پسینہ پونچھا۔ اور بہت تواضع کی اور کچھ پیسے منگا کر اُسے دئے ؛

راوی بیان کرتا ہے کہ مَیں نے اُس وقت آپ کے چہرہ پر ذرا بھی تغیرِ ملال نہ پایا۔ اور نہ آپ کے کلام میں کچھ تذبذب پایا۔ اُس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ بیشک اس عالم میں بھی نفس ملکی پایا جاتا ہے ؛

بسا اوقات امرائے مخلص آپ کے پاس سیم و زر بھیجتے تاکہ بصواب دید فقرا پر تقسیم کیا جائے۔ لہذا باوجود تفرید کے آپ خود متوجہ ہو کر محض بغرض شفقت بخلق اللہ مستحقین پر تقسیم کرتے۔ اور اس ضمن میں کچھ اپنے پاس سے بھی دیتے۔ باوجود اس کے دور دراز کے بعض محتاج آپ کو بُرا بھلا کہتے۔ آپ کے دوست اُنہیں منع کرنا چاہتے تو آپ اسی طرح راہ انکسار اختیار کرتے کہ دوستوں کا غیظ و غضب فرو ہو جاتا۔ اور نرمی و شکستگی اُن کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ؛

آپ اپنے دوستوں کو نیستی اور اپنے آپ کو حقیر جاننے اور تحمّل و بُردباری کرنے کی طرف راہ نمائی اور اُسے راہ عرفان فرماتے۔ اور آپ کے دوستوں سے اس کے خلاف امر سرزد ہوتا تو بہت عتاب کرتے اور نصیحت فرماتے۔ جیسا کہ آپکے ایک مکتوب سے

جو آپ نے شیخ تاج کو اس باب میں تحریر فرمایا ہے ظاہر ہے۔ مکتوب انشاءاللہ تعالےٰ آگے لکھا جائیگا +

آپ کا زہد و استغنا

آپ کا زہد و استغنا متاع دنیوی میں اس درجہ تھا کہ کسی دنیوی معاملہ کا آپ کی مجلس میں ذکر نہیں کیا جاتا۔ مگر بسفارش کسی حاجتمند کے اور ہرگز آپ اپنے لئے اور نہ درویشوں کے لئے دنیوی معاملات پر غور و فکر کرتے۔ اور مریدوں کے لئے بجز فقر و فاقہ اور مسکنت و قناعت کے اور کچھ نہ چاہتے اور فرماتے۔ جب کسی کے لئے ہماری امداد مالی ظہور میں آئے بہ یقین جان لے کہ ہم کو اُس کے ساتھ دینی محبت کم ہے +

بعض تونگر جو اہل ارادت تھے آپ سے التماس کرتے کہ کچھ کفاف فقرائے آستانہ کے لئے مقرر کیا جائے۔ آپ نے اُن درویشوں کے لئے جو آپ سے ارادت و نسبت معنوی رکھتے تھے یہ تجویز پسند نہ کی۔ اور دوسرے درویشوں کے لئے اجازت دی، مگر نفرت کے ساتھ۔ کیونکہ اُن درویشوں کو امتعہ دنیویہ سے رغبت تھی +

جس وقت آپ نے عزم بالجزم سفر حجاز کیا تو آپ کے ایک مخلص عبدالرحیم خا نامی المشہور بخان خانان جو کہ مخلصان مشائخ سے تھے اور خصوصاً آپ کے ساتھ عقیدت و ارادت تمام رکھتے تھے ایک لاکھ روپیہ ارسال کیا اور التماس کیا کہ جناب اسے قبول فرما کر خادم کو ممنون فرمائیں۔ کیونکہ آپ کے ہمراہ بہت سے درویش بھی تھے۔ جب آپ کو اس کی خبر ہوئی۔ آپ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ہماراحج کو جانا ہمارے لئے بار گراں نہیں ہے کہ مسلمانوں کا اس قدر روپیہ ہم لیں اور صرف کر کے ضائع کریں۔ بہرکیف قبول نہیں کیا اور واپس کردیا +

کھانے پینے پہننے اوڑھنے اور رہنے بسنے میں آپ کی آزادی اس درجہ تھی کہ اگر کئی روز تک ایک قسم کا غیر مرغوب طبع کھانا آپ کے سامنے لایا جاتا تو ہرگز یہ نہ کہتے کہ اسکے ماسوا اور کھانا لایا جائے۔ اسی طرح کئی روز تک ایک ہی لباس آپ پہنے رہتے اور نہ کہتے کہ اور دوسرا کپڑا لاؤ۔ اسی طرح مدتوں تک تنگ و تاریک مکان میں رہتے۔ چونکہ آپ بحر رضا و تسلیم میں غرق تھے۔ اس لئے جب تک وہ شکستہ نہ ہو

یا خاک وخس وخاشاک سے پُر نہ ہو جاتا دوسرا مکان تعمیر کرتے کی یا اسے صاف کرنے کی اور روشن کرنے کی خواہش ظاہر نہ کرتے۔ باوجود رضا وتسلیم، فنا وخود رفتگی اور باوجود ضعف بدن کے جو ہمیشہ سے آپ کو لاحق تھا، دوام وضو اور کثرت عبادت سے شغف تمام رکھتے تھے۔ اور بعد اداے نماز عشا حجرے میں تشریف بیجا کر قعدے مراقبہ میں بیٹھتے۔ جب ضعف غلبہ کرتا اٹھ کر تجدید وضو کرتے اور دوگانہ نماز ادا کرتے اکثر شب آپ ایسا ہی کیا کرتے +

اکل حلال

اور لقمہ حلال میں آپ اس قدر احتیاط کرتے کہ جو کچھ ہدیہ وتحفہ آپ کے پاس آتا اگرچہ بحکم حدیث صحیح لا ترد الهدية (ہم ہدیہ کو واپس نہیں کرتے) رد نہیں کیا کرتے تھے اور بالخصوص اُسے خرچ بھی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ غیر مشکوک جگہ سے آپ قرض حسنہ لے لیتے اور اس کی ادائیگی میں اُسے دیدیتے۔ کیونکہ فقہاے کرام نے فرمایا ہے۔ اس صورت سے اُس میں حلت پیدا ہو جاتی ہے (اس میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ جب لوگوں کو اکل حلال کی بابت اس قدر اہتمام معلوم ہوگا تو وہ مشکوک چیز تحفۃً بھیجینگے بھی نہیں) +

کھانا پکانے والے کو تاکید تھی کہ وہ باوضو رہے۔ بلکہ ارباب حضور وصفا تھے اور نیز پکاتے وقت دنیوی باتیں نہ کیا کرے +

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو لقمہ بے حضور (ذکر قلبی) اور بدون احتیاط کھایا جاتا ہے، اُس سے ایک قسم کا دھواں اُٹھتا ہے جو مجاری فیض کو بند کردیتا ہے اور ارواح طیبہ جو وسیلہ فیض ہیں قلب کے مقابل نہیں ہونے پاتے۔ اس حزم واحتیاط کی آپ مریدوں کو بھی ترغیب فرماتے اور جو لوگ اس میں تساہل کرتے آپ فوراً اُن کے احوال میں اس کا ضرر معائنہ فرماتے +

ایک روز ایک درویش صاحب کشف وحال آیا۔ اور عرض کی کہ میں اپنے کام میں بستگی دیکھتا ہوں اور باطن میں کدورت پاتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ مجھ کو کیا قصور سرزد ہوا۔ آپ نے فرمایا لقمہ بے احتیاط شکم میں گیا ہے۔ عرض کیا ابھی

روز اُو لقمہ میں بے احتیاطی عمل میں آئی ہے؟ فرمایا تفحص کرو، اس کے سوائے اور کسی میں بے احتیاطی معلوم نہیں ہوتی۔ شاید اُس کے جزوی امور میں قصور واقع ہُوا ہوگا چنانچہ تفتیش کرنے سے معلوم ہُوا کہ جلانے کی لکڑیوں میں دو تین لکڑیاں بے احتیاطی سے جلائی گئی ہیں۔ الغرض اسی طرح تمام امور میں آپ حزم و احتیاط کرتے تھے ✦

قرأۃ خلف الامام

چونکہ کتب احادیث میں قرأت فاتحہ خلف الامام کی روایتیں بھی بکثرت ہیں اس لئے آپ چند روز تک نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے رہے۔ اس اثنا میں آپ نے امام الائمہ سراج الامۃ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ قصیدہ مدحیہ اپنی مدح میں پڑھ رہے ہیں۔ جس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایما کرتے ہیں کہ میرے مذہب مسلک میں بہت سے اولیائے کبار گذرے ہیں۔ اس واقع کے بعد سے آپ نے قرأت خلف الامام ترک کی ✦

اور یہ حزم و احتیاط آپ اکل حلال ہی کیا کرتے تھے بالخصوص آپ کی نزاکت وصفائی نسبت لطیفہ وشریفہ کی وجہ سے تھی۔ جس طرح آئینہ کمال صفائی کے باعث بھاپ کی تاب نہیں لاسکتا اور دھندلا ہو جاتا ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ نماز کی صف میں آپ اپنی ہر دو جانب اپنے مخلص دوستوں کو کھڑا کرتے تھے۔ کیونکہ اگر بیگانہ کھڑا ہوگا فی الحال اُس کی غفلات اور اُس کے خطرات آپ کے آئینۂ دل میں منعکس ہونگی ✦

ایک روز ایک درویش جو لحاف کا محتاج تھا اور اُس کے دل میں اس کے طلب کرنے کا خیال گذر چکا تھا، آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہُوا۔ اُس کا وہ خطرہ آپ کے دل میں گذرا۔ بعد نماز آپ نے فرمایا جس کو لحاف کی ضرورت ہے لحاف اُس کو دیدیا جائے۔ وہ درویش کہتا ہے کہ اُس روز سے میں ہمیشہ ترساں رہا۔ کہ کوئی ایسا خطرہ جو آپ کے ملال کا موجب ہو میرے دل میں گذرے ✦

آپ کی تفرید و تجرید

آپ کی تفرید کا یہ پایہ تھا کہ آپنے ابتدا سے انتہا تک کسی حال بلند و مکاشفۂ ارجمند سے سر ہمت نیچا نہیں کیا۔ اور جو کچھ پایا عین دریا میں پایا اور نایافتہ سے لب خشک تھا جیسا کہ آپ کی اس رباعی شریفہ سے ظاہر ہوتا ہے رباعی

در راہ خدا جملہ ادب باید بود — تا جاں باقیست در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند — کم بایدکرد و خشک لب باید بود

ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ ہی کے مخصوصوں میں ایک عزیز نے ایک کتاب لکھی۔ آپنے اس کی پشت پر رقم فرمایا کہ سبحان اللہ اس عاجز گرفتار کو کام کی قوت نہ ہے۔ اگر نہ بتوفیق اللہ عزوجل اس دو روزہ عمر میں دیوانوں کی طرح اپنی درماندگی کا ماتم کرتا۔ اور اپنے مقصود اصلی میں جستجو اور تگ و دو کرتا۔ اور اپنی زندگی کو اس راہ میں فدا کر دیتا۔ اللہ تعالےٰ نے اس افتادگی میں بھی درد و آشوب عنایت فرمائے اور دونوں جہان کا کام اپنے قبضہ و اختیار میں رکھے۔ تاکہ ہم ان تمام گرفتاریوں سے خلاصی پائیں آمین یا رب العالمین ✦ اُمید اس بھائی سے یہ ہے کہ خاک پریشانی رگو کے فقیر کے لئے اللہ تعالےٰ سے اس آرزو کے حصول کے لئے دعا کریں کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ دُعاءُ الغائِبِ لِلغائِبِ اَسْرَعُ اِجابَةً کہ غائب کے لئے غائب کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے ✦

شیخ تاج الدین سلمہ اللہ تعالےٰ سے میں نے سنا ہے کہ ایک دن خواجۂ ما قدس سرہ العزیز پر ایسا وقت پیش آیا کہ آپ اس حال میں کہ قبا کے بند کھلے ہوئے تھے سینہ عریاں تھا اور دستار پراگندہ تھی، دریا کی طرف جا رہے تھے اور آثار شکستگی اور قلق و رنج آپ کے چہرہ پر نمایاں تھے۔ میں آپ کا یہ حال دیکھ کر آپ کے پیچھے ہو لیا۔ ایک عرصہ کے بعد آپ میرے آنے پر مطلع ہوئے اور ایک آہ سرد کے ساتھ فرمایا کہ اے فلاں شخص اس قدر واردات و احوال اور فیضات اور انوار و اسرار اترے ہیں۔ کہ اگر یہ دریا سیاہی ہو تو اُن کے لکھنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ لیکن مجھے ان سب سے کیا سروکار کیونکہ میرا مطلوب دیدہ و دانش سے دُور ہے لہ قدس سرہ

طلب بچون و مطلب بیچگون ۔۔۔۔ نماز ہست بیشرفہ ایں راتنوذ

نیز شیخ تاج الدین موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں نماز جماعت میں آپ کے برابر کھڑا ہوا تھا۔ کہ میں نے نماز میں آپ کی گریہ وزاری کو احساس کیا۔ نماز کے بعد آپ اسی طرح حیران و پریشان حجرہ شریف میں چلے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے آیا اور آپ کو گریاں اور محزون و مغموم پایا۔ ایک ساعت کے بعد جرأت کر کے میں نے دریافت کیا کہ اس گریہ و اندوہ اور بیقراری کا کیا سبب تھا۔ فرمایا۔ مت پوچھو۔ اور ہمیں اس حال میں رہنے دو۔ چونکہ مجھے آپ کی خدمت میں جرأت و دلیری حاصل تھی پھر کہا فرمایا کہ میں نماز میں جو عروج سو شین ہے میری روح طلب مقصود میں وراء الوراء تک پہنچی۔ اور طلب مقصود میں جس قدر کہ مقدور ہے جستجو کی۔ اور بہت کچھ اس مرغ نے پروبال مارے لیکن اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں آیا۔ ناچار حیراں و گریاں ہو کر قفس قالب میں ڈالا اس حسرت پر یہ گریہ اور حزن و غم تھا۔

نیز شیخ تاج الدین موصوف بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کے حجرہ شریف میں آیا۔ آپ کو میں نے نہایت مغلوب و مستہلک دیکھا۔ میں آپ سے حال پوچھنے لگا۔ لیکن میں نے آپ کے کلام میں آثار شعور نہ پائے۔ ہر چند کہ میں نے آپ کو بہت کچھ بلایا۔ لیکن گفتگو آپ سے ایک ساعت کے بعد کی۔ اور پھر ساعت بساعت آثار صحو و ہوش آپ پر ظاہر ہونے لگے۔ اس کے بعد فرمایا آج فلاں شخص ہمارے پاس عجیب پہنچا کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَاءُ کہنے لگا۔ اور ہم تھے کہ حسرت و وحشت اور نیستی میں غرق تھے۔

یہ بھی آپ کی تجرید و تفرید کا باعث تھا کہ آپ کو مسند شیخیت پر اور لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کا خیال مطلق نہ تھا۔ درویشوں کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی آپ کی توجہ دو تین سال سے زیادہ مبذول نہ رہی۔

جب ہمارے خواجہ صاحب قدس سرہٗ (یعنی حضرت مجدد الف ثانی) آپکے یمن برکات سے درجہ کمال و تکمیل کو پہنچے تو درویشوں کی تعلیم و تربیت آپ کے حوالہ کر دی اور خود آپ نے عزلت و گوشہ نشینی اختیار کی۔ چنانچہ آپ کے حالات میں اس کا بیان تفصیل آئیگا۔

اس کے بعد آپ بجز نماز جماعت کے باہر نہ نکلتے۔ جو کوئی آپ کو دیکھتا حدیث مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَیِّتٍ یَّمْشِیْ فِیْ وَجْہِ الْاَرْضِ فَلْیَنْظُرْ اِلَی ابْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ (جو شخص مرے کو زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے وہ ابن ابی قحافہ (یعنی حضرت صدیق) کو دیکھ لے) باوجود اس کے دیکھنے والے پر آپ کی ہیبت و وحشت اس قدر غالب ہوتی کہ جس جگہ سے وہ آپ کو دیکھتا نقش دیوار رہجاتا۔ اور غفلت شعاروں پر بجز آپ کی نظر پڑنے کے بمصداق حدیث شریف اِذَا رَاَوْا ذُکِرَاللہُ ذکر اللہ غلبہ کرتا +

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کا گذر اتفاق سے ایک ایسی بستی پر ہوا، جہاں کے کسان ہندو تھے۔ جوں ہی ان لوگوں کی نظر آپ پر پڑی کہنے لگے۔ یہ عجیب مرد خدا ہے کہ اس کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے +

بجز آپ کے دیکھنے کے کیا یگانے اور کیا بیگانے آپ کو دیکھ کر خاموش اور صامت و ساکت ہوجاتے۔ اس ہیبت و رعب کے ساتھ آپ کا انکسار اس سے کہیں بڑھ کر تھا +

چنانچہ ایک معتبر بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز نماز جماعت کی ایک صف میں پہنچا، جو پر ہوگئی تھی۔ اور خواجہ صاحب کے قریب درویشوں نے بوجہ ادب کے آپ کے قریب تھوڑی تھوڑی جگہ چھوڑی ہوئی تھی۔ مجھ کو چونکہ آپ کے ساتھ کچھ زیادہ اعتقاد نہ تھا۔ کیونکہ میں آپ کو طفولیت کے زمانہ سے جانتا تھا۔ اور اب بھی میرا خیال آپ کے ساتھ ویسا ہی تھا۔ الغرض میں رعایت ادب نہ کرکے آپ کے برابر جا بیٹھا۔ تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ آپ کی عظمت و ہیبت میرے دل پر غالب ہوئی۔ ہر چند میں نے اس خیال کو ہٹانے کی کوشش کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ حتیٰ کہ آپ کی ہیبت و عظمت مجھ پر اس درجہ مستولی ہوئی کہ عین نماز میں قدرے قدرے میں نے اپنے آپ کو پیچھے ہٹایا۔ یہاں تک کہ اگر میں ایک قدم اور ہٹاؤں تو صف سے الگ جا رہوں۔ یہ حال دیکھ کر میں متنبہ ہوا۔ اور آپ کے مخلصوں میں داخل ہوا +

باوجود اس ہیبت و عظمت کے جوش قلق و سقوط دید خلق کے باعث گاہ گاہ آپ تنہا کوچہ و بازار سے گذرتے اور دیوار کے سایہ کے نیچے زمین پر بیٹھ جاتے۔ اس ستی و فروتنگی اور حیرت کے باوجود التزام اور شرعیہ میں مو فرق نہ آتا

سماع و رقص اور وجد کی آپ کے احوال میں مطلق گنجائش نہ تھی۔ یہاں تک کہ ایک روز آپ کی مجلس میں باواز بلند ایک درویش نے اللہ کہا۔ آپ نے فرمایا کہدو کہ ہماری مجلس میں آداب مجلس محفوظ رکھا کرو۔

اگر آپ کے مریدوں میں سے کسی سے ترک ادب ظہور میں آتا تو آپ اس پر سختی نہ کرتے۔ اور نہ مجلس سے نکال دیتے۔ لیکن توجہ باطنی اس سے کھینچ لیتے۔ یہاں تک کہ وہ اثر تادیب کو اپنے احوال میں محسوس کرتا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ خواب میں اسے تنبیہ کرتے ع

اے تو مجموعہ خوبی زکدامت گویم

شاہ عظیم آپ کے رتبہ عالیہ کے لئے صرف ایک ہی کافی ہے کہ دو تین سال کی قلیل مدت میں ہی کس قدر لوگ آپ کی کنف تربیت سے بہرہ ور ہوئے جن کے فیوض و برکات اب تک باقی موجود ہیں۔

پہلے سلسلہ نقشبندیہ ہندوستان میں نادر و کم تھا۔ تمام و کمال آپ کی ذات بابرکات سے رائج و شائع ہوا۔ آپ سے پہلے بہت سے مشائخ اس سلسلہ کے سالہا سال تک ہندوستان میں رہے۔ لیکن آپ کے دو تین برسوں کی برکات کا ان سے مقابلہ کرنا چاہئے۔

ایک فاضل نے احقر سے بیان کیا کہ بعض مشائخ بزرگوار صاحب حال و قال ساٹھ اور ستر سال تک مسند ارشاد و تلقین پر بیٹھے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ کس قدر فیض انہوں نے چھوڑا۔ تمہارے خواجہ صاحب کے لئے یہی بس ہے کہ آپ چالیس برس کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ اور دو تین سال کی ہی ہدایت و ارشاد میں ایک عالم کو بہرہ مند کیا۔

اور شیخ بلند مکان توجہ فخر و نیاز و عرفان شیخ محمد بن فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو احقر نے فرماتے سنا کہ اس عزیز بزرگ کے لئے صرف یہی بس ہے کہ تین چار سال سے زیادہ ہدایت و ارشاد میں مشغول نہیں ہوئے اور آج تک آپ کے آثار روز افزوں ترقی پر ہیں۔

نیز بیان کیا جاتا ہے اس چند روزہ ارشاد و تلقین کے زمانہ میں بہت سے

مشائخ کو زمانہ طالبی میں آپ جن کی خدمت میں پہنچے اور فاتحہ و دعا و تلقین ذکر ان سے حاصل کیا۔ آپ کی کشش سے وہ بھی آپ کے مریدوں میں داخل ہو گئے +

نیز بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے قدوم میمنت لزوم کے بعد شہر دہلی کے بعض مشائخ کبار آپ سے رشک و غیرت کرنے لگے۔ آپ کے برخلاف بہت سعی و کوشش کی۔ لیکن بجز ضرر کے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور آخر کار آپ کے مخصوصین میں داخل ہو گئے +

بعض طلاب دور دراز جگہ سے بھی آپ کی خدمت میں آتے اور بہتوں کو اثنائے راہ میں ہی آپ کے انتقال کی خبر پہنچی +

مرشدی میر محمد نعمان سلمہ اللہ المنان بیان کرتے ہیں کہ میں نے آگرہ کے ایک شفاخانہ میں خراسان کے ایک نوجوان کو بیمار دیکھا۔ حال و احوال پوچھا۔ اس نے بیان کیا کہ میں دکن میں تھا کہ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور آپ کے عشق و محبت میں یہاں تک پہنچا ہوں۔ اب آپ کے انتقال کی خبر سننے سے مجھے سخت صدمہ پہنچا اور میں بیمار ہو گیا۔ اور اب میرا جو کچھ حال ہے آپ خود دیکھ رہے ہیں۔ یہ کہا اور زار و قطار رونے لگا +

حال وفات حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اب چونکہ آپ کے انتقال کا بیان درمیان میں آیا۔ بہتر ہے کہ آپ کے انتقال کا ذکر کیا جائے۔ جب آپ کی عمر شریف مدت چالیس سال کو جو انتہائی زمانہ تکمیل تام طبعی انسان کا ہے پہنچی۔ اور تکمیل معنوی کو بھی اس زمانہ سے تعلق خاص ہے لاجرم آپ بعد اربعین اس عالم تنگ و تیرہ و تاریک سے انتقال کر گئے +

اگر آپ اس زمانہ میں کسی کے انتقال کی خبر سنتے آہ سرد نکالتے اور فرماتے خوب ہوا۔ اس جہان سے خلاصی پائی۔ مراد آپ کی اس سے یہ ہوتی تھی کہ ہستی موہوم سے جو لازمہ زندگانی اس جہان کا ہے رہا ہوا۔ جیسا کہ بروقت انتقال عارف رومی قدس سرہ کی زبان پر یہ شعر تھا ؎

من شوم عریاں ز تن او از خیال　　تا خرام در نہایات الوصال

انہیں ایام میں آپ نے خواب میں یہ عبارت دیکھی فبقیت وحیدا طریدا فریدا

انہیں دنوں میں آپ نے اپنے ازواج طاہرہ میں سے ایک سے فرمایا۔ کہ جب میری عمر چالیس برس کو پہنچیگی تو مجھے واقعۂ عظیم پیش آئیگا۔ اس واقعہ کی تفہیم کے لئے خوش ہو کر آپ نے اپنی کف دست کھولی۔ اور فرمایا یہ خط جو میری ہتھیلی پر ہے نشان اسی واقعہ کا ہے۔

نیز انہیں دنوں کا ذکر ہے کہ آپ نے اپنے بعض ازواج سے فرمایا۔ آؤ میرے ساتھ اس آئینہ میں نظر کرو۔ چنانچہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس آئینہ میں آپ کو سپید محاسن دیکھا۔ میں اس واقعہ سے خوف زدہ ہوئی۔ اور کہا مجھے آپ یہ کیا دکھاتے ہیں۔ میں اس کے مشاہدہ کی طاقت نہیں رکھتی۔ آپ نے تبسم کیا اور اپنے آپ کو اپنی صورت میں دکھایا۔ کیونکہ دراصل آپ کے محاسن سیاہ و عنبریں تھے +

نیز انہیں دنوں کا ذکر ہے جیسا کہ آپ کی قدیم عادت تھی کہ آپ کشف کو خواب سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ ایک روز بیان کیا کہ بعض خوابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے کوئی بزرگ فوت ہونے والا ہے۔ پھر فرمایا شہر دہلی کے کنارے کوئی جگہ اختیار کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ نے ایک جگہ اختیار کی اور لوگوں سے خلط ملط ترک کیا اور وہیں آپ مدفون ہوئے +

اور ایک روز فرمایا مجھ سے کہا جاتا ہے کہ جس غرض سے تمہیں بھیجا تھا تمام ہوئی۔ اب تمہیں سفر اختیار کرنا چاہیے +

ایک دفعہ فرمایا کہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ قطب زماں گذر گیا اور میں اپنے مرثیہ میں ایک قصیدہ پڑھ رہا ہوں جس میں تعریفات عالیہ درج ہیں۔ چنانچہ ماہ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ ہجری میں امراض نے آپ پر غلبہ کیا۔ اسی زمانہ میں آپ نے فرمایا کہ خواجہ احرار رضی اللہ عنہ کو میں نے خواب میں دیکھا۔ فرمایا کہ پیراہن بدل لو یہ خواب بیان کر کے آپ نے تبسم کیا اور فرمایا اگر زندہ رہے تو پیراہن بدلینگے۔ ورنہ ہمارا کفن یہی پیراہن ہے +

آپ کے ایک مخلص ان دنوں کہیں سفر کو جانے والے تھے۔ آپ نے فرمایا، چند روز تک کہیں مت جاؤ۔ کیونکہ ہمارا اب آخری وقت ہے +

آپ کے بعض خاص مخلصوں نے آپ کے ضعف کے زمانہ میں بہت سے غوامض علوم تحقیق کئے آپ نے تحقیقات عالیہ بیان کیں۔ اس درمیان میں ایک شب ضعف نے

سخت غلبہ کیا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا حالت نزع شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد افاقہ ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر مرنا اسی کا نام ہے تو کیا ہی عجیب نعمت ہے کہ اُس سے پھرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ بعد ازاں شنبہ کے دن ۲۵ جمادی الثانی کو آثار انتقال ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ آپ دوستوں کو الوداعی نگاہ سے دیکھتے تھے اور دوست آبدیدہ ہوتے تھے اور آپ تبسم و تعجب کرتے۔ گویا آپ بدیں امر کا افادہ کرتے تھے کہ اے دوستو! تعجب تمہاری طرف سے ہے کہ تم دائرہ رضا و قضا سے باہر ہو کر جزع و فزع کرتے ہو۔ اسی اثنا میں ایک درویش نے کہا یا الٰہ العالمین آپ نے بسرعت تمام اُس کی جانب دیکھا اور مُنہ اس کی طرف کر لیا۔

ایک درویش انہیں درویشوں میں سے بیان کرتا ہے کہ یہ توجہ و تحرک آپ کا بوجہ شوق استماع نام محبوب کے تھا۔ کیونکہ اس کلمہ مبارک کے سُننے سے اشک آپ کی آنکھوں میں بھر آئے۔ ابھی دن کا ایک پہر باقی تھا کہ آپ باواز بلند ذکر اسم ذات میں مشغول ہوئے اور اسی طرح اللہ اللہ کہتے ہوئے جاں بحق تسلیم ہوئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

انتقال کے بعد جو جگہ آپ کے دوستوں نے تجویز کی تھی وہیں قبر کھدوائی گئی جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو بوجہ دیوانگی و پریشانی کے لوگ اُس جگہ جنازہ نہیں لیگئے جہاں قبر کھدوائی گئی تھی۔ بلکہ ایک اور جگہ لے گئے۔ اور جنازہ رکھدیا۔ اور رکھنے کے بعد دیکھا کہ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں ایک روز خواجہ صاحب نے اس جگہ بخوشی وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی تھی اور وہاں کی خاک آپ کے دامن میں چپک گئی تھی۔ اور آپ نے فرمایا تھا کہ اس جگہ کی خاک ہمارے دامنگیر ہوئی۔ لامحالہ اسی جگہ شاہ راہ کے قریب آپ کو دفن کیا۔ اور آج کل محسن وسعی خواجہ حسام الدین سلمہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے مزار پُرانوار کے گرد ایک چھوٹا سا باغیچہ لگایا گیا ہے لوگ آپ کے مزار پر زیارت کرنے آتے ہیں اور فیض پاتے ہیں ؎

شمع مزار او ہمہ نور غفور باد دلہائے زائران وش غرق نور باد

بہت سے فضلا و عرفا نے آپ کے مرثیہ کہے اور تاریخیں لکھیں۔ اس جگہ صرف ایک ہی تاریخ وفات کی نقل پر اکتفا کی جاتی ہے ؎

فانے کہ بدوست بود باقی — از خود ہمہ فانی بصفت بود

بر خالق خویش جبلگی عشق — بر خلق تمام عاطفت بود

فے تشنہ دلم بسال فوتش — خوش گفت کہ بحر معرفت بود

فصل سوم

آپکے کلمات شریفہ و انفاس لطیفہ

واضح ہو کہ آپ کی تصنیفات میں سے بہت سے رسائل دقیقہ و مکاتیب بدیعہ ہیں۔ آپ نے بہت سی نظمیں بھی لکھی ہیں۔ بعض مکاتیب آپ نے تقریبوں کے موقع پر لکھے ہیں اور وہ آپ کے دوستوں کے احوال میں بیان کئے جائینگے۔ انشاء اللہ تعالےٰ +

آپ کے بہت سے ملفوظات بھی ہیں جو آپ کے ایک مخلص نے جمع کئے ہیں۔ اس جگہ صرف چالیس برکات بمناسبت عدد آپ کے سن وسال حوالۂ قلم کئے جاتے ہیں +

ب

معانی استعاذہ کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ شک نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بوقت تکلم کرنے کلمہ تعوذ کے اُس کے اعلےٰ معنی متحقق ہوگئے ہیں۔ پس طریق متابعت یہ ہے کہ صرف اس کلمہ کے پڑھنے پر ہی اکتفا نہ کرے۔ بلکہ باطن میں بھی اپنے آپ کو عاجز محض سمجھے۔ اور دفعہ وساوس شیطانیہ میں قادر مطلق سے التجا کرے۔ تاکہ تلاوت کلام الٰہی میں ہر قسم کی کدورتوں اور اندیشوں سے امن حاصل ہو۔ اس قسم کا تعوذ از قبیل توکل ہے کہ قاری تلاوت قرآن میں اللہ تعالےٰ کو اپنا وکیل بناتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اُسے ان کدورتوں اور اندیشوں سے مامون و محفوظ رکھے یہ توکل فروع ایمان سے ہے۔ کیونکہ جو شخص ایمان لاتا ہے کہ ہر جزو کل کا پیدا کرنیوالا اللہ تعالےٰ ہے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ہر ایک فعل وصفت جو اُس سے ظہور میں آتی ہے بعض قدرت کاملہ اللہ عزوجل ہے نہ یہ کہ اُس کے خزانہ ہستی میں کوئی ایسی شے

موجود ہے یا موجود ہو جایا کرتی ہے۔ جو دفعہ ضرر اور جلب منفعت کرتی ہے۔ حق سبحانہٗ
تعالےٰ نے بعد ازاں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تعوذ کا حکم کیا۔ یہی فرما دیا۔
اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ تو اب تعوّذ کے یہ
معنی ہوئے کہ شر شیطان سے اُس رحیم وکریم کے ساتھ پناہ حاصل کرو۔ جس کے بالمقابل
شیطان کو اُن لوگوں پر کوئی تصرف وقدرت حاصل نہیں جو ایمان لائے اور مقتضائے
اپنے ایمان کے اللہ تعالےٰ کو اپنا وکیل بنایا۔ یہ آیت شاہد عدل ہے اس معنی پر جو ہم نو
بیان کئے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اُمید ہے ہمیں اس سے نصیب کامل ملیگا۔ آخر میں فرمایا
کہ اگر بوقت تعوّذ اور ارادہ تلاوت حقیقت ایمانیہ جو مورث اس قسم کے توکل کی ہے
بطریق کامل متحقق ہو۔ تو تلاوت کرنے والا دامقام، قرائض سے مشرف ہو گا۔ چنانچہ
آیہ کریمہ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ سے بعض مشائخ کبار نے تحقیق فرمایا ہے۔ نیز
اُس وقت قاری کی زبان پر حکم شجرۂ حضرت موسےٰ علی نبینا وعلیہ والسلام کا رکھیگی +

ب۲

نیز آپ نے دربارہ تحقیق استعاذہ فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے پیغمبر
صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ
الرَّجِيْمِ (اے پیغمبر جب تو قرآن مجید پڑھے تو پہلے پناہ مانگ لے اللہ کی جناب میں
شیطان لعین سے) یہ امر متضمن تقرب اللہ ہے۔ کیونکہ استعاذہ کے معنی کسی التجا کرنے
اور اُس کی حمایت میں ہونے کے ہیں۔ پس متبع سنت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو سزاوار ہے کہ اپنا عجز مشاہدہ کر کے حق سبحانہٗ تعالےٰ کی پناہ میں آئے۔ اور دفعۃً دوسیاہی
میں حق تعالےٰ کو اپنا وکیل بنائے۔ اس طرح کہ ہمہ تن اُس کے انوار وتجلیات میں مستغرق
ہو جائے۔ اور کلمات کے معانی سمجھنے اور ان میں غور و تدبر کرنے میں اپنی توجہ پراگندہ
و پریشاں نہ کرے۔ اور بالیقین سمجھے کہ وہ حافظ وکیل ہے جس طرح چاہیگا ظہور میں آئیگا
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ ہم اہل بیت کے دل
میں نماز کے اندر شغل یعنی خطرہ غیر پیدا نہیں کرتا۔ کیونکہ اس نے فرمایا ہے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ
لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (اللہ ارادہ نہیں کرتا
مگر یہی کہ اے اہل بیت اللہ تمہاری نجاست دور کرے اور تمہیں پاک کرے جیسا کہ

پاک کرنا چاہئے)۔

اور فقراتِ احراریہ میں مذکور ہے کہ نسبت درحقیقت نسبت اہل بیت ہے۔ اور چونکہ آپ نے (یعنی حضرت امام حسنؓ نے) اپنی نسبت کو بیان فرما دیا ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ بوقت نماز ہمارے باطن میں نشان تنگی و تلملونی نہیں ہوتا۔ یا یہ کہ ہوتا ہے۔ لیکن لباس غیریت ان سے اُتار لیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرب نوافل میں یا باوجود لباس غیریت نسبت غیریت اُن سے الگ ہو گئی۔ جیسا کہ ارباب توحید صوری کے لئے ہوتا ہے۔ اس قسم کا تعوّذ منتہی کو حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی کے قریب قریب اُس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کی نہایت ہدایت میں مندرج ہو۔ لیکن جو لوگ کہ یقین ایمان سے مشرف ہیں مرتبۂ اخیر کو اور وہ احسان ہے ہاتھ سے نہیں دیتے۔ الاحسان ان تعبد اللہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك عبادت الٰہی اس طرح کرو کہ گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو اور اگر دیکھ نہیں رہے تو یہی سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

ب ۳

سورہ فاتحہ کی تفسیر کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ آیۂ کریمہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں عبادت سے مراد عبادت اضطراری ہے اور مراد عبادت اضطراری سے بندہ کا ارادۂ الٰہی کے موافق قضاء و قدر کی طرف اُس کا مضطر و محتاج ہونا ہے اور اس صورت میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے معنی مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ کے موافق ہونگے۔ یعنی اے پروردگار! ہمارے جمیع احوال و اوقات کا مالک تو ہی ہے اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ سے آخر تک سب دعا ہے۔ یعنی اے پروردگار! ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں کہ تو ہی ہمیں صراط مستقیم دکھا تاکہ ہم اس راہ پر چلیں اور ہماری عبادت اختیاری تیری رضا کے موافق ہو۔ اور اگر اِیَّاکَ نَعْبُدُ عبادت اختیاری پر محمول ہو تو مقصود اس سے اظہار انقیاد ہوگا۔ اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے بھی وہی معنی ہونگے جو مذکور ہوئے یا اظہار اس امر کا کہ یہ تمام انقیاد تیری ہی توفیق سے ہے یا استعانت سے۔ یہ مراد ہے کہ ہمیں اس انقیاد پر ثابت رکھ۔

باب

صراطِ مستقیم کی بابت آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ آیۂ کریمہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں صراط سے باجماعِ اہلِ حق۔ صراط اہلسنت والجماعت مراد ہے۔ جیسا کہ الٰہیات اور ثواب وعقاب آخرت میں بیان کیا گیا ہے +

صاحبِ فتوحاتِ مکیہ رضی اللہ عنہ نے چند عقاید علمائے ظاہر پر اضافہ کئے ہیں۔ بدون اُس کے کہ اُن کے عقاید میں سے کسی عقیدہ کا انکار کیا ہو، کیونکہ سلف صالحین سے انکار کرنا ضلالت وگمراہی کا باعث ہے۔ اور بحمداللہ ہمارا اعتقاد بھی اسی تقریر بانکمین پر ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی ذات بابرکات سے اُمید ہے کہ اسی پر ہمارا خاتمہ ہوگا۔ اور اسی عقیدہ کے ساتھ ہم اُٹھائے جائینگے +

صاحبِ فتوحات کے عقاید میں سے ایک یہ عقیدہ ہے کہ اس طرح کہو کہ اے پروردگار! دکھا ہم کو راہ انبیا وصدیقین کی نہ راہ اُن لوگوں کی جو خلق کو دیکھتے ہیں اور مبدا کی خبر نہیں رکھتے۔ خواہ صرف خلق کو دیکھیں۔ جیسے دہریہ وطبعیہ کیونکہ وہ مغضوب علیہم ہیں اور خواہ بعنوان حقانیت دیکھیں، جیسے بعض صوفیہ کہ توحید صوری میں گرفتار ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر صادق آتا ہے کہ باوجود علم کے اللہ تعالےٰ نے انہیں گمراہ کیا۔ ان لوگوں نے بھی اپنی توجہ مبدا سے پھیرلی ہے اس لئے یہ بھی ضال ومضل ہیں۔ نہ راہ اُن لوگوں کی جو سب کو حق جانتے ہیں۔ بس اور عالم کو محض خیال وشعبدہ سمجھتے ہیں، یہ لوگ بھی راہ مستقیم سے الگ ہو گئے ہیں۔ اور (فلاسفہ) سوفسطائیوں کا پہلو اختیار کیا ہے۔ نہ راہ اُن لوگوں کی جو باوجود دیدِ حق وخلق خلق کے لئے وجود علیحدہ ثابت کرتے ہیں، کیونکہ اُن کی راہ انبیا علیہم السلام کی شاہ راہ پر نہیں ہے۔ انتہیٰ کلام صاحبِ فتوحات المکیہ +

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ صاحبِ فتوحات المکیہ کے قول کہ "اُن لوگوں کی راہ انبیا علیہم السلام کی شاہ راہ پر نہیں ہے" کے حاشا وکلا یہ معنی نہیں ہیں کہ اُن لوگوں کی معرفت خلافِ معرفتِ انبیا علیہم السلام ہے۔ کیونکہ یہ برگزیدہ لوگ ہیں۔ بلکہ صاحبِ فتوحات المکیہ کے قول کے معنی یہ ہیں کہ اُن کی معرفت کی اس قدر وسعت نہیں رکھتے جتنی کہ انبیا علیہم السلام کی معرفت وسعت رکھتی ہے پس صراط مستقیم

بمعرفت واقعات و صاحب فتوحات دو دید حق و خلق ہے۔ لیکن خلق کے لئے وجود علیحدہ نہیں ہے۔ بلکہ خلق اُس وجود و صورت کی طرح ہے جو آئینہ میں مرئی ہوتی ہے۔ اور بظاہر معلوم ہوتی ہے اور درحقیقت کچھ نہیں۔ اور یہ نمود بقدرت کا ملہ حق ہے اور خلق عالم عبارت اس اظہار و نمود سے ہے۔ اور عالم علم حق میں ثابت ہے۔ لیکن وہ ثبات جسے علمائے متکلمین صور علمیہ میں اذہان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ بلکہ ثبات سے از قسم ثبات موجود خارجی مراد ہے یعنی موجود خارجی نے بجسب شیون و صفات علم الٰہی میں تنزل کیا اور حقائق عالم ظاہر ہوئے۔ جس طرح عکس آئینہ میں ظاہر ہوتا ہے اور آثار و افعال ظاہرہ عکسہ اصل سے ہیں۔ لیکن چونکہ ممکن پردہ و حجاب ہے۔ اس لئے بحکم لولا الماء لولا الاناء معلوم ایسا ہوتا ہے کہ فعل و اثر ممکن سے ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ فعل و اثر حق تعالےٰ کا ہے وَاِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ

ب ۵

تحقیق میں آیہ کریمہ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ سر معیت غیب ہویت حق سبحانہٗ و تعالےٰ اشیا کے ساتھ غایت خفا و بطون میں ہے اور دریافت حقیقت اس امر کی موقوف ہے۔ تنزیہ مطلق اور اطلاق ذات محضہ پر اور اُس کے تنزلات صورِ علمیہ کے جاننے پر اور کہ وہ صور علمیہ برزخ ہیں درمیان موجود و معدوم کے یعنی جامع ہیں وجود و عدم کے اور یہ خصوصیات مرتبہ علم سے ہے۔

از تو اے بے رنگ ما چندیں صور ہم مُشبّہ ہم منزہ خیرہ سر

اسی طرح دریافت حقیقت اُس کی موقوف ہے اس امر کے جاننے پر کہ اُن صور علمیہ کو اُس ذات کے ساتھ ظاہر میں ایک نسبت مجہول الکیفیت پیدا ہو کر وہ ذات ان صورِ علمیہ کے لباس میں ظاہر ہوئی ہے۔ بایں معنی کہ صور علمیہ اُس کے اسماء و صفات کے آئینہ ہیں اور اسماء و صفات اُس کے عین ہیں فهو معكم ذو العلم والعين روحًا كان او جسمًا او حسًّا لیکن محققین کے مذہب و مسلک کے مطابق معیت خانہ اعمال ہے اشجار و قصور وغیرہ صور جنانیہ کے ساتھ کیونکہ اشجار و قصور کو مرتبہ ذات میں عمل کے ساتھ ایک کہتے ہیں۔ جس طرح مرتبہ عمل میں عرض ہے اور مرتبہ ذات میں جوہر ہے لیکن ذات الٰہیہ مرتبہ ذات میں تعین و تمیز اشارہ و تعبیر سے منزہ ہے اور مرتبہ صفات

میں اُن امور کے قابل ہے اور معیت خارجیہ عین ہے۔ جس طرح معیت نقطہ جو الہ دائرہ موہوم فی الخارج کے ساتھ۔ پس جس طرح نقطہ کو دائرہ کی نسبت حاصل ہے کہ نقطہ خارج میں دائرہ کے نمود و ظہور کا واسطہ ہوا ہے۔ اسی طرح ذات حق و غیب مطلق کو اُس کی قدرت کاملہ سے ان تنزلات علمیہ کے ساتھ ایک نسبت واقع ہوئی ہے جو خارج میں ان تنزلات کے ظہور کا سبب ہے اور ذات مطلق بجب اپنے اسما و صفات کے ان تنزلات کے لباس میں نمودار ہوئی +

ب ۶

نیز معیت مفہومہ از آیہ مذکورہ کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل بدون توہم حلول و اثنینت و بے شائبۂ چونی و چگونی سب جگہ موجود ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے هو مع كل شيءٍ لا لمقارنةٍ وغيرُ كلِّ شيءٍ بمزائلة کہ وہ ہر شے کے ساتھ ہے مگر نہ بطریق نہ مقارنۃ اور نہ غیر ہر شے ہے نہ بطریق جدائی کے۔ اگر اثنینت ہوتی مقارنت ہوتی۔ اور غیریت منصور نہ ہو سکتی۔ اور اگر وہم محض جیسا کہ حکمائے حسبانیہ کہتے ہیں، تو معیت صادق نہیں آتی۔ لا محالہ العجز عن درك الادراك صادق آیا (یعنی اُس کے ادراک سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے) اور یہاں وجہ مطلق و مشتاقان غیب ہویت کہتے ہیں کہ جو کچھ کہ دیکھا اور جانا گیا ہے۔ سب غیر ہے کلمہ لا سے اُس کی نفی کرنی چاہئے +

کسی نے عارف مرشدی قدس سرہٗ سے پوچھا کہ حق کیا ہے اور عقل کیا چیز ہے۔ فرمایا حق وہ ہے کہ کسی وجہ سے مدرک نہ ہو۔ اور عقل وہ ہے کہ ہرگز بغیر اُس کے آرام نہ ہو ع قلقیت بے نہایت و دردیست بے دوا +

ب ۷

آیہ کریمہ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ حقیقت اس معنی کا پرتو پڑے۔ ایک جو ہر فرض کرو کہ جس قدر صفات آئینہ میں اُس کی ذات پر مترتب ہو سکیں باین معنی کہ اُسی کی ذات ان صفات و صور دکونیہ) کی نمائش کا موجب ہے۔ اور کہ اُس کی ذات خارج میں ان صفات کی عین واقع ہوئی ہے +

اسی طرح فرض کرو کہ ان صفات میں سے ہر ایک کی صورت تمہارے خیال میں منعکس ہے۔ جس طرح شیر کی صورتِ علم ہے۔ عالم مثال میں۔ اس کے بعد فرض کرو یہ صورت خیالیہ اُس جوہر میں منعکس ہوئی ہے۔ یعنی اُس جوہر نے ان جواہر کی ایک نسبت مجہول الکیفیت پیدا کی ہے۔ یہی نسبت ان جواہر کے نمود کی نسبت ہے۔ پس جس صورت کو ان صورتوں میں سے کہ تم دیکھتے ہو اُس میں جوہر نہیں ہے اور درحقیقت وہی جوہر ہے (جس نے ان صورتوں کے ساتھ نسبت مجہول الکیفیت پیدا کی ہے) جس جگہ کوئی صورت پائی ہے۔ وہ جوہر اُس جگہ موجود ہوگا۔ لیکن یہ جوہر اُس صورت سے منزہ ہے کہ خارج میں اُس کے وجودِ خارجی کی بُو تک نہیں پہنچی ہے اور جو کچھ اُس کے وجودِ خارجی سے معلوم ہے وہ صرف اسی قدر ہے کہ بقدر ان صورتوں کے اُس کی صفات مشاہدہ کی جاتی ہیں۔ پس جس طرف مُنہ کرو وہی صفات بلکہ صاحب صفات سامنے ہوگا۔ اگر ہزار سال تک پرواز کرو یا چلہ کھینچتے رہو۔ جذبہ اوبیت میں سے ایک جذبہ بھی نظر نہ آئیگا۔ اور صورت اشباح و ارواح نظر سے ساقط نہ ہوگی۔ اور نہ محبت ذاتی جو ایک سر نکموں ہے جلوہ گر ہوگی اور نہ نسبت مجہول الکیفیت جو مقوم ادراک و مقتدائے محبت ذاتی ہے اور جسے ادراک بسیط سے بھی تعبیر نہیں کر سکتے، پیدا ہوگی۔ نہ ارادہ وجہ اللہ متحقق ہوگا۔ معرفت و شناسائی کا تو ذکر ہی کیا ◆

ث

نیز آپ نے انہیں دونوں مذکورہ بالا آیتوں کی تحقیق معنی میں تحریر فرمایا ہے کہ پاک ہے ذات خداوندی جو اشیاء عرصۂ ظہور میں لایا۔ اور اپنی صفات و شیون کو اُن کے پردہ ظہور میں آشکارا کیا اور خود کو اُن کے مرات اعتبارات میں جلوہ گر کیا۔ اور اُس کی تنگنے وحدت میں اثنینیت و دوئی کی گنجائش نہیں مطلق ہے اور دائرہ اطلاق سے باہر۔ نہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کیسا ہے اور کس طرح کا ہے قادر ہے کہ ایک کلمۂ کُن میں خفتگان خواب عدم کو بیدار کیا۔ جب سراسیمۂ شوق سے وہ اُٹھ کھڑے ہوئے تو آئینہ اُن کے سامنے رکھا اور سادہ لوحی سے اُنہوں نے اپنا عکس اُس میں دیکھا اور پندار وجود سر میں سمائی۔ جب صدائے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ کان میں پہنچی معلوم کیا کہ معیت بجز دوئی متصور نہیں ہو سکتی حیرت پیش آئی حالانکہ جمال عکس بشارت وجود تھا

ہے۔ اور نو لاے معیت اشارہ عدم کی طرف کرتی ہے۔ پس جو وعدم کو ایک کر لیا۔ اور وجود حقیقی کو فراموش کر گئے۔ اور درِ مقصود اپنے اوپر بند کر لیا۔ لیکن اُس کریم مطلق نے اَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ (جس طرف بھی مُنہ کرو اُسی طرف اللہ کا منہ ہے) کی بشارت دی اور فرمایا وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ (وہ خود تمہارے نفسوں میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے)، جن کی قوت سامعہ تیز تھی اُنہوں نے پہچان لیا کہ ہم اپنے حجاب خودی ہیں خودی کو اپنے درمیان سے اُٹھانا چاہیئے۔ اس دست بُرد کے وقت انگشت ارادت دامنِ مقصود پر پڑی اور عروق کی راہ سے نسیم تجاولیف قلبیہ میں نکہت دوست پہنچائی ہے۔ بیچارہ پا افتادہ ہوا اور کرشمہ معشوقی نے حجاب درمیان سے اٹھا دیا۔ اور طنطنہ لمن الملک الیوم سامنے آیا۔ اور صدائے فَاسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ (پس ثابت قدم رہ جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا) کان میں پہنچی، مخمور سبوحی نے سر اُٹھایا۔ اور غلغلہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ درمیان میں آیا۔ لیکن وَاللّٰهُ مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ مُّحِيۡطٌ (اللہ ان کے پیچھے سے احاطہ کئے ہوئے ہے) نے اُس کے حال میں قلق و اضطراب پیدا کر دیا۔ ایک طرف سے دَعۡ نَفۡسَکَ وَتَعَالَ (اپنے نفس کو چھوڑ اور آگے آ) اور ایک طرف فَوَلِّ وَجۡهَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ (تو اپنا مُنہ پھیر مسجد الحرام کی طرف) نے بیقراری پیدا کر دی۔ لیکن عنایت اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (کون قبول کرتا ہے حاجتمند کی جب کہ وہ اُسے پکارتا ہے) نے پردۂ حجاب کو جو لازمۂ وجودی عینک بنا کر سامنے کیا۔ اور صورت قَابَ قَوۡسَيۡنِ رو نمود ہوئی۔ اور مقام انتہا نہیں لکھتا +

۹ ب

حصول محبت ذاتی کے متعلق جو تحقیق آیہ کریمہ کے تحت مذکور ہوئی تحریر فرمایا ہے۔ کہ چاہئے کہ ایسے درویش کی خدمت اختیار کرو۔ جو از خود فانی ہو کر محبت ذاتی میں باقی ہوا ہو۔ کہ اُس کے میدان وجود میں محبت محبوب اور مشاہدۂ محبوب کے کچھ نہ رہا ہو۔ اور مقام فنا فی اللہ میں پہنچا ہو۔ کیونکہ اس کا دیدار بحکم اذا رؤوا ذکر اللہ فائدہ ذکر دیتا ہے۔ اور اس کی صحبت بحکم ہم جلساء اللہ نتیجہ ہے صحبت مذکور کا۔ ایسا درویش مظہر ہے اسم حکیم کا۔ جو کچھ کہتا ہے خالی از حکمت نہیں ہوتا۔ ہر چند کہ اس کی حکمت تم پر ظاہر نہ ہوئی ہو۔ لہٰذا اُس کی تابعداری میں دل و جان سے کوشش کرنی چاہیئے

تاکہ قبولیت الٰہی اُس کے دریچۂ باطن سے ظاہر ہو۔ اور تمہیں سعادت ابدی حاصل ہو اور اگر اسم الرحیم یا الکریم مقدمۂ اسم القدیر ہو۔ اور تمہارے کام میں تصرف کرے، سلطانِ غیبت و بے شعوری تمہارے کارخانۂ ہستی میں خلل انداز ہو تو اس غیبت میں، روشناس ہدایت ہوگے۔ اور عجب نہیں کہ جب استعداد معنی اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اُسی ایک غیبت میں تمہاری چشم بصیرت کو گھیرے اور اگر تمہاری استعداد میں کسی قسم کی کدورت ہو تو طریقۂ علاج درویش و انہاے سیکھ کر تقویت حاصل کرنا چاہیے۔ اور متابعت شریعت و رعایت آداب طریقت مثلاً اکل حلال، صدق مقال اور اجتناب از صحبت اضداد و نا اہل وغیرہ جنس، وغیرہ کا کامل اہتمام کرنا چاہیے۔ اور اس نسبت غیبت و تجلی ذاتی کو اس طرح پہچاننا چاہیے کہ گویا تم یکایک قرص آفتاب کے سامنے ہو گئے اور اس کی شعاعوں سے تمہاری بصر و بصیرت خیرہ و تاریک ہو گئی۔ اور جب فی الجملہ تمہارے باطن میں بہت تکرار ظہورات حالت قوت پیدا ہو جائیگی۔ تو اگرچہ نور بصر خیرہ و تاریک ہوگا۔ لیکن بصیرت بحال رہیگی۔ اُس وقت جان لوگے کہ وہ نور خورشید ہے۔ لیکن یہ نہ جان سکو گے کہ کس طرف سے آیا ہے اور کہ تم کو اس کی نسبت قرب ہے یا نہیں۔ اور جب رطوبات عنصریہ خشک ہو جائیں اور حرارت طبیعت درہم ہو جائے اُس وقت یہ قوت پیدا کرنا کہ چشم بصیرت اچھی طرح کھول سکو اور اپنے آپ کو قرص خورشید کے پاس پاؤ۔ لیکن اس کی سطوت سے خود کو مدہوش نہ کرنا اور اگر تم اسی مقام میں رہ گئے تو ہو سکتا ہے اور اگر چاہیئگے کہ تمہیں عارف موحد کریں سطوت اُس نور سے بیہوش ہو جاؤ گے۔ نور خورشید حملہ آور ہوگا۔ اور دریچۂ بصیرت سے ظاہر ہوگا اور بینائی حاصل ہو گی ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ◆

۱۰

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ اگر تمہاری استعداد لطیف ہوگی اور اگرچہ بجب رُقت حجاب لطیف کے باعث اوقات راہ تم پر روشن نہ ہوگی۔ لیکن ایک قسم کی توجہ ضرور حاصل ہوگی۔ کہ بے تکلف دل غیبت ذات کا نگراں ہوگا۔ چاہیے کہ اس توجہ کی نگرانی کرو اور دل جمعی و طہارت کاملہ کے ساتھ شب و روز اس کی تقویت میں مصروف رہو۔

اور اسی طریقہ کے ساتھ جو اکابران اس سلسلہ کی کتابوں میں مذکور ہے ۔ اور اگر تم کو اس درویش کے ساتھ (جو از خود فانی ہو کر محبت ذاتی میں باقی ہو) محبت پیدا ہو گئی ہو ۔ بایں طریق کہ کہ غیبت میں تمہیں اس کا تصور رہتا ہو اور طریق رابطہ حاصل ہو تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کیا کہنا ہے ۔ اسی طریق رابطہ کی ورزش اختیار کرو ۔ لیکن ہوشیار رہو کہ کوئی ایسا امر پیدا نہ ہونے پائے ، جو اس کے نزدیک تمہاری جانب سے موجب کراہیت ہو ۔ پس چاہیئے کہ اپنی مراد و آرزو مدنظر رکھو ۔ تاکہ اپنے مقصد کو پہنچو ۔ بالجملہ دارومدار اس طریقہ کا ارتباط جانبین پر موقوف ہے ۔ جانبین میں سے جس کے دل میں ذرا بھی گرہ بیٹھی اور درِ فیض بند ہوا ۔ تمہارے باطن اور اس درویش کی مثال آئینہ اور آفتاب جیسی ہے ۔ جس طرح عند التقابل حرارت آفتاب کو آئینہ قبول کر لیتا ہے اسی طرح عند الارتباط تمہارا باطن حرارت آگاہی حق اکتساب کرتا ہے ۔ اور حجابات و نقوش اور صور فنا ہوتے جاتے ہیں ۔ آتش محبت شعلہ زن ہوتی ہے ۔ اور خرمن ہستی جلنے لگتا ہے ۔ اور اب تمہارے اس درویش کی مثال دوئی اور آئینہ آفتاب نما جیسی ہوتی ہے ۔ اور یہ طریقہ درحقیقت حضرت صدیق اکبرؓ کا ہے ۔ کیونکہ آپ کو کمال نسبت محبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل تھی اور اس راہ سے آپ فیض حاصل کرتے تھے اور یہی طریقہ اہل تحقیق کا ہے ۔

صاحب رشحات نے خواجہ ناصر الدین عبید اللہ قدس سرہٗ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ طریقۂ خواجگان قدس اللہ ارواحہم جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے نسبت حُبّیہ ہے کیونکہ ان کا طریقہ درحقیقت نگاہداشت نسبت حُبّیہ ہے والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ۔

باب ۱۱

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا کے ذیل میں اللہ تعالے کے شمس و قمر وغیرہ کی قسم کھانے کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اکابر محققین نے تعظیم مظاہر مخلوقات کو آداب مقام معرفت سے شمار کیا ہے اس لئے کہ وہ مجالِ جمال مطلق ہیں اور مظہریت مطلقہ انسان بایں معنی نہیں ہے کہ وہ عین مطلق ہے ۔ تعالے اللہ عن ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا بلکہ بایں معنی ہے کہ صفات و افعال مطلق بحکم لون الماء لون انائہٖ اس کے پردہ سے اور اس کے ہر رنگ ظاہر ہوتے ہیں ۔ اور ارباب مشاہدہ کی نظر بصیرت

نورِ ذات پر نہیں پڑتی کہ وہ اس کا ادراک کر لیتے ہوں۔ بلکہ وہ اس کی ہستی کو بطریقِ ذوق واستہلاک واضمحلال پاتا ہے۔ مثلاً فرض کرو کہ ایک آئینہ اس قدر صاف وشفاف ہو کہ بدون اُس کے کوئی صورت اُس کے رُوبرو ہو، اُسے نہیں معلوم کر سکتے۔ اگر کوئی شخص آئینہ پر عاشق ہو کر جب اس کی آنکھیں آئینہ کی شعاعوں پر پڑیں۔ اُس کے شوق ومحبت میں محو ہو جائے تو کہ سکتے ہیں کہ بجز ذات آئینہ کے اس جگہ اور کوئی نہیں ہے۔ اور جو صورت کہ آئینہ کے سامنے پائی جاتی ہے نمودِ محض اور وجودِ بیجان ہے +

باب ۱۲

تحقیق معنی آیہ کریمہ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ چونکہ آفتاب کو ظاہر کرتے ہیں ایامِ بیض کے دن ہیں بخلاف اور دنوں کے اُنہیں آفتاب ظاہر کرتا ہے۔ اور یہ طریقہ بمنزلہ اثر سے مؤثر کی طرف استدلال کرنے کے ہے اور وہ بمنزلہ مؤثر سے اثر کی طرف۔ اور یہ علما کا اور وہ عرفا کا طریقہ ہے۔ اور تعظیم شب کی جب وہ نورِ آفتاب کو چھپائے اس لئے ہے کہ وہ عابدوں کی فراغت کا ذاکروں کے آرام کا اور اہلِ محبت کی خلوت کا وقت ہے۔ اور شب کے نورِ آفتاب کو چھپانے کے یہ معنی ہیں کہ نورِ آفتاب اُس وقت مضمحل برنگ عدم ہوتا ہے۔ کیونکہ سایہ بھی ایک نور ہے کہ برنگ ظلمت ظاہر ہوتا ہے اور ظلمت عبارت ہے بعض اشیا ظاہرہ کے چھپ جانے سے۔ یہی بات ظہورِ عالم پر بالکل صادق آتی ہے کہ واجب تعالےٰ الآن کما کان اسی طرح مستتر بطون ہے۔ لیکن اُس کے احکام وآثار کہ عبارت اُس کے اسماء صفات ہیں۔ ظاہر ہوگئے ہیں۔ اسی طرح ممکن پردہ عدم میں متمکن ہے۔ لیکن احکام وآثار وجوب کے ساتھ اُس کا حکم واثر بھی ظاہر ہے۔ اور مقصود چونکہ حجاب ہے، اس لئے پوشیدہ۔ اس بیان سے جاننا چاہئے کہ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا کو لیالی ایامِ بیض پر بطریقِ دیگر حمل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ان اوقات میں آئینہ ماہتاب آفتاب کے بالمقابل ہوتا ہے اور آفتاب اُس میں تمام ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اُس کا ظہور مضمحل برنگ آئینہ ہے۔ اس لئے نظرِ عام سے مخفی رہا +

باب ۱۳

آیہ کریمہ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے کہ

نفس کا گم کرنا روح کے گم کرنے سے عبارت ہے کہ بعد تسویہ تعدیل ارکان کے اُس میں روح پھونکی گئی ہو۔ اور وہ اپنی اس صورت میں ہُوا ہو یہی وجہ ہے کہ بہت سے علما بجز نفس اور ہیکل محسوس کے کوئی اور ثابت نہیں کرتے۔ اور اس وقت عام لوگ اسی بات پر ہیں۔ اور روح کا گم کرنا خواص روحانیت کا گم کرنا اور حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرنا ہے۔ یہی لوگ ہیں جن کی نسبت اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ یہ لوگ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی اضل یعنی خائب و خاسر ہیں۔ اور نا اُمیدی کفار کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّهٗ لَا يَيْاَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ کہ اللہ کی رُوح سے نا اُمید نہیں ہوتے لیکن کافر۔ کیونکہ جو شخص خدا و رسول پر ایمان لایا، اُسی وقت قید نفس سے آزاد، اور خاصہ روحانیت سے مشرف ہُوا۔ بلکہ اخلاق الٰہیہ میں سے ایک خلق کے ساتھ متحقق ہُوا۔ اس لئے کتب احناف میں لکھا ہے کہ ایمان غیر مخلوق ہے ؎

اے گروہ مومناں شادی کنید ہچو سرو و سوسن آزادی کنید

محققین مشائخ اسی پر ہیں کہ جو شخص خدا و رسول پر ایمان تحقیقی لایا۔ وہ ایمان سے ہرگز نہیں پھر سکتا۔ اور جو ایمان سے پھر گیا وہ ایمان تقلیدی رکھتا تھا۔ شافعیہ نے جو کہا ہے انا مومن انشاء اللہ کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں۔ اس کو بعض علما نے اسی معنے پر محمول کیا ہے کہ میں انشاء اللہ مومن تحقیقی ہوں۔

باب

سورۂ اخلاص کے معنی کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس سورہ کو سورۂ اخلاص اس لئے کہتے ہیں کہ اُس کے سُننے پڑھنے سے بندہ کا اعتقاد شرک جلی و خفی کی گرد و غبار سے بالکل پاک و صاف ہو جاتا ہے اور عمل میں اُس کے اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔ شرک جلی و خفی کی گرد و غبار سے اعتقاد کے پاک و صاف اور خالص ہونے کے یہ معنی ہیں کہ الوہیت کا اعتقاد اُس ذات پاک کے ساتھ رکھو کہ میدان امکان میں کوئی بھی اُس کا نظیر و مثیل نہیں۔ ورنہ وہ معتقد ممکن کا ہوگا۔ اسی سبب سے اکابر مشائخ نے کہا ہے۔ التوحید افراد القدم عن الحدث کہ توحید ذات قدیم کا حدوث سے پاک کرنا ہے۔ اور ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے توحید جلی

کے متعلق فرمایا ہے۔ التوحید عن یم لا یُفضی دینہ کہ توحید ایسا قرضدار جس کا قرض ادا نہیں کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ رسوم آثار بشریت بالکلیہ گاہ دگاہ ہی مضمحل ہوتے ہیں اور وہ بھی برق کی طرح آن واحد کے لئے اور غبار شرک جلی وخفی سے اختفا و بالکل پاک وصاف نہیں ہو جاتا۔ پس اس سورہ سے صاحب صفائی قلب حاصل ہوتی ہے اور اعتقاد کے پہنے میں توحید حاصل ہوتی ہے کہ اُس کا حال کسی کو میسّر نہیں ہوتا +

حضرت علی مرتضےٰ نے فرمایا ہے الاخلاص نفی الصفات کہ اخلاص صفات بشریہ کی نفی کرنا ہے +

شک نہیں کہ توحید اس درجہ میں ذات احدیت سے تعلق رکھتی ہے اور مقام احدیت میں تجلی قطعاً نہیں ہوتی۔ فہم من فہم +

باب ۱۵

تفسیر مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ ماخلق سے یہی صبح مراد ہو۔ اور شر صبح عبارت اُس شر سے ہے کہ بیداری میں بوجہ لازم بشریت کے پیش آئے۔ اور سر اس میں یہ ہے کہ صبح میں شر کو اضافہ نہیں کیا۔ بوجہ شان صبح کے کیونکہ ظہور انوار اللہ کا وقت ہے۔ یہ معنی بھی اسی طرح ہیں جیساکہ بعض نے فلق سے خلق مراد لی ہے۔ اور معنی یہ کئے ہیں اعوذ برب الخلق یعنی من شر الخلق اور مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ میں لفظ شر کے لانے سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ شر اُس کا خلق کے ساتھ حق ہے۔ لیکن تصریح نہیں کی گئی۔ بلکہ ظاہرا اُس کی نسبت مخلوق کی طرف کی گئی ہے تاکہ طریقہ بندہ کا بین الجبر والقدر رہو۔ قدر ظاہر ہو اور جبر باطن +

اسی طرح مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ میں ممکن ہے کہ اضافت شر کی شب کی طرف ہو بوجہ اُس مناسبت کے جو شر اور شب کے درمیان موجود ہے۔ وہ یہ کہ جب شعاع آفتاب فرو ہو جاتی ہے اشب ظاہر ہوتی ہے۔ لہٰذا اُس کا وجود عدمی ہوا۔ اسی طرح شر اہل تحقیق کے نزدیک نسبت معدوم ہونے ایک امر کے ہے نہ بحیثیت پائے جانے ایک امر کے۔ کیونکہ وجود خیر محض ہے +

نیز مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ میں لفظ شر کے لانے سے اشارہ اس بات کی طرف

ہوسکتا ہے کہ تادیباً ایسا فرمایا ہے کہ مقتضائے ادب یہ ہے کہ ذمائم کی ظاہراً اُس کی طرف نسبت نہ کریں اور اُنہیں کی سیاہ بختی کے اسباب سے جانیں۔ جیسا کہ بندہ اپنے اندر استعداد کسب جان کر کہتا ہے رَبَّنَا ظَلَمْنَا کہ اے پروردگار ہم نے ظلم کیا۔ اور یہ نہیں کہ سکتا کہ میں تو مظہر ہوں اور جو کچھ مجھ میں ہے وہ کسی اور کی جانب سے ہے۔ میں کیا کرسکتا ہوں یہ سب اُسی کا پیدا کیا ہوا ہے +

اسی طرح **غاسق** سے خلق مراد لے سکتے ہیں، کیونکہ دراصل **غاسق** متلی اور سیر کو کہتے ہیں۔ اور خلق کا بھی یہی حال ہے کہ وہ اپنے قایم کنندہ سے پُر ہے۔ کہ اگر وہ ایک لحظہ کے لئے اُس سے جدا ہو جائے تو اُسی وقت وہ عدم کا راستہ لیگی +

نیز **غاسق** سائل کو بھی کہتے ہیں اور خلق بھی سائل ہے اور **شرِ خلق** سے پناہ مانگنے کے یہ معنی ہیں کہ خلوت خانہ سر میں آئے اور حجاب مقصود نہ ہو +

باب ۱۶

اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ کے متعلق آپ نے لکھا ہے۔ جو وسوسہ کہ شیطان جن و انس کی جانب سے پیدا کرتا ہے دلوں میں پیدا کرتا ہے اور فعل انہیں کا ہوتا ہے۔ یہ وسوسہ تین قسم پر ہے :۔

اوّل۔ صرف خواطر و خیالات ہیں اور یہ اُس شخص کے دل میں پیدا ہوتے ہیں کہ بتوفیق الٰہی اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ خالق افعال حق سُبحانہٗ و تعالےٰ ہے لیکن بنظرِ عقل و حس مشاہدہ اس امر کا کیا جاتا ہے کہ افعال عباد ظاہراً انہیں کے اختیار سے تعلق رکھتے ہیں +

دوم۔ یہ کہ خالق افعال عباد، عباد ہی کو جانے جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں لیکن عام لوگوں کا خیال اس سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ معتزلہ یہ تو کہتے ہیں کہ بندہ کا فعل تقدیر الٰہی کے ساتھ وابستہ ہے یعنی حق تعالےٰ نے اُسے ایسا ہی پیدا کیا ہے۔ لیکن عام لوگ اس بات پر نظر نہیں رکھتے +

سوم۔ یہ کہ بندے کو الوہیت میں شریک کرے جیسا کہ فرعون و شداد نے کیا + قسم اول کو بایں طریق دفع کرسکتے ہیں کہ خلق کو حق سے جدا نہ جانے یعنی فعل و صفت خلق کو سایہ فعل و صفت حق جانے اور اعتقاد کرے کہ ربوبیت عبارت ظہور رب بصورت

مربوب سے ہے۔ چنانچہ شیخ اوحدی کا یہ شعر اسی قبیل سے ہے ؎

تا جنبش دست ہست مادام سایہ متحرک است ناکام

اور استعاذہ بربّ النّاس کے یہ معنی ہیں اور اس معنی سے وسوسہ دوم بھی مرتفع ہوجاتا ہے۔ لیکن استعاذہ بہ ملکِ النّاس کے لائق و مناسب یہ ہے کہ عباد کا عجز ظاہر ہو اُس امر میں جو وسوسہ دوم کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے وہ یہ کہ ظہور قدرت کو اس میں ظہور تام اعتقاد کرے تاکہ اُس کے اور معتزلہ کے درمیان بجز ظاہر اور مظہر کے کوئی فرق نہ رہے ✦

پس علاج وسوسہ دوم کا استعاذہ بہ ملکِ النّاس ہے جو مرتبۂ جمع ہے تاکہ ظاہر ہو کہ مدار مشیت ازلیہ پر ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ کہ اے پیغمبر تو ہدایت نہیں کرسکتا ہے جسے تو دوست رکھے لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہے ✦

جب جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حال ہے تو ما وشما کا ذکر ہی کیا۔ استعاذہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے ہر چند کہ مظہر میں فعل و قدرت ہے لیکن خلق و تاثیر مظہر میں نہیں ہے کیونکہ عالم ہر آن میں معدوم ہوتا ہے اور اسی کے مثل (دوسرا عالم) ظاہر ہوتا ہے۔ پس خلق و تاثیر تام مرتبۂ الوہیت سے ہے اور اس بیان سے وسوسہ سوم بھی دفعہ ہوجاتا ہے بلکہ اُسی ظاہر و مظہر کے فرق سے دفعہ ہوگیا تھا کہ صورت فرعون وشداد کو لوگوں نے معبود بنایا تھا نہ اُن کی حقیقت کو لیکن استعاذہ بہ اِلٰہِ النّاس اس وسوسہ کے دفع کرنے میں مناسب ہے ✦

باب ۱۷

نیز سورہ مذکورہ کی تحقیق میں آپ نے تحریر کیا کہ وسوسہ خنّاس (شیطان) تین قسم سے باہر نہیں ہے یا وہ وسوسہ معصیت میں ڈالیگا یا بندہ کے دل پر تصرف حاصل کرکے صرف خواطر و خیالات پیدا کرتا رہیگا بدون اس کے کہ اُس سے معصیت ظاہر ہو اور یا یہ کہ نعوذ باللہ کفر میں ڈال دیگا ✦

قسم اول میں ربّ النّاس کی طرف التجا کرنا مناسب ہے کیونکہ معصیت موت کا سبب ہوتی ہے۔ جیسا کہ اکابر ارباب کشف و تحقیق نے فرمایا ہے کہ عُصاۃ دوزخ میں

پڑ جائینگے نہ کفار کہ ان کی صفت لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی ہے اور ربوبیت ذریعہ ود اسطے وجود و حیات ہے۔ اور قسم دوم میں کہ بندہ شیطان کا مسخر ہو جاتا ہے التجا ملک الناس کی طرف کرنا چاہئے اور قسم سوم میں التجا الٰہ الناس کی طرف کرنا مناسب ہے ✦

باب ۱۰

حدیث کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ (اللہ تھا اور اس کے ساتھ اور کچھ نہ تھا) کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ کلام مشکوٰۃ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوا ہے۔ اس سے اشارہ مرتبۂ اطلاق اور تقدم ذاتی کی طرف ہے جو تمام مراتب پر مقدم ہے اور الآن کما کان (جیسا تھا ویسا ہی ہے) کہ انوار مشکوٰۃ نبوت علیٰ صاحبہا افضل الصلوات و التحیات سے اقتباس کرکے بعض اکابر صوفیہ کی زبان پر جاری ہوا ہے، عبارت اس سے ہے کہ اللہ تعالیٰ اب بھی اسی طرح اپنی صرافت و اطلاق پر ہے کہ ظہور مقیدات نے جلوۂ اطلاق کو مانع نہیں کیا۔ اس کی ذات پاک میں ازل و ابد ظاہر و باطن ایک نقطہ میں جمع ہیں۔ اور ذرات عالم یکے بعد دیگرے دو موہوم الاتصال آن میں بنفس رحمت و قہر معدوم ہوتے اور ظاہر ہوتے ہیں اور ان دونوں آنوں کے دریائے لا انتہا میں اطلاق موجود ہے اور قریب ہے کہ نظر عارف کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ ہمیشہ اس پر رہے ✦

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ حفظ ما بین النفسین بھی عارف کے لئے ضروری ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے آپ کو فنا و نیستی میں لیجائے کہ وہ دونوں نفس، نفس رحمانی ہیں۔ اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ عارف کے لئے نسبت حفظ بین النفسین سے نسبت اصلاح میں بہتر ہے، ورنہ حفظ بین النفسین کی عارف کو کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ حفظ بین النفسین سے جدا ہو نہیں سکتا۔ کیا اصلاح اور کیا غیر اصلاح سب اور یا یہ کہا جائے کہ الآن کما کان عبارت اس سے ہے کہ نمود اشیا نمود بے بود ہے اور وجود خارجی کی ذرا بھی اسے بو نہیں لگی۔ یا یہ کہا جائے کہ کان اللہ اس وقت کے ظہور کے بعد وقت ہے کہ لی مع اللہ وقت جس کا مبین ہے۔ اور اسی طرح الآن کا کان بھی بعد ظہور اس معنی

ف اشارہ ہے اس حدیث مشہور کی طرف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص وقت ہے کہ جس میں میرے ساتھ کسی ملک مقرب و نبی مرسل کی گنجائش نہیں ✦

کے واقع ہوا۔ یا یہ کہا جائے کہ الآن کما کان تو اس معنی میں صحیح ہے اور کان اللہ بمعنی اول یعنی میری نظر شہود میں ایسا تھا۔ واللہ تعالےٰ اعلم +

ب ۱۹

تحقیق معنی حدیث قدسی مَنْ قَتَلَہٗ مَحَبَّتِیْ فَاَنَا دِیَتُہٗ (جسے میری محبت نے قتل کیا اس کی دیت میں ہوں) کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس میں طریق مراقبہ کو بیان فرمایا ہے کہ جس وقت محبت ذاتی مرتبۂ افنا واماتت کو پہنچتی ہے ذوق محبت حاصل ہوتا ہے اور تجلی ذات فائز ہوتی ہے اور اس جگہ دیت یہی ذوق ہے جو بعد افنا کے محبت ذاتی میں ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی طریقۂ مراقبہ مذکورہ عبارت ظہور محبت سے ہے موصل الےٰ المطلوب ہے +

نیز اسی کے ضمن میں آپ نے فرمایا ہے کہ دارومدار اس طریقہ کا تین چیزوں پر ہے (۱) رسوخ بعقاید اہل السنۃ والجماعۃ (۲) دوام آگاہی (۳) دوام عبادت +

ب ۲۰

اور حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی ان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہ فی ملاء الملائکۃ (میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں اگر دل میں وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں یعنی فرشتوں کی جماعت میں) کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ چاہیئے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ گمان نیک رکھے اور اپنے نفس کے ساتھ گمان بد رکھے اور نفس کے مکر سے خائف رہے + اس امر میں مشائخ کو اختلاف ہے کہ مومن کا اغلب حال کیا ہونا چاہیئے رجا یا خوف۔ بعض نے کہا ہے کہ پیری میں مومن کا اغلب حال رجا ہونا چاہیئے اور جوانی میں خوف۔ لیکن تحقیق ہے کہ ہر وقت رجا غالب رہنا چاہیئے۔ اور خیریت (یعنی برتری ملاء اعلےٰ کی اس صورت میں کہ ذکر اللہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں ہوا ہو۔ نہ باعتبار اس کے ہے کہ رسل ملائک رسل بشر سے افضل ہیں بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ وہ وجود روحانی سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ملاء اعلےٰ میں ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالےٰ اس بندہ کا ذکر اس ملاء اعلےٰ میں کریگا با خیریت (افضلیت)

ملاء اعلےٰ باین اعتبار ہے کہ جو ملائک مُہیمین کے نام سے موسوم ہیں وہ اس بشر سے افضل ہیں۔ اللہ عزوجل اُس ملاء اعلےٰ میں اُس کا ذکر کرتا ہے ۰

باب ۲۱

حقیقت مراقبہ کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مُراقبہ انتظار ہے اور طلب میں صفائی انتظار مطلوب ہے کہ اپنی کوشش و قوت سے نکل کر لقاے مقصود کا مشتاق ہو اور اُسی کی ہو لے بحر میں مُستغرق ہو جاے۔ اور اس قسم کا مراقبہ بجز منتہی کے اور کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ابو الجناب نجم الکبرےٰ قدس سرہٗ نے دس اصول کے بیان میں کہ موت بالارادہ کو اس پر رکھا۔ اس مراقبہ کو اصل نہم قرار دیا ہے۔ اور مبتدی کو منتہی کی تقلید کرنی چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو حول و قوت سے نکال کر محض انتظار میں رہنا چاہیئے۔ باقی تمام مراقبے کہ جن میں مطلوب کو مقید بہ شکل و مثال و علم و خیال دیکھے اس سے فروتر ہیں ؎

ہرچہ پیش تو پیش ازاں نیست | غایت فہم تست اللہ نیست

باب ۲۲

نیز آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ نماز کی حقیقت و صورت ہے۔ اُس کی حقیقت کا ظاہر ہونا موقوف ہے موت اختیاری پر اور موت اختیاری موقوف ہے دس اصول مشہورہ پر۔ طالب نماز حقیقی اکثر قابل نزول جذبہ الٰہی ہوتا ہے اور قابلیت تقدم جذبہ کی سلوک پر بھی رکھتا ہے ۰

طریقہ نماز حقیقی کا یہ ہے کہ بعد طہارت باطن اور توبۂ نصوح کے دل کو نفسانی آرزوں اور خواہشوں سے جو مضر سلوک ہیں خالی کرے اور پاک اعتقاد کے ساتھ حق سُبحانہٗ و تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو اور کلمۂ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (میں نے اپنا منہ کیا سچائی کے ساتھ اُس ذات پاک کی طرف جس نے آسمان زمین پیدا کئے اور میں مشرکین سے نہیں) نماز کو اپنا شعار باطن بناے، ممکن ہے کشش غیبی اپنی طرف کھینچ لے اور وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ جلوہ گر ہو۔ اب تعلق سلوک قوت پکڑیگا۔ او حقیقت مراقبہ کہ انتظار حصول مقصود ہے ظاہر ہوگی۔ اور طہارت میں ایک دوسری صفائی پیدا ہو جائیگی اور پرتو تجلی ذاتی

زبان حال سے مطلب بیان کریگا۔ اور معنی توحّل کہ عبارت رُوگردانی اسباب رویت سے ہے حاصل ہونگے۔ اور اگر لطف الٰہی مدد کرے، طالب دیکھیگا کہ توجہ بھی اُسی کی جانب سے ہے اور خود کو اس سے خالی سمجھیگا۔ یہی معنی ہیں اللّٰہ اَکْبَرُ مِنْ اَنْ یُتَوَجَّہَ اِلَیْہِ غَیْرُہٗ کے "یعنی اللہ تعالےٰ کی ذات پاک ہے اس سے کہ اُس کا غیر اس کی طرف توجہ کرے" اس وقت توجہ دیگر حاصل ہوگی اور وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ کو دوسرے کی زبان سے پڑھیگا۔ اور اُس کے قوے وحواس تمام معزول ہوجائینگے اور برداشت قبول خطاب فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ صفت عزلت متحقق ہوگی اور وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ کے ذمہ سے عہدہ برآ ہوگا۔ اور تنزیہ حق کرتے ہوئے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ پڑھنا شروع کریگا اور قدم مقام توحید میں رکھیگا اور یہاں تک ترقی کریگا کہ کل کائنات کو مضمحل وناچیز پائیگا اور کلمہ لَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ نقاب ہٹاکر اپنا چہرہ دکھائیگا اور اس مقام خلاصہ قناعت مقام نیستی میں پہنچائیگا اور ممکن ہے کہ اب وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ کا دوسرا لباس پہنکر اپنے کام میں مشغول ہو۔ اور شفقت تمام صبر اختیار کرے اس مقام پر رسولوں کے بھیجنے اور برداشت تکالیف شرعیہ کے نتائج واسرار طالب پر روشن ہونگے۔ اور وہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھ کر بلا تکلیف کے نماز میں قراۃ کرنا شروع کریگا اور اب فتح دیگر حاصل ہوگی اور صراط مستقیم کی طرف راہ پاکر سعادت رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کو پہنچیگا۔ جب اس مقام پر متمکن ہوگا تو معنی وَهُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَ (اور وہ اپنی نماز پر مداومت کرتے ہیں) اُس کا وصف وحال ہوگا ✦ یہ ہے نماز حقیقی۔ اگر طالب پر گنذ ذات حقیقی تجلی کرے خواہ اس منزل میں اور خواہ اُس منزل فنائے حقیقی سے پہلے تو اب اس کا باطن تمام امور کی طرف سے سرد ہو جائیگا اور دردنایافت اُس کا دامنگیر ہوگا۔ اور معنی اشتہی عدما لا عود لہ (میں وہ عدم چاہتا ہوں جس سے واپسی نہیں) اُس کے دلنشین ہوگا ؎

جانا بقمار خانہ رندے چند ... بادرد مکم عیار کم پیوندند
رندے چند ند کس نداند چند ... بر نسیہ نقد ہر دو عالم خندند

ممکن ہے کہ اُس کا فقر نہایت کو پہنچے اور وہ مظہر اسم الغنی ہو جائے اور ہنوز دردمند ہو۔ یہ وہ درد ہے کہ مقصود آفرینش عبادت روحیہ کا یہی درد ہے ✦

ب ۲۳

تحقیق مقامات دہگانۂ سلوک کے بعد آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص مقام معصیت میں ہے یا دنیا کی طرف رغبت اور اسباب پر نظر رکھتا ہے یا معاش لابدی پر اکتفا نہیں کرتا یا خلق سے خلط رکھتا ہے یا اس کے اوقات ذکر حق سبحانہٗ و تعالےٰ سے معمور نہیں ہیں یا اللہ تعالےٰ سے غیر و ماسوا کو طلب کرتا ہے یا مقام مجاہدہ میں نفس کے ساتھ مجاہدہ نہیں کرتا یا اپنے اور اپنے احوال اور اپنے حول و قوت پر نظر رکھتا ہے۔ یا احکام ازلیہ کو برضا و تسلیم قبول نہیں کرتا، وہ سلوک طریق تحقیق میں ناقص ہے +

واضح ہو کہ بعض اہل نہایت کہ اپنی خودی و ہستی سے الگ ہو گئے ہیں۔ اکتفا وعدم احتیاط اختلاط و مجاہدہ میں بطریق کامل ثابت قدم نہیں رہے ہیں۔ وَلِکُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا +

اکابر نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں کہ جس کسی کو اس راہ کا ورود دامنگیر ہو چاہیے کہ بعد توبۂ نصوح (خالص و راست) بقدر طاقت زہد، توکل، قناعت، عزلت، صبر و توحید اور توجہ بمقامات کی رعایت و مراعاۃ کرتا رہے اور تمام اوقات ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔ اس رعایت کو سفر در وطن کہتے ہیں اور زیادہ تر اہتمام ذکر و توجہ کی طرف کرتے ہیں اور اس توجہ کو بازگشت کہتے ہیں +

مشائخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ طریق ذکر جذبہ کی طرف کھینچتا ہے اور جذبہ کی مدد سے تمام مقامات نہایت سہولت اور استقامت کے ساتھ حاصل ہو جاتے ہیں اور تقویت نسبت جذبہ و کمال کے بعد حقیقت توجہ مذکورہ اور مراقبہ مذکورہ و جوہ و طریق یادداشت میں سے ایک وجہ و طریقہ ہے اور نیز صفت رضا بھی بسہولت و آسانی حاصل ہوتی ہے +

ب ۲۴

شرح رباعیات کے آخر میں جو خود آپ نے کہیں اور سلسلۃ الاحرار کے نام سے موسوم ہیں آپ نے تحریر فرمایا ہے ؎

این سکہ کہ من زدم بنام فقر است
وین روشنی از نور تمام فقر است
برخیز و بخواجۂ احرار گریہ
کاں راہ ز سر حد مقام فقر است

اعلیٰ واقرب طرق مشائخ قدس اللہ اسرارہم طریقہ علیہ احراریہ نقشبندیہ ہے

کیونکہ ان کی اول در آمد ادراک بسیط میں ہے اور اُن کا غلبہ حقیقت خلقیت پر غالب ہوتا ہے اور محل تجلی ذات ہوتا ہے اور محل ظہور وجہ خاص - اور اس کے معنی کو جو مغلوبت اوراک ہوتے ہیں اور تاثیر سعادت ظاہر ہوتے ہیں ، حضور و آگاہی کہتے ہیں - اور جب غلبات کشش و انجذاب میں تمام ادراکات درمیان سے اُٹھ جاتے ہیں بلکہ بلا رقیق آگاہی کے شعور تک باقی نہیں رہتا - تو اس مقام کو فنائے فنا سے تعبیر کرتے ہیں - اور اس نسبت کے تو اخر کو وجود عدم کہتے ہیں اور اس نسبت تو اتر کو مقام عظیم سے شمار کرتے ہیں

وصل اعدام اگر توانی کرد کار مردان مرد تانے کرد

اس وقت کہتے ہیں کہ وجود عدم منجر بفنا ہوا - اور فنا سے مراد فنائے صفات بشریہ ہے جب حق سبحانہٗ و تعالےٰ محض اپنی عنایت سے نور بخشتا ہے کہ سالک اس نور کے پرتو میں دیکھتا ہے کہ حضور بارگاہ الٰہی میں ایک پرتو ہے - وصف حضور ذاتی سے اسی پرتو میں سالک فنائے حقیقی سے مشرف ہوتا ہے اور خود اس کی ذات سے کوئی نام و نشان باقی نہیں رہتا اور جو کچھ کہ اس کی طرف منسوب تھا اصل کو پہنچا - یہی مقام مقام بقا باللہ ہے اسی وجود کو وجود فنا کہتے ہیں اور کہتے ہیں - کہ وجود فنا ہرگز وجود بشریت کی طرف عود نہیں کرتا - ناقصوں کی تکمیل اسی منزل و مقام پر ہوتی ہے - اور اس کشف کو کشف علیہ کہتے ہیں - اور تجلی ذاتی و شہود ذاتی سے تعبیر کرتے ہیں - حقیقت اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاہُ بھی اس مقام پر حاصل ہوتی ہے - اور رویت اخروی بھی اسی مقام پر ثابت کی گئی ہے - اور فرق درمیان احسان اور رویت (دیدار) کے ایسا ہے - جیسا کہ کسی صاحب جمال کو صبح کے وقت اور اشراق کے وقت دیکھنا +

نیز مشائخ قدس اللہ اسرارہم بیان کرتے ہیں کہ ہر چند کہ انکشاف ذاتی صفت بصیر ہے نہ صفت بصر - لیکن چونکہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ گوشۂ چشم کو بھی دخل ہو گا ، اس لئے ہم آمنّا و صدّقنا کہتے ہیں اور بسر و چشم اس پر ایمان لاتے ہیں - اگر اللہ تعالےٰ فرماتا کہ تمہاری پیشانی کو بھی دخل ہو گا ، تب بھی ہم صدق دل سے اقرار کرتے - اور شہود ما نظرت فی شئ الا و رایت اللہ فیہ او قبلہ او معہ (میں نے کسی شے پر نظر نہیں ڈالی مگر یہ کہ میں نے اس میں اللہ کو یا اس سے پہلے یا اُس کے ساتھ) کا - قبل از ینکہ مشائخ طریقت کے اصول پر اطلاع ہو - اور اُن کے اصول کی تصدیق کیجا

کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اور نہ اس معائنہ پر شہود کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ بعض نے کیا۔ کیونکہ مشائخ طریقت کا زیادہ تر اہتمام کشف غلبہ غلبات سالک میں ہے کہ غلبات میں نسبت کثرت صفاتیہ اُس کی نظر سے محو ہو جاتی ہے۔ اور صفت و فعل سے بھی بجز ذات کے اور کچھ نہیں دیکھتا۔ اور اُس کے میدان وجود میں بجز ایک ذات بحت کے اور کوئی نشان اُسے نظر نہیں آتا۔ یہ ہے نہایت مقام انبیاء و اولیاء ✦

۲۵ب

نیز آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ذات حق سُبحانہٗ وتعالٰے کے متعلق عین الیقین عبارت علم حضوری سے ہے جو ذات حق سُبحانہٗ وتعالٰے کے تعلق در پردۂ اسماء وصفات حاصل ہوتا ہے۔ اور حق الیقین اس امر کا جاننا کہ یہ علم، علم حضوری ہے۔ اور عالم عین معلوم ہے۔ اور تجلّی صوری کمال توحید تک پہنچنے سے پہلے داخل عین الیقین نہیں ہے کیونکہ حاضر مدرکہ (حاضر فی الذہن) ایک صورت ہے باین علم کہ وہ صورت حق ہے ✦

اسی طرح کمال توحید تک پہنچنے سے پہلے تجلّی معنوی بھی داخل عین الیقین نہیں ہوتی۔ کیونکہ حاضر مدرکہ صُور علمیہ ہیں وبس باین علم کہ وہ معلوم حق سُبحانہٗ ہیں اور کمال توحید کو پہنچنے کے بعد یہ سب عین الیقین بلکہ حق الیقین ہیں۔ کیونکہ اس مقام پر بجز تجلّی ذاتی کے اور کوئی تجلّی نہیں۔ اور حقیقت بجز احدیت مجردہ کے اور کچھ نہیں ہے ✦

موحّد کامل صاحب ذوق نے ان رموز سے جو ہم نے بیان کئے، یہ معنی معلوم کرلئے ہونگے کہ تجلّی معنوی اور تجلّی ذاتی میں فرق یہ ہے کہ تجلّی ذاتی اسماء وصفات کے پردہ میں ہوتی ہے۔ بالجملہ جو کچھ کہ حاضر مدرکہ ہے تجلّی اُسی کی طرف منسوب ہے ✦

ہمارے بیان سابق سے یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ سالک کو شہود ذات ہونے لگتا ہے اور درجۂ کمال کو پہنچتا ہے۔ تجلیاتِ صوریہ ومعنویہ سے اُسے فراغت ہو جاتی اور خلاصہ ومقصود تجلیات اُسے حاصل ہو جاتا ہے ✦

اگر کوئی یہ کہے کہ جو فرق تم نے تجلّی معنوی کے درمیان بیان کیا اُس سے لازم آتا ہے کہ ارباب عقائد جب اپنے اعتقادیات کے متعلق یقین رکھتے ہیں۔ تو وہ صاحب تجلّی معنوی ہونگے۔ حالانکہ تجلّی معنوی کے خصوصیات سے ہے۔ کہ سالک فانی ہو گیا ہو۔ جیسا کہ ارباب طریقت کے نزدیک ثابت ومتقرر ہے۔ تو ہم

کہینگے کہ تجلی اعتقادی اور تجلی معنوی کے درمیان یہ فرق ہے کہ تجلی اعتقادی میں یقین اس بات کا ہوتا ہے کہ یہ صورت معتقدہ صورت حق ہے اور تجلی معنوی میں یقین اس امر کا ہے کہ یہ ذی صورت حق ہے بتقرر صورت علمیہ مدرکہ فی الذہن +

بالجملہ تجلی معنوی میں در پردہ علم معلوم ہے اور تفاصیل سے قطعی تعلق نہیں رکھتا اور تجلی اعتقادی صورت علمیہ اور اُس کے شیون مندرجہ میں بوجہ صورت مادی کے متفرق و پریشاں ہے +

ب ۲۶

توکل کی بابت آپ نے فرمایا ہے کہ توکل اس کا نام نہیں ہے کہ ترک اسباب کرکے بیٹھ رہے۔ کیونکہ یہ توسوء ادبی ہے۔ بلکہ ہر ایک جائز و مشروع سبب مثلاً کتابت وغیرہ اختیار کرے۔ لیکن اپنی نظر سبب پر ہی نہ رکھے، بلکہ مُسبب الاسباب تک بڑھائے کیونکہ سبب ایک دروازے کی مانند ہے کہ حق سبحانہ وتعالٰے نے بندے کے حصول مقصود کے لئے کشادہ کیا ہے جو اس در کو بند کرکے اوپر سے کودنا چاہتا ہے وہ بے ادبی کرتا ہے کیونکہ یہ در اُسی کا کشادہ کیا ہوا ہے، بند نہیں کرنا چاہئے اسکو بعد وہ جانے خواہ اس در سے بھیجے خواہ اوپر سے +

ب ۲۷

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ جب تک حضور ذاتی کہ عبارت حضور صاف سے ہے سالک کو حاصل نہ ہو تقید توحید جسمانی سے خلاصی نہیں پاتا۔ کیونکہ توحید صوری مراتب اجسام میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ اپنے اور غیر کے وجود جسمانی کو حق جانے۔ اس وقت تمیز و تفرقہ باقی ہے۔ اور رُوح فنا و اضمحلال کو نہیں پہنچی، کیونکہ تمیز ہر ایک چیز کی رُوح ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ یہ موحد اُس توحید کو نہیں پہنچا ہے جو مقررہ علمائے دین و صوفیہ محققین ہے۔ رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین +

اور وہ توحید جو مقررہ علمائے دین و صوفیہ محققین ہے۔ عبارت ہے مدلول آیہ کریمہ وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِہِمْ مُّحِیْطٌ یعنی اللہ تعالٰے اُن کے پیچھے اُن کا احاطہ کئے ہوئے ہے، کیونکہ تنزیہ صرف صفت تنزیہ سے منفرد ہے۔ جب تک فروغ حضور ذاتی حاصل نہ ہوگا اگرچہ لمحہ بھر کے لئے ہی ہو، روح فنا و اضمحلال کو نہ پہنچیگی اور

حجاب چہرۂ مقصود سے نہ اٹھیگا۔ اور یہ فروغ علیٰ تفاوت الاستعدادات اُسی قدر مُیسّر ہوتا ہے۔ جتنا کہ مقدر ہوا ہے۔ پس ہمیشہ منتظر رہنا چاہئے کہ حق سبحانہ وتعالےٰ موجود موہوب اُن صفات سے کہ اپنے مقربین کے ساتھ مخصوص کی ہیں، مشرف کرے۔ کسب و اکتساب کو اس میں اصلا دخل نہیں محض موہبت الٰہیہ پر موقوف ہے +

ب ۲۸

ایک روز بعض علما کے درمیان آپ کی شرح رباعیات میں اس مقام پر گفتگو ہو رہی تھی کہ صور علمیہ اعتبارات وحیثیات ذات کا عکس ہیں اور نمود خارجی کائنات عکس العکس یعنی ان صور علمیہ کا عکس العکس ہے کہ آئینہ ذات پر پڑا ہے۔ اس میں وہ اس امر پر تردد کر رہے تھے کہ اگر صور علمیہ کا عکس ظاہر وجود پر پڑیگا، تو نہایت ذات حق اور محلیت وجود مطلق تعالےٰ شانہ لازم آئیگی +

اس وقت آپ نے اُن کے پاس جا کر دریافت کیا کہ کس مسئلہ کے متعلق مذاکرہ ہو رہا ہے۔ شبہ بیان کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ بے نہایتی حق سبحانہ وتعالےٰ نہ بایں معنی ہے کہ وہ اجسام کی طرح طول وعرض رکھتا ہے۔ بلکہ بایں معنی ہے کہ بے تعیّنی وتمیز ہے۔ اور کہ اُس کا محل صور ذات نہیں ہیں کہ محلیت لازم آئے۔ بلکہ محل اُس کا وہم وخیال ہے۔ جیسا کہ صورت منقشہ در آئینہ کہ نہ اندر ہوتی ہے نہ باہر۔ لیکن ہم حکم کرتا ہے کہ آئینہ کے اوپر ہے، حالانکہ اُس کا محل خیال ہے۔ اس کو مثال متصل کہتے ہیں اور آئینہ اُسی طرح اپنی صرافت وبیرنگی پر ہے +

ب ۲۹

نیز اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ توحید حاصل کرنا چاہئے۔ توحید محققان متکلمین لا مؤثر فی الوجود الا اللہ ہے۔ یعنی تمام قدرت اپنی کو حق تعالےٰ کی ذات میں جاننا اور خود کو اس سے خالی کرنا اگرچہ فی الجملہ بعض متاخرین علما نے بندہ کے لئے بھی قدرت مؤثر ثابت کی ہے اور اس لئے اُن کی توحید لا معبود الا اللہ ہے۔ لیکن مذہب وسلک صحیح یہی ہے کہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ صوفیہ کرام جس طرح قدرت کو حق تعالےٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، اُسی طرح صفات ستہ (۱) علم (۲) سمع (۳) بصر (۴) حیات (۵) ارادہ (۶) کلام، کو بھی حق تعالےٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں +

۳۰ ب

ایک روز آپ نے فرمایا کہ معرفت کے مراتب بہت ہیں۔ اگر سالک معرفت حقائق میں نصیب وافر رکھتا ہے بہتر ہے۔ والا اصل الاصل شریعت پر کار بند ہونا ہے۔ اور توحید سالم یہ ہے کہ اپنے تعین کو کہ افعال اس سے صادر ہوتا ہے اپنی طرف منسوب کرو۔ اور اپنی استعداد سے شمار کرو اور کمالات کو حضرت اطلاق کی طرف راجع۔ ہرچند کہ معتقد لا موجود الا اللہ ہو +

ایک شخص نے سوال کیا کہ شیخ بوعلی فارمدی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ممکن ہے سالک متحقق بجمیع اسماء وصفات الٰہیہ ہو اور ہنوز واصل نہ ہوا ہو۔ یہ اس قول مشہور کے ساتھ متناقص رکھتا ہے کہ تخلق باخلاق الٰہیہ بعد از وصول حاصل ہوتا ہے +

آپ نے فرمایا ہے کہ ان کے کلام میں لفظ **تواند بود** واقع ہوا ہے یعنی ممکن ہے۔ پس ہو سکتا ہے کہ بعض کو سیر الی اللہ وصول سے پہلے حاصل ہو جائے اگرچہ اقرب یہی ہے کہ بعد از وصول بمقام سیر فی اللہ حاصل ہوتا۔ لیکن اگر کوئی شخص اصلاح یہ قرر کرے کہ قبل از وصول کو تخلق سے اور بعد وصول کو تحقق سے تعبیر کرے مناسب ہی +

۳۱ ب

ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ کی نظر مبارک سے حضرت **جامی** قدس سرہٗ کی یہ عبارت گذری کہ "کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بغیر حضور کے حس سے غائب ہو جاتے ہیں۔ اور بعض حقائق امور غیبیہ اس گروہ پر کشف ہوتے ہیں اور اس کو مکاشفہ کہتے ہیں۔ اور مکاشفہ ہرگز کاذب نہیں ہوتا۔ کیونکہ مکاشفہ عبارت ہے روح کے منفرد ہونے سے کہ بحالت تجرد از غواشی بدنیہ مغیبات کا مطالعہ کرتی ہے" +

آپ نے فرمایا کہ یہ مضمون حضرت جامی قدس سرہٗ نے **عوارف المعارف** سے اخذ کیا۔ اور تحقیق یہ ہے کہ بعض مکاشفات میں کہ خیال کو ان میں کوئی دخل نہیں ہے خطا بھی واقع ہوتی ہے۔ لیکن علوم یقینیہ کہ قوت مدرکہ میں منعم ہوتے ہیں خطا کو ان میں کوئی نہیں +

ایک درویش نے عرض کیا کہ بعض علوم یقینیہ میں جو بطریق الہام معلوم ہوئے ہیں خطا بھی پائی جاتی ہے۔ آخر اس کا کیا سبب ہے فرمایا اس کا سبب یہ ہے کہ

بعض مقدمات مسلّمہ خود جو صاحب فن بطریق یقین کے اُس کے نزدیک مقرر و مسلّم ہوتے ہیں علوم مُلہمہ میں ضم کرلیتا ہے۔ اسی راستہ سے خطا واقع ہوتی ہے۔ ورنہ علوم مُلہمہ میں خطا کو کیا دخل ہے +

علمائے علوم عقلیہ جو قوانین منطقیہ کی مراعات کرتے ہیں، گاہ گاہ اُن کی نظر و فکر میں خطا واقع ہوتی ہے۔ اور سبب یہی ہے کہ اپنے بعض مسلّمات کو یقینیہ خیال کر کے اُس میں داخل و شامل کرلیتے ہیں ورنہ درحقیقت مُراعات قوانین علم منطق ذہن کو نظر و فکر کے موقع پر خطا سے محفوظ رکھتی ہے۔ اگر قوانین منطقیہ کا استعمال کیا جائے لیکن بدون اپنے مسلّمات کے ضم کرنے کے تو خطا ہرگز واقع نہیں ہوسکتی +

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ متوجہان اِلے اللہ کو کشف و انکشاف کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ کشف دو قسم کا ہے (۱) دُنیوی، وہ اس راہ میں کچھ کام نہیں آتا۔ اور (۲) کشف اُخروی، وہ کتاب و سنّت میں بیان کر دیا گیا ہے وہ عمل کرنے کے لئے کافی ہے اور کوئی کشف و انکشاف اس کے (کتاب و سنت کی) برابر نہیں ہوسکتا +

ب ۳۲

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ مشائخ کے خلق کو تربیت و ارشاد کرنے کے تین سبب ہوسکتے ہیں ایک الہام حق سبحانہٗ و تعالےٰ، دوم حکم و امر پیر مرشد، سوم شفقت بر خلق خُدا یعنی جب کہ وہ خلق کو ضلالت و گمراہی پر دیکھتے ہیں جو اُن کے عذاب و ضرر کا سبب ہے۔ لہٰذا کمال ترحّم کے باعث چاہتے ہیں کہ خلق اللہ عذاب آخرت سے بچ جائے پس جب شفقت و ترحّم اس کا باعث ہو۔ تو چاہیئے کہ ترویج شریعت کو لازم پکڑے اور حفظ و اقامت آداب و احکام شریعت کی نصیحت کرے۔ اور تعلیم و تعلّم حدیث و فقہ اور اُس پر عمل کرنے کرانے میں کوشاں رہے۔ اور جو لوگ کہ انہیں وصل الی اللہ چاہیں شفقت کے لئے یہ شرط نہیں۔ بلکہ یہ ایک امر زاید از شفقت ہے +

نیز آپ نے فرمایا کہ حاصل اس طریقہ (ہدایت و ارشاد) کا تربیت قوت ایمانیہ ہے۔ اسی کے متعلق تمام انبیاء و رسل کی دعوت واقع ہوئی ہے +

ب ۳۳

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ بندہ کا قرب و اتصال نسبت بذات حق اس سے زیادہ نہیں ہے کہ دوام آگاہی و آرام کو فنا کی طرف کھینچتا ہے، حاصل ہوجائے۔ اور جب یہ نسبت حاصل ہوتی ہے۔ سالک بمجرد حصول اس نسبت کے مرتبۂ ولایت سے مشرف ہوجاتا ہے اور جو کمالات و مقامات تجلیات اسماء و صفات سالکانِ طریق دیگر کو حاصل ہوتے ہیں، اس کے علاوہ ہیں۔ نسبت قرب و اتصال بذات حق ولایت خاصہ کے مرتبہ کو پہنچاتا ہے۔ اول در آمد اس طریقہ کی سرحد فنا ہے اور یہی معنی ہیں اندراج نہایت در بدایت کے، جیسا کہ کبار مشائخ اس سلسلے نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے ✦

ب ۳۴

ترقی بعد موت کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بہ نیت صحیح و اعتقاد درست راہ حق میں داخل ہو کر آداب شریعت غرا کما حقہ بجا لائے اور اذواق و مواجید (وجد کی جمع ہے) اس گروہ سے نصیب حظ کامل رکھتا ہو۔ بیشک بعد موت احوال و اذواق اس گروہ کے اس کے نصیب کئے جائینگے ✦

اس کے بعد آپ نے تھوڑی دیر تامل کر کے فرمایا۔ بلکہ ایسے شخص کو اسی عالم میں حضور موت کے وقت ہی سے اس دولت سے مشرف کرتے ہیں ✦

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اعتقاد درست و رعایت و مراعاۃ آداب و احکام شریعت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور اخلاص و دوام توجہ بجناب حق سبحانہ وتعالیٰ جس کو حاصل ہو، دولت عظیم ہے کوئی ذوق و وجدان اس دولت عظمیٰ کے برابر نہیں ؏

ایں داشتہ باش کو دگر ہیچ مباش

ب ۳۵

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ طریقہ انجذاب (کشش) و محبت الٰہیہ موصل الی المطلوب ہے اور اس کا منہ بجز ذات حق کے اور کسی طرف نہیں ہے۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کا منہ بجانب انوار ستر ہوتا ہے۔ لامحالہ بعض انہیں انوار تک رہ جاتے ہیں۔

یہ انجذاب و محبت جمیع افراد انسانیہ میں موجود ہے۔ مگر مخفی ہے۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ اس انجذاب و کشش کی تربیت کرتے ہیں +

ب ۳۶

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ رویت بالبصر بعد الموت ہوگی۔ کیونکہ رویت انکشاف تام کا نام ہے جب تک روح اس جسد خاکی سے تعلق رکھتی ہے انکشاف تام متصور نہیں ہو سکتا ہرچند کہ روح اس جسم سے کتنا ہی تعلق کم کرے اور اپنی صرافت اصلی پر ہو جائے۔ تاہم جب تک رشتۂ حیات باقی ہے تعلق باقی ہے +

ب ۳۷

سماع کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ جو صوفیہ صافیہ سماع کے قائل ہوئے ہیں حکمت اس میں انہوں نے یہ دیکھی ہے کہ سماع کے وقت طبیعت ساکن و برقرار رہتی ہے۔ اور بہت سے معانی مخفیہ کا ادراک کرتی ہے۔ یہی معنی اُن کا محبوب ہے اور نغمہ کو وہ اس کا زیور سمجھتے ہیں۔ والّا اُن کا نفس مبتلائے نغمہ نہیں ہوتا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے سعدی علیہ الرحمۃ کی یہ بیت پڑھی ؎

کہ آواز خوش بہتر از روئے خوش　　　کہ آں حظ نفس است ایں قوتِ روح

آپ نے فرمایا ان دونوں (یعنی روئے خوش و آواز خوش) کا ایک ہی حکم ہے یعنی اگر رائے و مستمع (دیکھنے و سننے والا) اہل نفس ہے دیدہ و شنیدہ دونوں نفسانی ہیں اور اگر رائے و مستمع اصحاب روح سے ہے ہر دو روحانی ہیں +

نیز آپ نے فرمایا کہ ملفوظات **شیخ نظام الدین** اولیا میں مسطور ہے کہ از شرائط نغمہ سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ محبت حق سبحانہٗ و تعالےٰ مستمع پر غالب ہو +

ایک مخلص نے عرض کیا کہ غلبۂ محبت حق سبحانہٗ تعالےٰ کی علامت کیا ہے۔

فرمایا، اتباع کامل۔ عرض کیا ممکن ہے کہ صاحب اتباع کا مطلب بہشت یا نجات از عذاب دوزخ ہو۔ فرمایا، ایسا شخص صاحب اتباع کامل نہیں ہے اور اُسے اہل اللہ سے شمار نہیں کر سکتے۔ یہ اتباع ظاہری ہے اور اتباع باطنی یہ کہ سالک کے باطن میں جز حق سبحانہٗ و تعالےٰ کے کوئی اور مطلب نہ ہو +

ب ۳۸

ایک روز آپ نے فرمایا کہ طریقہ مشائخ سلف کا یہ تھا کہ اول تزکیہ نفس تحصیل مقامات میں مشغول ہوا کرتے تھے۔ جب مانع قرب الٰہی کے خواطر ہو جس میں تزکیہ سے دُور ہو جاتے ہیں تو بقدر تزکیہ نورِ ایمان قوت پاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس درجہ تک پہنچتے کہ اُن کی بصیرت میں بجز حق تعالےٰ کے باقی نہیں رہتا۔ اور تمام اوصاف و افعال اسی کی جانب سے دیکھتے اور صور و اجسام عالم کو اُس ریت کے میدان کے رنگ میں دیکھتے جو آفتاب کی شعاعوں کی وجہ سے پانی کی طرح نظر آتا ہے۔ شیون و مظاہر کو مخلوق معدوم پاتے۔ اور توحید صوری بعض کو حاصل ہوتی ہے اور بعض کو نہیں +

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم وہی مشائخ سلف کا طریقہ ہے۔ لیکن ابتدا میں تحصیل مقامات میں مقید نہیں ہوتے ہیں +

نیز آپ نے فرمایا کہ جو لوگ توحید صوری کی راہ سے جاتے ہیں خطرہ بسیار رکھتے ہیں۔ اور فرمایا کہ ممکن ہے، ایک شخص حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ سے اقرب ہو یعنی استہلاک و اضمحلال رکھتا ہو۔ لیکن اکرم نہ ہو۔ اور ایک شخص نے تحصیل مقامات کر لئے اور نتیجہ مقامات کہ استہلاک و اضمحلال ہے اس عالم میں پایا ہو۔ یہ حق تعالےٰ کے نزدیک اکرم ہے اور آیہ کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ (اللہ کے نزدیک زیادہ عزت تم میں وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے) ناطق ہے +

ب ۳۹

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ ولایت بفتح واو، قُرب بندہ کو کہتے ہیں جو اُسے حق تعالےٰ کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ اور ولایت بالکسر کے یہ معنی ہیں کہ موجب قبول خلق ہو اور اہل عالم اس کی طرف رجوع کریں اور یہ تکوینات سے تعلق رکھتا ہے اور خوارق و تصرفات اسی قسم ثانی میں داخل و شامل ہیں +

حاضرین میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ فیض و برکات جو لوگوں کو پہنچتے ہیں وہ ان دونوں قسموں میں سے کس کا اثر ہے +

فرمایا ولایت بالفتح کا اثر ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب طالب آئینہ مرشد کے بالمقابل ہوتا ہے۔ جو کچھ آئینہ میں ہے بقدر مناسب (یعنی بقدر استعداد) طالب پر

اُس کا پر تو پڑتا ہے +

پھر فرمایا کہ بعض شخص ان دونوں میں سے ایک ہی قسم کی ولایت رکھتے ہیں ۔ اور بعض دونوں قسموں سے نصیب وافر رکھتے ہیں ۔ اور بعض کو دونوں قسمیں حاصل ہوتی ہیں ۔ لیکن ایک کی طرف زیادہ رجحان ہوتا ہے اور دوسری قسم کی طرف کم ۔ مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ پر ہمیشہ قسم اول یعنی ولایت بالفتح ولایت بالکسر پر غالب رہی ہے +

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ اگر مقتدا اس عالم سے انتقال کرتا ہے ولایت بالکسر یعنی ولایت قسم دوم اپنے مخلصوں میں سے کسی ایک کے تفویض کر جاتا ہے اور ولایت بالفتح اپنے ہمراہ لیجاتا ہے +

نیز فرمایا کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی لغزش کے باعث ولی سے ولایت بالکسر چھین لی جاتی ہے ۔ جیسا کہ ابن الفارض رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور نفحات الانس میں اُس کا مذکور ہے +

باب ۴۰

ایک روز آپ نے فرمایا کہ برزخ و حشر کا معاملہ دور و دراز ہے ۔ پھر کسی قدر سکوت و تامل کے بعد فرمایا ۔ کہ کوئی سعادت اس کے برابر نہیں ہو سکتی کہ کسی کو حق سبحانہٗ و تعالےٰ کا اُنس حاصل ہو ۔ اور جب دوام اُنس حاصل ہوا کوئی انتظار باقی نہیں رہتا ۔ پھر فرمایا کہ سبحان اللہ ! انسان اخلاص و محبت کے ساتھ ماسور ہوا ہے ۔ اگرچہ محبت کی خاصیت یہ ہے کہ غیر محبوب کو سوختہ کر دیتی ہے بانیہمہ چند تکالیف شرعیہ بھی انسان پر رکھی گئی ہیں +

باب ۴۱

ایک روز آپ نے بعض مخالفین کے اعتراض کے متعلق فرمایا کہ اولیاء اللہ کبائر سے محفوظ نہیں ہیں (یعنی وہ معصوم تو ہیں نہیں) اگر ان سے کسی وقت بمقتضائے بشریت کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اُن کے حال و احوال کے بُطلان کا حکم لگانا محض جہالت ہے بلکہ اُن کو اس امر میں معذور رکھنا چاہئے +

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اکثر مشائخ کبار کو خود اُن کی زندگی میں لوگ انہیں زندیق کہتے رہے ۔ چنانچہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو ۔ لیکن بعد موت اُنہیں قبول عام حاصل ہوا ۔ اس لئے کہ وہ دنیا سے بے لوث تھے ۔ اگر وہ لباس دنیا میں ہوتے کوئی

شخص بھی موت کے بعد اُنہیں قبول نہ کرتا۔ اور لوگوں کی زبان طعن سے وہ خلاصی نہ پاتے یہ بدعتی (مخالفین اہل سنت مراد ہیں) بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر طعن کرتے ہیں۔ اس کا سبب کیا ہے، صرف یہی کہ بنا بر مصلحت وحکمت مسند خلافت پر بیٹھنے والا بجز صحابہ کرام کوہ و دشت و بیابانوں میں چلے گئے۔ اور فقر و تجرد اختیار کیا اُن کی نسبت کوئی کچھ بھی نہیں کہتا +

فصل ۴

آپ کے فرزندان اور آپکے خلفا کے بیان میں

خواجہ عبید اللہ آپ کے بڑے فرزند ہیں اور اُن کی سال و تاریخ ولادت آپ کے والد ماجد کی ان ابیات سے معلوم ہوتی ہے۔ **ابیات**

او گشتہ دریں سرا بمنزل	روز یکم از ربیع اول
بود آخر عصر کاں یگانہ	افتاد دریں سیاہ خانہ
طبعم غزل نشاط میگفت	دیدم تا گل بہار بشگفت
تاریخ شناس تیز بیں مرد	بشگفت بہار وخط آورد

چونکہ ایک درویش نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ کے گھر ایک پسر سعید تولد ہوگا اس لئے اُنہوں نے فرمایا تھا کہ چاہیے اُس کا نام خواجہ احرار عبید اللہ کے نام پر رکھنا۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جیسا کہ آپنے اپنی مثنوی میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

در خانہ کمتریں غلامے	شد بندہ کے بزرگ نامے
ایں نام خجستہ ملک زاد	انشاء اللہ شفیع من باد

اس مثنوی میں آپ نے ان کی اذان و اقامت کے متعلق (جو بعد تولد بچے کے کان میں کہی جاتی ہے) بہت سی ابیات کہی ہیں۔ اُن میں سے صرف بائیس بیتیں اس جگہ لکھی جاتی ہیں **ابیات**

برخیز ہلا موذن غیب	در گوش من آر بانگ لا ریب

این خستہ بے نیاز مند است — یک اشہد ام از لبت بسند است
گر یک دم اللہ از تو گیرم — واللہ کہ ہمان زماں بمیرم
یک شعلہ نور دہ بروزم — تا خانۂ ما سوے بسوزم
خود را بتو با نے سپارم — میرم شعلہ سپگذارم
در خور نیم از من سپیدوز — خود شعلۂ خویشتن برافروز
نے دوست بحق دوستداری — خواہان توام بجاں سپاری
ہجراں تو وصل جاودانی است — در پیش تو مرگ زندگانی است
گر حیّ علی الصلوٰۃ گوئی — ہم خود بصلوٰۃ من بپوئی
در زیر کفن شوم فراہم — رشک ہمہ زندگان عالم
من مردہ و دوست در نمازم — سبحان اللہ بجود بنازم
افتادہ بصفۂ تجلی — گویم و ہو الذی یصلی
کروند دو کون مدح خوانم — قد افلح آیت بشانم
ہاں اللہ گوئی تا بجوشم — اینک چو صدف تمام گوشم
در ہمزۂ اللہ ار شوم نیست — حاجت بسماع اکرم نیست
در چشم من آں الف عظیم است — دانم کہ صراط مستقیم است
من یک دم سرو نام دارم — یک رشحۂ حیات کام دارم
از رشح کفایت است این کار — چوں من بروم چہ کم چہ بسیار
چوں در نگری غرض تمام است — سر رشتۂ رشحہ ہم بجام است
گر بحر رسد بہ تشنہ کامے — سیرابیٔ اوست ہم بجامے
نے نے غلطم مقام درویش — عالیست ز حرف اندک و بیش
دریا سائل بے شگرف است — سبحانک ثبت این چہ حرف است

آپ کے ایک اور بھائی بھی تھے اُن کا بھی عنقریب ہی ذکر آئیگا۔ ان دونوں فرزندوں نے ایام طفولیت میں اپنے والد بزرگوار سے توجہ پائی ہے۔ اسی زمانہ میں آپکے والد بزرگوار نے ہمارے خواجہ صاحب (حضرت مجدد الف ثانی) سے فرمایا کہ ان دونوں برخورداروں پر آپ توجہ کریں اور ان کے حق میں دعائے خیر کریں۔ چنانچہ آپ نے اپنے ایک مکتوب میں

جوان دونوں گرامی پیرزادوں کو لکھا تھا، اس کا بیان کیا ہے کہ "فقیر تین دفعہ حضرت خواجہ صاحب کے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ آخری دفعہ آپ نے اس فقیر سے فرمایا۔ کہ ضعفِ بدن مجھ پر غالب ہوگیا۔ اور اُمید حیات کم رہگئی ہے آپ ان بچوں کے حال کی خبرگیری رکھیں +

اس کے بعد آپ نے دونوں برخورداروں کو اپنے سامنے بلوایا۔ ماائیں گود میں لے آئیں تو آپ نے فرمایا، آپ ان پر توجہ کریں۔ چنانچہ فقیر نے حسب الحکم توجہ کی، یہاں تک کہ اُس کا اثر بھی ظاہر ہوا۔ اُمید ہے کہ آپ کی برکت سے توجہ کے اچھے نتائج ظاہر ہونگے۔" انتہیٰ کلامہ الشریف +

جب یہ دونوں فرزند ارجمند خواجہ حسام الدین احمد سلمہُ اللہ تعالےٰ کی حُسن شفقت سے فضل و صلاح سے بہرہ ور ہوئے تو ایا آپ شیخ الہ داد وہت بکاؒ جن کا ذکر آگے آئیگا طریقہ علیہ نقشبندیہ کا شغل اخذ کیا۔ اور بہ برکت اُن توجہات کے جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔ اور بہمن ہمت و صحبت ان دونوں عزیزوں کے اپنے بزرگوں کی طرح بانصیب ہوئے۔ بالجملہ فرشتہ خصلت صاحب احوال و صاحب خلق و تمکین تھے اور ہمارے خواجہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت و صحبت کے نہایت آرزومند رہتے تھے اور عرائض میں نہایت نیازمندی کا اظہار کرتے تھے۔ اور آپ کی عنایات و توجہات کے خواہاں رہتے +

چنانچہ آپ کا ایک عریضہ جو آپ کی کمال عقیدت بلکہ آپ کی وفورِ فضیلت پر شاہد ہے۔ نظیر کے طور پر اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔ وھی ھذا

عریضۃ مطویۃ علےٰ
سرائر الاخلاص و مکامن
الاختصاص من المملوک المفلوک
احقر عبید اللہ عبید اللہ
الی اسوۃ اھل الصحو و قدوۃ ارباب
السلوک شیخ الاسلام مصباح
الظلام امام الانام و منبع الفیام

یہ عریضہ ہے جو اخلاص کے رازوں
اور خصوصیت کے اسراروں پر شامل ہے
غلام مفلس عبید اللہ کی طرف سے جو خدا
کے بندگان میں سے بہت حقیر ہے۔ ایکو
بزرگ کی طرف جو کہ اہل ہوش کے مقتدا
ارباب سلوک کے پیشوا، اسلام
کے شیخ اندھیرے کے چراغ

الاجل الاکمل ابادع الاورع
النحریر المنیر مشید ارکان
الملۃ والمتطہر من الماثم والزلۃ
والناطق بالحق والصواب وملحق
کنف اللوذ والایاب قائمۃ الدین
وقایۃ احکام المتین والمتمکن علی
مسند الافادۃ والمتصاعد من
حضیض العادۃ الی افق السعادت
قلاوز رکبان الطریقۃ وعمار ربع
الحقیقۃ نور حدقۃ الاکوان و
نور حدیقۃ الاعیان فارس مضمار
الخطاب حارس اسرار الکتاب
المتعین علی وسادۃ وراثۃ
المصطفویۃ والمتصف علی جادۃ
خلافۃ نبویہ واقد نیران المحبۃ
لقائہ ومنہل عطش المحب سقائہ
حلال عقود الاشراقیہ ودلال
وفود الاشراقیہ لیس مکرمۃ من
اللہ الا لہ فیہا حظ کامل ولا موہبۃ
الا لہ نصیب کافل الصفوۃ شعشعۃ
من نیر قلبہ الوافی والعطوفۃ
شعبۃ من دوحۃ کرمہ الوافی
لہ التقدیم علی مشائخ الزمان و
التفوق علی مشاہیر البلد وان
یستضیر بملاحظۃ اطوارہ من طوی

بڑے صاحب جمال کامل تر، بڑے پرہیزگار
متقی، بڑے عالم، روشن ستارے، دین کے ارکان
کو مضبوط کرنے والے، گناہوں، لغزشوں سے
حق اور صواب کے بولنے والے۔ حق کی بازگشت
کی جائے پناہ، دین کے رکن روشن، احکام
کے محافظ، افادہ کی سند پر قیام پذیر، عادت
کے گھیرے سے سعادت کے کنارہ تک
چڑھنے والے، طریقہ کے سواروں کے
زاد راہ، حقیقت کی آبادی کے پناہ، دونوں
جہانوں کی آنکھوں کے نور، موجودات کے
باغ کے نور، خطاب کے میدان کے
شہسوار، کتاب کے اسرار کے حافظ،
مصطفائی وراثت کی سند پر معین، نبویہ
خلافت کے رستہ پر موصوف، ان کی
ملاقات محبت کی آگ کو روشن کرنے والی
ہے۔ ان کا پانی پلانا، جان کی پیاس کے
لئے چشمہ ہے۔ اسراقی گرہوں کے کھولنے
والے، اشراقیہ جماعت کے راہ بتانے
والے، اللہ تعالےٰ کی کوئی ایسی مہربانی
نہیں، مگر اس میں ان کا کامل حصہ ہے،
کوئی ایسی بخشش نہیں، مگر اس میں ان کا پورا
حصہ ہے۔ برگزیدگی ان کے پورے دل
کے ستارہ کی ایک چمک ہے، مہربانی اس کے
پورے کرم کے درخت کا ایک شعبہ ہے، زمانہ کے مشائخ پر ان
کو سبقت ہے، زمانہ کے مشہور بزرگوں پر ان کو فوقیت ہے۔

الولاية وليتطلع بمشاهدة اعماله
على اسرار اهل النهاية من استمسك
بعروة ارادته فهو الذى ارتقى على
مدارج الكمال ومن اعتصم بحبل
اخلاصه فهو الذى استسعد بنيل
الامانى وفاز لحصول الكمال فهلموا
يا ايها المترددون فى فيافى الطلب
وتعالوا ايها المتشمرون الى عبادان
وصول الوطر واقرعوا باب داره
التى يعلم بمنبع البركات وعاكفوا
على حضرته التى تسمى بمعدن الخيرات
وترقبوا من تلطفه حصول المقاصد
والمرادات وتوصلوا من تصرفه
نيل المكارم والسعادات هو الشيخ
المكمل سيدنا ومولنا مالك الدين
الفاروقى النسب المحمدى الحسب السرهندى
المولد القدسى المحتد للاندلسى فى
حقه غبطة وللسمنانى فى امره
عبرة طرد الطوسى عند ظهوره
وفر الفارابى من سطوة طلوعه
ومقر فضله الغزالى ومثبت
تفوقه الرازى اللهم يسر اماله
وضاعف كماله واحفظه من طوارق
الايام وموجبات الاحزان والآلام
ما هو غمام وحد وحمام بحرمة النبى

ولایت کے کوہ طور سے اپنے اطوار سے
خبر رکھتے ہیں۔ منتہیوں کے اسرار پر اپنے
اعمال کے مشاہدہ سے مطلع ہیں۔ جو شخص کہ
آپ کے ارادہ کے مضبوط کڑے سے
تکیہ لگائے، وہ کمال کے مدارج پر چڑھ جاتا
ہے۔ جس نے آپ کے اخلاص کی رسی
کو مضبوط پکڑا، تو وہ مقاصد کے پالینے میں
نیک بخت ہوا۔ کمال کے حصول کے لئے
کامیاب ہوا۔ پس اے طلب کے جنگلوں کے
بھٹکنے والو دوڑو۔ اور اے خدا کے پہنچنے کے
عبادان (نام موضع) کی طرف مستعد ہو کر چلنے والو
آؤ۔ ایسے حضرت کے دروازہ کو کھٹکھٹاؤ کہ جو چشمہ
برکات کے نام سے مشہور ہے اور ایسی درگاہ پر اعتکاف
کرو کہ جس کا نام معدن الخیرات ہے۔ اس کی مہربانی سے
حصول مقاصد و مرادات کی امید کرو۔ آپ کے تصرف
سے بزرگیوں اور سعادتوں کے منتظر رہو۔ وہ مکمل شیخ
ہمارے سردار، معز الدین کے مالک فاروقی نسب،
محمدی حسب، سرہندی مولد، قدسی اصل اندلسی کو آپ کے
حق میں رشک ہے سمنانی کو آپ کے بارہ میں عبرت ہے
آپ کے ظہور کے وقت طوسی رانده درگاه ہوا۔ آپ کے
ظہور کے غلبہ سے فارابی بھاگ گیا۔ غزالی آپ کے فضل
کے مقر ہیں۔ امام رازی آپ کے غلبہ کے
مثبت ہیں۔ خداوندا نبی صلے اللہ علیہ وسلم
اور آپ کی بزرگ آل و بزرگ اصحاب پسندیدہ
تابعین کی حرمت سے جب تک بادل برستا رہے

والہ الکرام وصحبہ العظام واتباعھم الاخیار الی یوم القیامۃ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام یا سیدی لیس لی طول البضاعۃ ولا حول الاستطاعۃ الا مکرمتکم ومرحمتکم قلبی قالیۃ باصناف الذنوب والماثم وفوادی مظلۃ باصناف الذمائم والجرائم ارحموا علی احوالی وانظروا علی سریرتی وبالی حتی استخلص من ھاویۃ الجہالۃ والضلالۃ وارتقی علی معارج السعادۃ والکمال الیوم لیس لی اب مشفق الا انتم ومحرب ومارب الا حضرتکم کل ازمنۃ عمری وجل اوقاتی وعامۃ شہوری وسنواتی مصروفۃ بمدحتکم العالیہ ومحمدتکم الالہیۃ واقتصر علی لقائکم ان کان بی الاربۃ والمنیۃ نیدی لسانی کلیل وبیانی علیل لا یطیق فی العربی علی مقتضای اقتضائی فابین المقصود بلسان الفرس بتوفیق اللہ ذو القدس عز شانہ وجل سلطانہ انتہیٰ ۔

کو تر ہوتا ہے ۔ قیامت تک آپ پر اور ان پر صلوٰۃ وسلام ہو ۔ آپ کی امیدوں کو آسان کرے ۔ زمانہ کی آنے والی آفات اور غموں اور دردوں کے اسباب سے محفوظ رکھے ۔ اے میرے سردار آپ کی مہربانی اور رحم کے سوا میرے پاس کوئی بڑا مال نہیں اور نہ مجھے گناہ سے بچنے کی طاقت ہے میرا دل طرح طرح کے گناہوں سے ختم ہو گیا ہے میرا دل طرح طرح برائیوں اور جرموں سے سیاہ ہو چکا ہے میرے حالات پر رحم فرمائیں میرے باطن کی طرف توجہ کریں ۔ یہاں تک کہ میں جہالت اور گمراہی کے گڑھے سے چھوٹ جاؤں سعادت و کمال کی سیڑھیوں پر چڑھ جاؤں آج آپ کے سوائے میرا کوئی شفیق باپ نہیں اور سوائے آپ کی درگاہ کے اور کوئی بھاگنے کی جگہ اور مطلب نہیں ۔ میری عمر کا تمام زمانہ میرے اکثر اوقات اور اکثر مہینے اور سال آپ کی بلند تعریف اور خدائی مدح میں مصروف ہیں اگر میری حاجت اور خواہش ہے تو آپ کی زیارت پر اس کو منحصر رکھتا ہوں ۔ اے میرے سردار میری زبان تھک گئی ہے ۔ میرا بیان بیمار ہے ۔ مجھے اتنی طاقت نہیں کہ عربی میں اپنی خواہش کے مطابق اظہار مطلب کروں ۔ اس لئے خدا کی توفیق سے جس کی بڑی شان اور بڑی دلیل و حجت ہو ۔ فارسی میں اپنا مطلب عرض کروں گا ۔

اس کے علاوہ فارسی زبان میں بھی آپ نے حضرت خواجہ صاحب کو بہت سے فصیح و بلیغ عرائض لکھے ہیں جو آپ کے دستخطی راقم الحروف کے پاس موجود ہیں ۔ لیکن ان کا درج کرنا خالی از صوالت نہیں اس لئے صرف مذکورہ بالا عریضہ پر اکتفا کی گئی ۔

اور دوسرے فرزند آپ کے خواجہ محمد عبد اللہ سلمہ اللہ تعالےٰ ہیں۔ آپ کے برادر بزرگ دوسری والدہ سے ہیں اور آپ دوسری والدہ سے اور دونوں کی ولادت کے درمیان چار ماہ سے کچھ زائد عرصہ ہے جیسا کہ آپ کے والد ماجد کی مذکورہ بالا مثنوی سے آپ کے تولد کی بھی سال تاریخ وغیرہ ظاہر و عیاں ہے ؎

تاریخ یکے چو شد نمودار — ہنگام تولد دگر آر
افتادہ بہ بحر بر تلاطم — ماہ رجب پگاہ ششم
مابین ظہور ایں دو گوہر — بگذشتہ چہار ماہ و اکثر
چوں صبح رسید آخر شب — چوں روز زروشنی لبالب
چوں ماہ تمام منشرح صدر — در ظلمت شب چو ساعت قدر

اس کے بعد آپ نے انہیں کے متعلق چند ابیات دعائیہ تحریر فرمائے ہیں اور اسی ضمن میں آپ نے اپنی تشنگی و تعطش کا بھی کچھ بیان کیا ہے ؎

یارب کہ طلسم و کشائی — ایں طفلک ما با و نمائی
خود را بتمام خود گذارد — چوں نخل ز دانہ سر برآرد
چندیں بہ آفتاب فرستند — دیگر تو چوں حباب فرستند
ایں قطرہ ہم از شما اشیاں — در موج خودش مکن پریشاں
باشد کہ کام از و برآید — چوں تشنگیش از تو یادم آید
بس تشنہ و بس خراب اویست — در حسرت یکدم آیم اویست
ہر جا کہ ترشح تو بینم — در العطش آیم و نشینم
اے بحر طرب بکام من شو — امروز یکے بجام من شو
من جام چہ سیکنم گدایم — مشتاق تو ام درین کشایم
اکنوں دہنم کشادہ بہتر — بحر سخن ایستادہ بہتر
زیں گفت و شنود حاصلے نیست — حیران خموش بادم زیست

آپ صورت و سیرت میں اپنے والد بزرگوار سے پوری مشابہت رکھتے ہیں حافظ قرآن مجید ہیں اور علوم عقلیہ و نقلیہ سے بہرہ تمام رکھتے ہیں۔ چنانچہ بعض کتب متداولہ کا نہایت ذکاوت و فطرت کے ساتھ آپ درس بھی دیتے ہیں۔ اور اصطلاحات علوم

اس گروہ علیہ (نقشبندیہ) سے بھی نصیب کامل رکھتے ہیں تعلیم ذکر و مراقبہ اس سلسلہ کی آپ نے ہمارے خواجہ صاحب قدس سرہٗ (حضرت مجدد الف ثانی) سے حاصل کی ہے اور کئی مرتبہ دیوانہ وار اور کبھی پیادہ اور کبھی سوار ہو کر دہلی سے سرہند پہنچکر حاضر خدمت ہوئے اور خدمت بجائے ہیں۔ اور الطاف و نظرات خاص حاصل کی ہیں +

بعض کتب علم کلام جیسے شرح مواقف وغیرہ یا بعض رسائل صوفیہ بھی آپ نے خواجہ صاحب سے پڑھے ہیں اور آپ نے علوم و اسرار خاص سے بہرہ کامل حاصل کیا ہے +

راقم الحروف نے کئی مرتبہ تنہائی میں خواجہ صاحب کی زبان مبارک سے آپ کی تعریف اور آپ کے اوصاف سُنے ہیں۔ ایک روز آپ نے فرمایا کہ وہ محمدی المشربان محبوباں و مطلوباں نسبت توحید اور صاحبان آزادگی و تفرید سے ہیں +

ایک وقت فرمایا کہ اگر یہ ہمارے خواجہ زادہ کمال وسعت مشرب و بے تقیدی و تعینی کی وجہ سے آزاد و شوریدہ حال نہ ہوتے تو میں اُن کو تعلیم طریقت کی اجازت دیتا۔ تاکہ وہ اپنے والد بزرگوار کی جگہ سجادہ نشیں ہوتے اور طالبوں کو افادہ و افاضہ پہنچاتے انتہٰے کلامہ الشریف +

شک نہیں کہ ہمارے یہ مخدوم زادہ چونکہ مغلوب نسبت وجود ہو گئے ہیں اس لئے نہایت شوریدہ حال رہتے ہیں۔ نظارہ مظاہر جمیلہ اور سرود و اغانی سے حظ وافر اٹھاتے ہیں۔ اس شوریدہ حالی میں فارغ البال ہو کر ٹیڑھی ٹوپی سر پر لگائے ہوئے کوچہ و بازار میں پھرتے رہتے ہیں۔ کبھی جنگل و بیابانوں کی سیر کرتے ہیں اور اشعار پُرسوز پڑھا کرتے ہیں اور آہ گرم و سرد دل پُر درد سے نکالتے ہیں اور خود بھی اچھے شعر کہتے ہیں +

ایک روز راقم الحروف آپ کی خدمت میں حاضر تھا فی البدیہ آپ نے یہ شعر پڑھا

گشت گلستاں بہانہ ایست نگارا
بوئے تو آوارہ کردہ باد صبا را

اس کے بعد آپ نے فقیر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم بھی اس پر چند ابیات لکھو۔ چنانچہ بندے نے یہ دو شعر جو ذیل میں ہیں عرض کیں

راز نہانی لب ساندل شب | خوئے کبوتر کردہ دل بلبل ما را

خلق بمحراب ابروت بسجود اند — شیشۂ دل بشکست قبلہ نما را

ہمارے خواجہ صاحب قدس سرہ نے اپنے بعض مکتوبات میں ایک مکتوب آپ کے نام نامی بھی جو آپ نے ان کے ایک عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ وھو ھذا

صحیفۂ شریفہ رسید از آں فرحت فراواں بحصول انجامید از شمول نسبت حضرت خواجہ و استیلائے آنکہ اندراج یافتہ بود نیک و مبارک است ایں دولت شما را در سہ چہار ماہ میسر شدہ است در سلاسل دیگر اگر در دہ سال میسر گردد نعمت عظمیٰ شمردہ و عظیم تصوّر نمایند۔ شکر ایں نعمت بجا باید آورد۔ چوں دیدہ ام کہ فطرت شما بلند است و تحسین ایں قسم احوال از شائبہ عجب منزّہ اظہار ایں نعمت نمودہ آمد لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ نص قاطع است نوشتہ بودند کہ مشکوٰۃ توحید ظہور کردن گرفتہ است ایں دولت نیز مبارک باشد۔ ادب تمام قبول ایں وارد نمایند۔ اما در غلبۂ ایں حال آداب شرعیہ را نیک مراعات فرمایند و حقوق بندگی کما ینبغی بجا آرند انتہیٰ علی الایجاز۔

یہ مکتوب آپ کے مکتوبات کی جلد ثانی کا چونتیسواں (۳۴) مکتوب ہے۔ اور بہت سے فوائد و معارف پر مشتمل ہے۔ من اراد الاطلاع بتفصیلہ فلیرجع الیہ۔ پُرشور و مستانہ لکھے ہیں اور اس جگہ صرف دو عریضوں کی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے:۔

عریضۂ اولیٰ

عرضداشت بندۂ مہجور پُرتقصیر محمد عبداللہ آنکہ اوقات گرامی بدعائے سلامت آنحضرت بیگذرد و ندامت و پریشانی کہ بر دوری از خادمانِ حضور وارد و آنقدر است کہ بگفت و نوشت نگنجد چندیں شوریدگی و سرگردانی رُخ دادہ کہ شمّہ از آں اشعار نتواں کرد سراپا درد و اندوہ است و با ایں ہمہ او مذکریم را شکر کہ در ابتلا باطن کہ حاصل آں فنا و نیستی است ذرّہ و سستی و نیشا و اثرے فتورے نیست و چگونہ فتور راہ یابد کہ بعد از رجوع بوطن اصلی ہوائے غربت در سر نماند و انسانے غریبہ میسر بود و اسرار عجیبہ جلوہ گر میسازند و باطن را بہیچ ازینہا التفات نیست چہ دریائے عالم آب از سر گذرانیدہ اند ایں ہمہ بطفیل خدمتگاری و بندگی آنحضرت است

ذات والاے آنحضرت تا قیام قیامت بر مفارق طلاب سلاک باقی باد ۔

عریضۂ ثانیہ

عرضداشت کمترین خدام والا درگاہ **محمد عبد اللہ** بعرض اقدس پرمایگان درراہ بردگان محفل خلد شامل حضرت خداوندی قبلہ گاہی دام ارشادہ میرساند کہ احوال بداں گونہ میگذرد کہ بیان آں فرصت دراز میطلبد تا سرانجام چیست و آخر بعجب کشد شورشے شگرف سراپا پیچیدہ دریاے حقیقت کاج است ہر لحظہ موج دیگر بروے کار رود و قطرہ را با موج بودن شریعت عشق ہیہات ہیہات چہ مے نویسم در حضرت قطب دائرہ ظہور دیوانگی سر دیگر دیوانگی بخشند ؎

گر گریم و گر خندم گر افتم و گر خیزم — آموختہ ام مستی از دلبر ستاخ

اے قبلہ خدا پرستاراں کرمے نمایند تا از گرداب جنوں بساحل ہوش افتم زیادہ بریں گستاخی است العبودیت انتہے ۔

اور چونکہ آپ کی توجہات و عنایات فقیر حقیر پر بھی تھیں۔ بہت سے عنایت نامہ جو انفاس نفیسہ پر مشتمل ہیں بندہ کو بھی ارسال فرمائے ہیں، چونکہ اُن کا ذکر موجب تطویل ہے اس لئے انہیں پر آپ کا ذکر ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ آپ کے والد ماجد کی دعا، جو قریب ہی آپ کے چند ابیات میں مذکور ہو چکی ہے قبول فرما کر مراتب تکمیل و اکمال کو پہنچائے۔ بحق اہل ارشادہ ۔

اب ہم حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ اور آپ کے دونوں فرزندوں کے ذکر کے بعد آپ کے خلفا کا ذکر کرتے ہیں ۔

ذکر خلفائے خواجہ حضرت باقی باللہ قدس سرہ

اعمل و اعلم و اکمل اور آپ کے سب سے بڑے خلیفہ تو ہمارے خواجہ صاحب **حضرت مجدد الف ثانی** تھے۔ اور اگرچہ یہ امر سزاوار تھا کہ آپ کے خلفا میں سب سے پہلے آپ ہی کا ذکر کیا جاتا۔ لیکن چونکہ آپ کے اور آپ کے فرزندان اور آپ کے خلیفوں

کے حالات بکثرت ہیں۔ اور اُن سب کا بیان بسط و شرح کا مقتضی ہے۔ اس لئے حضرت خواجہ صاحب کے دیگر خلفا کا ذکر کیا جاتا ہے۔ خاص آپ کے اور آپ کے فرزندوں اور آپ کے خلیفوں کا ذکر آخیر کتاب میں کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوا +

شیخ تاج الدین سلمہ اللہ تعالےٰ

آپ دیار ہند کے ہی رہنے والے ہیں اور ہمارے خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے اجلا اصحاب (یاران طریقت) سے ہیں۔ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے آپ **شیخ الہ بخش** (جو حضرت مجذوب اللہ سید علی قوام کے خلفا سے تھے) کی خدمت میں رہتے تھے۔ آپ ان پر بہت کچھ الطاف و توجہات رکھتے تھے۔ ابتدا زمانہ میں جب کہ ہمارے خواجہ صاحب (حضرت **خواجہ باقی باللہ**) مشائخ وقت سے ملتے پھرتے تھے اس تقریب کے ضمن میں آپ **سنبھل** (جو مضافات بلاد دہلی سے ہے) بھی پہنچے۔ اور شیخ الہ بخش موصوف الصدر کی خدمت میں حاضر ہوئے +

شیخ تاج نے آپ کی خدمت کرتے ہوئے اسی وقت سے آپ کے ساتھ ارادت حاصل کر لی تھی +

ہمارے خواجہ صاحب نے شیخ الہ بخش صاحب مرحوم سے نسبت انتساب حاصل کرنے کے متعلق استخارہ کیا۔ اور چونکہ اکابر خواجگان نقشبندیہ روح اللہ ارواحہم سے اجازت نہیں پائی، اس لئے واپس آئے۔ لیکن آپ ان کے فقر اور جامع احوال کے معتقد تھے۔ جیسا کہ بعض مرقومات سے معلوم ہوتا ہے +

پھر جب آپ نے سفر ماوراء النہر سے ہندوستان کی طرف مراجعت کی اور ہدایت و ارشاد طلاب کی طرف متوجہ ہوئے۔ تو اس وقت شیخ الہ بخش صاحب مرحوم وفات پا چکے تھے +

شیخ تاج الدین سلمہ اللہ تعالےٰ آپ کے ساتھ ارادت تو پہلے ہی سے حاصل کر چکے تھے۔ اور باوجودیکہ اپنے شیخ سے اجازت خلافت حاصل کی ہے۔ آپ کی شرف صحبت و تربیت کا شوق اُن کے دل میں پیدا ہوا۔ اور حاضر خدمت ہوئے +

آپ نے ان کی تواضع، حق شناسی اور انصاف پسندی پر نظر کر کے عنایت

و توجہات خاص شامل کیں اور انہیں اپنا جلیس خلوت و انیس محفل اختصاص بنایا۔ چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے مستفیضین سے آپ کی صحبت بابرکت میں زیادہ رہنے والا شیخ تاج الدین کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ احوال و اسرار و معارف کے پوچھنے میں بھی ان کو آپ کی خدمت میں بڑی جرات و دلیری حاصل تھی۔ حتےٰ کہ بعض اوقات یہ آپ کو مغلوب الحال پاکر حکایات و لطائف بیان کر کے اس عالم شعور کی طرف کھینچ لاتے۔ چنانچہ خواجہ صاحب کے حالات میں اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ بالجملہ خواجہ صاحب نے ان کو نسبتہاے علیہ نقشبندیہ سے آگاہ کیا۔ اور تعلیم طریقت کی اجازت دی +

بیان کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے خواجہ صاحب سے اجازت تعلیم طریقت شیخ تاج الدین نے حاصل کی +

راقم الحروف نے خود انہیں کی زبان مبارک سے سنا ہے، آپ نے بیان کیا کہ جب خواجہ قدس سرہٗ مجھے اجازت دینے پر مامور ہوئے۔ تو آپ کے ضمیر حقائق پذیر پر خیال گذرا کہ وہ خواب میں اکابر نقشبندیہ کی طرف سے کوئی ایسا امر دیکھے جو اجازت دینے کی طرف اشارہ کرتا ہو، تو اس وقت اجازت دینی چاہئے +

چنانچہ اس کے بعد ہی میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بغداد میں خواجہ علی رامتینی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں ہوں۔ آپ نے کلاہ میرے سر پر رکھ کر عنایات بےغایات فرمائیں۔ جب میں نے آپ کی خدمت میں یہ خواب بیان کیا آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ میرے دل پر بھی یہی خطرہ گذر رہا تھا +

بیان کرتے ہیں کہ جب آپ نے انہیں اجازت دی تو اس کے بعد سے آپ کی نفس و نظر میں ایک عجیب اثر پیدا ہوا۔ وہ یہ کہ جب آپ کسی کو اس طریقہ کی تلقین فرماتے جذبات و غلبات اور احوال اس پر پیدا ہونے لگتے۔ اور اُسے مغلوب الحال کر دیتے +

چنانچہ جب شیخ تاج الدین نے آپ سے اجازت رخصت حاصل کر لی۔ تو اسی شب کو اپنے ایک دوست کے یہاں جو خواجہ صاحب کے مریدوں میں سے ہی تھے جا کر ٹھیرے۔ ان کے دوست کی زوجہ کو اس امر کی خواہش پیدا ہوئی۔ کہ وہ ان سے سلسلۂ نقشبندیہ کی تعلیم ذکر حاصل کرے۔ چنانچہ اس کی یہ درخواست منظور ہوئی اور اسی

شب کو اُس صالحہ پر حالات و جذبات کثیرہ پیدا ہونے لگے۔ اور کشف علیت و ارواح وغیرہ بھی حاصل ہوا۔ اور یہ تمام حال اُس نے شوہر سے بیان کیا۔ تاکہ وہ ان سے بیان کریں یہ تمام حال سُنتے ہی اُس کے شوہر کے سر میں شور و جنوں پیدا ہوا۔ حالانکہ اس سے چند روز پہلے اس نے شیخ تاج الدین سے التماس کیا تھا۔ کہ وہ رخصت ہوتے وقت ان پر خواجہ صاحب کی نظر و عنایات خاص مبذول رکھنے کے لئے فرماتے جائیں خواجہ صاحب نے بنا بر حکمت و مصلحت بجواب اس کے فرمایا تھا کہ ہم سے اُن کو بہت کم فائدہ پہنچنا معلوم ہوتا ہے +

خواجہ صاحب کا یہ جواب وحشت اثر شیخ تاج الدین نے بمصلحت ان سے بیان نہیں کیا تھا۔ آخر اس شب کو فرط جنوں وحشت سے درویش نے پوچھا کہ ہم نے چند روز ہوئے التماس کیا تھا۔ اُس کا کیا جواب لائے۔ نہایت اصرار کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ خواجہ صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ ہم سے اُن کو بہت تھوڑا فائدہ پہنچنا معلوم ہوتا ہے +

یہ جواب سُنتے ہی درویش ممتحن (امتحان لیا گیا) گریباں چاک کر کے نعرہ زناں و افتاں و خیزاں در دولت کی طرف زبان حال سے یہ بیت پڑھتا ہوا روانہ ہوا ؎

در ہمہ شہر چوں من نیست یکے شیدائی　　　خرقہ جائے گرو و ساغر و دفتر جائے

اس شوریدہ و پریشاں حالی میں خواجہ صاحب کی مسجد تک پہنچا۔ اور آپ کو دیکھتے ہی بڑے اضطراب و پیچ و تاب کے ساتھ دوڑ کر لپٹ گیا۔ اور زمین پر گر پڑا۔ لوگوں نے چاہا کہ درویش کو چھوڑا کر آپ سے جُدا کر دیں۔ آپ نے منع کیا۔ اور خود کو درویش کے سپرد کر دیا۔ اور چند بار درویش کے ساتھ زمین پر لوٹتے پھرے اس کے بعد نہایت شفقت کی۔ آپ نے فرمایا کہ اے درویش ہم سے کوئی کام بھی رکھتا ہے درویش نے کہا ہاں! جو کچھ کام رکھتا ہوں تمہیں سے رکھتا ہوں۔ آپ نے تبسم کیا اور فرمایا کہ تم مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہو۔ پھر فرمایا اچھا میری پیشانی پر نظر کرو۔ درویش بمجرد نظر کرنے کے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا +

آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کی حفاظت کرو۔ چند ساعت کے بعد درویش کو افاقہ ہوا۔ دوستوں نے پوچھا سر بیہوشی کیا تھا۔ بیان کیا جونہی میں نے

آپ کی پیشانی کی طرف نظر کی دیکھا جو کچھ کہنے سُننے میں نہیں آ سکتا ہے۔ میرا مقصود اُس کا دیکھنا ہی تھا ؎

لوح محفوظ است پیشانئے یار سرِّ کونین است دروے آشکار

اس کے بعد جب خواجہ صاحب نے اُس کی زوجہ کا حال دریافت کر کے اُس کا حال پوچھنے کے لئے تشریف لے گئے اور اُسے اپنے قرب وجوار میں لے آئے۔ اور عنایات خاص اُس کے شامل حال کیں۔ چنانچہ وہ آپ کے یمنِ برکات سے درجات ومقامات عالیہ پر پہنچی۔ اور آپ سے اجازت تعلیم طریقت بھی حاصل کی۔ چنانچہ آج کل قلعہ سلطان فیروز کی ذکر وشغل رکھنے والی عورتیں ان کی طرف رجوع رکھتی ہیں۔ اور صفائی سرّ و ذکرِ دل وجذبہ بمقام وحضور تک پہنچتی ہیں۔ اور بی بی دولت نام جنہوں نے اُنہیں کی صحبت وخدمت سے فیض پایا ہے مشہور ومعروف ہیں۔ اُن کی لڑکی خواجہ حسام الدین احمد سلمہُ اللہ تعالےٰ سے منسوب ہیں۔ خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔ اب ہم پھر شیخ تاج الدین سلمہ اللہ کے حالات بیان کرنا شروع کرتے ہیں +

آپ اُنہیں ایام میں اجازت حاصل کر چکے تھے سنبھل گئے اور ہدایت ارشاد طلاب میں مشغول ہو گئے۔ بعض حاسدوں نے زبان ملامت دراز کی۔ ایک دیوانہ شخص ابو بکر نامی جو اُن کے پیر بھائیوں میں سے تھا۔ شوریدہ سر ہو رہا تھا شیخ موصوف نے اُسے تادیب کی۔ اور یگانہ بیگانہ کی ملامت سے تنگ آ کر خواجہ صاحب کی خدمت میں شکایت لکھ بھیجی۔ آپ نے بجواب اس کے تحریر فرمایا کہ تم نے شیخ ابو بکر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ مَیں نے پڑھا۔ اس قسم کی گفت وشنید شفقت وکارشناسی سے بعید ہے۔ اولیا کبائر سے محفوظ نہیں ہیں۔ پھر وہ بیچارہ جب کہ اُس نے چند روز ہی سلوک وطریقت سے تصفیہ حاصل کیا ہے۔ کیونکر محفوظ ہو سکتا ہے کہ خلاف اُمید امور اُس سے ظاہر نہ ہوں اور بالخصوص بحالت دیوانگی وبیعقلی ایسے شخص سے اُمید استقامت نہیں رکھنی چاہئے۔ ہر چند کہ وہ مقام ولایت تک پہنچا ہو کیا عجب ہے کہ اُس وقت نامعقول امر اُسے معقول نظر آیا ہو۔ اور صورت صواب اس کی نظر سے پوشیدہ رکھی ہو کارخانہ دیوانگی کچھ اور ہے۔ دیکھو تکالیف شرعیہ عقل کے ساتھ مربوط ہیں۔ الغرض اُن سب کو اپنے اپنے مرتبہ پر معذور رکھنا چاہئے۔ اور نظر فاعل حقیقی پر رکھنی چاہئے۔ بلکہ

سعیت وجود کو دید ادب جاننا چاہئے۔ کیونکہ نفوس مختلف ہیں۔ بعض نفوس امارہ ہیں بعض مطمئنہ اور بعض ان دونوں کے درمیان اور اُسے لوامہ کہتے ہیں۔ اور یہ تقسیم بھی نفوس ذوی العقول کی ہے +

نفس مطمئنہ تو اولیا اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔ اہل نفوس امارہ کو بھی معذور رکھنا چاہئے بلکہ ہر ایک کام کو بنظر لطف دید سے غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہئے۔ اہل سنبھل کے لئے بعض بھی انکار نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ انہیں ترحم کی نظر سے دیکھنا چاہئے کہ وہ کیونکہ استقامت عقل سے باہر ہو گئے ہیں اور شیوۂ نفوس کو فراموش کر چکے ہیں۔ اگر ایک عاجز شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو اس پر بطلان کا حکم کیوں لگاتے ہیں اور اُس کے تمام امور کو اس ایک گناہ کے ساتھ ملتبس کرتے ہیں۔ الحمد للہ والمنۃ کہ ملامت نصیب اولیا ہے۔ ہم نے خود بھی ان امور کے متعلق طریق دیگر اختیار کر رکھا ہے۔ وہ یہ کہ جب ہمیں کسی کی طرف سے کوئی ملامت پہنچتی ہے۔ خود اپنے نفس میں غور کرتے ہیں اور کوئی نہ کوئی بدصفتی اپنے اندر پاتے ہیں۔ اور اس اشارۂ ملامت کی طرف اشارہ ہے) کو موعظت و نصیحت سمجھتے ہیں۔ اور اس خاص واقعہ میں بھی اپنے اندر بہت سے نفاق اور تلبیسات پائے ہیں اور اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ وہ دفعہ ہو جائینگے +

اب تم کو غور اس امر میں کرنا چاہئے کہ اہل سنبھل کے ملامت کرنے سے کونسی قباحت تمہارے لاحق حال ہوگی۔ کیا تمہاری عبادت قبول نہ ہوگی یا صفائی و توجہ برطرف ہو جائیگی یا خداوند تعالیٰ کی بارگاہ سے رد ہو جاؤ گے ع

معشوقہ تر او برسر عالم خاک

اس سے پہلے یا بعد یہ مکتوب بھی آپ نے شیخ تاج الدین کو لکھا ہے ؎

کارے مکن کہ وحشت رشکم فزوں شود
صیدے چوں ز دام وفاہت بروں شود

تمہارا مرغ دست آموز نازک مزاج ہے اور واللہ کہ اس مسکین کے ہاتھ میں کم پروازہے اور اس بیابان کا گرم و سرد اس نے نہیں دیکھا ہے۔ غرضکہ اُس کو ناز کے ساتھ رکھنا چاہئے۔ سنۃ اللہ یہ ہے کہ اعزاز و تعظیم واسطہ مورث فیض لامتناہی ہے ؎

چوں زمانی بغیر ما منگر الحذر الحذر ز غیرت ما

انشاء اللہ تعالے انہیں چار پانچ روز کے اندر میں تمہاری طرف متوجہ ہونگا۔ کیونکہ اس سے ایک دن پہلے اشارہ ہوا ہے کہ تمہاری طرف ابھی توجہ نہ کروں۔ اس کے بعد سے غائبانہ میں تمہاری ترقی کی طرف اپنی ہمت مصروف کرونگا۔ یہ امر ظاہر ہے کہ تمہارے اور لوگوں کے درمیان ایک جنگ و نزاع واقع ہے۔ لہذا جو امر کہ مناسب حال ہے اس کے لئے پورا اہتمام کرو۔ تا کہ عین الیقین سے حق الیقین تک پہنچکر اوج بقا باللہ کی منزل جا کر ٹھیرو۔ اور آثار سیر معشوق بحق الیقین معشوق میں مشاہدہ کرو۔ اور معنی وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى کا ذوق حاصل کرو۔ اور سر کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ متحقق ہو خلافت الٰہیہ بجز اس کے اور کسی صورت میں تحقق نہیں ہوتی۔ چنانچہ سلطان مملکت تحقیق خواجہ احرار فرماتے ہیں، جبتک کہ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ کا پرتو باطن میں نہ پڑے واصل نہیں کہنا چاہئے۔ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ یہ امر شرف ظہور انوار توحید سے ہی حاصل ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ سب کو بصفت ہمگی دیکھنا اور ہے اور بصفت یگانگی دیکھنا اور بات۔ اور یہی معنی ہیں ظہور کان اللہ و لم یکن معہ شیٔ کے جس طرح کہ اللہ تعالے ازل میں تھا اور اب بھی ویسا ہی ہے۔ یہ دیگر امر ہے اور دقیق ہے۔ تحریر و تقریر کی گنجائش مطلق نہیں رکھتا۔ والسلام مع الاکرام ✦

یہ مکتوب بھی آپ نے شیخ تاج الدین صوف کو لکھا ہے پھر تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

اے عزیز من! ہدایت مطلق پر تو مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى میں ہے کہ سالک کا باطن گرفتار ذات بحت کا ہوتا ہے اس کی علامت و نشانی یہ ہے

تمام مقامات و مشاہدات حقیر معلوم ہوتے ہیں ؎

رشحے چند نہ کس نداند چند ند ۔۔۔ بر نسیۂ نقد ہر دو عالم خند ند

اگر صاحب ایں حالت بشرط کشش اس حالت سر سے بمقام بندگی تک پہنچکر مظہر اسم الغنی ہو۔ تو اس کا فقر نہایت کو پہنچیگا الفقر اذا تم ھو اللہ یہی ہے۔ اور یہ بدون استغراق و کشش الٰہی اور بدون دریافت کرنے اس امر کے کہ یہ کشش اسی کی جانب سے ہے۔ اور کہ صور کائنات و اشباح عالم بجز سراب کے اور کچھ نہیں ہیں میسر نہیں ہوتا۔ انتہٰے کلامہ الشریف ✦

جب خواجہ صاحب نے اس عالم فانی سے انتقال فرمایا شیخ تاج الدین رحمہ اللہ تعالے

کو سفر و سیاحت کا شوق پیدا ہوا۔ اکثر ممالک ہندوستان اور بالخصوص کشمیر وغیرہ کی سیر کر کے زیارت حرمین شریفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب آپ اس نعمت عظمےٰ سے مشرف ہوئے۔ تو مکہ معظمہ میں آں الکنہ متبرکہ کو شیخ کے ساتھ خلوص و اخلاص پیدا ہو گیا **شیخ محمد علان** کہ اکابر حرم شریف سے تھے اور علم و عمل۔ ریاضت و مجاہدہ اور قناعت سے نصیب وافر رکھتے تھے۔ آپ کے مستفیدین میں سے ہوئے ؂

اس سے پہلے بھی شیخ محمد کو سلسلہ علیہ نقشبندیہ کے ساتھ بہت کچھ اعتقاد و اخلاص تھا۔ چنانچہ کتاب **رشحات عین الحیات** کا عربی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ تاکہ اہل عرب بھی حسن و لطافت اقوال و علو احوال اکابر اس سلسلہ سے مطلع ہوں۔ اور خود ہمیشہ سے اس بات کے جویاں تھے کہ اللہ تعالےٰ اس سلسلہ کے کسی خلیفہ کامل کو وہاں پہنچائے جس سے یہ اخذ طریقہ کریں ؂

جب شیخ تاج الدین وہاں پہنچے بعض اکابر اس سلسلہ نے اُن کو شیخ تاج الدین کے حالات سے مطلع کیا۔ وہ باخلاص تمام آپ کی خدمت میں آئے۔ اور طریق ذکر و شغل اخذ کیا۔ اور نہایت تواضع و انکسار کے ساتھ آپ کے پاس آمد و رفت رکھنے لگے۔ ان کے اس اعتقاد و خلوص کی آمد و رفت رکھنے سے اور لوگوں کا اخلاص بھی بڑھ گیا ؂

راقم نے خود شیخ تاج الدین کی زبان مبارک سے سُنا ہے آپ فخریہ کہا کرتے تھے کہ ہمیں عرب شیخ محمد علان، کہتے ہیں۔ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سنہ ۱۰۳۱ ہجری میں وفات پائی ہے ؂

اس کے بعد شیخ تاج الدین حجاز سے پھر ہندوستان واپس آئے اور پھر انہیں بلاد شریفہ میں چلے گئے۔ اور آخری دفعہ بصرہ و کوفہ کی طرف گئے۔ اور وہاں بھی جم غفیر آپ کے سلک ارادت میں داخل ہوا۔ اور حاکم بصرہ بھی آپ کے مخلصین میں داخل ہوا۔ اسی اثنا میں کہ ارباب ارادت بکثرت جمع ہو رہے تھے ایام حج نزدیک آ گئے۔ اور قافلہ حرمین شریفین روانہ ہو گیا ؎

یک طرف بانگ حدی یکجانب آواز درائے

از گراں جانے بود آں را کہ دل ماند بجائے

لہٰذا آپ مشیخت اور تعلیم و طریقت کو چھوڑ کر اسی لباس احرام میں ایک اونٹنی اور دو خادم

فقرا کو ہمراہ لیکر فقر و فاقہ کے ساتھ متوجہ بیت اللہ شریف و روضۂ سید الانام ہوئے ۔
راقم الحروف کا ایک فاضل دوست صالح نام بیان کرتا ہے کہ سنہ ۱۰۳۴ ہجری
کا واقعہ ہے کہ میں نے آپ کو میدانِ عرفات میں دیکھا کہ آپ احرام باندھے ہوئے ہیں جسم
گرد و غبار آلودہ ہے۔ بال پریشان ہیں اور محاسن سفید ہو گئے ہیں اور آنکھیں تابشِ سفر بلکہ
نشانِ ہستی سے سُرخ ہو گئی ہیں۔ میں آپ کا یہ حال دیکھ کر سخت متاثر ہوا۔ اور میرا
اعتقاد آپ کے ساتھ اور زیادہ ہو گیا ۔

آپ نے فرمایا کہ میں برسوں شہروں اور بیابانوں میں پھرا ہوں اور اِسے اور
اُسے آزمایا ہے۔ اب ارادہ ہے کہ دوست کے گھر کی جاروب کشی کروں۔ اور یہیں
خاک ہو جاؤں ع

خوش آں سرے کہ برآں آستاں خاک شود

حق سبحانہٗ و تعالیٰ اُس یادگار باقی کو باقی رکھے۔ بحق الحرمین الشریفین زادہما اللہ شرفاً
وکرامۃً ۔

آپ نے اطوار و احوال ارباب ذوق و حال کے متعلق بعض اچھے اچھے رسائل
بھی لکھے ہیں اور افادۂ اہل عرب کی غرض سے خواجگان نقشبندیہ رضی اللہ عنہم کے بعض
فارسی رسائل کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ اور جب سُنا کہ بعض علماء ظاہر پیری و مریدی
کو بدعت کہتے ہیں تو اس کے اثبات مسنونیت کے متعلق بھی ایک رسالہ تحریر کیا ہے ۔
اس جگہ دو نسخہ تبرکاً اُس رسالہ سے کہ تعلیم اذکار کے متعلق آپ نے لکھا ہے درج
کئے جاتے ہیں :۔

باب

اور کلام خواجہ عبید اللہ امام رحمۃ اللہ علیہ کا کہ نفحات الانس میں مذکور ہے کہ
اوّلاً صورت اس شخص کو کہ جس سے نسبت پائی ہے، خیال (تصور) میں لائے جیسا کہ
لکھتا ہے :۔

فینبغی ان تجعل صورۃ الشیخ علی کتفک الایمن فی خیالک ویعتبر عن کتفک الی قلبک امرٌ ممتد	پھر چاہیے کہ تو شیخ کی صورت کو اپنے دائیں مونڈھے (کندھے) پر اپنے خیال میں رکھے اور اپنے مونڈھے سے اپنے دل کی طرف ایک لمبا امر سوچے

او یاتی بالفیض علیٰ ذلک الامر الممتد ویجعل فی قلبک فانہ یرجیٰ لک بذلک حصول الغیبۃ

اور شیخ کو اس امر پر لائے اور اس کو اپنے دل میں رکھے کیونکہ تجھ کو اس سے غیبت حاصل ہوگی +

ب ۲

اثر الذکر انک فی زمان النفی ینفی عنک وجود البشریۃ و فی زمان الاثبات یظھر فیک اثر من اٰثار تصرفات الجذبات الالٰھیۃ والاثر متفاوتۃ بحسب الاستعدادات فمنھم اول ما یحصل لہ الغیبۃ عما سوی الحق وبعضھم اول ما یحصل لہ الشکر والغیبۃ وبعد ذلک یتحقق لہ وجود العدم وبعدہ یتشرف بالفناء کما قال الشیخ عبد اللہ انصاری فی تفسیر ھٰذہ الآیہ واذکر ربک اذا نسیت ای نسیت غیرہ ثم نسیت نفس ذکرک ثم نسیت فی ذکرک الحق ایاک +

ذکر کا اثر یہ کہ تو نفی کے زمانہ میں وجود بشریت کو اپنے وجود سے دور کرے اور اثبات کے زمانہ میں تجھ پر جذبات الٰہیہ کے تصرفات کے آثار سے کوئی اثر ظاہر ہوگا۔ استعداد کے موافق اثر مختلف ہوا کرتا ہے۔ بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کو پہلے ماسوے اللہ سے غیبت حاصل ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں کہ پہلے ان کو شکر و غیبت حاصل ہوتی ہے اور اس کے بعد اس کو وجود عدم متحقق ہوتا ہے۔ اس کے بعد فنا سے مشرف ہوتا ہے جیسا کہ شیخ عبد اللہ انصاری نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے واذکر ربک اذا نسیت یعنی جب اپنے غیر کو بھول جائے پھر اپنے نفس ذکر کو بھول جائے پھر خدا کے ذکر میں اپنے آپ کو بھول جائے +

خواجہ حسام الدین احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ بھی خاص اصحاب اجلہ احباب حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں والد ماجد آپ کے مجمع علوم عقلی و نقلی قاضی نظام بدخشانی تھے۔ جن سے مولانا ربانی سعید ترکستانی نے سبق ذکر حاصل کیا ہے۔ وہ آپ کے اجلہ تلامذہ سے تھے اور مولانا محقق و مدقق محمد جنید رحمہما اللہ کے بھی شاگرد تھے۔ غرض آپ نے بھی اپنے بہت سے زمانہ

میں یادگار چھوڑے۔ سنہ ۹۹۲ ہجری میں آپ نے اس دار المحن سے کوچ کیا +

چونکہ آپ اپنے آخر زمانہ میں امرائے خاص سلطان ہند کے زمرہ میں منسلک ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ کے فرزند سعادتمند چند روز تک تقید جاہ و منصب میں پھنسے رہے آخر کو وفور مناسبت کے باعث جو آپ کو ہمیشہ سے اولیاء اللہ کے ساتھ تھی آپ ہمیشہ سے خدمت فقرا کی طرف مائل تھے۔ اور کنج مسکنت وانزوا کے خواہاں و جویاں رہتے تھے۔ انہیں ایام میں آپ حضرت خواجہ صاحب کی صحبت بابرکت میں پہنچے۔ آپکے یمن برکت سے وہ صحبت اور وہ شوق و ذوق مسکنت وانزوا جو آپ کو پہلے سے تھا غالب ہوا۔ اور یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جب کہ آپ ماوراءالنہر گئے ہوئے تھے۔ غرض آپ کے یمن برکت سے جذبۂ الٰہی نے اُن پر غلبہ کیا۔ اور وہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح جاہ و حشمت چھوڑ چھاڑ کر سب سے کنارہ کش ہو گئے +

چونکہ سلطان وقت کی آپ پر شفقت بہت تھی اور شیخ ابوالفضل کن السلطنت کے آپ داماد ہوئے تھے۔ اس لئے ان دونوں کو آپ کے ساتھ اس امر میں کمال خصومت تھی کہ آپ فقر سے غنا کی طرف رجوع کریں۔ چنانچہ اس کے متعلق بہت سے حکم و حکام آپ کے پاس پہنچتے رہے۔ لیکن آپ چونکہ اپنے قدم ہمت جادہ استقامت پر مضبوط جما چکے تھے ع

سعی بیہودۂ اغیار بجائے نہ رسید

لامحالہ کنج مسکنت و تفرید و تجرید اختیار کیا اور خواجہ صاحب کی مراجعت کے منتظر رہے اور بوقت مراجعت آپ کی لازم الخدمتی اختیار کی۔ اور تعلیم اذکار و مراقبات خواجگان بزرگوار حاصل کرنی شروع کی۔ ان اذکار نے آپ کو عالم بالا کی طرف کھینچ لیا +

بیان کرتے ہیں ان ایام میں بھی شیخ ابوالفضل آپ کی مزاحمت کرتا تھا۔ اور آپ تنگ ہو کر خواجہ صاحب سے شکایت کرتے۔ آپ فرماتے خاطر جمع رکھو اُس کا کاروبار چند روز ہی میں درہم برہم ہونے والا ہے + چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ چند روز کے بعد وہ مقتول ہوا +

میں نے سنا ہے کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواجہ حسام الدین کو بطریق جلال تربیت فرماتے تھے۔ بظاہر بہت عتاب کرتے تھے اور نکال دیتے تھے اور باطن میں

خطاب کرکے بُلاتے تھے ؎

چہ خوش نازیست بار خوب رویاں ... زدیدہ راندہ را وزدیدہ جویاں
بچشمے نازبے اندازہ کردن ... بدیگر چشم عذرے تازہ کردن

بالجملہ برسوں تک صدق اور تواضع و انکسار کے ساتھ آپ کی خدمت بجالاتے رہے اور نظرات خاصہ و احوال خجستہ حاصل کئے۔ حتّے کہ پہنچے جہاں تک کہ پہنچے۔ اور خواجہ صاحب سے اجازت تعلیم حاصل کی۔ لیکن غلبہ تفرید و آزادگی کے باعث تعلیم و تربیت طلاب پر قائم نہ رہ سکے۔ اور اس لئے چاروناچار بامتثال امر شریف ایک تن واحد کی تعلیم تربیت کرکے التماس کیا کہ انہیں معذور رکھیں۔ چونکہ خواجہ صاحب نے انہیں اس معذرت میں صادق پایا، عذر قبول کیا۔ اور آہ سرد نکالکر فرمایا۔ خوب کیا کہ اپنے آپ کو خلاص کرلیا۔ آپ کی مرض موت کے وقت آپ کے کلاے اصحاب میں سے بجز آپ کے اور کوئی موجود نہ تھا۔ اس وقت آپ ہی بیدار رہکر خواجہ صاحب کی خبرگیری رکھتے اور افاضات حاصل کرتے۔ خدمات تجہیز و تکفین آپ نے ہی انجام دی۔ اور آپ کے انتقال کے بعد بھی خانقاہ پر خدمت کرتے رہے۔ اور اپنے پیرزادوں کی خدمت بھی کرتے رہے چنانچہ آپ کی سعی و کوشش سے آپ کے مخدوم زادے فضل و صلاح کو پہنچے +

چنانچہ ہمارے خواجہ صاحب (حضرت مجدد الف ثانی) نے اپنے پیرزادوں کے ایک سلوک میں آپ کی خدمات کا شکریہ ان لفظوں میں ادا کیا ہے:۔

"معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمد کو حق تعالےٰ ہماری طرف سے جزائے خیر دے کہ ہم قاصروں کی خدمت اُنہوں نے اپنے ذمہ لی اور خدمت عتبۂ علیہ کے لئے ہر وقت کمربستہ رہے۔ اور ہم دور افتادگاں کو اس سے فارغ البال کیا ؎

گر بر تن من زباں شود ہر موئے ... یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

انتہےٰ کلامہ الشریف +

اوقات جناب خواجہ حسام الدین کے یہ تھے کہ جب آپ صبح سے فارغ ہوتے تو چند ساعت مراقبہ کرتے اور اشراق کی نماز پڑھ کر اپنے پیر بزرگوار کے مزار فائض الانوار کی زیارت کو جاتے۔ جو بیرون شہر قریباً دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ وہاں جاکر تلاوت قرآن مجید اور عبادت اور مراقبہ وغیرہ کیا کرتے۔ چنانچہ ہر روز آپ پندرہ پارے تلاوت

کرتے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی چند حدیثیں مطالعہ کرتے۔ نماز عصر پڑھ کر گھر واپس آتے۔ اور اہل وعیال کی خبر گیری کرتے +

باوجود اس تنہائی اور کنارہ کشی کے اگر آپ کے گھر کوئی مہمان آتا۔ تو اُن وظائف میں کمی کر کے مہمان کی دلجوئی میں مصروف ہوتے +

خلق اللہ پر بھی آپ بہت شفقت رکھتے تھے۔ باوجودیکہ آپ کو امراء و رؤسا سے خلط ملط رکھنے سے ہمیشہ سے نفرت تھی۔ تاہم فقراء و مساکین کی حاجت روائی کے لئے امراء و رؤسا سے سفارش کرتے۔ حتےٰ کہ آپ اُن کی بعض ایسے امیروں سے سفارش کرتے۔ کہ آپ کے بعض مخلصوں کو اُن سے سفارش کرنا ناگوار گذرتا۔ اور وہ التماس کرتے کہ آپ ان امیروں سے سفارش کرنے سے کنارہ کش رہیں۔ لیکن جب کوئی حاجتمند آپ کے پاس آتا آپ صبر نہ کر سکتے۔ اور سفارش کر دیتے۔ ہرچند کہ آپ کے فرزند کہتے کہ حفظ آبرو بھی ضروری ہے۔ فرماتے ہم اس آبرو کے ساتھ آ یا گردانی کرینگے۔ کیا سعادتمند ہے وہ آبرو جو مسلمانوں کی کشت دل کے سرسبز و شاداب کرنے میں صرف ہو +

خواجہ صاحب (یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ) کے انتقال کے بعد آپ کے اور ہمارے خواجہ صاحب (حضرت مجدد الف ثانی) کے درمیان ایک مسئلہ کے متعلق کچھ ملال واقع ہو گیا تھا لیکن الحمد للہ کہ بعنایت الٰہی آخر وہ ملال رفع دفع ہو گیا۔ اور وہی پہلا سا اخلاص پھر قائم ہو گیا حتےٰ کہ آپ نے اپنے بڑے فرزند کو تربیت کے لئے خواجہ صاحب کے پاس بھیجا۔ آپ بھی بہت کچھ عنایات و توجہات ان پر شامل حال رکھتے تھے چنانچہ آپ کے اس مکتوب سے جو آپ نے رقیمہ شیخ تاج الدین سلمہ اللہ تعالےٰ کے جواب میں تحریر فرمایا ہے اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ **وھو ھذا**

"ملاطفہ گرامی ارشاد پناہ کہ از سورت پیش از توجہ بران پور نوشتہ بودند آثار لطف بیش از کتابتہائے پیش دراں خواندہ میشود و روز پیش از تحریر ایں رقیمہ رسید آنچہ از معارف بقلم آمدہ بود پندار وقت بر وفق وقت صاحب ایں باعی بودہ **رباعی**

ہرجا قدمے زدیم در کوئے تو بود   ہر گوشہ کہ رفتیم ہبا ہوئے تو بود

گفتم مگر بسوے دگر راہے نیست ہر راہ کہ رفتیم ہمہ سوے تو بود

از ینجہت کہ از اہل بقا صادر گشتہ اند چیزہا دریں مکتوب خواہد بود۔ اما چوں در
عمل است دو دیوانگان ایں مسجد بواسطہ ظہور بعضے احوال از حول وقت خود
بسیار دوری جستہ اند ہرچہ بتقوی عمل و رعایت اصول دین باشد بجاے اینہا
نافع ترمینماید و از حقائق کہ در نوشتہ شریف بود بمقدار حوصلہ اینجا ہم بسیار رو
میدہد۔ اما آنچہ از صحت حال و ذوق سلیم ایشاں شنیدہ کہ بسبب خدمت حدیث
نبوی صلے اللہ و علے آلہ و صحبہ وسلم است ایں حقیر خواہان آنست و گاہ
بفقیر سید ہند خیلے ایں سعادت را عظیم نمودہ اند تخصیص فانیان باقی بحق را زیبا
تر است بلکہ بدیگراں ایں خلعت زیبا نیست و تواند کہ از بس عظمت ضرر با اہل
رساند غرض ازیں گستاخی بیان حاجت خود است و التماس دواے موافق
مرض۔ اگر معنی دیگر فہم شود مراد ازیں کاتب نیست بحمد اللہ کہ فقیر زادگان با سعادتہاے
دیگر طلبے در رسیدہ و با قصور و نقص خود معلوم ایں حقیر گردید کہ سفر و جدائی از پدر
و اہل نافع باشد بایں اشارہ بابشارت خادماں استادے و ارشاد پناہے
سلمہ اللہ تعالے در فرستادن فقیر زادہ مذکور آمد باجازت و رخصت ملاذی
استاذی شیخ الہ داد کہ تلقین ذکر ایں سلسلہ از ایشاں برداشتہ بود بسر ہند
رفتہ و از کتابہا آثار مزید سعادت و مددہاے جناب ارشاد پناہ نسبت باو معلوم
میشود امید کہ در وقتے کہ مناسب ایں باشد بدعا و توجہ و استغفار او بہر وجہ
مدد و معاون باشند و از صفاہاے نسبت بیاراں و اظہار اخلاص نسبت
بخاندان نور الاتم و سر الاعظم حضرت پیر دستگیر علیہ الرحمۃ آنچہ از ارشاد پناہ
خدمت مخدومی شیخ احمد ابقاہ اللہ دیدہ میشود باعث چندیں شکر است
و از الطاف و ترقیات عظیم تر از انکہ بقلم آید در ایشاں مشہور میگردد و خوبتر
اینکہ الطاف و خلعت شریعت و تقوی آں بظہور میرسد و در رعایت
ظاہر ایں آنقدر توفیق یافتہ اند کہ دشمنان و منکران ایشاں ہم اعتراض نیابند
و از معتقداں چہ گوید کہ بسیار اند و خوب اند و خوبتر میشوند و بجز رعایت شرع
از طریقہا غیر ایں طریقہ مسموع میشود کہ مذکور و معمول شیدہ باشد والسلام ۔

Mohammad Hanif Siddiqui 07 JAN 1986

راقم الحروف عفی اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ جب یہ فقیر حقیر بعد شورش احوال تحریر سے بقصد آستان بوسی خواجۂ ما قدس اللہ سرہٗ العزیز سرہند روانہ ہوا۔ تو دہلی میں بھی قیام کر کے خواجہ حسام الدین احمد صاحب سلمہ اللہ کی ملازمت خدمت سے بھی مشرف ہوا۔ آپ نے مواعظ و نصائح مرشدانہ کرتے ہوئے اس حقیر کی طرف بھی اشارہ کر کے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا کیا کہ روے نیاز عتبۂ خادمان ارشاد پناہی کی طرف متوجہ کیا۔ انصاف کی بات ہے کہ اس وقت تربیت طالبانِ حق کے لئے آپ جیسا کوئی نہیں ہے کیونکہ آپ جس طرح علوم دینیہ میں تبحر عالی رکھتے ہیں اتباع سُنّت اور عمل میں بھی درجہ بلند رکھتے ہیں۔ آپ نے معاملات اس راہ کو بعجز و بجز دیکھا ہے اور ہر ایک امر کی معرفت بوجہ اتم حاصل کی ہے۔ تربیت اہل اللہ کا حوصلہ آپ کے اندر قوی پایا جاتا ہے۔ اگرچہ آپ کے بعض بعض خادم بطفیل آپ کی نسبت کے نسبت سلسلہ ان بزرگوار وں سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ اور حق تعالےٰ کے فضل و کرم سے اُمید ہے کہ طالبین کو فائدہ پُہنچائینگے۔ لیکن جن اوصاف حمیدہ کا ابھی اُوپر ذکر ہوا اُن میں امتیاز خاص آپ ہی کو حاصل ہے۔ انتہےٰ کلامہ الشریف ٭

نیز جس زمانہ میں ہمارے خواجہ صاحب عسکر سلطانی کی حراست میں تھے اور خبر تھی کہ عنقریب خلاصی پائینگے۔ اُس وقت آپ نے خواجہ صاحب کو اس کی خبر دیتے ہوئے جو کچھ تحریر فرمایا تھا۔ خواجہ صاحب نے اس کے جواب میں جو عنایت نامہ ارسال فرمایا اُسے بھی ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں:-

"انوار و برکات افادہ آں مسند آراے ارشاد و ہدایت روز افزوں باد بعد از اداے لوازم نیاز مندی مشہود خاطر ملکوت مناظر میگرداند کہ عنایت نامۂ نامی کہ ارسال فرمودہ بودند بمطالعہ آں سرخوش شرف گشت و آنکہ از حرف رخصت نوشتہ اند چہ گوید و چہ نویسد کہ چہ خوشحالیہا و انشراح روے دادہ اگر دریں ضمن ایں ارادہ و نیت خادمان ایشاں را دست دہد کہ ایں ویرانہ دہلی را ببرکات وجود آگاہی خود منور و معمور گردانند و کاہلان و باز ماندگان ہیچکارہ را در کار آوردہ گرمی ذوق و چاشنی طلب بخشند و خوشیہاے تازہ و شگفتگیہاے بے اندازہ خواہد رسید ہمہ حال فراغ خادمان ایشاں ازیں تشویشہا خوشی

باسول مخلصان نیاز مندان است خداوند سبحانہٗ بزودی محبان مخیر خواہاں را بہ دیدار فیض آثار محظوظ و شادماں گرداند و چنانچہ گوش بشنیدن حظ گرفت دیدۂ نیز بہ نصیب خود رسد زیادہ چہ تواند نوشت" +

آپ کے انتقال کے بعد بھی خواجہ صاحب نے جو تعزیت نامہ اس مخلص کو لکھا اُس کے الفاظ یہ ہیں۔ اُس سے بھی ہمارے خواجہ صاحب طاب ثراہٗ کے ساتھ آپ کا اخلاص و اتحاد ظاہر و عیاں ہے :۔

خداوند جلّشانہٗ آں مجموعہ فضائل و کمالات صوری و معنوی را دیرگاہ آرام بخش دل و دیدۂ دوستاں دارد از ارتحال بندگان غفران پناہ ولایت دستگاہ مخدومی علیہ الرحمۃ چہ تواں نوشت کہ افسوس و دریغ ایں واقعہ مخصوص مخلصان و محبان نیست ہر کہ بہرہ از اسلام دارد میباید باندازۂ دریافت ازیں حادثۂ جگر سوز ملول واند وہگیں باشد آں محبوب القلوب آگاہی و دانش مطلوب را شکرِ بیکراں بجا باید آورد کہ شرف ملازمت و سعادت صحبت آں ابوالوقت را دریافتہ برکات و کمالات بایستنی اندوختند بدخواہ دوستاں انوار قبول و صحبت ایشاں روز بروز مستقیم و متزاید باد۔ انتہٰی +

خواجہ صاحب چونکہ اس خادم پر بہت کچھ التفاتات و توجہات رکھتے ہیں اس لئے آپ نے اس خادم کو بہت سے عنایت نامے ارسال فرمائے ہیں اور کثیر الفیض و البرکت ہیں۔ اور بالخصوص جن دنوں خادم آپ کے درِ دولت پر حاضر تھا۔ ہر روز آپ سے اس خادم کو بہت سے مواعظ و نصائح حاصل ہوتے۔ جن میں آپ اعزاز و استقامت خدمت اور خواجہ صاحب طاب ثراہ کی مراعاۃ لوازم آداب صحبت پر تحریص و ترغیب دلاتے رہتے +

بعض اوقات آپ نے خواب میں بھی خادم کو پند و نصائح کئے ہیں۔ اس خادم کے شعر و اشعار سے بھی آپ کو رغبت تھی۔ بسا اوقات طلب اشعار کی بابت بھی آپ نے بہت سے عنایت نامے ارسال فرمائے ہیں +

ایک دفعہ میں سفر میں آپ کے ہمرکاب تھا۔ فرمایا آج کل کوئی تازہ نظم کی ہے خادم نے یہ رباعی آپ کی خدمت میں عرض کی۔ رباعی

مطلوب مئے بخت ما بدانے نرسید | ویں انگر ما فسردو بالے نرسید
صد رہ مژہ خار رہگذر ہا کردیم | یکبار بدامان گلاے نرسید

رُباعی چونکہ آپ کے موافق وقت و حال تھی بہت پسند فرمائی ✦

چونکہ فقیر جانتا تھا کہ آپ سفر حجاز کا اشتیاق رکھتے ہیں یہ رُباعی بھی آپ کی خدمت میں ارسال کی الحمد للہ کہ مقبول ہوئی رُباعی

تا شیشۂ دل قبلہ نمائی نکند | تن جانب کعبہ رہ گرائی نکند
اے کاوتن از خویش نیازی برخاست | تا خاک حجاز کہربائی نکند

ایک روز خادم آپ کی خدمت میں حاضر تھا حاضرین میں سے ایک درویش نے اس زمانہ کے امراء و اغنیا کی شکایت کی کہ یہ لوگ فقرا کی حرمت و عزت نہیں کرتے فرمایا اے برادرِ من! اسے اللہ تعالےٰ کی حکمتوں سے شمار کرو کہ وہ اس زمانہ کے فقرا کے لئے تازیانہ ہے۔ اگلے زمانہ کے فقرا کو دنیا و اہل دنیا سے اس قدر اجتناب تھا کہ ہرچند امراء و اغنیا اُن کے ساتھ حسن عقیدت اور ارتباط بڑھاتے لیکن وہ اُن سے احتراز ہی کیا کرتے تھے۔ اور اس زمانہ کے فقرا کی حالت یہ ہے کہ اگر امراء و اغنیاء ان کے نزدیک آئیں۔ لامحالہ ان درویشوں کے اوضاع و اطوار اور اُن کے فقر و انزوا میں فتور واقع ہوگا۔ پس یہ کرم الٰہی ہے کہ اُن کی قلت عقیدت اور تند خوئی اس زمانہ کے فقرا کی حافظ و نگہبان ہوئی ✦

آپ کے پیر بھائی اور دوستوں میں سے ایک مخلص نے فقیر سے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ اخیر عشرۂ رمضان مُبارک میں آپ معتکف تھے اُنتیسویں روز آپ نے نماز عصر کے بعد فرمایا کہ آج ہم گھر جائینگے اور کل عید ہے اور عید کے دن روزہ رکھنا مکروہ جب شام ہوئی آپ مسجد سے رویت ہلال کے لئے نکلے۔ بہت سے لوگ باہر چاند دیکھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور نظریں لگا رہے تھے۔ لیکن چاند کسی کو نظر نہیں آیا بمجرد آپ کے پہنچنے کے چاند نمایاں ہوا۔ وما ھذا الا من کراماتہ الشریفۃ۔ اب کہ سَنہ ہجری ہے آپ کی عمر شریف ساٹھ سال کو پہنچی ہے اللہ تعالےٰ مخلصین کے سروں پر آپ کا سایہ دراز و برقرار رکھے ✦

شیخ الہ داد سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ بھی خواجہ صاحب کے یاران خاص اور اصحاب اجازت سے ہیں قبل ازیں کہ ہمارے خواجہ صاحب شہر لاہور سے ماوراء النہر روانہ ہوں۔ آپ خواجہ صاحب کی صحبت میں پہنچے نظرات وعنایات دیکھیں اور ورزش ریاضت طریقت وطریقت مراقبہ آپ سے اقتباس کی۔ اگرچہ بروقت سفر باشارۂ حضرت خواجہ صاحب آپ ہمراہ نہ جاکر لیکن حضرت خواجہ صاحب اپنے مخلصوں کی ایک جماعت جو ہندوستان میں تھی آپ کی ملازمت میں چھوڑ گئے +

چنانچہ آپ کے اس مکتوب سے جو آپ نے قبل ایام سفر کے اپنے ایک مخلص کو ارسال کیا تھا معلوم ہوتا ہے:-

دریں روزہا داعیہ سیر ولایت قوی گشتہ اتید است کہ بعد از چند روز دیگر متوجہ شویم و خدمت شیخ الہ داد، خویشتن داری کردہ خود را بر بودن ماندن قرار دادند طوبیٰ لمن یکون معہ وفاز فوزاً عظیماً ؎

داغ بے یاری و درد بیدلی ایںہمہ رخود پسندیدیم و رفت

باید ہر کرا ملازمت ایشاں میسّر شود غنیمت است حقا ولعمرت اللہ بتکلف بگویم شعر

دادیم ترا زگنج مقصود نشاں گرما نرسیدیم تو شاید برسی

انتہیٰ کلامہ الشریف +

نیز اس سفر میں اور اسی مکتوب کے ساتھ آپ نے بجواب التماس شیخ الہ داد سلمہ اللہ تعالیٰ کو بھی تحریر فرمایا تھا۔ وھو ھذا

برادر ارشد شیخ الہ داد دعا گوئے حقیقہ خود را بتوجہ فاتحہ امداد نمودہ باشند باایںہمہ پریشانی اوضاع وبے اتفاقی کمال بیحیائی است کہ سخن تصوف بمیان آریم واز دقائق طریق انجذاب ودقائق منتہائے کشف تحریر نمایم ع

از خود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

بہر حال یک وصیت میکنم بر شما باد کہ آنرا از دست ندہید واں اینست کہ چوں ما

ہر زد گرد و بیابان پیمانہ باشند خود را نسبت خود بدو فرزند و آنرا عزیز دارید کہ اعز من کبریت الاحمر است ۔ والسلام ، انتہٰی +

جب خواجہ صاحب نے اس سفر میمنت اثر سے مراجعت فرمائی ۔ آپ نے بکمال عقیدت اور غربت و شکستگی کے خواجہ صاحب کی ملازمت خدمت اختیار کی چنانچہ خدمت خبرداری آب و طعام مسافران خدمتگاری لوازم خانقاہ ملائک آشیان آپ کے سپرد کی گئی ۔ اس خدمت ظاہری کے ساتھ آپ اذکار اور اوراد اور احوال باطن سے ایک لمحہ بھی غافل نہ ہوئے ۔ اور توجہات خاص اپنے پیر بزرگوار کے نسبتہائے شائستہ کو پہنچتے رہے ۔ حتیٰ کہ آپ کی بیخودی و خود رفتگی کو حاضرین بھی مشاہدہ کرتے +

سیدی و مرشدی میر محمد نعمان کی زبان مبارک سے میں نے سنا ہے کہ ایک بار شیخ صاحب موصوف فیروز آباد کی مسجد کے کوٹھے پر اپنے چند یاروں کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک آپ پر کیفیت بیخودی غالب ہوئی اور بوجہ غلبہ سکر اور جوش کے نعرہ مارنے لگے اور دوڑ کر لب بام تک پہنچے جو زمین سے تقریباً چالیس گز اونچا تھا ۔ قریب تھا کہ زمین پر جا گرتے لیکن حاضرین میں سے ایک نے کمر مضبوط پکڑ لی +

الغرض شیخ سلمہ اللہ تعالیٰ اس زمانہ کے اچھے لوگوں میں سے اور ارباب فنا و میتی سے ہیں اور اچھے بروں کی غیبت اور غنی و فقیر کی عیب جوئی سے الگ تھلگ ہیں ۔ اور مجاوران مزار فائض الانوار اپنے پیر بزرگوار سے ہیں +

اگر کوئی طالب خواجہ حسام الدین احمد سلمہ اللہ کی خدمت میں آتا ہے تو آپ اسے اُن کی خدمت میں پہنچاتے ہیں ۔ ان دونوں عزیزوں کے درمیان نہایت محبت و وداد و خلوص و اخلاص قایم ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو زندہ با عافیت رکھے اور عاقبت بخیر کرے بحرمۃ اولیاء اللہ و خلفائہ +

مقصد دوم

حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ کے حالات کا بیان جو تالیف کتاب ہذا کی علت غائی ہے اور یہ مقصد مشتمل ہے گیارہ فصلوں پر

فصل ۱

آپ کے والد ماجد اور آپ کے بعض اجداد کا بیان

شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ الفاروقی الکابلی آپ کے پندرھویں جد ہوتے ہیں اور اُن کا نسب گیارہ واسطوں سے حضرت عبد اللہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ملجاتا ہے +

سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ شہاب الدین بن نصیر الدین بن محمود بن سلیمان بن مسعود بن عبد اللہ الواعظ الاصغر بن عبد اللہ الواعظ الاکبر بن ابی الفتح بن اسحٰق بن ابراہیم بن ناصر بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ +

شیخ شہاب الدین اعاظم زمرائے سلاطین کابل سے تھے۔ آپ پہلا شخص ہیں جو غزنہ و کابل سے ہندوستان آئے۔ چنانچہ جو قبیلہ آپ کی طرف منسوب ہے وہ اب تک کابلی کہلاتا ہے۔ آپ اوصاف حمیدہ و صفات حسنہ رکھتے تھے۔ اور ترویج اسلام و توہین عبدۂ اصنام میں شہرت تمام رکھتے تھے +

شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ کا نسب بھی آپ سے متصل ہوتا ہے۔ کیونکہ امام رفیع الدین آپ کے چھٹے جد ہیں۔ کیونکہ آپ فرزند ہیں شیخ عبد الاحد کے وہ شیخ

زین العابدین کے وہ شیخ عبدالحی کے وہ شیخ محمد کے وہ شیخ حبیب اللہ کے وہ امام رفیع الدین کے ۔ اور ان کا نسب نامہ آٹھ واسطوں سے فرخ شاہ سے ملتا ہے ۔ شجرہ اس طرح ہے ۔

امام رفیع الدین بن شیخ نصیر الدین بن سلیمان بن یوسف بن اسحٰق بن عبداللہ بن شعیب بن احمد بن یوسف بن فرخ شاہ ۔

امام رفیع الدین علم ظاہر و باطن میں جامع تھے انوار باطنی کا اقتباس شمع صحبت حضرت سید جلال الدین بخاری المعروف بہ مخدوم جہانیاں سے کیا تھا ۔ چنانچہ آپ کا حال انشاء اللہ تعالٰی چوتھے مقام میں آئیگا ۔

سرھند میں آپ کے (یعنی امام رفیع الدین کے) قیام کا باعث یہ ہوا کہ سرھند قبل از آبادی بیابان اور وحوش و سباع کا مسکن تھا ۔ اور شہر سامانہ اس شہر سے ۲۷ کوس کے فاصلہ پر واقع تھا ۔ اور درمیان میں اور کوئی شہر نہ تھا ۔ اور بعد مسافت کی باعث سامانہ سے خزانہ عشر کے پہنچانے میں بڑی دقت واقع ہوتی تھی ۔

سلطان فیروز شاہ چونکہ قطب زمان سید جلال الدین مخدوم جہانیاں کا مرید تھا اس لئے اس طرف کی رعایا اور بالخصوص اہل قریہ سرامسن نے بمقام اوچھ جاکر آپ کی خدمت میں التماس کیا کہ آپ دارالخلافہ میں تشریف لیجاکر سلطان سے استدعا کریں کہ درمیان میں کوئی اور شہر آباد کرایا جائے تاکہ خزانہ کے پہنچانے میں دقت نہ ہو ۔

آپ نے ان لوگوں کی التماس کو قبول کیا اور دارالخلافہ تشریف لے گئے ۔ سلطان نے کنوڑ تک جو دہلی سے دو منزل کی مسافت پر واقع ہے ، آپ کا استقبال کیا ۔ آپ نے پہلے ہی ملاقات میں ان کا مدعا بیان کیا اور سلطان نے منظور کرلیا اور حکم نافذ کردیا ۔ کہ دہلی اور شہر مذکور کے درمیان شہر آباد کیا جائے ۔

چنانچہ آپ کے برادر کلاں خواجہ فتح اللہ کو جو مقربان سلطان سے تھے دو ہزار سوار و دیگر اسی کام کے لئے روانہ کیا ۔ انہوں نے آنکر قلعہ کی تعمیر شروع کردی ۔ لیکن جس قدر ہر روز بنکر طیار ہوتا صبح کو منہدم ہو جاتا ۔ جب خلیفہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو سلطان نے اس کا انسداد آپ ہی کے (یعنی سید جلال الدین کے) حوالہ کیا ۔

آپ نے امام رفیع الدین سے جو آپ کے خلیفہ اور امام نماز تھے اور سامانہ میں اقامت رکھتے تھے ۔ فرمایا کہ وہ جاکر اپنے ہاتھ سے قلعہ کی بنیادی پتھر رکھیں ۔ تاکہ قلعہ

حوادث و آفات سے مصئون و محفوظ رہے۔ اور وہیں سکونت بھی اختیار کریں۔ وہی اس جگہ کے صاحب ولایت و حکومت ہیں +

چنانچہ آپ اپنے پیر بزرگوار کے حسب الحکم وہاں گئے اور سکونت اختیار کی۔ چونکہ آپ کی بغیر اطلاع و اجازت اس قلعہ کی تعمیر میں لوگ بیگار میں پکڑے جاتے تھے اس لئے آپ کے تصرف سے ہر روز وہ عمارت منہدم ہوجاتی اور لوگ حیران رہجاتے۔ آخر کو بطریق کشف آپ کو معلوم ہوا کہ اس قلعہ کی تعمیر میں لوگ بیگار میں پکڑے جاتے ہیں تب آپ نے اس سے منع کیا۔ اور خود از سر نو قلعہ کا بنیادی پتھر رکھا۔ یہ قلعہ اب تک موجود و قایم ہے۔ اس روز سے آپ کی یمن برکت سے اس شہر کی رونق بڑھتی گئی۔ اور اس دیار کے لوگ آپ کی صحبت بابرکت سے فیض و برکت اور سعادت حاصل کرنے لگے۔ اسی شہر میں آپ کی تربت شریف بھی ہے۔ اور قدیم زمانہ میں تو بیرون شہر تھی اور اب کثرت آبادی کی وجہ سے شہر کے درمیان واقع ہے۔ اور یہی انہدام قلعہ کا سبب کہتے ہیں کہ ایک شب کو ہمارے خواجہ صاحب (یعنی حضرت مجدد الف ثانی) شیخ شرف الدین بو علی قلندر قدس سرہ العزیز کو مع ہمارے مخدوم زادوں اور دیگر درویشوں کے زیارت قبور کے لئے لے گئے۔ اور روضہ امام رفیع الدین کے برابر عرصہ تک کھڑے رہے بعض درویشوں نے بیٹھنے کی درخواست کی۔ لیکن آپ نے توجہ نہیں کی۔ اس کے بعد تھوڑی دیر اپنی والدہ ماجدہ کی تربت پر کھڑے رہے۔ فقیر بھی چونکہ آپ کے مخصوصوں میں سے تھا۔ اس لئے خیال گذرا کہ اس وقت کچھ رحمتیں اور برکات الٰہیہ آسمان سے نازل نہ ہوئی ہونگی۔ چنانچہ صبح کو مخدوم زادہ مخزن الاسرار و العلوم خواجہ محمد معصوم ابقاء اللہ وا وصلہ الیٰ غایۃ ما تیمناہ نے بیان کیا کہ زیارت سے واپس ہونے کے بعد آپ نے بیان کیا کہ جب میں روضۂ امام کے بالمحاذی کھڑا ہوا۔ تو میں نے دعا کی کہ اے پروردگار اپنے فضل و کرم سے اس گورستان کے مردوں سے عذاب اُٹھالے۔ آواز پہنچی کہ ایک ہفتہ کے لئے ہم نے عذاب اُٹھالیا۔ میں نے پھر التجا کی کہ اے پروردگار تیری رحمت کی کوئی انتہا نہیں ہے ان کی مغفرت اور زیادہ کر۔ حکم ہوا کہ ایک ماہ تک ہم نے عذاب اُٹھالیا۔ اس کے بعد میں نے بیش از بیش تضرع کی۔ بفضل و کرم خاص نذر ہوئی کہ ہم نے بالکل بخشدیا +

اس کے بعد صبح کو آپ اپنے والد ماجد کے مقبرے پر تشریف لے گئے۔ اور آپ کی خاطر پر مضمون حدیث شریف مشہور و معروف گذرا کہ جب کوئی عالم کسی مقبرے پر گذرتا ہے تو اس مقبرے سے چالیس روز کا عذاب اٹھایا جاتا ہے۔ بمجرد اس خطرہ کے آپ کو الہام ہوا کہ ہم نے تمہاری آمد سے قیامت تک اس مقبرے سے عذاب اٹھالیا ہ

تو از ہر در کہ باز آئی بدیں خوبی و زیبائی
درے باشد کہ از رحمت بروئے خلق بکشاید

آپکے والد ماجد

والد ماجد آپ کے قدوۃ العارفین شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اور اس کتاب میں حضرت مخدوم کے نام سے آپ کو یاد کیا گیا ہے۔ عین عالم شباب اور تحصیل کے زمانے میں اس راہ کا شوق آپ کے دل میں پیدا ہوا۔ اور مظہر النفوس حضرت شیخ عبد القدوس قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے۔ اور تلقین اذکار و اوراد حاصل کی +

اس کے بعد آپ نے التماس کیا کہ آپ کے آستانہ علیہ پر رہیں اور درویشوں کی خدمت کیا کریں۔ شیخ نے اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ پہلے آپ علوم دینیہ حاصل کریں۔ بعد ازاں اس راہ کی تحصیل پر کمر ہمت باندھیں۔ کیونکہ درویش بے علم ایسا ہی ہے جیسے طعام بے نمک۔ جب آپ نے شیخ کا یہ کلام سنا اور آپ کی کبرسنی کو ملاحظہ کیا۔ التماس کیا کہ مجھے خوف ہے کہ بعد تحصیل علوم کے اس گرامی صحبت کو نہ پا سکوں فرمایا اگر تم مجھے نہ پاؤ۔ میرے فرزند رکن الدین کے پاس آکر اس سے یہ طریقہ حاصل کرنا غرض آپ یہ مصراع

صبر کنیم تا کرم او چہا کند

زبان حال سے کہتے ہوئے تحصیل علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ابھی تحصیل علوم ہی کر رہے تھے کہ شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا ع

آن نامہ سوز دل بانجام رسید

اکتساب علوم و فنون کے بعد آپ سیر و سیاحت کی طرف متوجہ ہوئے۔ بعض بلاد کی

سیاحت کر کے شیخ رکن الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حسب ایما اپنے والد ماجد توجہ کامل کی اور فوائد و برکات عَلیہ سے بہرہ ور کر کے آپ کو طریقۂ قادریہ وچشتیہ کا خرقۂ خلافت پہنایا اور تعلیم و تربیت طلاب کا ارشاد کیا۔ اور فصیح و بلیغ عبارت میں تحریری اجازت نامہ بھی عنایت فرمایا۔ وھو ھذا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بشریٰ لقد انجز الاقبال ما وعدا
وکوکب المجد من الافق العلے صعدا

ع

بشرٰے کہ دولت اقبال رونمود / انجاز وعدہ کرد و نقابے زرخ کشود
در آسمان رفعت شمسے بر آمدہ / نورے ازاں بتافتہ اندر جہاں نمود

الحمد للہ الذی خلق آدم علٰے صورتہ و کرمہ بخلافتہ واجری تلک السنۃ بین انبیائہ واولیائہ وقدم احسانہ علٰے منہ واخر شکرہ منہ ھوالاول والاخر والظاھر والباطن لامؤخر لما قدم ولا مقدم لما اخر ولا معلن لما ابطن ولا مخفی ظھر وسمت ھمم اولیائہ عن الرکون الی الاکوان عادم واعلقت الحیان باذا فدارت علیہم بکرۃ و عشیۃ کاس المحبۃ من کوثر محبوبھم وادی کلما جن علیہم اللیل جعل قلوبھم من شوق لقاء الخلیل نارا او تفیض اعینھم من الدمع	اُس خدا کی تعریف ہے کہ جس نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اور اُس کو خلافت کے ساتھ مکرم کیا۔ اس سنت کو اپنے انبیا اور اولیا کے درمیان رکھا۔ اپنے احسان کو اپنے منشا پر مقدم کیا۔ اپنے شکر کو اپنی نعمت سے پیچھے کیا۔ وہ اول ہے وہ آخر ہے ظاہر ہے باطن ہے جس کو وہ بڑھائے کوئی اس کو پیچھے نہیں کر سکتا جس کو وہ پیچھے ہٹائے کوئی اُس کو آگے نہیں کر سکتا جس کو وہ پوشیدہ کرے کوئی ظاہر نہیں کر سکتا جسکو وہ ظاہر کرے اس کو کوئی پوشیدہ نہیں کر سکتا اس کے اولیا کی ہمتیں موجودات کی طرف میلان کرنے عاری ہیں پس ان پر صبح و شام ان کے محبوب کے کوثر سے محبت کی شراب کا دور چلتا ہے۔ جب ان پر رات آتی ہے تو اُن کے دل دوست کی ملاقات کے شوق سے آگ بنا دیتا ہے۔ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے رات

مدداراً لیلاً و نهاراً و یشتغلون بذکره سراً و جهاراً و یتمتعون بمناجات المحبوب اعلاناً و اسراراً و یطوفون حول سرادقات الوحدۃ افکاراً لا یزال منهم فی کل زمان من یعرف فی وجهه نضارۃ العرفان و هو عطشان و حیران له فی فضاء العشق و الوله طیران غایۃ مطلوبه لقاء الرحمٰن و نهایة رضاء المنان فیظهر فی اقطار الارض آثاره و تظهر فی الآفاق انواره لسانه ناطق بالحق و هو دلیل الی الرب للخلق لیخرجهم من الظلمات الی النور و یقربهم و یحببهم الی الله الغفور و الصلوٰة و السلام علیٰ من هو خیر خلقه و احبابه و خاتم انبیائه و خاتم اصفیائه و هو رسول الرحمة صاحب الشریعة الغراء و الطریقة الزهراء و الحقیقة البیضاء و علیٰ خلفائه الاربعة و اصحابه الکرام البررۃ اما بعد فان الدعوۃ الی الله العلام من اوثق دعائم الاسلام و الایمان و اکرم مناهج العمل و الاحسان علیٰ ما ورد فی الخبر عنه علیه الصلوٰة و السلام

دن بہتی ہیں۔ خدا کے ذکر میں ظاہر باطن مشغول رہتے ہیں۔ محبوب کی مناجات سے ظاہر باطن نفع حاصل کرتے ہیں۔ وحدت کے خیموں کے گرداگرد فکروں کو چکر دیتے ہیں۔ ہمیشہ ہر زمانہ میں ان میں سے ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے چہروں پر معرفت کی تازگی معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ پیاسے حیران ہیں، عشق اور شیفتگی کے میدان میں اُن کا اُڑنا ہے۔ رحمٰن کی ملاقات ان کی غایت مطلوب ہے۔ منان کی رضامندی ان کی غایت مقصود ہے جس کے آثار زمین کے اطراف میں ظاہر ہوتے ہیں۔ زمانہ میں اس کے انوار ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کی زبان حق کے ساتھ بولنے والی ہے۔ وہ لوگوں کو خدا کی طرف بلانے والا ہے۔ تاکہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف بلائے۔ اُن کو اللہ غفور کے قریب اور اس کا دوست بناتا ہے۔ اور درود و سلام اُن پر جو کہ مخلوق میں سب سے بہتر اور سب سے بڑھ کر خدا کے دوست اس کے خاتم انبیاء ہیں وہ رسول الرحمۃ ہیں اور صاحب شریعت غرا کے و اضح طریقت کے روشنی حقیقت کے ہیں۔ آپ کے چاروں خلفا اور اصحاب کرام پر جو نیکوکار ہیں۔

بہرحال بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ خدا کی طرف بلانا اسلام و ایمان کے مضبوط اصول سے ہے عمل و احسان کے راستوں میں سے بڑا بزرگ طریقہ ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ فرماتے

والذی نفس محمد صلے اللہ علیہ وسلم بیدہ ان احب عباد اللہ الی اللہ الذین یحبّون اللہ الی عبادہ ویحبون عباد اللہ الی اللہ ویمشون فی الارض بالوعظ والنصیحۃ کما قال اللہ تعالیٰ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰي بَصِيْرَةٍ انا ومن اتبعنی اتباعہ وانما یکون برعایۃ اقوالہ واحوالہ ثم ان الاخ الاعز الرضی والصاحب المرضی المتوجہ الی رحمۃ رب العالمین المتوکل علیٰ مالک یوم الدین اخانا العالم الشیخ عبد الاحد بن زین العابدین لما صح قصدہ ولبس الخرقۃ منا و تفقہ بالعلم واشتغل بالذکر والفکر شغلا کاملا اجزنا لہ الاجازۃ بالباس الخرقۃ للطالبین ✦

مجھے قسم ہے اُس ذات کی کہ محمد کی جان اُس کے قبضہ میں ہے کہ بیشک خدا کے بندوں میں سے اللہ کے بڑے پیارے بندے وہ ہیں کہ خدا کو دوست رکھتے ہیں۔ اور خدا کے بندوں کو اللہ کے دوست بناتے ہیں زمین پر وعظ اور نصیحت کے ساتھ چلتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہیے (اے رسول اللہ) یہ میرا راستہ ہے کہ میں اللہ کی طرف سمجھ سوچ کر بلاتا ہوں۔ اور میرے پیرو اور آپ کی اتباع آپکے اقوال واحوال کی رعایت سے ہوگی۔ پھر برادر عزیز پسندیدہ اور دوست پسندیدہ رحمت رب العالمین کی طرف متوجہ ہونے والا۔ مالک یوم الدین پر متوکل برادرم مولوی شیخ عبد الاحد بن زین العابدین کا جب قصد صحیح ہوا۔ اور ہم سے خرقہ پہنا، علم پڑھا اور ذکر وفکر میں کامل مشغول ہوا تو ہم نے اُس کو طالبین کو خرقہ پہنانے کی اجازت دی۔ جیسا کہ ہم کو ہمارے شیخ اور والد شیخ الاسلام قطب الاقطاب شیخ عبد القدوس قدس سرہ العزیز نے اپنے شیخ سے الی آخرہ ✦

شجرہ چشتیہ عالیہ

کما اجازنا شیخنا وابونا شیخ الاسلام قطب الاقطاب الشیخ عبد القدوس قدس سرہ العزیز وھو من شیخہ شیخ الاسلام الشیخ محمد عارف وھو من شیخہ شیخ الاسلام الشیخ احمد عبد الحق وھو من شیخہ الشیخ جلال پانی پتی وھو من شیخہ الشیخ شمس الدین ترک پانی پتی وھو من شیخہ الشیخ فرید الحق والدین مسعود اجودھنی وھو من شیخہ قطب الملۃ والدین خواجہ قطب الدین بختیار اوشی وھو من شیخہ خواجہ معین الدین سنجری وھو من شیخہ الشیخ عثمان الھرونی وھو من شیخہ حاجی شریف

زندنی وھو من شیخہ الشیخ مودود چشتی وھو من شیخہ الشیخ ابی یوسف الچشتی وھو من شیخہ الشیخ ابی محمد الچشتی وھو من شیخہ الشیخ ابی اسحاق شامی وھو من شیخہ الشیخ حذیفۃ المرعشی وھو من شیخہ الشیخ سلطان البلخ ابراھیم الادھم وھو من شیخہ الشیخ فضیل بن عیاض وھو من شیخہ الشیخ عبد الواحد بن زید وھو وھو من شیخہ الشیخ حسن البصری وھو من شیخہ حضرت امیر المومنین امام المسلمین علی المرتضیٰ وھو من حضرت رسالۃ الرفیع القدسیہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو من اللہ تعالیٰ عزوجل ٭

شجرۂ عالیہ قادریہ

اجز ناالہ دامت برکاتہ و زیدت درجاتہ بالباس الخرقۃ المبارکۃ القادریۃ المحمدیۃ بطلبہا و یراہ اھلا و مستحقا لہا کما اجازنا بالباس الخرقۃ للطالبین استاذ علماء المشرق والمغرب علامۃ الوریٰ علم الھدیٰ المحقق المدقق الکامل المکمل سید السادات امیر سید ابراھیم معین الحسن الحسینی الایرجی القادری وھو من شیخہ السید السند الشیخ احمد الجلی القادری وھو من شیخہ ووالدہ سید السادات سید موسیٰ القادری وھو من شیخہ ووالدہٖ سید عبد القادر وھو من شیخہ سید السادات سید حسن وھو من شیخہ ووالدہ سید السادات محی الملۃ والدین ابی نصر وھو من شیخہ ووالدہ السید الحسیب النسیب ابی صالح وھو من والدہ السید الجید المستند عبد الرزاق وھو من والدہ سید السادات قبلۃ ارباب الکرامات قطب الکونین غوث الثقلین محی الحق والشریعۃ والطریقۃ والحقیقۃ ابی محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی قدس اللہ روحہ وھو من شیخہ الشیخ ابی سعید المخزومی وھو من شیخہ شیخ الاسلام ابی الحسن القرشی الھنکاری وھو من شیخہ شیخ الاسلام ابی فرح یوسف الطرطوسی و من شیخہ شیخ الاسلام عبد الواحد بن عبد العزیز التمیمی وھو من شیخہ شیخ الاسلام ابی بکر الشبلی وھو من شیخہ شیخ الاسلام سید الطائفۃ الصوفیہ جنید البغدادی وھو من شیخہ شیخ الاسلام سری السقطی وھو من شیخہ شیخ الاسلام معروف الکرخی

وھو من شیخہ شیخ الاسلام ابی سلیمان داؤد الطائی وھو من الامام علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ وھو من ابیہ الامام علی محمد الباقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو من ابیہ الامام السعید الشھید حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو من ابیہ امام المسلمین امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن اولادہ واحفادہ وانصارہ وھو من سید المرسلین امام المتقین خاتم النبیین والمرسلین المبعوث رحمۃ للعالمین محمد النبی العربی **محمد** صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الطیبین الطاھرین وبارک وسلم۔

ووصیناله

دامت برکاتہ ان یشتغل بالعلوم الصوفیۃ واوراد المشائخ واعمالھم مراعیا حقوق الشرع من الاصل والفرع ممتثلا لاوامر اللہ ومجتنبا لنواھیہ ومودبا باداب الصوفیۃ حق الادب ان لا یتردد الی ارباب الدنیا واصحابھا ولا یجلس فی مجلسھم لطلب الدنیا وان یحب اولاد الشیخ واقربائہ ویراعی حقوق ادابھم کما قال اللہ تعالیٰ لحبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی وان یشتغل باللہ اشتغالا باطنا معرضا عن غیر اللہ کما قال اللہ تعالیٰ لحبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔

اور ہم نے اس کو وصیت کی ہے۔ اس کی برکات ہمیشہ رہیں کہ علوم صوفیا اور وظائف مشائخ اور اُن کے اعمال میں شرع کے حقوق کی اصل اور فروع کی رعایت کرتے ہوئے مشغول رہے۔ خدا کے احکام کی تعمیل کرے۔ اس کے منہیات سے پرہیز کرے صوفیوں کے آداب کا جیسا کہ چاہیے لحاظ رہے۔ دنیا داروں کی طرف نہ جائے ان کی مجلس میں دُنیا طلبی کے لئے نہ جائے۔ شیخ کی اولاد و اقربا۔ ان کے آداب کے حقوق کی رعایت کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ کہہ دیا رسول اللہ کہ میں تم سے کوئی مزدوری سوا رشتہ داروں کی دوستی کے اور کچھ نہیں مانگتا۔ اور یہ کہ باطن سے اللہ کی طرف مشغول ہو۔ غیر اللہ سے اعراض کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے۔ اور اپنے رب کے نام کا ذکر کر اور سب سے الگ ہو کر اسی کا ہو رہو دُنیا میں زاہد رہے آخرت کی طرف رغبت کرے۔ سعادت سخاوت پر بلا التفات

زاهدا فی الدنیا راغبا الی العقبیٰ
ثابتا علی السعادة والسخاوة من
غیر التفات الی رسوم اهل
البطالة وان یجعل الوحدة والعزلة
راس ماله فانها متمسك ارباب
الصدق والصفا فان استطاع
ان یستغرق اوقاته علی الملازمة
بالخلوة فهو اولیٰ واحریٰ وان
لم یتیسر له ذلك فلیجعل لنفسه
نصیبا منها وینبغی ان لا یکون
سنة خالیة عن خلوة او خلوتین
فان کان هکذا فیده العزیزة
نائبة عن یدنا وبین الناس
خلیفتنا فرحم الله من اکرم
وعظم من اکرمنا وعظمناه و
اهان من اهانه فاسئل الله العظیم
المنان ان یکون الاخ المشار الیه
مرضیا عند الله ومحبوبا عند
الناس اللهم بلغه الی منتهیٰ
مطالب الصدیقین واوله الی اعلیٰ
درجات العارفین الکاملین
المکملین بحرمة النبی وآله و
صلی الله علی خیر خلقه محمد
واله واصحابه اجمعین من
فقیر الحقیر المخبر المخصوص رکن الدین

بیہودہ لوگوں کی رسوم کے ثابت رہے۔ اپنے
راس المال (یعنی عمر عزیز) کو وحدت و گوشہ
نشینی میں گذارے، کیونکہ صاحبان صدق و
صفا کا یہی سہارا ہے۔ اگر اپنے اوقات کو
ہمیشہ خلوت میں رکھنے کی طاقت رکھے
تو بہتر اور مناسب ہے اور اگر اس قدر نہ
ہو سکے تو چاہئے کہ اپنے لئے اس سے کچھ
نصیب مقرر کرے۔ اور چاہیے کہ اس کا طریقہ
ایک دو خلوت سے خالی نہ رہے پس اگر
ایسا ہو کر رہے، تو اس کا عزیز ہاتھ ہمارے
ہاتھ کا نائب ہوگا۔ اور لوگوں میں وہ ہمارا
خلیفہ ہوگا۔ پس خدا اس پر رحم کرے
کہ جو اس شخص کی تعظیم و تکریم کرتا ہے۔
جس کی ہم تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ اور
اس کو ذلیل کرے جو اسے ذلیل
کرے +

اب میں خدائے عظیم سے دعا
مانگتا ہوں کہ برادر مذکور خدا کے
نزدیک پسندیدہ ہو۔ اور لوگوں کے
نزدیک پیارا ہو۔ خداوندا اس کو صدیقوں
کے مطالب کے انتہا تک پہنچا دے اور اس کو
کامل مکمل عارفین کے درجہ تک پہنچا دے۔
نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل کے صدقے
وصلے اللہ علے خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین +
فقیر حقیر اجازت دینے والا رخصت دینے والا

بن عبد القدوس اسمٰعیل الحنفی رکن الدین بن عبد القدوس اسمٰعیلی حنفی نے اس کو
کتبہ و حررہ سنہ تسع سبعین ۹۷۹ھ میں لکھا +
وتسعمائۃ والسلام علیٰ من سلام اُس پر جو ہدایت کی تابعداری
اتبع الھدیٰ + کرے +

واضح ہو کہ چونکہ حضرت مخدوم صاحب نے حضرت شیخ عبد القدوس سے نسبت و خلافت حاصل کی۔ اس لئے ان دونوں بزرگوار کا ذکر بھی اس کتاب میں ہوا لہذا تھوڑا بہت ذکر ان بزرگان کا اس جگہ کیا جاتا ہے +

شیخ عبد القدوس قدس سرہ العزیز

آپ شیوخ مشہورہ ہندوستان اور فرزندان شیخ صفی الدین سے ہیں۔ جو اصول و فروع علوم فحول علمائے محققین سے تھے اور صاحب تصانیف مفیدہ تھے شکر و شورش قوی رکھتے تھے۔ باوجود وجد و سماع کثیر اور جذبات و غلبات کثیرہ کے رعایت سُنّت سنیہ و امور دینیہ نہایت درجہ کرتے تھے۔ کتاب انوار العیون آپ ہی کی تالیفات سے ہے۔ اور سات فنون پر مشتمل ہے۔ ہر فن میں اسرار و معارف کا بیان کیا ہے اس فن میں یہ آپ کی پہلی کتاب ہے +

آپ نے بیان کیا ہے کہ اگرچہ مجھ کو ارادت مخدوم شیخ محمد سے حاصل ہے تاہم میں نے بہت سے فیوض بطریق باطن آپ کے جد شیخ احمد قدس سرہ سے اخذ کئے ہیں۔ اس کتاب میں آپ نے اُن کی بہت کچھ تعریف مدح کی ہے +

نیز درویش قاسم اودھی سے بھی جو بزرگان سلسلہ سُہرو ردو چشت سے تھے اجازت خلافت حاصل کی +

اس کتاب کے علاوہ اور بھی آپ کے بہت سے رسائل و مکاتیب ہیں +

ب

ایک مکتوب میں آپ لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ محمود محمد گیسو دراز نے حیرانی سے کہا۔ کہ اللہ تعالےٰ وراء الوراء ہے۔ اگرچہ یہ بات بھی ہو کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ طلب الٰہی میں طالب کی زبان پر کلمہ وراء الوراء ہوتا ہے۔ رفیقوں نے کہا ہے کہ

نہایت عبارت ہے رجوع الی البدایت سے اور چونکہ نہایت کی بدایت نہیں۔ اس لئے نہایت کی نہایت نہیں، کیونکہ ذات حق تعالٰے کی کوئی نہایت نہیں۔ الخ طالب نہایت میں بے نہایت ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ نہایت میں رجوع بدایت کی طرف کرتا ہے۔ مومنین خدائے تعالٰے کو بہشت میں دیکھینگے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ حق تعالٰے بہشت میں سمایا ہوا ہوگا۔ تعالی اللہ عن ذلک علوًا کبیرًا لیکن طالب کو بہشت میں اور بہشت سے ہونا چاہیے۔ چونکہ مافی الجنۃ سوی اللہ نظر آئیگا۔ وراء الوراء اور تحت الثرٰے یکجا ہو جائیگا۔ اسی طرح اور بھی بہت سے اسرار سکریہ آپ نے اس کتاب میں بیان کئے +

۲ ب

ایک اور مکتوب میں آپ نے بیان فرمایا ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ وہ فرمان ہے جو بے اعانت صاحبان و بے مصاحبت آشنایان بار دشوار ہے۔ اگرچہ کردار حسن صد ہزار ہو +

۳ ب

ایک شخص نے خواطر فاسدہ سے آپ سے سوال کیا۔ فرمایا، افسوس ایسی بات پوچھی جو بلائے سخت ہے۔ اور کوئی ولی نبی نہیں ہے جو اس میں مبتلا نہ کیا گیا ہو الخ کہ وہ بشر ہیں اور اس مجازی راہ پر ان کی گذر ہوئی ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ ایک کو بطریق ابتلا و امتحان اس میں مبتلا کرتے ہیں۔ اور یہ اس کے قرب اور اس کی علو مرتبت کا سبب ہوتا ہے۔ اور ایک کو از راہ خسران و غرق گرفتار کرتے ہیں۔ اور یہ اس کے بعد و حرمان کا سبب ہوتا ہے جیسا کہ بدوں کا حال ہے۔ اس جگہ مردوں اور نامردوں کی قیمت ظاہر ہو جاتی ہے کہ خلق المحراب دجال و للطعن رجال و للشہادۃ رجالٌ وللقصعۃ دجال کہا گیا ہے۔ یعنی جو تیغ مارتا ہے تیغ کھاتا ہے جو پیالہ چاٹتا ہے ثرید کھاتا ہے +

آپ کے اکثر مکاتیب میں انکسار و افتقار اور خوف خاتمہ کا بیان ہے۔ آپکے مکاتیب کے خاتمہ میں لکھا ہے کہ آپ باوجود غلبات احوال رعایت امور دینیہ میں وہ پایہ رکھتے تھے کہ ایک روز امام مسجد موجود نہ تھا آپ کے برادر زادہ آگئے۔ بڑھ کر

امامت پر کھڑے ہو گئے۔ اور الذین ، انعمت کے درمیان وقف کیا۔ بعد نماز آپ بہت غصہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ نوجوان لڑکوں کو نہیں چاہیے کہ امامت کر کے لوگوں کی نماز فاسد کریں معلوم نہیں صلہ موصول ایک کلمہ کا حکم رکھتا ہے۔ اُن کے درمیان وقف کرنا جائز نہیں۔ اور پھر یہ کہ آپ نے اپنی نماز دوہرائی +

۲۴

ایک مکتوب میں آپ نے لکھا ہے کہ افسوس فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر درپیش ہے! کیسا کھانا پینا اور کیسی نیند و آرام، کیسے راحت و آرام ہو؟

کس مے ندہد نشان آب گل من | حل مے نشود دریں جہاں مشکل من
از ہیبت آں دو راہ چوں شد دل من | تا خود بکدام رہ بود منزل من

ایک اور جگہ آپ لکھتے ہیں

در کوے بتاں رفت ہمہ عمر دریغا | چوں برہمن پیر بہ بت خانہ بمانیم

عمر آخر ہوئی اجل سامنے ہے اور سفر آخرت درپیش اور اب تک علم و عمل بطریق سید الاولین والآخرین حاصل نہیں ہوا اور خوف وحیرت دامنگیر ہے +

امام المسلمین امام ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے اکثر ما یسلب الایمان عند النزع اکثر لوگوں کا ایمان نزع کے قریب سلب کر لیا جاتا ہے +

ہم نہیں جانتے کہ اُس وقت کیا پیش آئے +

ایک روز آپ نے اپنے بڑے فرزند کو وصیت لکھتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ اے فرزند فرصت بہت عزیز ہے۔ روز و شب تحصیل علوم میں جدّ و جہد کرو اور کوشش بلیغ کرتے رہو۔ تحصیل علوم کا یہی وقت ہے۔ اور دوام طہارت اور ادائے فرائض وسنن ورواتب مع تعدیل ارکان (نماز کے ہر رکن کو اچھی طرح ادا کرنا) اور خشوع وخضوع کے ساتھ جیسا کہ صاحب شرع نے فرمایا ہے۔ اپنے اوپر لازم رکھو۔ کیونکہ سعادت دوجہانی اور دولت جاودانی اسی میں متصور ہے۔ اور یہی برکات ورحمت بیشمار کا باعث ہے یہی جان لو کہ مقصود علم سے عمل کرنا ہے۔ فردائے قیامت میں سوال عمل ہی کا کیا جائیگا نہ علم کا۔ اور عمل سے مقصود اخلاص محبت حق تعالےٰ ہے لِيَسْئَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ اور اخلاص و محبت سے مقصود محبوب ہے جو معبود برحق اور وجود مطلق ہے

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ انتہے کلماتہا الشریفۃ +
آپ کا انتقال پُرملال اس جہان فانی سے سنہ ۹۴۴ ہجری کو ہوا۔ چنانچہ شیخ جل (۹۴۴)
آپ کی تاریخ وفات ہے۔ تربت شریف آپ کی گنگوہ میں مشہور و معروف ہے۔
گنگوہ کرنال کے قریب دریائے جمن کے ساحل پر واقع ہے +

آپ نے اپنے شیخ کے بعض آخری حالات میں ذکر کیا ہے کہ ساعت بساعت آپ پر حیرت و بیخودی مستولی ہوتی جاتی تھی اور استغراق غلبہ کرتا جاتا تھا۔ ایک نے حاضرین میں سے آپ سے اس کا راز دریافت کیا۔ فرمایا میں نے دل کو ذکر میں بہت کوفتہ کیا۔ اب سلطان ذکر رفتہ رفتہ غلبہ کرتا جاتا ہے اور مجھے نیست کرتا ہے +

آپ کے سات فرزند تھے۔ ہر ایک فرزند حال و قال میں بے مثیل تھا۔ شیخ احمد سے جو آپ کے فرزند ثالث تھے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے خاندان کا طریقہ نسبت یہ ہے۔ اول فرزندوں کو کمالات صوری حاصل کراتے ہیں۔ اور پھر مجاہدات و ریاضات میں ڈال کر مقام قطبیت پر پہنچاتے ہیں +

میں نے خود آپ کی زبان دُرفشاں سے سُنا ہے آپ نے بیان کیا کہ جس زمانہ میں ہم لوگ دہلی میں تحصیل علم میں سرگرم تھے۔ تو اس اثنا میں جب زیادہ عرصہ گذر جاتا اور ہمارا دل آپ کے دیکھنے کو چاہتا، تو ہم آپ کی خدمت میں لکھتے کہ اگر ایسا ہو تو ہم خدمت عالی میں حاضر ہوں۔ آپ تحریر فرماتے کہ تمہارے آنے سے تحصیل علوم میں حرج واقع ہوگا۔ لہٰذا مجھ ہی کو تمہارے پاس آنا چاہئے۔ غرض باوجود کبر سنی کے آپ دہلی آتے اور ہم سے ملجاتے +

نیز آپ ہی نے بیان کیا کہ جب آپ اپنے وطن مالوف سے دہلی تشریف لاتے۔ اور اکابر شہر دہلی کو آپ کے آنے کی خبر ہوتی تو دُور دُور تک وہ آپ کے استقبال کے لئے آتے۔ اور قوال و مطرب بھی آپ کا استقبال کیا کرتے تھے۔ آپ سماع بہت سُنا کرتے تھے اور غایت شورش و سکر میں سخنہائے مستانہ آپ سے ظاہر ہوتے تھے +

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ دہلی کی ایک بہت بڑی محفل میں جس میں کئی ایک علما بھی موجود تھے، شریک ہوئے۔ جب آپ پر حالت وجد طاری ہوئی۔ تو غلبۂ وجد کے

درمیان آپ نے کہا منصور دانائے راز انا سے تھے۔ فحول علما میں سے ایک یہ کلمہ سُنکر نہایت بے آرام ہوئے اور کہنے لگے کہ داگر منصور دانائے انا تھے) تو اس جماعت کو نادان کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ جن میں انہیں جیسے بہت سے موجود تھے۔ آپ نے اسی طرح شورش کے ساتھ بیان کیا کہ میں انہیں لوگوں کو کہتا ہوں۔ ان عالم کے ایک دوست نے کہا کہ اے شیخ اُسے کیونکر نادان کہا جا سکتا ہے جس کے خون سے انا الحق کے نقوش ظاہر ہوئے ہوں۔ تب اُن بزرگ نے زمین پر دوات ٹپکا دی۔ اور کہا اگر یہ حق ہے۔ تو یہ سیاہی کیا ہے جس سے نقوش اللہ ظاہر ہو گئے۔ آپ پہلے سے بھی زیادہ جوش میں آئے اور کہا افسوس اے نادان سریان حق جمادات میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اور اُس میں موجود نہیں ہوتا +

نیز آپ کے انہیں فرزند موصوف نے بیان کیا کہ ایک دفعہ آپ دہلی میں تشریف رکھتے تھے۔ اور شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری نے جو سید جلال الدین بخاری کی اولاد سے تھے اور صاحب علم۔ چنانچہ انہوں نے ان دنوں ایک تفسیر لکھی تھی۔ یہ تفسیر انہوں نے آپ کی خدمت میں ارسال کی۔ جب آپ نے تفسیر کو کھولا تو آیت تطہیر اہل بیت عُرہ کانا علیہ وآلہ وعلیہم الصلوات والتحیات دیکھی۔ اس آیت کی تفسیر میں انہوں نے لکھا تھا کہ اولاد نبی تمام مامون الخاتمہ ہیں اور اُن کی عاقبت علے الیقین بالخیر ہے۔ آپ نے اُس کے حاشیہ پر لکھ بھیجا ھذا خلاف مذھب اھل السنۃ یہ مذہب اہلسنت کے برخلاف ہے۔ اس پر اس دیار کے علما کے اور آپ کے درمیان عرصہ تک مناظرہ ہوتا رہا۔ آخر کو بات وہی قرار پائی جو آپ لکھ چکے تھے +

شیخ رکن الدین

آپ حضرت شیخ عبدالقدوس کے فرزند دوم اور خلیفہ اول ہیں جو آپ کے بعد ہی سجادہ نشین ہوئے۔ اور طریقہ قادریہ کی خلافت آپ نے سید ابراھیم الایرجی القادری سے حاصل کی تھی۔ جیسا کہ اوپر اجازت نامہ مذکور ہوا۔ سید ابراہیم ایک مرد کامل اور علمائے اعلام سے تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ سے بہرہ کامل رکھتے تھے۔ چنانچہ اُن کے عہد میں اور کوئی عالم اُن کے برابر نہ تھا۔ اور یا یہ وجہ ہے کہ

آپ نے اشغال علوم کے ساتھ اذکار و اوراد اور تربیت و ارشاد کو بھی جمع کیا تھا۔

سید ابراہیم شیخ بہاؤ الدین قادری شطاری کے مرید تھے، جن کا ایک رسالہ طریقہ شطاریہ میں مشہور و معروف ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے خواب میں شیخ نظام الدین عالدی سے بھی خرقہ پایا۔ اور ۹۵۳ھ ہجری میں آپ نے وفات پائی۔ اور روضہ حضرت امیر خسرو کے پائنتی مدفون ہوئے۔

شیخ رکن الدین فرماتے ہیں کہ جس روز خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا عرس تھا۔ اور ایک جماعت آپ کے روضہ شریفہ پر رقص و سماع میں مصروف تھی۔ آپ (سید ابراہیم) شریک نہیں ہوئے۔ میں نے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی۔ فرمایا: آپ روضہ شریفہ کے پاس جا کر مراقبہ کریں۔ جو کچھ آپ فرمائینگے وہی میں کرونگا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جب قوال زیادہ جوش و خروش میں ہوئے۔ خواجہ صاحب مجھ پر ظاہر ہوئے۔ اور فرمایا ان چند بدبختوں نے میرا وقت تنگ کر رکھا ہے۔ میں نے آن کر آپ کی خدمت میں عرض کیا آپ تبسم کرنے لگے، اور فرمایا تو اب بھی مجھے معذور رکھو گے یا نہیں۔

شیخ رکن الدین صاحب احوال و اطوار علیہ تھے۔ اور تصانیف شائستہ رکھتے ہیں از انجملہ آپ کی کتاب مرج البحرین، بہت سے اسرار و معارف پر محتوی ہے۔ از انجملہ آپکے مکتوبات ہیں۔ آپ کے مکاتیب میں سے ایک مکتوب میں نے حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی دیکھا، جو آپ نے اپنے ایک محرم راز کو لکھا تھا۔ **وھی ھذہ**

وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ الحمد و المنۃ کہ آب دیدہ شہود میں بجز حق تعالےٰ کے اور کچھ نہیں رہا ہے۔ "مع ہذا جز افلاس و عجز پیش نہ و جز حیرت و درماندگی کیش نہ انتہیٰ"

تشنہ ز دریا جدائی میکنم   بر سر گنجے گدائی میکنم

شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حل بعض کلمات سکریہ و صحویہ کے متعلق بھی چند تحقیقات ہیں۔ از انجملہ یہ کہ آپ کے والد ماجد کی زبان پر ایک روز اثنائے سماع میں یہ کلمہ جاری ہوا کہ "خدا ہی جانتا ہے کہ ہم کہاں ہیں" اس کے بعد کہا "اگر کہو کہ خدا نہیں جانتا تو کہہ سکتا ہے"۔

آپ اس کا حل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ "مراد ہمارے شیخ کی علم الٰہی سے تعین علم اجمالی و تفصیلی ہے جو وحدت اور واحدیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آپ کی سیر

اُس وقت فوق تعین علم تھی" +

ایک عزیز نے اس حل کو خواجہ صاحب (حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حل خالی از تکلف نہیں ہے اس لئے کہ شیخ ابن عربی اور ان کے تابعین رحمہم اللہ سیر فوق تعین علمی کے قائل نہیں ہیں۔ اور شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ تابعین شیخ ابن عربی سے تھے۔ پس آپ کی سیر فوق تعین، ذات سے تھی کیونکہ سُکر حال و قال سے ظاہر ہوتا ہے +

شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۹۸۳ھ ہجری میں واقع ہوا۔ آپ کا اور آپ کے بھائیوں کے مزار آپ کے والد ماجد کے مزار کے پہلو بہ پہلو واقع ہیں۔ مگر شیخ احمد پدر عبد النبی شہید کا مزار شاہ آباد میں ہے۔ آپ کا انتقال ۹۷۷ھ ہجری میں ہوا۔ اور آپ کے فرزند مذکور کی شہادت ۹۹۱ھ ہجری میں ہوئی +

شیخ جلال ہانیسری

چونکہ حضرت مخدوم صاحب کو شیخ فنا فی اللہ شیخ جلال ہانیسری کے ساتھ بھی محبت و نسبت تھی اور بوجہ پیر بھائی ہونے کے آپ کی صحبتہائے و مجالس شائستہ گذری ہیں۔ لہذا کسی قدر آپ کا ذکر بھی اس جگہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے +

آپ اعاظم خلفائے حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ سے تھے۔ اور علوم ظاہری سے بھی بہرۂ تمام رکھتے تھے۔ حالت استغراق اکثر آپ پر غالب رہتی۔ حتیٰ کہ باواز بلند آپ حق حق کہا کرتے تھے۔ آپ نے عمر درازپائی۔ کیونکہ آپ کا انتقال بعمرہ ۹۵ سال ۹۸۹ھ ہجری میں ہوا۔ اور اپنے شہر میں مدفون ہوئے +

حضرت خواجہ صاحب اپنے والد ماجد سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ جلال کے ایام اقتضا دموت، بہت طویل ہوئے۔ اور اس سبب سے لوگوں کے درمیان اضطراب اور شورش عظیم پیدا ہوگئی +

کہتے ہیں کہ جب پندرہ دن کے بعد آپ کو کچھ ہوش آیا۔ شیخ نظام جو آپ کے خلفائے عظام سے تھے، بہت تنگدل ہوئے اور عرض کیا حضرت یہ کیا حال ہے۔ اس حالت میں بیہوش درد و تمام یہ بیت پڑھی ؎

قومے زوجود خویش فانی   رفتہ زحروف و معانی

جب خواجہ صاحب نے آپ کی یہ حکایت ختم کی تو آپ کے گلے میں ہچکی بندھ گئی۔ اور رخساروں پر اشک ٹپکنے لگے۔ ایک عرصہ تک آپ سرنگوں رہے +

حضرت جلال کی تالیفات سے بہت سے رسائل مفیدہ ہیں۔ تھوڑا بیان آپکے رسالہ ارشاد الطالبین سے اس جگہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے:۔

آپ لکھتے ہیں کہ عشاق صرف منازل کشف و کرامات ہی پر بیٹھے نہیں رہتے بلکہ آگے بھی ترقی کرتے ہیں۔ اور کسی چیز سے مقید نہیں ہوتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عبادت، زہد اور تقوٰی طہارت اور ریاضت سے احتراز رکھتے ہیں اور اُسے حقیر جانتے ہیں۔ بلکہ وہ خون پیتے ہیں، جان ہلاک کرتے ہیں اور گم ہو جاتے ہیں۔ اور پیش از مرگ مرجاتے ہیں اور حق تک پہنچتے ہیں۔ اس جگہ اکثر مدعیان سلوک اور جہال صوفیہ راہ خطا اختیار کر کے گمراہ ہو گئے ہیں العیاذ باللہ من ذالک +

سلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین سے نقل کیا گیا ہے۔ انما حرمان الوصول فی تضیع الاصول والاصول رعایۃ الشریعۃ والطریقۃ کہ حرمان وصول کے ضائع کر دینے میں ہے اور اصول شریعت و طریقت کی مراعات کرنا ہے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے۔ تلاوۃ القرآن والاشتغال بالعلوم الشرعیۃ امور حسنۃ لکن شان الطالب شان اُخر کہ تلاوت قرآن مجید اور اشتغال بعلوم دینیہ امور حسنہ ہیں لیکن طالب کی کچھ اور ہی ہے۔ سو یہ نظر بزوائد و نوافل کہا گیا ہے۔ کیونکہ طالب حق کا کام ادائے فرائض کے بعد شغل بہ باطن ہے نہ اشتغال بکثرت نوافل و اعمال جوارح انتہٰے +

ملاقات حضرت مخدوم صاحب و شیخ کمال

حضرت شیخ جلال رحمۃ اللہ علیہ کی اثنائے ملاقات و مجالس میں حضرت مخدوم صاحب کی ملاقات حضرت شیخ کمال سے بھی ہوئی۔ اور برسوں تک رہی۔ اس اثنا میں بہت کچھ فوائد ظہور پذیر ہوئے +

ابتداءِ ملاقات کی اس طرح ہوئی کہ آپ شیخ جلال کی خدمت میں حاضر تھے

کہ ایک شخص بصورت اہلِ سپاہ خانقاہ میں آئے۔ حضرت شیخ نے اُن سے معانقہ کیا اور حلقہ میں بیٹھ گئے۔ اور اُن کو فوجی لوگوں میں سے جان کر بادشاہ اور سپاہ کی خبریں دریافت کرنے لگے۔ وہ شخص ان سوالات سے حیران ہُوا۔ اور شوریدہ ہو کر کہنے لگا۔ کہ اے شیخ اگر کوئی مسکین، مساکین اِس راہ سے انوارِ الٰہیہ اقتباس کرنے کی غرض سے آئے۔ تو آپ کو زیبا نہیں کہ آپ اس سے شاہ و سپاہ کی خبریں پوچھنے لگیں۔ اگر آپ اس قسم کی خبریں پوچھنا چاہتے ہیں تو برسرِ راہ نشست رکھیں اور راستہ سے گذرنے والوں سے یہ خبریں پوچھتے رہیں آپ نہایت حلم اور بُردباری کے ساتھ معذرت کرنے لگے۔ حضرت مخدوم صاحب اس مجلس میں موجُود تھے۔ آپ نے اس شخص کے جذبہ اور بے تعلّقی کو دیکھ کر ارادہ کیا۔ کہ جب وہ اس مجلس سے رُخصت ہو کر باہر نکلے۔ آپ آن کر اُس سے مُلاقات کریں اور پتہ و نشان دریافت کریں۔ چنانچہ آپ نے باہر آ کر اُن سے مُلاقات اور معانقہ کیا۔ بحکم جبو القلوب یتشاھد رگِ موانست جوش زن ہوئی اور مودّت و محبت دونوں کے درمیان قائم ہو گئی۔ اس کے بعد اُنہوں نے ظاہر کیا کہ **کمال** میرا نام ہے اور پائل میں سکونت رکھتا ہوں۔ اگر دنیا میں صحبت رکھنے کا خیال ہو آپ وہاں تشریف لائیں۔ پائل ایک بستی کا نام ہے جو سرہند سے قریباً چار پانچ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے +

جب آپ سرہند گئے تو وہاں سے آپ قریہ پائل بھی گئے اور شیخ کمال کو دریافت کیا۔ دونوں کی صحبتیں گرم ہوئیں اور محبت و الفت بڑھتی گئی۔ یہاں تک شیخ کمال عیال و اطفال کے حضرت مخدوم صاحب کے مکان پر آتے اور کئی کئی دن رہ کر اپنے گھر واپس جاتے بالجملہ حضرت مخدوم صاحب کو اُن سے فوائد بیشمار حاصل ہوئے اور اثنائے مصاحبت و مجالست میں آپ نے اُن کے بہت سے غرائب معاملات و خوارق عادات معائنہ کئے۔ اور اس جگہ صرف اسی قدر پر کہ حضرت مخدوم صاحب اور مخدوم زادگانِ عالیشان کی زبانِ مُبارک سے سُنے حوالۂ قلم کئے جاتے ہیں +

آپ اگرچہ محبُوبانِ اویسی المشرب سے تھے لیکن بظاہر شیخ فضیل سے انتساب و ارتباط رکھتے تھے +

شیخ فضیل کا سلسلہ نو واسطوں سے شیخ ابومحمد الانس حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملجاتا ہے۔ کیونکہ شیخ فضیل جو ارادت سید گدا رحمٰن ثانی سے رکھتے تھے

وہ سید شمس الدین عارف سے وہ سید گدا رحمٰن اول سے وہ سید شمس الدین صحرائی سے وہ سید عقیل سے وہ سید بہاؤ الدین سے وہ سید عبدالوہاب سے وہ سید شرف الدین سے وہ سید عبدالرزاق سے وہ اپنے والد ماجد غوث الثقلین حضرت محبوب سبحانی قدس سرہٗ سے +

شیخ کمال شوریدگی اور آشفتہ سری سے اکثر جزائر و دشت و بیابان میں پھرا کرتے تھے، جہاں دانہ پانی نام کو نہ ہوتا۔ اور جب کھانے پانی کی احتیاج ہوتی تو ایک جگہ لیٹ جاتے اور وہاں بستی ظاہر ہو جاتی اور وہاں کے لوگ آپ کو بہ تعظیم و تکریم آکر بٹھاتے اور دعوت کرتے۔ اور بمصداق ابیتُ عند ربی[1] آپ کھانا کھاتے۔ صبح جب آپ نیند سے اُٹھتے نہ شہر ہوتا نہ بستی اور نہ لوگوں کا نام و نشان۔ کہتے ہیں کہ آپ نماز جماعت میں کم آیا کرتے تھے +

آپ کے مریدوں میں سے ایک درویش بیان کرتا ہے کہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ وہ قضائے حاجت کے لئے گیا۔ اور قضائے حاجت کے بعد جب آبدست کرنے آیا دیکھا کہ ایک جگہ دروازہ کھلا ہوا ہے اور اُس کے اندر باغ نظر آ رہا ہے۔ یہ درویش آگے بڑھ کر باغ میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ باغ کے اندر ایک حوض بھرا ہوا ہے۔ اور اُس کے کنارے پر کئی ایک لوگ جماعت سے نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے امام شیخ کمال رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ درویش کو حیرت پر حیرت ہوئی۔ اور آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو اُسی پہلے مقام پر دیکھا جہاں سے کہ اس نے قضائے حاجت کا قصد کیا تھا +

نیز حضرت مخدوم صاحب آپ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک روز آپ خرابۂ ویرا میں ایک گور پر جو اولیاء اللہ میں سے ایک ولی کی قبر تھی۔ پیشاب کرنے لگے۔ اُح اُح کی آواز نکلی۔ جب شیخ کمال نے آواز سُنی۔ نہایت شورش کے ساتھ کہا کہ اے فلاں شخص قدر برسیں تم کو مرے ہوئے گذریں اور تم خاک میں ملگئے لیکن اُح اُح نہیں چھوڑی۔ یہ کہکر

---

[1] اشارہ ہے حدیث شریف کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صوم وصال رکھا کرتے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ہم بھی صوم وصال رکھا کریں۔ فرمایا نہیں تم کو طاقت نہیں۔ ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی میں تو اپنے پروردگار کے پاس شب باشی کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور صوم وصال یہ ہے کہ شب و روز روزہ رکھے۔ صرف شام کو روزہ افطار کیا جاتا ہے وبس کم سے کم مدت صوم وصال کی چالیس دن ہیں +

اُٹھ کر چلے گئے +

حضرت مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص بہ نیت مشاہدۂ خوارق آپکے پاس آتا سخت بیزار ہوتے +

ایک دفعہ مولنا صالونی جو اعاظم علمائے عصر سے تھے مع اپنے تلامذہ کے بہ نیت مشاہدۂ کرامات آپ کے پاس آئے۔ آپ نے اُن کے مقصُود سے آگاہی پاکر نہایت غیظ و غضب کرنا شروع کیا۔ اور مولنا کی طرف پتھر پھینکنے شروع کئے اور کہنے لگے کہ اے صالونی تو کمال کی کرامات دیکھنے کے لئے آیا ہے۔ مولنا نے یہ حال دیکھ کر فرار اختیار کیا۔ اور شیخ بہت دُور تک پتھروں سے حملہ کرتے رہے +

نیز آپ شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک روز شیخ نے فرمایا کہ لوگ گنج شکر و سلطان المشائخ اور یہ اور وہ کہتے ہیں فلاں فلاں سے بے خبر ہیں کہ اُن کا مرتبہ ان سے کم ہے اور فلاں فلاں سے مراد شیخ کے خود اپنے فرزندان عالی مقدار سے تھی +

نیز آپ کے (یعنی حضرت مخدوم صاحب کے) فرزندان عالی مقدار آپ سے نقل کرتے ہیں کہ جب شیخ اسرار و معارف بیان کرنے پر آتے تو بعض اوقات وہ دقائق و اسرار بیان کرتے۔ سامعین مہارت علمی رکھنے کے باوجود تامل و تفکر بسیار کے بعد حل کر سکتے اور سمجھتے ؎

ارباب بقا زندہ بجان دگر اند | بیروں ز دو کون در جہانے دگر اند
کس پے بزبان حال ایشاں نبرد | ایں طائفہ گویا بزبان دگر اند

ایک روز آپ نے خواجہ محمد معشوق کے احوال کے ضمن میں بیان فرمایا کہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت شیخ کمال بھی اسی عالم سے تھے اور ایک یار ون مقبول سے تھے +

نیز میں نے حضرت مخدوم صاحب کی زبان مُبارک سے سُنا کہ آپ نے فرمایا کہ جب نظر کشف کھول جاتی ہے تو حضرت غوث الثقلین کے بعد مشائخ سلسلہ علیہ قادریہ میں شیخ کمال جیسے بہت کم نظر آئے ہیں +

آپ نے ۸۰ برس کی عمر پائی اور ۱۹۔ جمادی الاخری ۹۸۱ھ ہجری کو انتقال کیا اور قریہ کینتھل میں جو مضافات سرہند سے ہے مدفون ہوئے +

آپ کے بعد آپ کے بیٹے شاہ سکندر آپ کے سوا رثِ احوال و

دمواجید خوارق عادات کے وارث ہوئے ایک مدت تک بجذبات و حالات عظیمہ اپنے آبائی سلسلہ سے فیض پہنچاتے رہے +

مخدوم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ آفتاب کی طرف نظر جا سکتی ہیں، لیکن شاہ سکندر کے دل پر غلبۂ نور کی وجہ سے نظر نہیں ٹھیر سکتی شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۲۳ ہجری میں وفات پائی ع

چمن را تر و تازہ آراستند　　چو شبنم نشستند و برخاستند

ایک روز حضرت خواجہ صاحب (یعنی حضرت مجدد الف ثانی) قدس سرہٗ نے مجذوبوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت والد ماجد لاہور تشریف لے گئے۔ اس سفر میں میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ صلحا میں سے ایک درویش نے آن کر شاہ رفیق اللہ کا جو اس دیار کے مغلوبوں اور مجذوبوں میں سے تھے، حال بیان کیا کہ آج میں نے شاہ کو فلاں فلاں مقام پر ہنستے اور قہقہہ لگاتے ہوئے دیکھا۔ میں نے اُن سے اس کی وجہ پوچھی۔ کہنے لگے کہ میں فلاں فلاں مقام پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک گھسیارا (گھاس کاٹنے والا)، سر پر گھاس کا گٹھا لادے اور درانتی کمر میں باندھے ہوئے آیا اور ایک جگہ گھاس کا گٹھا اتار کر رکھ دیا۔ اور قضائے حاجت کے لئے چلا گیا۔ جب قضائے حاجت سے فارغ ہوا۔ فرشتوں کا ایک جھُنڈ اُترا۔ اور اُسے اُٹھا لے گیا۔ اور رجال الغیب کی جماعت میں داخل کر دیا۔ میں اس وقت اُس گھسیارے کو اور اُس کی کمر سے جو ہنسیا بندھا ہوا تھا دیکھ رہا تھا اور اُس کے کپڑے کو بھی دیکھ رہا تھا جو اُس کے ستر کی جگہ سے کھلا ہوا تھا۔ اور میری ہنسی کی وجہ یہ کہ شاید اُس جگہ ایک گھسیارا درکار ہے اور اُس کے ہنسنے کی بھی ضرورت واقع ہوئی ہے +

حضرت مخدوم صاحب کی سیر و سیاحت

اوپر ہم نے ذکر کیا تھا کہ حضرت مخدوم صاحب کی سیر سیاحت کے حالات آگے چل کر لکھے جائیں گے۔ چنانچہ اس جگہ اُس وعدہ کا ایفا کیا جاتا ہے +

جب آپ اکتساب علوم و فنون سے فارغ ہوئے تو آپ کے دل میں اہل اللہ کے دریافت کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ تاکہ آپ اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ استفاضہ

کریں۔ لہذا اول آپ نے بلاد و ممالک ہندوستان کی سیر و سیاحت شروع کی۔ اس سفر میں آپ نے عہد کیا کہ آپ کسی جگہ اسرار و معارف کی تفصیل میں لب کشائی نہ کرینگے اور جس شخص سے آثار رشد دیکھینگے اُس سے ارادت نہ کرینگے۔ بلکہ اُس کی صحبت ہی میں بیٹھینگے۔ اس سفر میں آپ نے بہت علمائے عامل اور عرفائے کامل سے ملاقات کی۔ اسی ضمن میں آپ کا گذر رُہتاس پر ہوا۔ وہاں آپ شیخ الہداد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نہایت مُعمّر بزرگ تھے اور بہت سے بزرگوں کو دیکھے تھے +

آپ بیان فرماتے ہیں کہ شیخ الہداد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی راہ کی نہایت، نہایت نہیں ہے۔ مگر راہ حق کی نہایت ہے + میں آپ کا یہ کلام سُن کر نہایت متعجب اور حیران ہوا۔ کیونکہ بظاہر جمہور محققین کے بالکل برخلاف معلوم ہوتا تھا کیونکہ انہوں نے کہا ہے منازل الوصول لا ینقطع ابد الآبدین کہ وصول اِلی اللہ کی منزلیں ابد الآباد تک طے نہیں ہوسکتیں۔ بسیار غور و فکر کے بعد معلوم ہوا کہ معنی آپ کے قول کے یہ ہیں کہ کسی چیز کی ذات نہیں ہے مگر اعتباری، کیونکہ تمام اشیاء بجز وجوہ و اعتبارات کے اور کچھ نہیں ہیں اور وجوہ و اعتبارات کی کوئی انتہا نہیں ہے بخلاف راہ وصول اِلی اللہ کے ذات اقدس پر منتہی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب عارف کو سیر صفات و شیونات سے نکال کر مقام سر میں پہنچاتے ہیں تمام وجوہ و اعتبارات مقصورہ کوتاہ ہوجاتے ہیں اور اُس کا سیر ذات بحت تک منتہی ہوتا ہے۔ اس کے بعد سیر راہ میں رہتا ہے اور دست ادراک دامن حقیقت سے کوتاہ رہتا ہے۔ اسی سیر کو لا ینقطع ابد الآبدین کہا ہے۔ اور سیر اسماء و صفات سیر تفصیل ہے اور انتہا و نہایت نہیں رکھتا +

ہمارے خواجہ صاحب قدس سرہٗ حضرت مجدد الف ثانی اپنے والد ماجد سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک روز مجلس ذکر سرگرم تھی۔ بعد از فراغت ذکر شیخ الہداد نے فرمایا کہ ذکر تصفیہ و انجلائے قلب کے لئے ہے۔ کیونکہ بمنزلہ آئینہ کے ہے کہ جب اُس پر زنگ بیٹھ جاتی ہے تو اُسے صیقل کرتے ہیں۔ تاکہ روشنی قبول کرے اور وہ ذکر خفی سے حاصل ہے۔ اور یہ نہیں کہ دل لوہے کا ٹکڑا ہے کہ اُس پر ضربات شدید لگانا چاہئے +

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ مشائخ کرام نے ذکر جہری اختیار کیا ہے۔ خواہ بطریق اَرّہ یا بدون اس کے بحکم آیۂ کریمہ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَۃً اختیار کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے دل کو سنگِ آہن سے بھی زیادہ سخت جانا ہے اور چاہا ہے کہ شدتِ حرارتِ ذکر سے قالب غلیظ و جوارح کثیفہ متاثر ہوں۔ اور جنہوں نے ذکر خفی و جلی دونوں کئے ہیں اُن کے وجوہات بھی مشہور و معروف ہیں +

از انجملہ حدیث مشہور ہے۔ جس میں حضرت صدیق اکبر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی قرأت کا حال مذکور ہے۔ بہرکیف بمفادِ لِکُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا طریق اکابر کا بیان کر رہا ہے +

نیز جب آپ بلدہ رہتاس پہنچے تو مولنا محمد بن فخر صاحب توضیح الحواشی کے درس میں بھی تشریف لے گئے۔ علامہ موصوف زہد و تقوےٰ سے موصوف اور علمائے کرام میں مشہور و معروف تھے +

ایک روز آپ فاضل ہندی علامہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ جو اُنہوں نے مصباح پر لکھا ہے پڑھا رہے تھے۔ اور اسی ضمن میں بہت سے فوائد اپنی طرف سے بھی بتاتے جاتے تھے، حاشیہ طویل الذیل ہے۔ ایک جگہ آپنے قاضی شہاب الدین کے حاشیہ پر ایک اعتراض لکھا تھا۔ قاضی شہاب الدین کے کلام پر جرح و قدح کے طور پر لکھا تھا۔ جب آپ کے تلمیذ نے اس اعتراض کی عبارت پڑھی حضرت مخدوم صاحب نے اعتراض پر غور و تدبر کیا تو معلوم ہوا کہ اعتراض قاضی شہاب الدین کے کلام پر کسی طرح چسپاں نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ آپ نے عہد کیا ہوا تھا کہ اس سفر میں اسرار و معارف کے بیان پر لب کشائی نہ کرینگے۔ اس لئے بجز خاموشی کے کوئی چارہ نہیں دیکھا۔ لیکن جب مولنا اس حاشیہ کو پڑھا کر فارغ ہوئے، حضرت مخدوم صاحب کے حفظ پیمان کی برکات سے خود مولنا موصوف اپنی خطا پر مطلع ہوئے۔ اور اس اعتراض کو قلم زد کر دیا۔ اور فرمایا کہ ہم نے قاضی شہاب الدین کے کلام کے کچھ اور ہی معنی لئے تھے یہ تو بہت صاف ہے اور اس کے صحیح معنی یہ ہیں۔ چنانچہ پھر علامہ موصوف نے اس کے صحیح معنی بیان کئے۔ حضرت مخدوم صاحب اُن کے اس انصاف و اصلاح اور اپنے عہد پر اپنی ثابت قدمی پر حق تعالےٰ کا شکر بجالائے۔ اور اس مجلس سے

رخصت ہوئے +

ہم نے بعض فضلاے صدوق سے سُنا ہے کہ مولٰنا محمد موصوف ایک دن ایک جماعت علما کے ہمراہ اپنے شہر کے ایک باغ میں گئے جب آپ اُن کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ تو اُنھوں نے آپ کا ہر چند تجسُّس کیا۔ لیکن کچھ پتہ نہیں چلا کہ کہاں چلے گئے +

نیز آپ نے اپنے والد ماجد سے اس معرفت عظیمہ کے متعلق کہ "ذات اقدس حق سُبحانہٗ وتعالٰے ہر چند کہ بسیط ہے۔ لیکن اُس کے لئے ایک وسعت ہے بیچون کہ تیز و چون و چگونگی کو اُس میں ذرا دخل نہیں ہے" نقل کرتے ہیں کہ آپ نے بیان فرمایا کہ میں اثناے سیاحت بنگالہ میں ایک شہر میں پہنچا۔ اُس شہر میں ایک درویش تھا **بوھان** نامی۔ یہ درویش اُس شہر کی ایک مسجد میں شب عبادت الٰہی اور گریہ زاری میں کاٹتا۔ اور میرے ساتھ بہت محبت و مہربانی ظاہر کرتا۔ اور کتنا ہی چند روز صحبت گذاریں۔ لیکن چونکہ وہ بعض امور بدعت کا ارتکاب کرتا تھا۔ میرے دل نے اُس کی ہم صحبتی قبول نہیں کی۔ یہ درویش بسا اوقات ایک ہندی شعر پڑھا کرتا۔ اور درد و غم سے اشک بہایا کرتا تھا۔ مضمون اُس شعر کا یہ ہے کہ میں اپنے معشوق کی لطافت سے حیرت میں ہوں اگر کہا جائے کہ وہ اس قدر نزاکت رکھتا ہے کہ بال کی بھی اُس میں گنجائش نہیں تو لائق و زیبا ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ اُس کے انبساط و اتساع کے باعث تمام عالم اُس میں گم ہے تو یہ بھی روا ہے ؎

نمکدانے بتنگی چوں دل مور　　نمک چنداں کہ در عالم فتد شور

اسی سفر میں آپ کا گذر شہر جونپور میں بھی ہوا۔ اور یہاں آپ نے حضرت سیّد علی قوام قدس سرہٗ کی صحبت بابرکت سے بہت کچھ فوائد حاصل کئے +

سیّد علی قوام قدس سرہٗ صاحب شکر و وجد و سماع اور متوکل علی اللہ بزرگ تھے۔ خواجہ معین الدین سنجری کے سلسلہ میں اور شیخ بہاؤالدین جونپوری کے مرید تھے۔ تین واسطوں سے شیخ نصیر الدین سے مل جاتے ہیں +

آپ سے منقول ہوا ہے کہ آپ نے جناب سرور کائنات علیہ الصّلٰوۃ والسّلام کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا علی تم طلب حریف کرتے ہو اور خلق سے کچھ نہیں چاہتے

عرض کیا یا رسول اللہ حریف بھی آپ ہی کی طفیل ہے اور اگر طلب ہے آپ ہی کی طفیل ہے علی بیچارہ کیا چیز ہے۔ فرمایا لے علی خلق اللہ کے لئے دُعا کرو کہ اُس کے حق میں تمہاری دُعا مقبول ہوگی۔ آپ نے سنہ ۹۰۰ ہجری میں وفات پائی۔

بالجملہ یہ کہ جب حضرت مخدوم صاحب کو اس سفر میں فوائد و برکات بے انتہا حاصل ہوئے۔ تو آپ نے اپنے وطن مالوف مراجعت کی اور تا حین حیات آپ سرہند ہی میں رہے۔

آپ تمام علوم میں مہارت رکھتے تھے اور جملہ کتب معقول و منقول بلا تکلف نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ پڑھایا کرتے تھے۔ اور بالخصوص فقہ اور اصول فقہ میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ چونکہ آپ نے علوم رسمیہ کے ساتھ علوم باطنی و حضوری کو بھی جمع کیا تھا۔ اس لئے آپ بمصداق حدیث شریف لان یھدی اللہ بک رجلاً واحداً خیرلک من الدنیا وما فیھا (اگر اللہ تعالٰے تمہارے ذریعے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت کرے تو یہ (تمہارے حق میں) دنیا وما فیہا سے بہتر ہے) ہمیشہ سجادۂ افاضہ پر مستعد رہتے اور سائلین کو برکات و فوائد یقینیہ سے مستفیض کیا کرتے۔ اور بعض کتب تصوف مثل عوارف المعارف اور فصوص الحکم وغیرہ کا بھی درس دیا کرتے تھے۔ ارباب شوق و اصحاب ذوق دور نزدیک سے ان کتابوں کو سُننے اور پڑھنے کے لئے آپ کے پاس آتے اور استفادہ کرتے۔

قدوۃ المشائخ جناب شیخ میرو جو آج کل شہر لاہور میں سکونت فرما اور نہایت عزلت پسند ہیں آپ کے تلامذہ فصوص الحکم سے ہیں۔

الغرض آپ آگاہی و اطلاع اسرار ارباب توحید وجود اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ الانور کے دقائق و معارف کے حل کرنے میں مرتبۂ عالی اور ید طولےٰ رکھتے تھے۔ اور انہیں کے مشرب و مسلک پر تھے۔ اور اگرچہ مقتضائے ان علوم و حالات کا زیادہ تر سکریات و شطحیات ہیں۔ لیکن بوجہ عالی فطرتی و بلند ہمتی بلکہ بعض عنایت حق سبحانہٗ آپ کا حال شیخ ربانی ابو سلیمان دارانی کے اس کلام ثمرۃ الالہام ربما یقع فی قلبی النکتۃ من نکت القوم ایاما فلا اقبل منہ الا بشاھدین عدلین الکتاب والسنۃ (بسا اوقات نکات قوم میں سے کوئی نکتہ کئی دنوں تک میرے

قلب پر واقع ہوتا رہتا ہے تو مَیں اُسے قبول نہیں کرتا مگر دو شاہد عدل کی شہادت کے بعد اور وہ شاہد عدل کتاب و سنت ہیں) کے مطابق جو حال کہ کتاب و سنت کے برخلاف ہوتا خواہ آپ اُسے اپنی جانب سے دیکھتے یا اور کسی طرف سے اس کا مطلق اعتبار نہ کرتے۔ یہ ہے نشان آپ کے صحت احوال و صداقت اقوال خلوص اعمال کا +

آپ کا وہ کلام بھی آپ کے صداقت احوال کا شاہد عدل ہے جو آپ نے شیخ عبد الغنی کی مُلاقات کے بعد فرمایا یعنی توحید وجودی کی تردید کرتے ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب اپنے والد ماجد سے قصّہ شیخ عبد الغنی کی مُلاقات کا اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ مدت سے شیخ عبد العزیز کی مُلاقات کے خواہشمند تھے شیخ عبد العزیز شہر سونی پت کے ایک معمّر درویش تھے +

حضرت مخدوم صاحب نے آپ کا ایک قصہ سُنا ہُوا تھا۔ وہ یہ کہ آپ کہتے تھے کہ ہمارے پیر بزرگ ہمارے نانا تھے۔ جب آپ وفات پانے لگے۔ تو آپ نے مجھے بُلایا۔ تاکہ القائے نسبت فرمائیں، مَیں آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپ نے اس راز کا بیان کیا۔ دوسرا درویش جو آپ کی خدمت میں حاضر تھا، سُنتے ہی جاں بحق تسلیم ہُوا۔ اور مَیں ویسے کا ویسا ہی حیران و سراسیمہ کھڑا رہا۔ للمولف

چہ راز بود کہ شب از تو بر زباں بگذشت کہ روز عمر جہانے بر جاں بگذشت
بگوش صید ندانم زبان تیغ چہ گفت کہ در سماع در افتاد و ہمدراں بگذشت

صرف اسی وجہ سے حضرت مخدوم صاحب اشتیاق رکھتے تھے کہ آپ ان سے مُلاقات کریں۔ اتفاق سے موقع ایسا ہُوا کہ خود شیخ صاحب موصوف ہی ایک مہم کے لئے سرہند سے گذرے۔ جب قافلہ آنکر سرہند کی سرائے میں اُترا حضرت مخدوم صاحب آپ کی خدمت میں پہنچے۔ بعد مجالست و مخالطت کے تخلیہ کے خواہشمند ہوئے۔ اور اُس راز کے اظہار کا التماس کیا۔ شیخ نے بیان کیا +

جب حضرت مخدوم صاحب آپ سے رخصت ہوئے شیخ جمیل الدین نے جو ایک فاضل صاحب دل اور آپ کے خلفاء سے تھے دریافت کیا۔ کہ کیا آپ نے وہ راز آپ سے استفسار کیا۔ فرمایا۔ ہاں، مَیں نے دریافت کیا۔ پوچھا۔ پھر وہ کیا راز تھا۔

فرمایا یہی مسئلہ جس پر ہم ہیں اور ہمارا حال و مشرب ہے۔ یعنی یہ سب کچھ نظر آرہا ہے۔ واحد حقیقی ہے کہ بعنوان کثرت نمودار ہوا ہے۔ لیکن چونکہ وہ درویش (جو یہ راز سنتے ہی جاں بحق ہوا) سادہ لوح تھا اس راز کا تحمل نہ کر سکا اور ہلاک ہو گیا۔ اور شیخ عبدالغنی چونکہ ذی علم صاحب تمکین اور آشنائے راز تھے اپنی جگہ قائم رہے۔

اس کے بعد آپ نے نسبت توحید کے متعلق معارف علیہ بیان فرمائے اور فرمایا کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے (یہ بیان ہے توحید شہودی کا) کہ پیش از ظہور حقیقت توحید کا بعض مبتدی و متوسط پر اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے کہ محب کی نظر میں غیر محبوب بھی محبوب نظر آنے لگتا ہے۔ اور کثرت موہومہ لباس وحدت میں ظاہر ہونے لگتی ہے۔

چنانچہ ایک درویش نے بیان کیا کہ میں ایک شہر میں راستہ سے جا رہا تھا کہ ناگاہ میری نظر ایک حسین عورت پر پڑی جو اپنے بام پر ٹہل رہی تھی۔ اس کے بعد وہ عورت تو چھپ گئی اور میں بیخود ہو گیا۔ جب اس حالت میں میں نے اپنے آپ کو دیکھا تو میں نے بالکل ہو بہو اسی کی شکل و صورت اور رنگ و لباس میں پایا۔ یہاں تک کہ میں اس نظارہ سے شرمگیں ہوا اور اپنے آپ کو ایک طرف کیا ع

در عشق چنیں بو العجبیہا باشد

اس حکایت کے بعد آپ نے فرمایا کہ اشیائے متکثرہ کیونکر عین واحد حقیقی ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ یہ کثرت موہومہ ہے۔ یعنی حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے ظلال (مظاہر) اسماء و صفات کو مرتبہ حس و وہم سے ظاہر کر کے عالم کے نام سے موسوم کیا ہے۔ لیکن درحقیقت خارج میں موجود نہیں ہے۔ مگر ذات و صفات حق سبحانہٗ پس موہوم (یعنی کثرت موہومہ) کیونکر عین موجود حقیقی ہو سکتی ہے۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق خواجہ صاحب نے اپنے مکتوبات میں متعدد جگہ کی ہے۔ من اراد الاطلاع بہا تفصیلاً و اجمالاً فلیرجع الیہا علماً و حالاً۔

الغرض حضرت مخدوم صاحب نے اپنی حیات مستعار انہیں افادات و افاضات میں گذاری۔ آپ کی کمال بےنفسی اور تفرید کا یہ حال تھا کہ باوجود کثرت تلامذہ کے کسی کو آپ اپنی خدمت کے لئے نہیں کہتے اور اکثر حوائج و ضروریات خانگی خود ہی انجام دے لیتے تھے۔ اتباع جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و التسلیمات میں آپ

اس قدر سرگرم تھے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا کہ آپ نے کسی سنت کو ترک کیا ہو۔ کہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکتا آپ تہبند باندھتے اور پاجامہ نہ پہنتے۔ اور نعلین ذوقبالتین استعمال کرتے۔ اور باوجود طاعات و عبادات مفروضہ و مسنونہ بجا لانے اور ادعیہ ماثورہ پڑھنے کے بعض اوراد و وظائف مشائخ طریقت کے ساتھ بھی آپ از بس شوق رکھتے تھے۔ اور جہاں تک ہو سکتا آپ انہیں بھی پڑھتے پڑھاتے۔ توفیق عبادات نافلہ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے پائی تھی۔ چنانچہ اس کا بیان آگے کیا جائیگا +

سلوک طریقت آپ نے دوسرے سلسلوں سے حاصل کیا اور ببرکت ان طریقوں کے آپ نسبتہائے علیہ کو پہنچے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ لیکن غایت اخلاص و نہایت اشتیاق کا اظہار سلسلہ علیہ نقشبندیہ کے ساتھ کرتے رہے +

حضرت خواجہ صاحب (یعنی حضرت مجدد الف ثانی) بیان کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بادیہ کی شاہ راہ اور اس کے دائرہ کا مرکو علیہ نقشبندیہ کے ہاتھ آیا ہے۔ کیونکہ ان کی نسبت سب نسبتوں سے بلند و بالا معلوم ہوتی ہے +

نیز آپ فرمایا کرتے تھے ہر چند کہ ہم نے رسائل (مکتوبات) اکابر طریقت کی ذریعہ ان کے اوضاع و اطوار اور ان کے اسرار سے بہرہ پایا ہے۔ لیکن خواہش اس بات کی ہے کہ واقف کاران و رہنمایان اس سلسلۂ (نقشبندیہ) میں سے کسی کو حق سبحانہ وتعالےٰ اس طرف بھیجے اور وہ ہمیں اپنی دیار میں لیجائے۔ تاکہ ہم اس کے برکات صحبت سے اقتباس انوار کریں +

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں فرط آرزو و اشتیاق کے باعث آپ کو اپنے پیر حضرت خواجہ محمد الباقی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے فرمایا خود مجھے بھی ان کے دیکھنے کا بہت اشتیاق تھا۔ چنانچہ جب میں سرہند پہنچا تو میں نے آپ کی خبر دریافت کی معلوم ہوا کہ آپ کسی گاؤں میں تشریف لے گئے ہیں +

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جب میں نے حضرت خواجہ صاحب سے یہ حکایت سُنی تو میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ آیا دیگر اکابر مشائخ سلاسل پر بھی جمال نسبت نقشبندیہ جلوہ گر ہُوا ہے یا حضرت مخدوم صاحب کے ساتھ ہی تھا +

بعد ازاں جب میں آستانۂ علیہ حضرت خواجہ صاحب سے رخصت ہو کر شہر برہانپور آیا۔ تو حضرت شیخ سندی جو اس دیار کے اعاظم مشائخ سے اور جامع علوم حال قال تھے۔ اور صاحب تفسیر الانوار تھے اور شیخ لشکر محمد خلیفہ شیخ محمد غوث کے خلیفہ تھے۔ اور مجمل احوال ان بزرگوں کا انشاء اللہ تعالے چوتھے مقالہ میں لکھا جائیگا۔ میرے پہنچنے سے ایک سال پہلے انتقال کر چکے تھے۔ لہذا میں بتقریب تعزیت آپ کے فرزندوں کے پاس آیا۔

فرزند بزرگ آپ کے شیخ عبد الستار سجادہ نشین اور جوان قابل فاضل صاحب دل ہیں۔ فرمانے لگے ہمارے شیخ و والد ماجد اواخر عمر میں فرمایا کرتے تھے کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خلاصہ نسبتہائے مشائخ طرق نقشبندیہ ہے اور اب ہم اپنے آپ کو اسی نسبت پر رکھتے ہیں۔ یہ ہے اجمال نسبت نقشبندیہ کا) شاہد عدل دیگر۔ الحمد للہ والمنۃ کہ اس مقصد پر دو شاہد عدل کی شہادت قائم ہو گئی۔

حضرت مخدوم صاحب کی علوم دینیہ میں چند اچھی اچھی کتابیں ہیں۔ از انجملہ کتاب **کنوز الحقائق** و رسالہ **اسرار التشہد** ہے۔ آپ نے اس میں بہت سے نکات عالیہ بیان فرمائے ہیں اور واقفان اسرار سخن پر مخفی نہیں کہ یہ سب نکات اسرار کا فیضان حضرت واہب العطایا سے ہوا تھا اور آپ (بذریعہ الہام) اُن کے لکھنے پر مامور تھے۔ چنانچہ عنوان رسالہ میں اس امر کا اظہار بھی کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا ہے:۔

ھٰذا اسرار التشہد فی معراج النبی صلے اللہ علیہ وسلم افاضہ اللہ سبحانہ علی بفیضہ القدیم وفضلہ العمیم فابرزتہا امتثالا بامر المفیض الحکیم۔	یہ ہے بھید تشہد کا بیچ معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اللہ سبحانہ نے ہم پر بھیجا ساتھ فیض قدیم اور فضل عمیم کے۔ پس پہنچایا اسے از روئے امتثال کے ساتھ حکم فیض دینے والے حکیم کے۔

راقم الحروف چند نکتہ اُس رسالہ سے اس جگہ بھی نقل کرتا ہے:۔

۱

طلب معراج جو تعضرویت ہے بلسان استعداد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم واقع ہو، بدون سوال لفظی کے۔ کیونکہ طلب بلسان استعداد الزم واتم و قریب با جابت ہے

یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام رویت سے منع کئے گئے۔ کیونکہ آپ سوال کرکے طالب رویت ہوئے اور وہ بھی قبل استعداد +

باب

فی معنی التحیات للہ و الصلوات والطیبات وھی اظہار الکمال بصفات الجمال ونعوت الجلال بجمیع الانواع وبجمیع الاعتبارات للذات المستجمع بجمیع الکمال المنزہ عن النقص والزوال فانہ باعتبار قولی وفعلی وحالی اما القولی فکاظہار الانسان عظمۃ الحق سبحانہ وکمالہ باللسان واما الفعلی فکامتثال الاوامر واجتناب النواھی باتیان الاعمال البدنی والافعال الجسمی من العبادات وانواع الخیرات واستعمال کل عضو فیما خلق لہ ابتغاء لوجہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ واما الحالی فکاشتغال القلب والروح بکسب الکمالات العلمیۃ والعملیۃ والتخلق باخلاق الالٰھیۃ فان الانسان مامور بہ لیصیر الکمالات ملکۃ لنفسہ کما ورد فی الحدیث تخلقوا باخلاق اللہ ھذا بالنسبۃ الی مقام الفرق اما بنسبۃ مقام الجمع فالقولی

سب عبادات اللہ کے واسطے اور عبادت بدنی ومالی یہی ہے ظاہر ہونا کمالیت کا ساتھ اوصاف جمالیت کے اور اوصاف جلالیت کے ہر ایک نوع اور اعتبار کے ساتھ لذات کے لئے جو مجموعہ میں تمام کمالات پاک کا نقصان اور زوال سے۔ پس تحقیق وہ باعتبار قولی اور فعلی اور حالی کے ہیں۔ وہ جو قولی ہے پس جیسے کہ ظاہر کرنا آدمی کا خدا کی بزرگی کو اُس کی پاکیزگی اور کمالیت کا زبان کے ساتھ۔ اور وہ جو فعلی ہے جیسے کہ ماننا حکم کا اور بجا نہ لانا منہیات سے ساتھ کرنے اعمال بدنی اور افعال جسمانی کے عبادات سے اور اقسام خیرات سے اور استعمال کرنا ہر ایک اعضا کا اُس میں جو پیدا کیا واسطے اُس کے کوشش کرنا محض اللہ سبحانہٗ کیلئے اور وہ جو باعتبار حال کے ہے پس جیسے کہ مشغول ہونا دل اور رُوح کا حاصل کرنے کمالاتِ علمی اور عملی کے ساتھ اور خلق پکڑنا ساتھ خلق خداوندی کے ساتھ۔ کیونکہ آدمی اسی بات میں امر کیا گیا ہے۔ تاکہ کمالات اُس کے نفس کا ملک ہو جاویں جیسے کہ حدیث شریف میں وارد ہے یعنی اللہ کا خلق اختیار کرو۔ یہ نسبت ہے مقام فرق کی طرف۔ مگر وہ جو نسبت مقام جمع کے ساتھ ہے۔ پس اُس میں سے جو قولی ہے جیسے کہ

كذكره سبحانه تعريفات ذاتيه
بكمالات صفاتيه في ضمن الحروف
والكمالات في الكتب المنزلة
والفعلى كاظهار جماله وجلاله من
الغيب الى الشهادة ومن الباطن
الى الظاهرة ومن العلم الى العين
والحالى كتجلية سبحانه وظهوره
على نفسه بالفيض الاقدس
او اعتبار ذاتى وصفاتى وافعالى
فالذاتى كذكر الحق سبحانه بصفته
وجوب الوجود وانه منزه عن
الكل وسار في الكل بالكل اى بالحقيقة
جميع كمالاته واسماء صفاته و
بحيث لا مفاصلة في الاشياء كلها
اعلاها واسفلها من هذه الحيثية
اصلا والصفاتى كذكره سبحانه
بصفة العلم وبصفة القدرة و
الافعالى كتعظيمه سبحانه باللسان
او بالجنان بصفة الخالقية
والرزاقية او غير ذلك من الاسماء
والصفات الفعلية والمعتبر عند
العرفاء المحققين الثناء الذاتى
فانه شامل لجميع وجوه التعظيم
واوصاف الكمال بخلاف الثناء
الاسمائية الوصفية والفعلية

ذکر کرنا اُس پاک پروردگار کی اوصاف ذاتیہ کا
اُس کے اوصاف کمالیت کے ساتھ حرفوں میں
اور اُن کمالات کا جو کتب منزلہ میں ہیں۔ اور
جو نسبت مقام فعلی کی طرف ہے جیسے کہ ظاہر ہونا
اُس کی جمالیت اور جلالیت کا غیب میں کلمۂ شہادت
کے ساتھ اور باطن میں ظاہر کی طرف علم عین کے
ساتھ۔ اور وہ جو حالی ہے۔ جیسے کہ تجلّی ہونا اُس
پاک پروردگار کا اور ظہور اُس کا نفس پر فیض اقدس
کے ساتھ۔ یا وہ باعتبار ذاتی و صفاتی اور افعالی کے
ہے۔ اور وہ جو ذاتی ہے جیسے کہ ذکر کرنا حق سبحانہٗ
کا وصف وجوب الوجود کے ساتھ۔ اور تحقیق وہ ہر ایک
شے سے منزہ ہے کل میں ساتھ کل کے۔ لئے اُسکی
احدیت میں تمام کمالات اور اسما اور صفات اُسکے
اُس حیثیت کے ساتھ اور جملہ چیزیں ارضی اور سماوی
میں کوئی فرق نہیں اس حیثیت میں ہرگز۔ اور
باعتبار صفات کے جیسے کہ ذکر اُس پاک پروردگار
کا اُس کی وصف علم اور قدرت کے ساتھ۔ اور
باعتبار افعال کے جیسے کہ عظمت بیان کرنا اُس پاک
پروردگار کا زبان کے ساتھ۔ یا بشت کے وصف
خلاق اور رزاق میں یا ماسوائے اِس کے اُس کے
اسما اور صفات فعلیہ سے۔ اور محققین عارفوں کے
نزدیک اُس کی ثنائے ذاتی معتبر ہے۔ کیونکہ وہ ایک
وجوہ تعظیم اور اوصاف کمالیت کو شامل
ہے۔ بخلاف ثنائے اسمائے وصفیہ
اور فعلیہ کے۔ کیونکہ اُس تحدید اور

فانه یوجب التحدید فی التقیید ؞

تقیید واجب ہے ؞

۳ ب

اس رسالہ کے ایک اور مقام پر آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ لائق یہ ہے کہ شغلے التحیات للہ کو ہم قرب فرائض پر محمول کریں کہ حق سبحانہ تعالےٰ فاعل ہے اور بندہ آلۂ فعل

لانه لما تمت فقرة علیه الصلوة والسلام وارتفع من البین استحال ان یستند الیه شیء فیما یظهر منه فانما هو من الله سبحانه وتعالیٰ لا کالآلة کقوله علیه الصلوة والسلام لا احصی ثناءً علیک الخ وان الحق ینطق بلسان عمر ویمکن ان تجعله من قرب النوافل بتنزله الیه وارخاءه له نفسه فی البین انکساراله واظهاراً للعجز ؞

کیونکہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فقر تمام ہوا اور بینیت مرتفع ہوگئی۔ تو یہ ناممکن ہو کہ اب کوئی شے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیجائے بلکہ اب جو کچھ ظاہر ہو وہ حق تعالےٰ کی طرف سے تھا اور آپ بمنزلہ آلہ کے تھے جیسے آنحضرت صلی اللہ کا قول لا احصی ثناء علیک کما انت اثنیت علی نفسک اور قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وان الحق ینطق علی لسان عمر اور قرب نوافل پر بھی محمول کر سکتے ہیں اور قرب نوافل یہ ہے کہ بندہ فاعل ہو اور حق سبحانہ وتعالےٰ آلۂ فعل اس کے اثر کے ساتھ اس کی طرف اور نزدیک ہوتا ہے اس کے لئے نفس اس کا مابین عاجزی اور ظاہر کرنے عاجزی کے ؞

تمام اینجا کسے داں کز تمامی ۔۔۔ کند با خواجگی کار غلامی

او یجعل الوجود الموهوب له من الحق سبحانه بدل وجوده مضافاً الیه وان کان من الحق سبحانه مبالغة فی التنزیه او باعتبار مقام الدوران فی المقامات الثلث من قرب النوافل والفرائض والجمیع منهما من غیر تقیید بواحد منهما وهذا هو مقام مراد فی المختص بنبینا محمد

یاد کرتا ہے وجود کو جو بخشا گیا اس کے لئے حق سبحانہٗ سے بدل اس کے وجود کا اس کی طرف اگر ہو پاک پروردگار کی طرف سے مبالغہ اس کی صفائی میں۔ یا باعتبار مقام دوران کے مقامات ثلثہ سے قرب نوافل اور فرائض اور دونوں کے جمع کرنے سے سوائے قید کے، ایک ان دونوں میں سے اور یہ نزدیک تر مقام ہے جو خاص ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

صلی اللہ علیہ وسلم ◆

۴

اور اس رسالہ متبرکہ کے خاتمہ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میرے دل پر بعون اللہ تعالیٰ یہ امر وارد ہوتا ہے کہ آخر نماز میں قرأت تشہد کا حکم دینا اس بات کی خبر دیتا ہے کہ نماز مومنین کے لئے معراج ہے اور جب نماز مومنین کے لئے معراج ہے۔ تو وہ بھی انہیں احوالات عظیمہ و تشریفات عالیہ کی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج میں ظہور پذیر ہوئی رزقنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ جرعۃ من کاسہ صلی اللہ علیہ وسلم بلطفہ پھر تشہد کے بعد آنحضرت پر درود پڑھنے پر مامور ہونا اس بات کی خبر دیتا ہے کہ معراج مومنین متابعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حاصل ہوتی ہے اور کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود و صلوٰۃ بھیجنا اُن نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے۔ جو بین ہدایت آنحضرت صلے اللہ وسلم مسلمانوں کو پہنچیں۔ اور بالخصوص نماز میں آپ پر درود وسلام پڑھنا اس امر کی خبر دیتا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو معراج میں شریک کیا (بایں طریق کہ نماز اُن کی معراج ہے) تو ضروری ہوا کہ نماز میں بھی آپ پر درود وصلوٰۃ پڑھا جاوے ◆

نیز اس امر پر بھی ایما ہے کہ اگرچہ کملائے اُمت عروج و ترقی کرکے کتنے ہی مرتبۂ کمال کو پہنچ جائیں تب بھی وہ ربقۂ متابعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے باہر نہیں ہو سکتے۔ اور باوجود اس کمال کے آپ کے ابتدائی مقام تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ بلکہ ہمیشہ اُن کا سر آپ کے قدموں کے تلے ہے ◆

نیز اس امر کی طرف ایما ہے کہ اُن کا منتہائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا منتہائے معراج حق سبحانہ وتعالیٰ اور اُس کی تعظیم وتحمید کی طرف ۵

ربِ صل وسلم علی رسول اللہ مرحبا مرحبا رسول اللہ

بعض فوائد کا ذکر جو حضرت مخدوم صاحب سے نقل کئے گئے

حضرت خواجہ صاحب اپنے والد ماجد سے حکایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ جلال الدین، شیخ رکن الدین (حضرت مخدوم صاحب کے پیر) کی ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ شیخ رکن الدین نے اثنائے کلام میں فرمایا کہ اس عالم میں رویت و مشاہدہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے خواہ بچشم سر خواہ بچشم سر بغیر ایقان کے فائدہ نہیں اٹھا سکتا شیخ جلال الدین نے فرمایا کہ دریافت حقیقت اس امر کی ستر اسرار پر موقوف ہے۔ شیخ جلال الدین کی یہ توجیہ آپ کے دل نشین نہیں ہوئی +

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت والد ماجد سے پوچھا کہ آپ اور شیخ رکن الدین نے آخر اس قول کی ٹھیک توجیہ کیا قرار دی فرمایا اس واقع کو برسیں گذر گئیں کچھ یاد نہیں رہا۔ البتہ اس وقت جو حال دل پر وارد ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے مقام اتحاد میں ہی یقین ہے۔ بس چنانچہ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ شہود اثنینیت کو چاہتا اور مشاہدہ مغائرت کو +

ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ اکثر گروہ ہفتاد و دو ملت کہ ضلالت میں گرفتار ہوئے اور راہ حق گم، وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ لوگ طریق صوفیہ میں داخل ہوئے۔ اور کام انجام کو پہنچا کر غلطیاں کیں اور ضلالت میں پھنس گئے +

ایک اور مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت والد بزرگوار قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے علم سلوک میں ایک رسالہ دیکھا۔ اس رسالہ میں لکھا تھا کہ کھانے پینے میں حد اعتدال کو مد نظر رکھنا حصول مطلوب کے لئے کافی ہے۔ خیر اس مراعاۃ کے ساتھ ذکر و فکر کی کوئی احتیاج نہیں رہتی +

آپ کے خوارق عادات

آپ کے جس قدر خوارق راقم الحروف نے مخدوم زادہ ہائے عالیشان اور آپکے متعین بزرگواروں سے سُنے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ آپکے ایک مخلص صادق نے

آپ کے حجرہ کے پاس آ کر دیکھا کہ آپ مقتول و مقطوع الاعضا پڑے ہوئے ہیں اور تمام اعضا سر کے پاس رکھے ہوئے ہیں۔ درویش نے جانا کہ شاید یہ واقعہ دردی یا دشمنی کی وجہ سے واقع ہوا ہوگا۔ حیران و پریشان ہو کر آیا اور ایک شخص کو اس واقعہ کی خبر کی۔ جب دونوں حجرہ میں داخل ہوئے تو آپ کو صحیح و تندرست پایا۔ آپ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ دونوں حیران ہو کر قدموں پر گر پڑے۔ آپ نے فرمایا، جب تک میری حیات مستعار باقی ہے۔ افشائے راز نہ کرنا۔ جب ان لوگوں نے حقیقت راز دریافت کی۔ فرمایا، بیان کی وہاں تک گذر نہیں۔ لیکن آپ کی زبان حال حضرت مولانا روم کے یہ ابیات پڑھ رہی تھی ؎

دشمن خویشیم و یار آنکہ مارا میکشد — غرق دریائیم مارا موج دریا میکشد
نیست عزرائیل را بر عاشقان اُو رہے — عاشقانِ دوست را ہم عشق او میکشد
تشنگاں نعرہ زناں یالیت قومی یعلمون — نغمۂ صد جاں سپیدہ و دلا بپیدا میکشد
بس کنم من چوں بگویم سرّ قتل عاشقاں — زانکہ سنگ خویش از خشم و صفرا میکشد

ذکر وفات حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ

جب حرف شہادت تک پہنچا تو اب سزاوار ہے کہ زبان قلم کو ذکر موت و شہادت کبرے سے موڑ کر موت صغرے کی طرف لائیں۔ چنانچہ جب آپ کی عمر اسیؔ برس کو پہنچی کہ اس عمر کے لوگ لسان نبوی عتقاء اللہ ہیں، تو آپ نے ندائے یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً قبول کر کے سترہ تاریخ ۱۰۰۷ھ ہجری کو اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔ فقیر نے آپ کی تاریخ وفات ایک رباعی میں نظم کی ہے ؎

آں شیخ کہ بود عالم اندر ہر فن — جانش گہر ستر انل را معدن
چوں شیخ زمانہ بود در علم و عمل — تاریخ وصال او بگو شیخ زمن

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ناگاہ آپ نے حالت سکرات میں کئی دفعہ فرمایا کہ بات وہی ہے جو شیخ بزرگوار نے فرمائی ہے۔ میں سمجھا کہ شیخ سے شیخ ابن عربی مراد ہونگے اسلئے

میں نے عرض کیا، شیخ ابن عربی۔ فرمایا نہیں شیخ عبد القدوس۔ میں نے پوچھا وہ کیا بات ہے۔ کچھ سکوت کے بعد آپ نے فرمایا۔ وہ بات یہ ہے کہ حقیقت حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہستی مطلق ہے لیکن لباس کونیہ محجوبوں کی آنکھ پر ڈالکر انہیں دور و مہجور رکھتا ہے۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیں جس پر میں کاربند رہوں۔ فرمایا میں تمہیں بس یہی وصیت کرتا ہوں +

نیز خواجہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ محبت اہلبیت حضرت رسالت پناہی علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیۃ کو حفظ ایمان و حسن خاتمہ میں دخل عظیم ہے۔ ہنگام نزع میں آپ کو اس کی یاد دلائی۔ فرمایا الحمد للہ والمنۃ کہ میں اُن کی محبت میں سرشار اور نعمت کے دریا میں غرق ہوں ؎

الٰہی بحق بنی فاطمہ ✻ کہ برقول ایماں کنی خاتمہ

آپ کے فرزندان عالی مقام

حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ کے بھی سات فرزند تھے۔ اور حضرت خواجہ صاحب آپ کے چوتھے فرزند اور اس دائرہ کے مرکز ہیں۔ اس جگہ رمزیہ کہا جا سکتا ہے کہ رابع تھے اور رابع کے عدد حسابیہ الف ہیں۔ اور آپ مجدد الف اور فلک ولایت کے آفتاب ہیں۔ شمس جو انوار و اعظم نجوم ہے، فلک رابع پر ہے۔ آپکے تمام برادران فاضل، صالح مستعد اور فضیلت و بزرگی سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ کا ایک فقرہ جو آپ کے حالات میں ذکر کیا جائیگا، آپ کے برادران و فرزندان کے حسن استعداد پر دلالت رکھتا ہے +

آپ کے برادر کلاں شیخ شاہ محمد تھے۔ تربیت انہوں نے اپنے والد ماجد ہی سے پائی تھی۔ اور علم ظاہر و نسبت باطن سے حظ وافر حاصل کیا تھا +

حضرت خواجہ صاحب کی زبان مبارک سے میں نے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ شاہ محمد قال و حال میں ہمارا تلمیذ رشید ہے اور خود آپ نے بیان کیا کہ میں اپنے والد ماجد کے انتقال کے وقت آپ کے سرہانے موجود تھا کہ یکایک آپ نے تبسم کیا۔ میں نے سبب دریافت کیا۔ فرمایا مجھ پر حقیقت محمدی

علیہ الصلوٰۃ والسلام منکشف کی گئی، اُس کے مشاہدہ میں ہوں۔ الحمدللہ علی الاحسان +

دوسرے بھائی آپ کے شیخ محمد مسعود تھے۔ آپ نے تلقین ذکر حضرت خواجہ باقی باللہ سے حاصل کی۔ اور حضرت مجدد صاحب کی برکات نظر کیمیا اثر سے حالات ومکاشفات تک پہنچے۔ چنانچہ آپ نے اپنے بڑے فرزند ارجمند خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ کو جو عنایت نامہ ارسال کیا ہے اور جس میں آپ نے شیخ محمد مسعود کی نصیحت بھی تحریر فرمائی ہے ظاہر ہے۔ وھو ھذا:۔

مولانا محمد مسعود از کشف قبور عجب بازے نگیرد کشف صوریہ محل خطا ولغزش است سعی کنید کہ حضور مع اللہ ظہور یابد ودوام پذیرد وہر چند کہ عالم صاف شدہ باشد ومعنی نورانیت نیز از نظر بصیرت اسقاط یافتہ درکار وسعی باشد کہ جذبۂ حضور ایشاں دیگر است دراں موطن از ماسوے نامے ونشانے نیست گاہے بالکلیہ واکثر بالاصالۃ بوجہے ست از شش جہت معرے گاہے فوق بجہت خصوصیتے کہ عرش مجید راست در وہم مے آید وگاہے ہمہ جہات را فرو میگیرد ومعنی واللہ من ورائھم محیط بظہور میرسد واگر صور معنویہ واشکال صوریہ محو نشدہ اند وہچوں سراب خیال بے اعتبار افتادہ ودرہیں نیز دوریافت صور خیالیہ ھوالاول والاٰخر درمیان مے آید واگر در وقت فرو گرفتن آں توجہ ہمہ جہات را یا اکثر را صور واشکال بالکلیہ محو شود وصفاتے اتم بظہور رسد ومعنی لیس فی الدار غیرہٗ دیار درجلوہ آید ہوش باید بود کہ کسوت معنویہ درمیان است لا اقل صبغۂ حیوٰۃ وہستی اکنوں یک دقیقہ دیگر بشناسند کہ دروقت ظہور واللہ من ورائھم محیط میتواند بود کہ بالکلیہ نظر مجتش مجرد شدہ باشد یا سے حقیقت مقصود دریافت وادراک نمے آید انجا عشق ومحبت است وتصفیہ نیز از ماسوے۔ الیٰ آخر المکتوب الشریف +

اور آپ کے دیگر برادران جو آپ سے خورد ہیں اور جنہوں نے آپ کی خدمت کی ہے وہ بھی آپ کی نظرات وتوجہات سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ اور فضائل معنوی وصوری ان کے نصیب ہوئے +

ان میں سے ایک شیخ غلام محمد اور دوسرے شیخ مودود ہیں۔ آپ نے اپنے

متعدد مکتوبات میں ان دونوں برادران کا بھی ذکر کیا ہے - از انجملہ ایک مکتوب آپ نے شیخ مودود کو تحریر کیا ، جب کہ وہ حصول اسباب دنیویہ کی طرف متوجہ ہو کر ارباب غنا میں شامل ہونے لگے - وھو ھذا :-

اے برادر وفقنا اللہ سبحانہ وایاک فرصت حیوۃ بسیار قلیل است و عذاب ابدی متفرع بر آں حیف باشد کہ کسے ایں فرصت را در تحصیل امور لاطائل صرف نماید و ملتزم آلام مخلد گردد اے برادر مروم از اطراف و جوانب رنگ سوروملح میرزیند و شما قدر دولت فانگی را ناشناختہ در طلب فضیلے دنیہ بذوق سیدوید و بشوق خواہاں حصول آں اید الحیاء شعبۃ من الایمان حدیث نبوی است علیہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التسلیمات اکملہا اے برادر ایں نوع اجتماع اہل اللہ و ایں قسم جمعیت بشد فی اللہ کہ امروز در سرہند میسر است اگر در عالم گردید معلوم است کہ عشر عشیر ایں دولت پیدا آرید و شمہ از آں ناجر احاصل کنید و شما ایں چنیں دولت را مفت از دست دادید واز جواہر نفیسہ بجوز و مویز در رنگ طفلاں التفا نمودید ع

فرصت بادا ہزار فرصت بادا

اے برادر تا وقت دیگر شاید فرصت ندہند و اگر دہند ایں اجتماع را بر ہا نگذارند آں زماں علاج جمعیت و تدارک بچہ بود و تلافی چہ چیز حاصل آید غلط کردہ اید و خطا فہمیدہ اید بلقمہائے چرب و شیریں مغتوں نشوید و بلباسہائے نفیس و مزتیب فریب نخورید کہ نتائج آں غیر از حسرت و ندامت چہ در دنیا و چہ در آخرت ہیچ نیست و بواسطہ رضا طلبی اہل و عیال خود را در بلا انداختن و اختیار عذاب اخروی نمودن از عقل دور اندیش دور است حق سبحانہٗ و تعالےٰ عقل دہا و متنبہ کناد اے برادر دنیا کہ در بیوفائی مثل است و اہل دنیا کہ در نہایت خست مشہور حیف باشد کہ کسے عمر گرامی خود از پئے بیوفا و خسیس صرف نماید - وما علی الرسول الا البلاغ ؕ

فصل ۲

ذکر پیدائش و ابتدائی حالات حضرت مجدد الف ثانی

قدس اللہ سرہٗ

منقول ہے کہ جب حضرت مخدوم صاحب سیاحت کی طرف میلان رکھتے تھے اور ترک وطن کرکے اکثر دیار و امصار میں گشت لگا رہے تھے۔ چنانچہ اسی اثنا میں چند عرصہ تک سکندرہ جو اٹاوہ کے قریب ہندوستان کے مشہور قصبات سے ہے اشاعت علوم دینیہ اور ذکر و عبادات میں مشغول رہے۔ چونکہ انوار صلاح و آثار معرفت آپ کی جبین مُبین پر لائح و لامع تھے۔ ایک صالحہ و شریفہ بی بی نے جو قبائل شریفہ سے تھی۔ اپنی فراست صادقہ سے آپ کے جمال و کمال معنوی کا مشاہدہ کرکے التماس کیا کہ میری تربیت میں میری ایک باعفت ہشیرہ ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اُسے آپ کے عقد میں دوں امید ہے کہ میری اس التماس کو قبول کریں گے۔ چونکہ حلاوت تفرید و ذوق تجرید آپ پر غالب تھا۔ اس لئے فی الفور آپ نے اس التماس کے قبول پر لب نہ کھولا۔ لیکن آخر کو چونکہ وہ مطابق تقدیر و موافق رضائے الٰہی تھا قبول کیا۔ اور اُس عفیفہ کو اپنے عقد میں لے لیا۔ کچھ عرصہ آپ اُس جگہ رہے۔ یہاں تک کہ وہ صالحہ خفیفہ مطلع بیضا و صدف ذریتا (حاملہ) ہوئیں +

امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا قصہ بھی حضرت مخدوم صاحب کے اسی قصہ کے مشابہ ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ اتقیائے زمانہ سے کوفہ میں رہتے تھے اور اُن کی ایک دختر صالحہ تھی اور بوجہ صلاح و تقوے حضرت ثابت والد حضرت امام ابو حنیفہ علیہما الرحمۃ کے نکاح میں دی انہیں سے سراج الامۃ امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تولد ہوئے۔ اور اس جگہ بعنایت حق سبحانہٗ و تعالیٰ قطب ربانی منور الف ثانی تولد ہوئے +

ولادت اس آفتاب ولایت کی جیسا کہ میں نے آپ سے اور آپ کے بعض معزز اقرباء سے سُنی۔ آپ کے پیر بزرگوار کی طرح ۹۷۱ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ چنانچہ کلمہ خاشع آپ کی تاریخ ولادت ہے

آپ بلدۂ شریفہ سرہند میں تولد ہوئے۔ جو اماکن معمورہ مشہورہ سے اور روح افزاں مقامات ہندوستان سے ہے۔ جو کوئی ایام طفولیت میں آپ کو دیکھتا بعضوں پر یہ آیت یکادُ زَیتُھا یُضِیءُ وَلَو لَم تَمسَسہُ نَارٌ اس کی زبان حال وقال پر جاری ہوتا۔

حضرت **شاہ کمال** قادری جن کا ذکر خیر اوپر گذر چکا ہے آپ پر نظر و توجہ خاص رکھتے تھے۔

کہتے ہیں کہ ایام طفولیت میں آپ کو ضعف لاحق ہوا۔ حتیٰ کہ آپ کی والدہ ماجدہ مضطرب و بے آرام ہوئیں اور آپ کو لیکر شاہ کمال کی خدمت میں آئیں۔ اور دعائے صحت کے لئے التماس کیا۔ آپ نے بجذبہ و شورش تمام کہا کہ خاطر جمع رکھو۔ یہ لڑکا عمر دراز پائیگا۔ عالم اور عامل اور عارف کامل ہوگا۔ اور ہماری طرح بہت سے اس کے دامن تربیت سے نکلینگے۔

آپ کے والد ماجد کے سامنے بھی کئی دفعہ حضرت شاہ کمال نے آپ کے متعلق بہت سی خوشخبریاں بیان کی تھیں۔ آپ سات آٹھ سال کے تھے کہ شیخ کمال نے انتقال فرمایا۔

آپ اپنے شیخ کا حلیہ بالخصوص خاطر عاطر میں محفوظ رکھتے تھے۔ اور جس مکان میں آپ اپنے والد ماجد کے ساتھ شیخ کی خدمت میں بیٹھے تھے اُسے بھی آپ یاد رکھتے تھے۔

آپ کا زمانۂ تعلیم

جب مکتب میں داخل ہوئے تو تھوڑی سی مدت میں آپ نے قرآن مجید یاد کرلیا۔ اور پھر اپنے والد کی خدمت میں تحصیل علوم میں مشغول ہوئے۔ اور چند روز میں فتح و کشائش آپ کو حاصل ہوئی۔ چنانچہ مسائل مشکلہ کو حل کرسکتے اور تحقیق کو کام فرماتے۔ بعض بعض موقعوں پر کتابوں میں دقیق و دلکش عبارت میں مسائل مشکلہ کا حل لکھتے۔ بہت سے علوم آپ نے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں تحصیل کئے۔ اور بعض علوم علمائے عصر کی خدمت میں جاکر تحصیل کئے۔

چنانچہ سیالکوٹ آن کر مولنا کمال کشمیری کی خدمت میں جو متورع اور فحول علما سے تھے۔ عضدی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ اور بعض کتب احادیث یعقوب کشمیری کی خدمت

میں پڑھیں +

شیخ یعقوب کشمیری شیخ معظم وقطب مکرم شیخ حسین خوارزمی کے خلفا سے تھی اور تفسیر واحدی اور دیگر مؤلفات واحدی مثل بسیط ووسیط واسباب نزول و تفسیر بیضاوی اور دیگر مصنفات بیضاوی مثل منہاج الوصول وغایۃ القصوی وغیرہ اور صحیح بخاری و دیگر مصنفات امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ الباری مثل ثلاثیات امام بخاری وادب المفرد وافعال العباد وتاریخ وغیرہ ذلک اور مشکوٰۃ تبریزی۔ شمائل ترمذی۔ جامع صغیر سیوطی۔ قصیدہ بردہ شیخ سعید بوصیری اور حدیث مسلسل کی اجازت جس کی سند آگے آتی ہے عالم ربانی قاضی بہلول بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی +

قاضی بہلول بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کتابوں کی اجازت مع حدیث مسلسل شیخ معظم عبد الرحمٰن بن فہد سے حاصل کی تھی +

شیخ عبد الرحمٰن بن فہد اور اُن کے آباء اجداد اُس بلاد کے کبار محدثین سے تھے اور اُن کا گھرانا عن جد بیت الحدیث تھا۔ چونکہ ان تمام کتابوں کی اسانید کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے اس لئے صرف مشکوٰۃ شریف اور حدیث مسلسل کی سند لکھی جاتی ہے +

اسناد الحدیث المسلسل

اما الحدیث المسلسل بالاولیۃ قال الشیخ عبد الرحمٰن بن فھد سمعتہ من لفظ سیدی والدی عبد القادر بن عبد العزیز بن فھد وھو اول حدیث سمعتہ منہ قال حدثنی بہ جدی الرحلۃ الحافظ تقی الدین بن محمد بن فھد الھاشمی العلوی وھو اول حدیث سمعتہ منہ قال حدثنی بہ جمع من المشائخ الاعلام اجلھم العلامۃ

مگر حدیث مسلسل جو ساتھ پہلی حدیث کے ہے کہا شیخ عبد الرحمٰن بن فہد نے سُنا میں نے اُس کے لفظ سے میرے سردار میرے باپ عبد القادر ابن عبد العزیز ابن فہد سے اور وہ پہلی حدیث تھی جو سُنی میں نے اُن سے۔ کہا اُنھوں نے روایت کی اُس کی میرے دادا قافلہ کے محافظ تقی الدین محمد بیٹے فہد الہاشمی علوی نے اور وہ پہلی حدیث تھی جو سُنی میں نے اُن سے کہا اُنھوں نے روایت کی ساتھ اُس کے ایک گروہ بہت بڑے مشائخوں سے جو سب سے بہت بڑا اُن کا

برهان الدين الانباسي سماعا من
لفظ قاضي القضاة ابو حامد المطري
بقرائتي عليه بالحرم الشريف المكة
وهو اول حديث سمعته منه
قال اخبرنا به الخطيب صدر الدين
ابو الفتح محمد بن المترجم قال الانباسي
وهو اول حديث سمعته منه
وقال المطري وهو اول حديث
رويته عنه قال اخبرنا به الشيخ
نجيب الدين عبد اللطيف الحراني
وهو اول حديث سمعته منه
قال اخبرنا به الحافظ ابو الفرج
ابن الجوزي وهو اول حديث
سمعته منه قال اخبرنا ابو سعد
اسمعيل بن ابي صالح النيسابوري
وهو اول حديث سمعته منه
قال اخبرنا ابو صالح احمد بن عبد الملك
المؤذن وهو اول حديث سمعته
منه قال حدثنا ابو طاهر محمد بن
محمش الزيادي وهو اول حديث
سمعته منه قال حدثنا ابو حامد
احمد البزاز وهو اول حديث سمعته
منه قال حدثنا عبد الرحمن بن
بشر بن الحكم العبدي وهو اول
حديث سمعته منه قال حدثنا

علامہ برہان الدین انباسی سے سننا لفظ سے
قاضی القضاۃ ابو حامد المطری بقرائتی علیہ سے
حرم شریف مکہ میں۔ اور وہ پہلی حدیث ہے
جو سنا میں نے اُن دونوں سے۔ کہا اُنہوں
نے خبر دی ہم کو ساتھ اُس کے خطیب صدر الدین
ابو الفتح محمد بیٹے مترجم نے۔ کہا انباسی نے اور
وہ پہلی حدیث تھی جو سُنی مَیں نے اُس سے اور کہا
مطری نے وہ پہلی حدیث ہے جو روایت ہوئی
اُس سے۔ کہا اُس نے خبر دی ہم کو ساتھ اُس کے
شیخ نجیب الدین عبد اللطیف الحرانی نے اور وہ
پہلی حدیث ہے جو سُنی مَیں نے اُس سے۔ کہا
اُس نے خبر دی ہم کو ساتھ اُس کے حافظ ابو الفرج
بیٹے جوزی نے۔ اور وہ پہلی حدیث تھی جو سُنی مَیں
نے۔ اُس سے کہا اُس نے خبر دی ہم کو ساتھ اُس کے
اسمٰعیل بیٹے ابی صالح نیشاپوری نے۔ اور وہ
پہلی حدیث ہے جو سُنی مَیں نے اُس سے کہا
اُس نے خبر دی ہم کو ابو صالح احمد بیٹے عبد الملک
موذن نے اور وہ پہلی حدیث تھی جو سُنی مَیں نے
اُس سے کہا اُس نے حدیث بیان کی ہم کو ساتھ اُس
کے ابو طاہر محمد بیٹے محمش زیادی نے اور وہ پہلی حدیث
ہے جو سُنی مَیں نے اُس سے کہا اُس نے حدیث بیان
کی ہم کو ساتھ اُس کے عبد الرحمن بیٹے بشیر بیٹے
حکیم عبدری نے اور وہ پہلی حدیث ہے
جو سنا مَیں نے اُس سے کہا اُس نے
حدیث بیان کی ساتھ اُس کے سفیان

به سفیان بن عیینة و هو اول حدیث
سمعته من سفیان عن عمرو بن دینار
عن ابی قابوس مولی عبد الله بن
عمرو بن العاص رضی الله عنهما
ان رسول الله صلی الله علیه وسلم
قال الراحمون یرحمهم الرحمن
تبارک وتعالی ارحموا من فی الارض
یرحمکم من فی السماء +

بیٹے عیینہ نے اور وہ پہلی حدیث ہے۔ سنا
میں نے اُس حدیث کو سفیان سے اور اُس نے
عمرو بیٹے دینار سے اُس نے ابی قابوس مولیٰ
عبد اللہ بیٹے عمرو بن العاص سے راضی ہوا اللہ تعالیٰ
ان سب پر۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا رحم کرنے والوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ رحم
رحم فرماتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو۔ تاکہ
آسمان والے تم پر رحم کریں +

اسناد مشکوٰۃ المصابیح

آپ کی اسناد مشکوٰۃ شریف شیخ عبد العزیز بن فہد تک تو وہی ہے جو حدیث مسلسل میں مذکور ہوئی۔ اور شیخ عبد العزیز بن فہد نے شیخ تقی الدین بن فہد الہاشمی سے بھی اجازت رکھتے ہیں اور شیخ الاسلام ابن حجر العسقلانی سے بھی +

قال الشیخ تقی الدین اجزنا
به علامة الشیخ الامام اشرف الدین
عبد الرحیم بن عبد الکریم الجرهی
قال اجزنا العلامة امام الدین علی
بن مبارک شاه الصدیقی الساوجی
عرف بخواجه وقال شیخ الاسلام
ابن حجر اجزنا به العلامة البغوی
قاضی القضاة المجد بن محمد یعقوب
الفیروزآبادی الشیرازی الصدیقی
الشافعی قال اجزنا به الحافظ

کہا شیخ تقی الدین نے خبر دی ہم کو ساتھ
اس کے بڑے شیخ امام اشرف الدین عبد الرحیم
بیٹے عبد الکریم جرہی نے۔ کہا اُس نے خبر دی ہم
کو ساتھ اس کے علامہ امام الدین علی بیٹے مبارک شاہ
صدیقی ساوجی عرف بخواجہ نے اور کہا شیخ
الاسلام ابن حجر نے خبر دی ہم کو ساتھ اُس کے
علامہ بغوی قاضی القضات مجد بیٹے محمد بیٹے
یعقوب فیروزآبادی شیرازی صدیقی
شافعی نے۔ کہا اُس نے اجازت دی ہم کو
ساتھ اُس کے حافظ جلال الدین حسین

لہ افسوس اصل کتاب جو فارسی زبان میں ہے نہایت غلط چھپی ہے اور اسناد کی عربی عبارت بھی غلط ہیں۔ نیز کسی نسخہ مجبوراً
جو کچھ اصل میں تھا وہی لکھا گیا +

جلال الدین حسین و الحجۃ الھمام شمس الدین محمد المقدسی قالا والصدیقی الساوجی اجزنا یہ مؤلفہ ناصر السنۃ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب قال الساوجی قرأۃ واجازۃ وقال الاخران اذنا فقط ۔

اور حجت الہمام شمس الدین محمد المقدسی نے کہا اُن دونوں نے اور صدیقی ساوجی نے خبر دی ہم کو ساتھ اُس کے مولف ناصر السنۃ ابو عبد اللہ محمد بیٹے عبد اللہ خطیب نے کہا ساوجی نے پڑھنا اور اجازت دینا اور کہا دوسروں نے نزدیک تر ہے۔ فقط

مذکورہ بالا کتابوں کی اجازتیں حاصل کر لینے کے بعد آپ نے فرمایا کہ محسوس ہوتا ہے کہ مجھے طبقہ محدثین میں داخل کیا گیا ۔

آپ نے غایت کرم و مہربانی راقم الحروف محمد الہاشم بن محمد القاسم البنقالی البدخشانی عفی عنہ کو بھی مذکورہ بالا کتابوں اور نیز حدیث مسلسل کی اجازت عنایت فرمائی۔ اور یہ یکم رجب المرجب ۱۰۳۱ھ ہجری کا واقعہ ہے والحمد للہ علی ذلک ۔

جب میں آپ سے حدیث مسلسل سن چکا تو مخدوم زادہ جامع الفنون حدقۃ العیون خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ نے ایک نکتہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ وصول حدیث مسلسل بالاولیت میں آپ نے اس امر کی طرف ایما فرمایا ہے جو آپ نے اپنے ایک مکتوب میں رمز ہائے دوچشمی اور اپنے مرتبہ و معاملہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ فہم من فہم ۔

الغرض جب علوم عقلیہ و نقلیہ سے استفادہ کر چکے۔ اور تمام علوم اصول و فروع سے فارغ ہو گئے۔ تب آپ مسند افادہ پر بیٹھے اور مدت تک طلبہ علوم کو فیوض و برکات سے بہرہ ور کرتے رہے ۔

آپ نے عربی و فارسی زبان میں بہت رسائل بھی تحریر فرمائے ہیں جو نہایت فصیح و بلیغ ہیں۔ از انجملہ رسالہ تہلیلہ رد مذہب شیعہ شنیعہ میں تحریر فرمایا ہے۔ باوجودیکہ اُس وقت اہل تشیع ان بلاد میں نہایت جاہ و حشمت رکھتے تھے اور سلطان کے نزدیک بھی انہیں تقرب تمام حاصل تھا اور دین اور ارباب دین سے سخت عداوت رکھتے تھے۔ لیکن بوجہ جوش حمیت و غیرت اسلام جو حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو عنایت کیا تھا۔

ایذ اُس کا مطلق خیال نہیں کیا۔ ابوالفضل کو جو تقرب حاصل تھا محتاج بیان نہیں۔ چنانچہ فضلا کو ضروریات کے موقعوں پر اُس کے پاس آمد و رفت کرنی پڑتی تھی۔ چنانچہ اس ضمن میں بارہا اُس کے پاس آپ کی بھی آمد و رفت ہوئی۔ ابوالفضل کو جب آپ کے فضائل معلوم ہوئے عنایات و توجہات سے پیش آنے لگا۔ چنانچہ اُس کے تلامذہ میں سے ایک شخص نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ ابوالفضل اپنے ایک دوست کو چند کلمے لکھوا رہا تھا کہ اس ضمن میں ایک نقل کی جو اُس نے آپ سے سنی تھی۔ کئی فقرے آپ کی توصیف میں لکھے اور ابوالفضل کے ایک مصاحب نے احقر سے بیان کیا کہ ایک روز تمہارے شیخ ابوالفضل کی مجلس میں حاضر تھے۔ کہ ابوالفضل نے فلاسفہ کی تعریف و توصیف اور اُن کے علوم کا ذکر کرنا شروع کیا۔ اور اُن کی تعریف و توصیف میں اس قدر مبالغہ کیا کہ علمائے دین کی طرف عاید ہوتا تھا۔ تمہارے شیخ جنون اسلام[1] سے ابوالفضل کے اس مبالغہ کا تحمل نہ کر سکے اور فرمایا کہ امام غزالی قدس سرہ العالی نے ایک رسالہ شریفہ **المنقذ من الضلال** تحریر فرمایا ہے۔ اس میں اُنہوں نے ثابت کیا ہے کہ فلاسفی جن علوم کا اپنے آپ کو واضع جانتے ہیں وہ کس کام آتے ہیں اور علوم مفیدہ مثلاً طب وغیرہ انبیاے سابقین کے کلام سے سرقہ کیا ہے اور جو اُن کی ایزاد طبع ہے۔ مثلاً ریاضی وغیرہ وہ علوم دینیہ میں کس قدر کام آتے ہیں۔ ابوالفضل کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اور کہنے لگا "غزالی نامعقول نے" کہا۔ یہ کلمہ سُنکر آپ کا چہرہ بھی متغیر ہو گیا۔ اور یہ کلمہ کہکر چلے گئے کہ "اگر تم اہل علم کی صحبت کا مذاق رکھتے ہو تو اپنی زبان کو اس قسم کے کلمات سے بند رکھو"۔ اس کے بعد کئی روز تک آپ اُس کی مجلس میں نہیں گئے۔ یہاں تک کہ خود اُس نے آدمی بھیجا اور معذرت کی +

ایک روز آپ ابوالفضل کے بھائی ابوالفیض کے مکان پر تشریف لائے، یہ اُس وقت تفسیر بے نقط (جو تفسیر فیضی کے نام مشہور ہے) لکھ رہے تھے۔ آپ ان کی تفسیر دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا بہت خوب۔ اسی اثنا میں ایک مقام پیش آیا جس کی تفسیر بے نقطے کرنا بہت دشوار ہو گیا۔ فیضی نے آپ سے کہا میں نے بہت کچھ دماغ سوزی کی۔ لیکن ابھی تک کوئی دلخواہ عبارت ہاتھ نہیں آئی +

آپ کو ہر چند کہ عبارات بے نقط لکھنے کا کبھی موقع نہیں ہوا تھا۔ تاہم آپ نے ایک گھنٹہ

[1] یہ جنون نہیں عین عقل ہے لیکن غلبۂ حمیت و محبت کے باعث جنون سے نامزد کیا ہے +

کے اندر ایک صفحہ کمال بلاغت کے ساتھ تحریر کیا فیضی حیرت و تعجب کرنے لگا +

مقصود اس تحریر سے یہ ہے کہ ان دنوں میں کہ ابھی آپ طریقہ صوفیہ میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ آپ کی حمیت وغیرت اسلامیہ اس درجہ تھی کہ یہ لوگ بھی آپ کی صحبت کے طالب تھے۔ اور آپ کی ہیبت ان کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی +

اسی رسالہ ردّ شیعہ کی تمہید میں آپ نے لکھا ہے کہ:-

چوں دراں اثنا رسالۂ کہ شیعہ در وقتیکہ محاصرۂ مشہد عبد اللہ خاں اوزبک نمودہ بود بعلمائے ماوراء النہر نوشتہ بودند و جواب رسالۂ آنہا کہ در باب تکفیر شیعہ و اباحت قتل نفوس و اموال ایشاں مسلماں را بود بایں حقیر قلیل البضاعت رسید کہ حاصلش بعد طے مقدمات ابلہ فریب تکفیر خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ذم و تشنیع حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا است ؎

ترسم ایں قوم کہ بر دردکشاں میخندند
در سر کار خرابات کنند ایماں را

بخاطر فاتر قرار یافت کہ در حل شبہات واہیہ اینہا و تحقیق مذہب فرقۂ ناجیہ رسالہ نوشتہ آید۔ تا سادہ لوحے از مقدمات مزخرفہ آں در غلط نیفتد و از صراط مستقیم منحرف نگردد۔ فشرعت بحسن توفیقہ سبحانہ و تعالیٰ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔ و بعضے از طلبۂ شیعہ کہ متردد ایں حدود بودند بایں مقدمات افتخار و مباہات مینمودند و در مجالس امرا و سلاطین ایں مغالطات شہرت میدادند و ایں حقیر در ہر مجلس و معرکہ کہ شاق بمقدمات معقول و منقول ردّ آنہا میکرد و بر غلطہائے صریحہ ایشاں را اطلاع میداد تا حمیت اسلام و رگ فاروقیم بایں قدر ردّ و الزام کفایت نکرد و سوزش سینہ بے کینہ تسلی نیافت و بخاطر فاتر قرار یافت کہ کہ باظہار مفاسد ایشاں و ابطال شنایع تمام بخشد۔ انتہیٰ کلامہ +

ایک دفعہ آپ آگرہ تشریف لے گئے اور ایک عرصہ تک آپ کو وہاں ٹھیرنے کا اتفاق ہوگیا۔ آپ کے والد ماجد اس فرزند فرشتہ مانند کے شوق دیدار میں باوجود کبر سنی اور بعد مسافت کے آگرہ تشریف لائے۔ ایک فاضل نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا یہاں تشریف لانا کیونکر ہوا۔ فرمایا شوق ملاقات فرزند دلبند شیخ احمد سلمہ اللہ

جب میں نے دیکھا کہ بعض ضروریات کے سبب سے وہ میرے پاس نہ آسکے اس لئے خود میں ہی اُن سے ملنے کے لئے آگیا ع

یوسف نرود کنعاں یعقوب بمصر آید

چونکہ آپ کے والد ماجد آپ کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور ہمیشہ آپ کی ہم صحبتی پر مشغوف تھے۔ اور دقائق علوم دینیہ و معارف اسرار یقینیہ آپ سے بیان کرتے تھے۔ اس لئے آپ بھی اپنے والد ماجد کے ساتھ آگرہ سے مراجعت کر آئے۔ اور ہمیشہ اپنے والد ماجد کی خدمت میں رہے اور فوائد صوری و معنویہ حاصل کرتے رہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے مکتوبات میں ان امور کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ آپ نے رسالہ مبدا و معاد کے شروع میں تحریر فرمایا ہے:۔

"این درویش را اداے نسبت فردیت از پدر بزرگوار خود حاصل شدہ بودہ و پدر بزرگوار او را از عزیزے کہ جذبۂ قوی داشتند و بخوارق مشہور بودند بدست آمدہ بودہ و نیز این درویش را توفیق عبادت نافلہ ہم از پدر روے است و پدر بزرگوار او را این سعادت از شیخ خود کہ در سلسلہ چشتیہ بودہ اند حاصل شدہ بود۔ انتھےٰ کلامہٗ" +

عزیز کثیر الجذبہ و الخوارق سے شیخ کمال قادری رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ اور شیخ سے جو سلسلۂ چشتیہ میں تھے شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں آپ کا ذکر بھی اوپر گذر چکا ہے +

آپ نے زمانہ طفولیت میں بواسطہ اپنے والد بزرگوار کی انظار و توجہات و یمن برکات حضرت شیخ کمال نسبت قادریہ سے بھی آپ بہرہ ور ہوئے۔ اور پھر شیخ کمال کے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ اور روحانیت شیخ کمال سے بھی خرقہ و نسبت کاملہ حاصل کی +

اس کا بیان اس طرح ہے کہ آپ نبیرہ حضرت شاہ کمال و نائب مناب آں شاہ کمال شاہ سکندر کی خدمت میں یاران طریقت کے حلقہ میں مراقبہ کئے بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ شاہ سکندر نے آن کر حضرت شاہ کمال کا خرقہ آپ کے دوش (کندھے) پر ڈال دیا۔ جب آپ نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ شاہ سکندر سامنے ہیں۔ آپ نے اٹھ کر تواضع کے ساتھ اُن سے

معانقہ کیا۔ اور فرمایا کہ کئی مرتبہ خواب میں میرے جد بزرگ حضرت شاہ کمال نے فرمایا کہ تم میرا خرقہ فلاں درویش کو جو تمہاری خدمت میں رہتا ہے پہنچا دو۔ ہر چند کہ اُسے نکال کر کسی کو دینا، میرے لئے بہت مشکل بات تھی۔ لیکن جب بتاکید کئی دفعہ میں مامور ہوا۔ تو ناچار میں نے امتثال امر کیا +

آپ یہ خرقہ پہنکر اپنے گھر گئے اور مدت کے بعد باہر نکلے۔ آپ نے اپنے بعض محرمان راز سے بیان کیا کہ حضرت شاہ کمال کا خرقہ پہننے کے بعد قصہ عجیب واقع ہوا۔ وہ یہ کہ جب میں نے خرقہ پہنا تو حضرت شیخ الجن و الانس سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ حضرت شیخ کمال تک کے اپنے خلفائے کبار رحمہم اللہ کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں +

حضرت غوث ربانی نے میرے دل کو اپنے تصرف میں لے لیا۔ اور اسرار نسبت ہائے خاصہ کے ساتھ منور کیا۔ اور میں اُن انوار و احوال کے دریا میں غرق ہو کر غوطہ لگانے لگا۔ تھوڑا عرصہ گذرا کہ انہیں احوال کے غلبات میں میرے دل پر گذرا کہ تو تربیت یافتہ اکابر نقشبندیہ کا تھا۔ اور تیرا ملاک امر اُن بزرگوں کی نسبتیں تھیں اور اب حال واقعہ یہ ہے +

پھر اس خیال کے گذرتے ہی میں نے دیکھا کہ مشائخ سلسلہ شریفہ نقشبندیہ خواجہ جہان خواجہ عبد الخالق سے لیکر ہمارے شیخ خواجہ باقی باللہ تک آئے اور میرے معاملہ میں مخاصمت کرنے لگے +

اکابر نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا کہ یہ ہمارا تربیت یافتہ ہے۔ اور ہماری تربیت سے اس ذوق و حال و کمال و اکمال کو پہنچا ہے۔ آپ لوگوں کو اس پر کیا حق ہے۔ اکابر قادریہ نے فرمایا کہ ایام طفولیت میں اس پر ہماری نظر و توجہ رہی ہے اور اس نے ہمارے خوان نعمت کی چاشنی چکھی ہے اور ہمارا خرقہ بھی پہنا ہے ؎

زبہر آں بت چوں شمع و چوں گل
گرفتہ جنگ با پروانہ بلبل +

دونوں سلسلہ کے اکابر اس مباحثہ میں تھے کہ مشائخ کبرویہ و چشتیہ رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے آن کر مصالحت کر دی۔ اس کے بعد سے حظ وافر و نصیب کامل دونوں نسبتوں سے میں اپنے باطن میں پاتا ہوں۔ اس لئے آپ کبھی کبھی سلسلہ قادریہ کی اجازت

دیتے تھے۔ اور شجرہ مشائخ بھی عطا کرتے تھے اور کلاہ و دامن بھی۔ اور اگر کوئی طالب اس سلسلہ کا ذکر حاصل کرنا چاہتا تو آپ اُسے اس سلسلہ کا ذکر تعلیم کرتے اور اسی سلسلہ کی نسبت سے اُس کی تربیت کرتے +

ایک روز ایک طالب صادق نے ذوق و نسبت طریقۂ قادریہ کا التماس کیا۔ آپ نے فرمایا اچھا تم میری صحبت میں رہا کرو۔ چنانچہ وہ طالب آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ آپ اُس پر نسبت اکابر قادریہ سے افاضہ کرنے لگے +

جب اس واقعہ کو دو تین روز گذرے۔ آپ کے اجلہ مریدین نے جو خوان نعمت نقشبندیہ کے ریزہ چین تھے اپنے احوال میں بستگی دیکھی۔ چار و ناچار اُن میں سے ایک نے اس بستگی اور قبض احوال کی شکایت کی۔ مَیں دو تین روز کے عرصہ سے اپنی نسبت کو بیگانہ پاتا ہوں، کیا قصور مجھ سے ظاہر ہُوا۔ دوسرے درویش نے بھی آن کر اسی طرح شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ تم سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا۔ اس بستگی کی وجہ یہ ہے۔ کہ تم انوار اکابر نقشبندیہ رضی اللہ عنہم سے اقتباس کرتے ہو۔ اور مَیں ان دو تین روز کے عرصہ سے ایک طالب پر نسبت اکابر قادریہ کا افاضہ کر رہا ہوں۔ اور اُن کے القا کا دریچہ کھول رکھا ہے۔ چونکہ تم اُس نسبت سے مناسبت نہیں رکھتے لامحالہ تم معطل رہے جب ہم اپنی سیر اکابر خواجگان کی طرف راجع کرینگے۔ تمہاری بستگی کھُل جائیگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا +

آپ کو اپنے والد بزرگوار سے سلسلہ شریفہ چشتیہ کی اجازت بھی حاصل تھی لیکن آپ کمال تقوے اور التزام اتباع سنت سنیہ علے مصدرہا الصلوٰۃ والتحیۃ سرود اور وجد وغیرہ سے جو متعارف اس سلسلہ علیہ ہے احتراز کلی رکھتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے اپنے پدر بزرگوار سے بہت کچھ استفاضہ و استفادہ حاصل کئے ہیں۔ قبل ازینکہ آپ خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہوں اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں رہکر استفاضہ کیا کرتے تھے۔ اور علوم ظاہری کا درس دیا کرتے تھے +

باوجودیکہ آپ کا ارادہ سفر حجاز کا تھا۔ لیکن اپنے والد بزرگوار کی مراعات خدمت کے باعث وطن سے کہیں نہیں گئے +

انہیں دنوں میں ایک وقت کا ذکر ہے کہ آپ کے والد ماجد کو سخت ضعف

لاحق ہوا۔ والدہ ماجدہ مخدوم زادہائے عالیشان بہت بے آرام ہوئیں۔ اور وضو کر کے دو رکعت نماز نفل ادا کر کے سربسجدہ ہوئیں اور گریہ وزاری کی۔ اسی گریہ وزاری میں آپ کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ کہنے والا کہہ رہا ہے کہ خاطر جمع رکھو کہ ہمیں اس شخص سے کارہائے عظیم لینا ہے کہ ابھی ہزار میں سے ایک ظہور پذیر نہیں ہوا۔ چنانچہ بہت جلد ہی آپ کے والد ماجد نے مرض سے شفا پائی +

اس کے بعد آپ نے اس علم اتم کو احوال اکمل کے ہم آغوش کیا۔ اور اس جدول احوال کو قلزم کمال و اکمال سے جا ملایا۔ جہاں آپ نادر زمان و قطب دوران و پناہ جہانیاں ہوئے +

قدوۃ الاولیا خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **فصل الخطاب** اور اسی طرح اور دیگر کتب اکابر محققین میں لکھا ہوا ہے کہ علمائے کرام سہ گروہ اتت ہیں۔ بعض علم ظاہری کے عالم ہیں۔ بعض علم باطن کے۔ اور بعض علم ظاہر و باطن دونوں کے۔ اور قسم اخیر الذکر کے علما بس نہایت نادر ہوتے ہیں۔ اور اگر ہر قرن میں ایک بھی ایسا عالم ہو تو اس کے برکات مشرق سے مغرب تک پہنچتے ہیں۔ اور وہ قطب وقت اور پناہ عالمیان ہوتا ہے۔ انتہے کلامہ الشریف +

فصل ۳

آپ کا اپنے پیر بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ کی شرف صحبت حاصل کرنا اور آپ کی حسن تربیت اور برکات انظار و توجہات سے درجہ کمال کو پہنچنا

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ کو ہمیشہ سے حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا شوق تھا۔ اور اس شوق کے باعث ہمیشہ آپ بے آرام رہتے تھے۔ کیونکہ آپ کے والد ماجد سن رسیدہ ہو گئے تھے۔ اس لئے بوجہ ان کی خدمت کے آپ ان کی مفارقت گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے والد ماجد نے ۱۰۰۷ہجری

میں انتقال کیا۔

آپ کے انتقال کے بعد آپ نے سنہ ۱۰۰۸ ہجری میں حج بیت اللہ کا سفر کیا۔ جب آپ دہلی پہنچے تو مولانا حسن کشمیری کے تلامذہ میں سے ایک فاضل نے جو آپ کے دوستوں اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے مخصوصوں میں سے تھا۔ آپ کو خواجہ صاحب سے ملنے کے لئے کہا اور بیان کیا کہ اس وقت حضرت خواجہ صاحب اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں فرد و یگانہ ہیں اور ہر چہار طرف دور دور تک آپ کی نظیر نہیں۔ آپ کی نظر و توجہ کا یہ حال ہے کہ طالبوں کو آپ کی ایک نظر و توجہ میں وہ کچھ حاصل ہوتا۔ جو سینکڑوں چلّوں اور ریاضت متکاثرہ سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ آپ نے اپنے ان دوست کی اس تحریک کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے:-

فقیر و را و اے شکر این نعمت و دلالت شما اعتراف بقصور دارد و در مکافات آں احسان شما معترف بعجز ایں ہمکارہ وا رحتی براں نعمت است و ایں دیدہ و داد مربوط بآں احسان بحسن توسط شما آں دادہ اند کم کسے دیدہ است و بیمن توسل شما آں بخشیدہ اند کم کسے چشیدہ از خواص عطایا آں قدر عطا فرمودہ کہ اکثرے را از عموم عطایا آں مقدار میسّر نہ شدہ است احوال و مقامات و اذواق و مواجید علوم و معارف و تجلیات و ظہورات ہمہ را ازیں راہ عروج ساختہ بمنازل وصول رسانیدہ اند لفظ قرب و وصول از تنگی میدان عبارت اختیار کردہ است ولا فلا قرب ثمہ ولا وصول ولا عبارۃ ولا اشارۃ ولا شہود ولا حلول ولا اتحاد ولا کیف ولا این ولا زمان ولا مکان ولا احاطہ ولا سریان ولا علم ولا معرفۃ ولا جہل ولا حیرۃ ع

چگویم با تو از مرغے نشانہ | کہ با عنقا بود ہم آشیانہ
ز عنقا ہست نامے پیش مردم | ز مرغ من بود آں نام ہم گم

چوں اظہار ایں احسان خداوندی جل سلطانہ کہ در عالم اسباب ظہور آں مرتب براں نعمت شما بودہ متضمن شکر نعمت شما بودہ است و ضمن چند فقرات مندرج ساختہ بقید کتابت در آوردہ بود کہ شمۂ از شکر آں نعمت شما ادا باید۔

چونکہ آپ نے اپنے والد ماجد سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ و اکابر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

کے حالات سُنے تھے۔ اور کتابوں میں بھی دیکھے تھے۔ اور خود اس نسبت وعلو کی قابلیت واستعداد بوجہ اتم واکمل رکھتے تھے (بربنائے تحریک اپنے دوست کے) حضرت خواجہ کی حاضری خدمت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمانے لگے کہ اس سفر حجاز کا تحفہ اس سے بہتر اور کیا ہوگا کہ میں اس مقتدا سے ذکر ومراقبہ اس عزیز علیہ سے اخذ کرتا ہوں ؎

بگیریم زاد رہ این سراغ زشور ابہ اشک وز قرص داغ

جب آپ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچکر دستبوسی سے مشرف ہوئے۔ تو حضرت خواجہ صاحب نے نہایت بشاشت اور مہربانی سے آپ کا قصد وارادہ دریافت فرمایا۔ آپ نے جو کچھ ارادہ تھا عرض کیا۔ باوجودیکہ حضرت خواجہ صاحب کی عادت نہ تھی کہ آپ خود طالبوں کو اخذ طریقہ کا اشارہ کرتے یا اس متبرک سفر سے توقف کرا کے کچھ عرصہ کے لئے خانقاہ میں سکونت کے لئے فرماتے۔ لیکن جب اس شاہباز بلند پرواز پر آپ کی نظر پڑی تو آپ بے آرام ہو گئے۔ اور اپنی عادت قدیمہ کے برخلاف فرمایا۔ کہ ہرچند کہ یہ سفر مُبارک درپیش ہے۔ لیکن کیا چند روز آپ فقرا کی صحبت میں رہ سکتے ہیں۔ کم از کم ایک ماہ یا ایک ہفتہ ہی سہی کیا حرج ہے۔ چنانچہ آپ نے حسب الارشاد ایک ہفتہ رہنا قبول کیا۔ اور رفتہ رفتہ نوبت ایک ماہ دو ہفتہ تک پہنچی۔ ابھی دو روز ہی نہیں گذرے تھے کہ آثار تصرف وکشش حضرت خواجہ صاحب نمودار ہوئے اور آپ پر شوق انابت واخذ طریقہ خواجگان بزرگوار نے غلبہ کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ اور بمجرد عرض کرنے کے بدون اس کے کہ جانبین سے استخارہ وقوع میں آتا۔ حالانکہ خواجہ صاحب کی قدیم عادت تھی۔ خواجہ صاحب نے بلا کسی تامل کے خلوت میں طلب کر کے ذکر قلبی کی طرف رہنمائی کی اور توجہات عالیہ کو کام فرمایا۔ یہاں تک کہ اُسی وقت آپ کا دل حق منزل ذکر سے گویا ہو گیا۔ اور آرام وحلاوت اور التذاذ تمام حاصل ہُوا۔ اور یوماً فیوماً ترقیات عالیہ وعروجات متعالیہ ظاہر ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ دیکھا آپ نے جو کچھ کہ دیکھا۔ کما یحبیٰ بیانہ من کلامہ الشریف ؛

چند روز کے بعد جب حضرت خواجہ صاحب نے آپ کے اندر آثار رشد وارشاد واستعداد کامل معائنہ کی تو ایک خلوت میں وہ دقائق بیان فرمائے، جو آپ نے آپ سے

کئی سال پیشتر معائنہ فرمائے تھے۔ از انجملہ ایک یہ تھا کہ آپ نے بیان فرمایا۔ جب ہمارے مخدوم بزرگ خواجہ امکنگی قدس سرہٗ نے مجھے فرمایا کہ اب تم ہندوستان جاؤ۔ تاکہ اس سلسلہ شریفہ کو وہاں تم سے رواج ہو۔ میں اپنے آپ کو اس کام کے لائق نہ پاکر تواضع کرنے لگا۔ آپ نے مجھے استخارہ کرنے کے لئے فرمایا۔ استخارہ میں مَیں نے دیکھا، کہ ایک طوطی شاخ پر بیٹھی ہوئی ہے۔ مَیں نے اپنے دل میں ارادہ کیا کہ اگر طوطی شاخ سے میرے ہاتھ پر آ بیٹھے۔ تو مجھے اس سفر میں کشائش حاصل ہوگی۔ بمجرد اس خیال کے وہ طوطی میرے ہاتھ پر آ بیٹھی۔ اور مَیں نے اپنا لعاب دہن اُس کے مُنہ میں دیا۔ اور اُس نے میرے مُنہ میں شکر ڈالی۔ صبح کو مَیں نے یہ واقعہ آپ کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ طوطا ہندوستان کا پرندہ ہے۔ پس تمہارے دامن (تربیت) سے ایک ایسا شخص نکلیگا کہ عالم اُس سے منور ہوگا۔ اور تمہیں اُس سے فائدہ پہنچیگا۔ اس کو حضرت خواجہ صاحب نے آپ کے حال پر منطبق کیا ✦

دوسری بات آپ نے یہ بیان فرمائی کہ جب ہم تمہارے شہر سرہند پہنچے تو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں ایک قطب کے جوار میں اُترا ہوں، مجھے اُس کا حُلیہ بھی بتا یا گیا۔ صبح کو مَیں اُس شہر کے درویشوں اور گوشہ نشینوں کی تلاش میں نکلا۔ اور جن جن درویشوں کو دیکھا نہ وہ آثار تھے اور نہ کسی سے حالت قطبیت ہی معائنہ کی۔ مَیں نے کہا شاید اس شہر کا کوئی شخص اس امر کی قابلیت رکھتا ہوگا جو آئندہ ظاہر ہوگا۔ پھر جس روز کہ مَیں نے تم کو دیکھا تمہارا حُلیہ اس کے موافق پایا۔ اور اُس کی قابلیت بھی مَیں نے تمہارے اندر معائنہ کی ✦

نیز مَیں نے یہ بھی دیکھا کہ مَیں نے ایک بہت بڑا چراغ جلایا ہے اور اُس کی روشنی ساعت بساعت بڑھتی گئی اور لوگوں نے اُس سے بہت سے چراغ جلائے جب سرہند کے قرب وجوار میں پہنچا تو مَیں نے اُس کے دشت و بیابان میں بہت سی مشعلیں روشن دیکھیں۔ ان واقعات کو بھی مَیں تمہارے حالات کی طرف سمجھتا ہوں ✦

بالجملہ انہیں دو تین ماہ کے اندر جو کچھ کہ آپ کو بہ یُمن تربیت حضرت خواجہ باقی باللہ حاصل ہوا زبان قلم اُس کی تحریر و تقریر سے قاصر ہے ✦

خود آپ نے ایک طالب کی تحریص و ترغیب کے لئے بیان کیا ہے، تیمناً و تبرکاً لکھا جاتا ہے والقلیل یدل علی الکثیر۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب اس درویش کو اس راہ کی ہوس پیدا ہوئی تو عنایت الٰہی اس کی سعی میں مددگار ہوئی کہ یہ فقیر ولایت پناہ حقیقت آگاہ ہادئ طریق اندراج النہایۃ فی البدایۃ دالی السبیل الموصل الیٰ درجات الولایۃ مؤید الدین المرضیٰ شیخنا و امامنا محمد الباقی قدس سرہ العالی کی خدمت میں پہنچا، جو خلفائے کبار سلسلۂ علیۂ نقشبندیہ سے ہوئے ہیں۔ آپ نے اس درویش کو ذکر اسم ذات کی تعلیم کی۔ اور بطریق عادت قدسیہ توجہ کی، یہاں تک کہ میرے قلب میں التذاذ تمام پیدا ہوا اور کمال شوق و اشتیاق سے گریہ وزاری کرنے لگا +

پھر ایک روز بعد حالتِ بیخودی میں ایک دریائے محیط دیکھا۔ اور صُور و اشکال عالم اُس دریا کے سایہ میں پائے گئے۔ رفتہ رفتہ اس کیفیت بیخودی نے اور بھی غلبہ کیا۔ یہاں تک کہ کبھی حالت بیخودی ایک پہر دن تک رہتی۔ کبھی دو پہر دن تک اور کبھی تمام شب +

مَیں نے خواجہ صاحب کی خدمت میں یہ کیفیت بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ ایک قسم کی فنا حاصل ہوئی ہے +

اس کے بعد آپ نے ذکر کرنے سے منع کر دیا۔ لیکن اُس کی نگاہداشت کیلئے فرمایا۔ پھر دو روز کے بعد مجھے فنائے مصطلح حاصل ہوئی۔ خدمت والا میں مَیں نے عرض کیا۔ فرمایا تمام عالم ایک دیکھتے ہو۔ اور متصل و واحد پاتے ہو۔ مَیں نے عرض کیا ایک۔ فرمایا، معتبر فنائے فنا میں یہ ہے کہ باوجود ان میں اتصال ہونے کے بےشعوری حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اُس شب کو فنائے فنا بایں صفت حاصل ہوئی۔ عرض خدمت کی۔ اور بیان کیا کہ مَیں اپنے علم کو نسبت حق سبحانہٗ وتعالےٰ حضوری میں پاتا ہوں +

اس کے بعد میں ایک نور ظاہر ہوا۔ جو تمام اشیاء کو محیط تھا۔ مَیں نے اُسے جانا یہ نور سیاہ رنگ تھا۔ فرمایا کہ یہ انبساط جو اس نور میں دکھلائی دیا ہے علم الٰہی میں ہے کہ بواسطہ تعلق ذات حق سبحانہٗ ان چند اشیاء کے ساتھ بالا و پستی میں واقع ہیں منبسط کرتا ہے۔ لہٰذا اس انبساط کی نفی کرنی چاہیئے +

اس کے بعد اُس نور منبسط میں انقباض ظاہر ہوا۔ اور تنگ ہونے لگا حتیٰ کہ صرف ایک نقطہ کے برابر رہ گیا۔ فرمایا، اس نقطہ کی بھی نفی کرنی چاہیئے۔ اور حیرت میں

آنا چاہیے۔

میں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ وہ نقطہ بھی زائل ہو گیا۔ اور حیرت ظاہر ہوئی۔ کہ اس مقام پر شہود حق سبحانہٗ و تعالیٰ خود بخود ہے۔ جب میں نے عرض خدمت کی فرمایا یہی حضور نقشبندیہ ہے۔ اور نسبت نقشبندیہ عبارت اس حضور سے ہے۔ اور اس حضور کو حضور بے غیبت بھی کہتے ہیں۔ اس مقام پر اندراج نہایت در بدایت حاصل ہوتی ہے۔ یہ نسبت طالب کو اس کے اخذ کرنے کے رنگ میں حاصل ہوتی ہے۔ اور دوسرے سلسلوں میں ذکر و اذکار سے جو شیخ طالب کو تعلیم کرتا ہے۔ کہ اُن پر عمل کر کے مقصود کو پہنچے ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

اور اس فقیر کو یہ نسبت ابتدائے تعلیم ذکر سے دو ماہ اور چند روز میں حاصل ہوئی ہے۔ اور پھر بعد اس نسبت کے ایک اور فنا حاصل ہوئی، جسے فنائے حقیقی کہتے ہیں اور دل میں اس قدر وسعت پیدا ہو گئی کہ تمام عالم عرش سے فرش تک اس وسعت کے پہلو میں رائی کے دانہ کے برابر دکھائی دینے لگا۔

اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو اور ہر فرد عالم کو بلکہ ہر ذرہ کو حق دیکھا۔ اس کے بعد ہر ذرہ عالم کو الگ الگ اپنا عین دیکھا۔ اور اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو اس قدر منبسط و وسیع دیکھا کہ تمام عالم بلکہ اسی کے برابر ایک اور عالم کی اس میں وسعت ہے، بلکہ میں نے اپنے آپ کو اور ہر ذرہ کو ایک نور منبسط پایا کہ اشکال و صور عالم اس نور میں مضمحل و متلاشی ہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو مقوم جمیع عالم پایا۔ جب میں نے یہ حال عرض خدمت کیا۔ فرمایا، توحید میں مرتبہ حق الیقین یہی ہے۔ اور جمع الجمع عبارت اسی مقام سے ہے۔

اس کے بعد صور و اشکال عالم کو جیسا کہ اول میں نے حق پایا، اس وقت موہوم پایا۔ اور نہایت حیرت پیدا ہوئی۔ اس وقت فصوص الحکم کی وہ عبارت جو والد ماجد سے سُنی تھی یاد آئی **وھو ھذا**:۔

ان شئت قلت انه ای العالم حقٌّ ان شئت انه خلق وان شئت قلت انه حقٌّ من وجه وخلق من وجه وان شئت قلت بالحیرة بعد التمیز بینهما۔ یہ عبارت

فی الجملہ اس اضطراب میں تسکین دہ ہوئی +

اس کے بعد میں نے آپ کی خدمت میں آکر عرض حال کیا۔ فرمایا، ابھی تمہارا حضور صاف نہیں ہوا۔ ابھی اپنے کام میں مشغول رہو۔ یہاں تک کہ موجود و موہوم کے درمیان تمیز ظاہر ہو جائے +

میں نے فصوص الحکم کی وہ عبارت جو شعر بعدم تمیز ہے پڑھ کر سنائی۔ فرمایا، شیخ نے کامل کا حال بیان نہیں کیا۔ کیونکہ عدم تمیز بعض کی نسبت ثابت ہے۔ میں حسب الحکم اپنے کام میں مشغول ہوا۔ اللہ عزّ و جلّ نے آپ کی توجہ سے کامل دو روز کے بعد موجود و موہوم کے درمیان تمیز ظاہر کر دیا۔ یہاں تک کہ میں نے موجود حقیقی کو موہوم تخیل سے ممتاز پایا۔ اور صفات و افعال کو بھی موہوم محض پایا۔ اور خارج میں بجز ایک ذات موجود کے اور کچھ نہ دیکھا +

جب یہ حالت میں نے عرض خدمت کی فرمایا مرتبۂ فرق بعد الجمع یہی ہے اور انتہائے سعی یہیں تک ہے۔ اور یا اس سے پہلے جو کچھ جس کی استعداد میں رکھا ہے ظاہر ہوتا ہے۔ اس مقام کو مشائخ طریقت نے مرتبۂ تکمیل کہا ہے۔ انتہیٰ کلامہ الشریف +

اس کے بعد آپ نے وہ دقائق علیہ و واردات احوال شریفہ بیان کئے ہیں، جو ناظرین پر مخفی نہیں۔ اور یہ تمام وہ واردات و احوال ہیں جو سالک برسوں میں حاصل کرتے ہیں۔ اور بسبب محبوبیت و مرادیت تھوڑے زمانہ میں حاصل کئے +

چنانچہ خود حضرت خواجہ صاحب نے بارہا فرمایا ہے کہ آپ محبوبین و مرادین سے ہیں۔ اور یہی اُن کی سُرعت سیر کی وجہ ہے +

چنانچہ آپ کی صحبت کو چند ہی روز گذرے تھے کہ حضرت خواجہ صاحب نے ایک مخلص کو خط لکھتے ہوئے، آپ کی نسبت تحریر فرمایا:۔

"شیخ احمد مردے است از سرہند کثیر العلم و قوی العمل روزے چند فقیر با و نشست و برخاست کردہ عجائب بسیار از روزگار اوقات او مشاہدہ نمودہ بآں ماند کہ چراغے شود کہ عالمہا از و روشن گردد والحمد للہ تعالیٰ احوال کاملۂ او مرا بہ یقین پیوستہ۔ و ایں شیخ مشار الیہ برادراں و اقرباء او ہمہ مردم صالح و از طبقۂ علما چندے را دعا گوے ملازمت کردہ و از جواہر عالیہ

دانستہ استعداد ما عجب دارند و فرزندان آں شیخ کہ اطفال اند اسرار الٰہی اند
بالجملہ شجرۂ طیبہ اند اَنبَتَہُ اللّٰہُ نَبَاتاً حَسَناً و فقرائے باب اللہ لہائے
عجب دارند" انتہٰی کلامہ الشریف ✦

خود اس فقیر نے آپ کی زبان مبارک سے سُنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس روز
سے مَیں حضرت خواجہ صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اور تعلیم طریقت حاصل کی
مجھے یقین ہو گیا کہ عنقریب حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے اس راہ کی انتہا
تک پہنچائیگا۔ ہر چند کہ مَیں نظر بر قصور حال و اعمال اس یقین کی نفی کرتا تھا۔ لیکن کسی
طرح متصوّر نہیں ہوتی تھی اور اکثر اوقات یہ بیت زبان پر جاری رہتی تھی ؎

اَزیں نورِ کہ از تو بر دلم تافت
یقیں دانم کہ آخر خواہمت یافت

اس کے بعد آپنے نہایت انکسار و نیازمندی اور استغراق تمام کے ساتھ آب دیدہ ہو کر
الحمد للہ کہا اور خاموش ہو گئے ✦

آپ کا ایک مخلص بیان کرتا ہے کہ ایک روز آپ نے بیان کیا کہ ابتدائی
احوال میں جب کہ مَیں حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں تھا۔ اور مجھ پر رنگینی و گیتی
بکثرت طاری ہوتی تھی۔ حضرت خواجہ صاحب نے ہمارے برادر طریقت شیخ تاج
سے فرمایا کہ وہ بعض دوستوں کے شنیدہ حالات آپ کی خدمت میں بیان کیا کریں
لیکن مجھے اُن سے مستثنےٰ کر کے میرے حالات آپ خود دریافت فرمایا کرتے۔ اس
لئے مَیں آپ کے سامنے خاموش رہتا۔ اور کچھ نہ کہتا۔ حتّٰی کہ ایک روز آپ نے
خود فرمایا کہ تم خود اپنے حالات کچھ بیان کرنے میں خاموش رہا کرتے ہو۔ اور مَیں سمجھا
کہ میرے ایسے حالات ہی کیا ہیں جو آپ کے گوش گذار ہونے کے قابل ہوں۔
آپ نے فرمایا، کم و بیش کوئی واقعہ بھی جو پیش آیا ہو بیان کرو ✦

چنانچہ انہیں دنوں میں ایک واقعہ مجھے پیش آیا تھا۔ وہ یہ کہ مَیں شیخ تاج
کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اُن پر مَیں نے تصرف کیا، حتّٰی کہ بیخود ہو کر زمین پر گر پڑے
چونکہ مَیں نے خواجہ صاحب قدس سرّہٗ کو اظہار واقعہ پر اصرار کرتے دیکھا۔ تو لا محالہ یہ
واقعہ بیان کیا۔ تو آپ کا حال متغیر ہوا۔ اور ہم خاموش رہے ✦

راقم الحروف کا مقصد ان حکایات کی تحریر سے آپ کی عالی ہمتی کا اظہار کرنا ہے۔ کہ ابتدا سے انتہا تک اپنی بلند ہمتی وعلو استعداد وقابلیت، کثرت علم وعبادت اور وفور رعایت آداب اپنے پیر رفیع المرتبت کے باعث آپ پہنچے جہاں تک کہ پہنچے +

حضرت خواجہ صاحب قدس اللہ سرہٗ نے بشکر اس امر کے کہ حق سبحانہ وتعالےٰ نے ایسے طالب وسترشد والا قابلیت وافر الفضیلت کو آپ کی صحبت میں پہنچایا اور آپ کی یمن تربیت اور آپ کی برکات ہدایت سے مرتبہ کمال واکمال کو پہنچایا۔ اور واصل حق کیا۔ محامد قولی وفعلی بجالا کر ایسی نیک ساعت میں کہ مشتری بھی جس سے سعادت حاصل کرتا ہے، اجازت خلافت عطا فرمائی اور خلعت پہنا کر آپ کے وطن مالوف کو سرھند سے رخصت کیا۔ اور آپ شہباز بلند پرواز کی طرح اپنے وطن مالوف کو مراجعت کر آئے۔ جیسا کہ خود آپ نے بیان کیا ہے "باز آمدیم باصد ہزار خلعت و فتوح" +

بعد ازاں آپ حسب الحکم حضرت خواجہ صاحب قدس اللہ سرہٗ طالبوں کی تربیت میں مشغول ہوئے۔ اور تھوڑی سی مدت میں جم غفیر کو اپنے سرچشمۂ فیوضات سے سیراب کیا۔ اسی اثنائے افاضات میں آپ کو ایک مقصد پیش آیا جو اقل قلیل عارفوں کے وہم وفہم میں آسکتا ہے۔ اس مقصد کے باعث آپ نے طالبوں کو رخصت کیا۔ اور صحبت کو عزلت سے بدل دیا۔ تو بعض اصحاب غرض وارباب غبطہ نے اس واقع کو حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں دوسرے پیرایہ سے بیان کیا۔ جب آپ کو اس کی خبر ہوئی یہ عریضہ خدمت سامی میں بھیجکر امر واقعی کا اظہار کیا +

"ازاں روز کہ از ملازمت برآمدہ بود بواسطۂ میل بفوق الفوق بمقام چندانے مناسبت ندارد وچند گاہ خود ہمت آں بود کہ در گوشہ خزیدہ شود ومردم صحبت ہچوں ببرو شیو در نظر مے آمدند۔ عزم عزلت مصمم شدہ بود اما استخارہ موافق نے آید۔ عروج درمعارج قرب بغایت النہایت ہرچند غایت ندارد ومیسر شد ومیشود ومے برند ومے آرند کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ برمقامات جمیع مشائخ الا ماشاء اللہ تعالیٰ گذرانیدند ھ

گلے بر دمد از زمین بلند و پست
بداں درگاہ و الا دست بر دست

دریں میان اگر تو سط روحانیات مشائخ ما تعداد نمایم بطول انجامد با لجملہ از جملہ مقامات اہل ورنگ مقامات ظل گذرانیدند از عنایات چہ نویسد قبل من قبل بلا علت چنداں وجوہ ولایت و کمالات آنرا نمودند کہ چہ در تحریر آرد در شہر ذی الحجہ در مدارج نزول تا مقام قلب فرود آوردند۔ و ایں مقام مقام تکمیل و ارشاد است اما ہنوز چیزہا از علم و عمل از برائے ایں مقام درکار است تا کے میسر شود مرا آساں نیست باوجود مرادیت چنداں قطع منازل کردہ می شود کہ مریداں اینجا قدم ندارند نہایت عروج افراد تا بدایت مقام اہل است پیشتر افراد ہم گذر ندارند ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ وجہ توقف در تکمیل و ارشاد ایں است مردم در تخیلات خود چیزہا میزند اعتبار نباید کرد ع

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید و السلام

در اندیشہ ایں قسم احتمال خطر غالب است آنجا عرصہ ما فرمایند کہ از احوال ایں خستہ بال نظر خیال خود بپوشند مجال نظر را مجال دیگر بسیار است ع

من گم شدہ ام مرا مجوئید
از گم شدگاں خبر مگوئید

از عزت خداوندی جل سلطانہٗ باید اندیشید امرے ما کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کمال او بخواہد در تنقیص و سخن گفتن بسیار نامناسب است و فی الحقیقت معارضہ است باو تعالیٰ" انتہٰی کلامہ الشریف۔

یہاں تک کہ جو مطلب آپ اس عزلت سے چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو عطا کیا۔ اس کے بعد پھر آپ افاضۂ طلاب کی طرف متوجہ ہوگئے وہ مطلب یہ تھا جو آپ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے۔ خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ جب خواجہ صاحب نے مجھے کمال مصطلح اس طائفہ علیہ تک پہنچایا اور اجازت عنایت کی۔ مجھے فی الجملہ اُس وقت اپنے کمال و اکمال حاصلہ میں تردد تھا۔ اور بحکم فراست حضرت خواجہ صاحب نے اُسے معلوم کر کے فرمایا تھا کہ اس راہ میں تردد کو

دخل نہ دینا چاہیے۔ کیونکہ تردد کرنے سے مشائخ کی کمالیت میں تردد لازم آتا ہے۔
حسب الامر تعلیم طریقت میں مشغول ہوگیا۔ اور برسوں کا کام چند ساعات میں تمام ہوتا محسوس ہوا۔ یہاں تک کہ اسی اثنا میں میرا نقص پھر ظاہر ہوا۔

جو لوگ کہ میرے اردگرد تھے اور مجھ سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ میں نے اُنہیں جمع کر کے اپنا نقص بیان کیا۔ اور رخصت کا خواستگار ہوا۔ مگر طالبوں نے اس امر کو تواضع پر محمول کیا۔ اور بوجہ عقیدت کے وہ واپس نہ گئے۔ چند عرصہ کے بعد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے وہ احوال جن کا میں منتظر تھا عطا فرمائے۔ انتہٰے ما اخذنا من کلامہ الشریف۔

اس کے بعد آپ اپنے پیر بزرگوار حضرت خواجہ صاحب کی شوق ملازمت کے باعث **سرہند** سے **دہلی** آئے۔ اور مدت تک آپ کی خدمت میں رہے اور اپنے مقام و مرتبہ کو آگے سے بھی کئی درجہ بڑھایا۔ باوجود ان مقامات بلند و فضائل ارجمند کے آپ اپنے پیر بزرگوار کی رعایت ادب اس درجہ کرتے رہے کہ اُس سے زیادہ متصور نہیں ہوسکتی۔

راقم الحروف نے خواجہ حسام الدین کی زبان مبارک سے سُنا ہے۔ آپ نے حضرت **مجدد** صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی تعریف و توصیف کرنے کے بعد بیان کیا کہ آپ باوجود علو مرتبت وکثرت فضیلت اپنے پیر دستگیر کے ادب کی کمال رعایت کرتے تھے۔ ہمارے خواجہ صاحب کے مریدوں میں آپ جیسا کوئی شخص بھی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اوروں سے پہلے برکات آپ کے نصیب ہوئے۔ خواجہ حسام الدین مقبولان حضرت خواجہ **باقی باللہ** سے تھے۔

نیز آپ نے اس فقیر سے بیان فرمایا کہ جن ایام میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس خلیفۂ عالی درجات یعنی تمہارے شیخ پر نہایت التفات رکھتے تھے اور ان کی توقیر و احترام میں کمال مبالغہ کرتے تھے۔

مجھے آپ کے بلانے کے لئے بھیجا۔ جونہی میں نے آپ سے کہا کہ آپ کے پیر دستگیر آپ کو طلب کرتے ہیں۔ آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ اور خوف و بیم سے اس قدر مضطرب ہوئے کہ قریب تھا کہ رعشہ پیدا ہو جاتا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ جو میں نے

سُنا تھا کہ اہلِ قرب کو حیرانی زیادہ ہوتی ہے، مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا +

خود آپ نے بھی رسالہ مبدأ و معاد میں بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہم چار شخص تھے کہ تمام دوستوں کے درمیان ہم امتیاز تمام رکھتے تھے۔ اور باوجود اس کے ہر ایک کی نسبت اور ہر ایک کا آپ کے ساتھ اعتقاد و معاملہ علیحدہ تھا +

یہ فقیر بالیقین جانتا ہے کہ اس قسم کی صحبت و تربیت وارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سعادت کے بعد بجز اس کے ہرگز وقوع میں نہیں آیا۔ ہمیں اس نعمت کا شکر بجالانا چاہئے۔ کہ اگرچہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت باسعادت سے مشرف نہیں ہوئے لیکن الحمد للہ کہ اس سے محروم بھی نہیں رہے اور ہر شخص اپنی ارادت وعقیدت کے موافق بہرہ ور ہوا۔ انتہےٰ کلامہ الشریف +

بہرکیف آپ نے برمین و برکات مراعاۃ آداب دیکھا جو کچھ کہ دیکھا۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ صاحب نے ایثار کر کے جس قدر نسبتہائے عالیہ تھیں آپ کو عطا کیں +

جیسا کہ بشارت اساس شیخ ابو العباس نے شیخ ابوسعید کے حق میں فرمایا کہ بہت سی اشارتیں عمل میں آئیں اور یہ سب اس جوان کے نصیب ہوئیں اُسے مبارک ہو +

چنانچہ حضرت خواجہ صاحب نے لوائے تربیت وارشاد آپ کے سر پر رکھا۔ اور تمام کاروبار تربیت وارشاد آپ کے حوالے کر دیا۔ اور یہ فقرہ آپ کو تحریر کیا۔

"جمع از دوستاں کہ گرفتار بار وجود بود چوں و منیق و ماسنا الا لہ مقام معلوم در بند مصلحت فکر و عقل با اقتضائے آں نمود کہ دریں برشکال از مقابلہ بوقلموں دُور افتادہ و در تحت آفتاب شہود زندگانی نمایند انشاء اللہ بہ نیکی و پاکی بآخر رسد فوائد صحبت وجماعت امرے است محقق چہ حاجت باظہار ؎

ما گرفتاریم بر ما ناوکِ بیداد ریز
سوسن و گُل برکنار مردمِ آزاد ریز

اس کے بعد آپ اپنے وطن مالوف مراجعت کر آئے اور مدت تک سالکوں کو فیوض و برکات سے مستفیض کرتے رہے۔ اور اسی ضمن میں اپنے احوال عظیمہ اور ترقیات اور اپنے دوستوں اور پیر بھائیوں کے حال احوال اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں عرض

کرتے رہے +

ان عوارض کو بالخصوص اس فصل کے بعد ایک علٰحدہ فصل میں ذکر کیا جائیگا انشاء اللہ تعالےٰ ۔ ان عوارض کو ناظرین اُس فصل میں دیکھ سکتے ہیں +

تو حضرت خواجہ صاحب بھی اپنے اُن دوستوں کے حالات آپ سے دریافت کرتے رہتے تھے جو دہلی میں آپ کی خدمت میں آئے تھے ۔ کہ آپ سرہند سے اُن کی ترقیات و قابلیت معلوم کر کے لکھتے رہیں +

ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ کے مخلصوں میں سے ایک نے التماس کیا کہ آپ اس مخلص پر نظرات و توجہات خاص فرمائیں ۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اب کی دفعہ جب آپ (یعنی حضرت مجدد صاحب) سرہند سے تشریف لائینگے تو میں اُن سے تم پر توجہات خاص کرنے کے لئے کہونگا ۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ تمہیں مقامات عالیہ تک پہنچا دینگے +

اسی طرح حضرت خواجہ صاحب نے بعض دقائق علوم اور درجات و مقامات بعض ارباب معرفت و تحقیق بھی استفسار فرمائے ہیں ۔ اور جو کچھ آپ نے اس کے متعلق عرض خدمت کیا ، موجب اطمینان خاطر شریف ہوا ۔ اور معارف کثیرہ آپ نے بیان کئے ۔ چنانچہ مندرجہ ذیل مکتوب جو حضرت خواجہ صاحب نے آپ کی خدمت میں ارسال فرمایا ہے ، ان امور کا شاہد ہے ۔ **وھو ھذا**

"مسند ارشاد و اسع و انوار ساطع مسوّدہ رسالہ کہ در طریقہ خواجگان تمام شدہ خواجہ برہان کحل البصر مشتاقاں گردانید ند حمد اللہ سبحانہٗ و المنۃ بغایت عالی است و لطیف لیکن بخاطر میرسد کہ التماس نمودہ آید کہ قدرے در احوال حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ تفتیش فرمایند شاید کہ امور دیگر ہم ظاہر شود ہماں روز کہ مطالعہ لطیفہ نجیبہ مشرف شد در اثنائے خاص خاطرے آمد کہ دوست چپ یعنی عالم ارواح باایشاں تعلق دارد چوں حاضر بجہت ضعف حافظہ متردد گشت کہ مشار الیہ کہ بود لیکن ظن غالب آں بود کہ اشارہ بحضرت خواجہ بود یکے در طبقہ آئمہ دیدہ شود لیکن کہ چیزے ظاہر گردد ۔ دیگر از سخنان ایشاں معنی عصمتے مفہوم میشود و ایں نیز از بعض خوابہا دریافتہ شدہ کہ ایشاں بجسب خلقت نہایت در بدایت مندرج مخلوق شدہ اند چہ عجب اگر در فوق نقطہ علم در زیر مقام وحدت کلیا کہ قابلیت مطلقہ

است مخلوق باشند یکے کرم نمودہ آنجا ہم دیدہ شود ۔

ایضاً در مقام حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نظر چند انداز ند کہ داخل آں مقام شدہ بنزول آمدہ اند یا از راہ دیگر بکنار آمدہ اند شاید کہ مخلوقیت فوق نقطہ بسبب عدم تقرر در آں مقام شدہ باشد۔ بارے البتہ عنایت نمایند و نیک تفتیش نمایند کہ خیلے خاطر علال است۔ التماس دیگر آنکہ در باب فنائے بشریت نیز توجہ فرمایند کہ از غیر مقام فنا فی اللہ نیز مقامے دارد یا منحصر است در داخل شدن ہمیں مقام از جملہ جماعتے کہ در فوق ایں مقام مخلوق شدہ اند ظاہر امیست کہ ہمچناں محفوظ باشند و حاجت بکسب در ظہور فنائے بشریت نداشتند ۔

وایضاً جماعتے کہ در زیر ہماں مقام وحدت محو شدہ باشند و اگر چہ از راہ جذبہ قیومیت یا غیر آں رفتہ باشند نیز از عود بوجود بشریت محفوظ باشند ۔

ایضاً یک نظرے در خانہ جبروت کہ مقام انبیا است صلوٰۃ الرحمٰن علے نبینا و علیہم نیز بکنید کہ در انجا نیز مقامے خواہد بود کہ از عود مذکور ایمن گردانند ۔

ایضاً در مقام فنا فی اللہ نیز نظرے بفرمایند کہ شاید غیر ازیں راہ کہ ظاہر تفصیل راہ دیگرے ہم داشتہ باشد و بعضے ازیں عزیزاں ازاں راہ داخل شدہ باشند۔ باقی احوال آں متوقف ایشاں را بہتر معلوم است چہ نویسم چنداں اسامی و علامات مقامات مارا معلوم نیست تغیرات چہ نوع تواں نوشت ۔ انشاء اللہ آنچہ مرضی است ہماں شود۔ محمد صادق و جمیع برادراں و اعزہ نیاز مندی قبول نمایند"
انتہٰے المکتوب الشریف ۔

یہ استفسارات اور نوازشیں حضرت خواجہ صاحب کی اس خلیفۂ عالی منزلت سے اور اس حد تک ہوئیں کہ آپ بغور تعطش و تشوق کے باعث یہ دو بیتیں زبان پر جاری کرتے تھے ؎

بس تشنہ و بس خراب ایدوست　　در حسرت یکدمم نم ایدوست
ہر جا کہ ترشح تو بینم　　در تعطش آیم و نشینم

نوبت یہاں تک پہنچی کہ بعض حالات تازہ جو آپ کی استعداد عالی کے خصائص سے تھے ، ظہور پذیر ہوئے ۔ تو بطریق روایت عالی از سافل جس طرح بعض اساتذہ محدثین نے اپنے تلامذہ سے حدیث اخذ کی ہے ۔ اسی طرح حضرت خواجہ صاحب نے اس اپنے

نائب عالیمقدار کے بعض حالات سے اخذ کئے ہیں +

حضرت خواجہ صاحب آپ سے ان حالات کا استفسار فرماتے۔ اور آپ بطریق تواضع و انکسار معذرت کرتے کہ شاید امتحان مقصود ہو۔ اور اس طرح میں ترک ادب کا مرتکب ہوؤں۔ لیکن جب حضرت خواجہ صاحب بہت اصرار کرتے تو بحکم الامر فوق الادب اپنے حالات حاضرہ بادب تمام عرض خدمت کرتے تاکہ عدم امتثال منجر بہ ترکِ ادب نہ ہو۔ اسی طرح حضرت خواجہ صاحب آپ سے حصول بعض امور کے لئے دُعا و توجہ کرنے کے لئے فرماتے اور آپ دُعا و توجہ کرتے۔ اور بعنایت حق سبحانہٗ وہ مطلب حاصل ہوتا +

بالجملہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ آپ کے ساتھ وہ معاملہ برتتے جو مرید کو اپنے پیر کے ساتھ برتنا چاہئے۔ چنانچہ بسا اوقات صبح و شام حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو بر سر حلقہ بٹھایا ہے اور خود آپ مریدوں کی طرح حلقہ میں بیٹھے ہیں۔ اور پھر آپ جب اس حلقہ سے واپس جاتے تو برعایت ادب چند قدم اُلٹے پیر چلتے اور اپنی جگہ جا بیٹھتے۔ اپنے مریدوں کو بھی آپ اسی طرح تاکید کیا کرتے تھے کہ وہ آپ کا کمال ادب کیا کریں۔ اور جو معاملہ کہ وہ آپ کے ساتھ رکھتے ہیں ہمارے خواجہ صاحب کے ساتھ رکھیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ وہ اپنا باطن بھی ہمارے خواجہ کی طرف متوجہ رکھیں +

مرشدی میر محمد نعمان ہمارے خواجہ صاحب کے ساتھ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ کی تواضعات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آپ (مجدد صاحب) اپنے حجرے میں لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ آپ کو دریافت کرتے ہوئے تشریف لائے۔ خادم نے چاہا کہ آپ کو بیدار کردے لیکن حضرت خواجہ صاحب نے بیدار کرنے سے منع فرما دیا اور خود دروازے پر آپکے بیدار ہونے کے منتظر کھڑے ہوگئے۔ لیکن ایک لمحہ ہی گذرا تھا کہ آپ بیدار ہوگئے۔ اور دریافت کیا کہ باہر کون ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا فقیر محمد باقی۔ آپ بیقرار ہو کر تخت سے اُترے اور باہر آکر آپ کی خدمت میں بیٹھ گئے +

حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے وہ عرائض بھی مذکورہ بالا بیان کی تائید کرتے ہیں جو آپ نے انہیں ایام میں آپ کو تحریر فرمائے ہیں۔ از انجملہ دو رقعہ بطور شاہد ازجنبہا

ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں:۔

رقیمۂ اولیٰ

"حق سبحانہ باعلے مرتبۂ اکمال برساند ولا دعن من کاس الکرام نصیب تکلفے نیست آنچہ حقیقت است نوشتہ میشود پیر انصار قدس سرہٗ میفرمود من مرید خرقانی ام، لیکن اگر خرقانی درینوقت مے بود باوجود پیرشیں مرید من میکرد۔ ہرگاہ صفت آں بے صفتاں ایں باشد۔ گرفتاران آثار صفات چرا جاں فدائے لوازم طلبگارے نکنند و از ہرجا بوئے بمشام ایشاں رسد در پے آں نروند۔ اکنوں تامل و اہمال نہ از استغنائی و بے نیازی است موقوف باشارت است ے

گر طمع خواہد زمن سلطان دیں ۔۔۔ خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

بارے نحوہ حال و ارادہ ما این است خدائے عزوجل برآنچہ میباید جہتدی گرداناد واز عجب و پندار مخلص بخشاد۔ وبقیۃ المقصود جناب سیادت مآب امیر صالح نیشاپوری سلمہ اللہ اظہار طلب نمودند چوں وقت مقتضی ایں نبود تضیع اوقات ایشاں دادن از مسلمانی نمود لاجرم بصحبت شما فرستادہ شد۔ انشاء اللہ تعالےٰ بقدر استعداد بہرہ مند میگردند توجہ لطف کامل یابند والدعا"

رقیمۂ ثانیہ

"اللہ تعالےٰ فقراء و مساکین درماندہ را از برکات برگزیدگان بہ سبانی برساناد و مدتیست کہ عرض نیازمندی بدرگاہ ولایت نکردہ ام۔ آرے ایں یک کلمہ را قاصدان صادق حال میتوانند شد الحمد للہ ایں قسم خود صورت مے بند و دیگر چہ نویسم سخن درویشاں بحضرت شما نوشتن نہایت بے شرمی است تعلقات اوضاع صوریہ بسیار بیجا۔ الغرض ما را حد خود میباید دانست و از فضول احتراز باید کرد۔ والدعا"

الغرض اس قسم کی صحبت و معاملہ جو ان پیر و مرید قدس سرہما کے درمیان گذرا

عجائب روزگار سے ہے۔ بہت کم کسی نے سُنا ہوگا۔ یہ وہ معاملہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب کے فنائے اتم و کمال تعطش اور ہمارے خواجہ صاحب کے علوِ تربیت پر شاہد ہے +

آخر عمر میں حضرت خواجہ صاحب نے ہمارے خواجہ صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ آخری حالات میں ہمیں اُن کی صحبت سے معلوم ہوا کہ توحید ایک تنگ کوچہ ہے اُس کے اوپر ایک وسیع شاہ راہ۔ واللہ اعلم بحقیقۃ کلامہ +

تیسرے سفر میں جب آپ سرہند سے آپ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آثار ضعف بدن بہت ظاہر ہوتے جاتے ہیں اب اُمید حیات بہت کم باقی رہ گئی ہے +

اس کے بعد آپ نے فرزندان برخوردار خواجہ عبید اللہ و خواجہ محمد عبید اللہ کو جو اس وقت شیر خوار تھے طلب فرمایا۔ اور آپ سے ان پر توجہات کرنے کے لئے فرمایا۔ چنانچہ خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے حضور میں ہی اپنے مخدوم زادوں پر توجہات عالیہ کیں۔ چنانچہ ان توجہات کا اثر حضرت خواجہ صاحب پر بھی ظاہر ہوا +

نیز آپ کے حسب الحکم اُن کی والدات ماجدات پر بھی آپ نے غائبانہ توجّہ کی ہے، جیسا کہ مخدوم زادوں کے حالات میں اس کا بیان کیا جا چکا ہے +

حضرت خواجہ صاحب کے فقرات مدحیہ جو آپ نے ہمارے خواجہ صاحب کے حق میں فرمائے ہیں، اس قدر ہیں کہ احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے لیکن مُشتے نمونہ از خروارے چند فقرات کا اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے:-

چنانچہ ایک روز آپ نے فرمایا کہ وہ مُرادان و محبُوبان سے ہیں +

اور ایک روز فرمایا کہ اس وقت اس گروہ میں اُن جیسا کوئی نہیں +

ایک اور وقت آپ نے فرمایا کہ صحابہ و تابعین اور مجتہدین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے بعد آپ جیسے معدودے چند لوگ نظر آتے ہیں +

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ ہم نے یہ تین چار برس مشیخت نہیں کی بلکہ بازی کی لیکن الحمد للہ والمنۃ کہ یہ ہماری بازی اور یہ دُکان پیرزادی رائگاں نہیں ہوئی۔ اور آپ جیسے لوگ ہماری صحبت سے نکلے +

خود میں نے آپ کو (یعنی حضرت مجدد الفِ ثانی کو) فرماتے سُنا کہ ہمارے خواجہ صاحب

اُس وقت تک سرگرم تعلیم و تربیت رہے۔ جب تک کہ میں آپ کی صحبت بابرکات سے مشرف ہُوا۔ جب میری تعلیم و تربیت سے آپ فارغ ہوئے، تو مجھے ایسا معلوم ہُوا کہ آپ کاروبار شیخت سے دست بردار ہو گئے۔ اور طالبوں کو میرے حوالے کر دیا۔ کہ اس تخم تعلیم و تربیت کو ہم سمرقند و بخارا سے لائے اور زمین برکت آئین ہند میں بویا۔

نیز حضرت خواجہ صاحب کی بعد وفات آپ کے مسوّدات مکاشفات خاصہ میں سے ایک مسوّدہ برآمد ہُوا۔ جس میں چار دائرے کھینچے ہوئے تھے۔ ایک دائرہ میں ولایت بالفتح لکھی ہوئی تھی اور دائرہ چہارم میں کمال مطلق لکھا ہُوا تھا۔ اور دائرہ رابعہ کو آپ کے بعد صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین اخص الخواص سے شمار کیا تھا۔ ان دائروں کے حاشیوں پر مراتب و مقامات لکھے تھے۔ جو آپ نے اپنے مکاشفہ میں معائنہ کئے تھے۔ اور ان دائروں کے درمیان مشائخ طریقت کے دس بارہ نام لکھے ہوئے تھے۔ ہمارے خواجہ صاحب کو بھی آپ نے انہیں دس بارہ شخصوں کے درمیان داخل کیا تھا۔

نیز آپ نے (خواجہ باقی باللہ نے) بارہا ہمارے خواجہ صاحب کی قطبیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے بعض رسائل و مکاتیب سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ قطبیت ارشاد و قطبیت افراد دونوں کے جامع تھے۔

چنانچہ رسالہ مبدا و معاد کے دو فقروں سے جو انشاء اللہ تعالےٰ فصل آئندہ میں بیان کئے جائینگے، یہ امر واضح ہو گا۔

جب اس تیسرے سفر میں آپ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت سے سرہند واپس آئے۔ تو پھر آپ کو حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا میسّر نہ ہوا۔ چنانچہ سرہند آنے کے بعد آپ حسب ایما حضرت خواجہ صاحب لاہور تشریف لائے۔ اور بہت سے لوگ خاص و عام آپ کے عقیدتمندوں میں داخل ہوئے۔ صحبت گرم ہوئی اور شغل و مراقبہ کا حلقہ وسیع ہُوا۔

عالم باعمل حضرت مولٰنا جمال تلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فاضل تلمیذ نے حقیر سے بیان کیا کہ اسی دفعہ کا ذکر ہے کہ ہمارے استاد مولانا موصوف خواجہ صاحب کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک روز خواجہ صاحب نے چاہا۔ کہ چند قدم

ساتھ چلکر آپ کو رخصت کریں۔ جب آگے بڑھے، تو مولنا نے آپکے نعلین اُٹھا کر آپ کے سامنے کر دئیے۔ شاگردوں پر آپ کا یہ افراط تواضع گراں گذرا، کیونکہ ہمارا اعتقاد مولنا پر کیا بلحاظ علم اور کیا بلحاظ ورع و تقوٰے و صفائے باطن خواجہ صاحب سے کم نہ تھا۔ جب ہم باہر آئے تو گستاخی کر کے ہم نے عرض کیا کہ آپ کی اس تواضع و تذلل کی کوئی وجہ نہیں۔ فرمایا، یہ علمائے باللہ و محرمان اسرار لی مع اللہ ہیں۔ ان کا احترام ہم پر لازم ہے۔ لہٰذا اس باب میں مجھے معذور رکھو بلکہ ماجور و مصاب جانو +

نیز آپ کا ایک اور تلمیذ جو حضرت خواجہ صاحب کے مخلصوں میں سے اور مولانا موصوف کی ہمسائیگی میں رہتا تھا، بیان کرتا ہے کہ اس اثنا میں جب کہ آپ لاہور میں تشریف رکھتے تھے اور مولانا آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ مولانا نے ایک روز آپ سے پوچھا کہ آپ اس وقت علم احکام و علم اسرار کے جامع ہیں مسئلہ وحدۃ الوجود چنداں ظاہر شرع سے موافقت نہیں رکھتا۔ آپ کے نزدیک اس مسئلہ کا حل کیونکر ہے۔ آپ نے سرگوشی کر کے مولانا موصوف سے چند کلمات کہے۔ مولانا موصوف کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور ارباب حال کی طرح چہرہ متغیر ہو گیا۔ دیر تک آپکے زانو پر ہاتھ رکھے ہوئے خاموش بیٹھے رہے۔ اور خاموش ہی رخصت ہوئے اور کسی نے نہ جانا کہ آپ نے کیا کہا اور مولانا نے کیا سُنا ؎

ندانم چہ گفتی چہ انگیختی
کہ گفتی و از دیدہ خوں ریختی

اس قضیہ و نسبت توحید کے متعلق آپ کے ایک مخلص نے احقر سے بیان کیا کہ اوائل غلبات نسبت احاطت و سریان و معیت کے زمانہ میں ایک شخص نے میرے سامنے قلم پر قط دیا اور میری اُنگلی کٹ گئی +

بالجملہ لاہور میں ارباب فضل و اصحاب حضور کے ساتھ آپ کی صحبت گرم تھی۔ کہ اس اثنا میں حضرت خواجہ صاحب کے انتقال کی خبر آئی۔ سُنتے ہی لوگوں کے دل بے آرام ہو گئے۔ اور شربت صحبت تلخی سے مبدل ہو گیا۔ آپ دہلی روانہ ہوئے دہلی پہنچکر اول آپ نے روضہ شریفہ کی زیارت کی اور پھر مخدوم زادوں اور اپنے پیر بھائیوں کی عزا پرسی کی +

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے دوست و احباب نے آپ سے التماس کیا کہ آپ کچھ عرصہ قیام فرما کر اپنی صحبت بابرکت سے اُن کے شکستہ دلوں کو تسلی و تشفی بخشیں اور اُن کے زخم جگر پر مرہم لگائیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب بھی آپ سے اس امر کی وصیت کر گئے تھے۔ لہٰذا آپ دہلی میں ہی قیام فرما رہے۔ اور اُن کے حالات کی خبر گیری کرتے رہے۔ حتےٰ کہ تربیت و ارشاد کی وہی ترو تازگی پھر پیدا ہو گئی۔ جو حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے زمانہ حیات میں تھی۔ اور طالبوں کے باطن میں آثار توجہات و انوار جذبات جلوہ گر ہو گئے +

اس اثنا میں بعض حاسدوں نے خواجہ صاحب قدس سرہٗ کا آپ سے استفادہ کرنے کا قضیہ بیچ میں لا کر آپ کے مخلصوں کے درمیان بدظنی پھیلا دی +

آپ نے ہر چند پند و نصائح کئے۔ لیکن مُفید نہ ہوئے۔ تو آپ نے بعض بعض کی نسبتیں بھی سلب کیں، لیکن تب بھی وہ متنبہ نہ ہوئے اور جمع ہو کر خواجہ صاحب کے روضہ پر گئے اور توجہ کی۔ انہیں میں سے ایک کو جو صاحب کشف تھا نظر آیا۔ کہ ان میں سے ہر ایک درویش نے چراغ جلایا۔ اور ناگاہ بجلی ان سب کو اُچک لے گئی +

یہ چراغ ان درویشوں کی توجہ تھی۔ اور برق خاطف حضرت خواجہ صاحب کی توجہ۔ لیکن باوجود اس کے یہ لوگ جیسا کہ چاہیئے آپ کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ لہٰذا آپ نے وطن مالوف ہی واپس جانا مناسب سمجھا +

ایک مدت کے بعد آپ کے بعض پیر بھائیوں نے معذرت کی۔ اور اُن کی معذرت آپ نے قبول کر لی۔ اور جانبین سے آخر کو صفائی ہو گئی۔ چنانچہ خواجہ حسام الدین کے حالات میں اس کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے +

غرض ماہ جمادی الآخری میں آپ خواجہ صاحب کی زیارت قبر کر کے سرہند واپس آ گئے۔ اسی ماہ میں خواجہ صاحب کا انتقال ہوا ہے +

اس کے بعد آپ دو تین دفعہ آگرہ گئے ہیں۔ آگرہ کے سوائے اور کہیں تشریف نہیں لے گئے۔ البتہ ہاں آخیر عمر میں تین سال کے عرصہ میں لشکر سلطانی کی ہمراہی میں بعض بلاد پر آپ کا گذر ہوا ہے۔ اور اس ضمن میں ان بلاد کے بعض بعض لوگ آپ کی صحبت سے مشرف ہوئے ہیں +

چنانچہ ایک سفر میں احقر بھی آپ کے ساتھ تھا۔ ایک روز لشکر سلطانی کا ایک بہت بڑے گاؤں پر گذر ہوا۔ اُس گاؤں میں آپ کے بہت سے خادم بھی سکونت رکھتے تھے۔ یہ لوگ آپ کی آمد کی خبر سُن کر آپ کے لئے خیمہ لگا رہے تھے۔ اس اثنا میں مَیں نے دیکھا کہ آپ اس قریہ کے ایک کوچہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مَیں آپ کے پیچھے دوڑا۔ جب آپ نے پیچھے دیکھا تو فرمایا کہ مجھے خیال گذرا کہ اس کوچہ میں مسجد ہوگی اُس میں جا کر وضو کر کے مَیں دو رکعت نماز پڑھ لوں چنانچہ آپ چند قدم ہی چلے تھے کہ ایک نہایت صاف مسجد دکھائی دی +

اس مسجد میں بہت بڑا صحن اور کنواں بھی تھا۔ اور وضو وغیرہ کے تمام سامان مہیا تھے آپ وضو کر کے مسجد میں آ گئے۔ ایک درویش اس مسجد میں رہتا تھا۔ اس نے آپ کا حال دریافت کیا۔ آپ کا حال معلوم ہوتے ہی دوڑا ہوا گیا۔ اور اپنے ایک عزیز کو جو وہاں کے مقتدا و پیشوا تھے جا کر خبر کی +

یہ بزرگ ایک مسن شخص تھے اور مسجد کے بازو سے ہی ان کا مکان تھا۔ آپ کے حالات سُنے ہوئے تھے اور مدت سے آپ کی ملاقات کے آرزومند تھے لیکن کبرسنی اور دیگر تعلقات کے باعث آپ کے پاس نہیں آ سکتے تھے۔ آپ کے آنے کی خبر سُنتے ہی آپ کے خدمت میں دوڑتے ہوئے آ گئے۔ اور زبان حال سے یہ بیت پڑھنے لگے ؎

ہمائے اوج سعادت بدام ما افتد　　　اگر ترا گذرے بر مقام ما افتد

شب کو ان بزرگ نے مع تمام درویشوں کے آپ کی دعوت کی اور صبح آپ سے تعلیم ذکر حاصل کی۔ ان کا فرزند اور دیگر کئی ایک درویش بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور یہ سب ایک منزل تک آپ کو رخصت کرنے آئے +

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس وعدہ کا ایفا کیا جائے جو اُوپر کیا گیا تھا کہ آپ کے اُن بعض عرائض کا جو آپ نے اپنے پیر بزرگوار کو لکھے ہیں اور جن میں آپ نے اپنے بعض اسرار و حقائق وارده کا ذکر کیا ہے۔ ایک علحدہ فصل میں ذکر کیا جائیگا۔ وهوهذا

فصل ۴

آپ کے بعض عرائض اور چند خاص کلمات کا بیان

چونکہ آپ کے تمام عرائض و مکاتیب فارسی زبان میں ہیں۔ اس لئے بعض بعض عرائض بجنسہا نقل کر دئے گئے ہیں اور اکثر کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ تاکہ ناظرین پورا فائدہ اٹھا سکیں:۔

عریضۂ اوّل

کمترین بندگان احمد خدمت عالی میں عرض پرداز ہے کہ حسب الامر گستاخی کر کے اپنے بعض احوال پریشان عرض خدمت کرتا ہے۔ اثنائے راہ میں اسم الظاهر نے اس قدر تجلی کی کہ جمیع اشیا میں تجلی خاص ظاہر ہوئی۔ علے الخصوص کسوت نسا میں بلکہ ان کے اجزا میں جدا جدا تجلی ظاہر ہوئی اور اس قدر اس طائفہ کا انقیاد ہوا۔ کہ کیا عرض کروں۔ مَیں اس انقیاد میں مضطر تھا۔ کیونکہ جو ظہور کہ اس کسوت میں ہوا کسی جگہ نہیں ہوا۔ جو خصوصیات لطائف و محسنات عجائب اس لباس میں دکھائے کسی مظہر سے ظاہر نہیں ہوئے۔ مَیں ان کے سامنے پانی کی طرح پگھل بہتا۔ اسی طرح ہر ایک کھانے پانی میں جدا جدا تجلی ہوئی۔ جو لطافت و حسن کہ طعام لذیذ و پر تکلف میں تھا غیر میں نہ تھا۔ اسی طرح شیریں و شور پانی میں بھی یہی تفاوت پایا گیا۔ بلکہ لذیذ و شیریں میں ایک خصوصیت کمال علے تفاوت الدرجات جدا جدا تھے۔ اس تجلی کی خصوصیات تحریر میں عرض نہیں کر سکتا۔ اگر خدمت عالی میں ہوتا شاید عرض کر سکتا۔ لیکن ان تجلیات کے درمیان آرزو مَیں نے رفیق اعلےٰ کی رکھی۔ اور جہاں تک ہو سکا ان اشیا کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ لیکن مَیں مغلوب تھا اور بجز ان کے چارہ نہ تھا۔ اس اثناء میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ تجلی اس نسبت تنزیہی کے ساتھ جنگ نہیں رکھتی۔ چنانچہ باطن اس نسبت کا گرفتار ہے۔ اور ظاہر کی طرف اصلاً التفات نہیں رکھتا۔ اور ظاہر کو جو اس نسبت سے خالی تھا اس تجلی سے مشرف کیا۔ اسی طرح باطن کو بھی مَیں نے دیکھا

کہ اصلاً مبتلائے زیغ بصر نہیں ہے اور جملہ معلومات وظہورات سے معرض ہے۔ اور ظاہر کہ متوجہ کثرت واثنینیت تھا۔ اس دباطن تجلی کے لائق ہوگیا۔ اس کے بعد چند عرصہ تک یہ تجلیات مخفی رہیں۔ اور وہی نسبت حیرت وناوانی لاحق حال رہی۔ اس کے بعد ایک فنا حاصل ہوئی۔ اور وہ تعین علمی جو یقین کے عود کرنے سے پیدا ہوئی تھی۔ اس فنا میں گم ہوگئی۔ اور اس کا اثر وگمان بھی نہ رہا۔ اس وقت آثار اسلام اور علامات انہدام شرک خفی ظاہر ہونے لگے۔ اسی طرح دید قصور اعمال واتہام نیات وخواطر بھی ظاہر ہوا۔ الغرض اس کے بعد علامات عبودیت ونیستی ظاہر ہوئیں حق سبحانہٗ وتعالٰے ببرکت توجہ جناب حقیقت بندگی تک پہنچائے ۔

عریضۂ دوم

کمترین بندگان احمد عرض پرداز ہے کہ اپنی تقصیرات کا خدمت عالی میں کیا عرض کرے۔ ماشاء اللہ کان ومالم یشاء لم یکن ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم جو علوم کہ مقام فنا فی اللہ وبقا باللہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، بعنایت حق سبحانہٗ منکشف ہوئے۔ اور معلوم ہوگیا کہ وجہ خاص ہر شئے کی کیا ہے۔ اور سیر فی اللہ کیا معنی رکھتا ہے۔ اور تجلی ذاتی برقی کیا شے ہے۔ اور محمدی المشرب کون ہے وغیرہ وغیرہ ۔

اسی طرح ہر مقام کے لوازم ضروریات دکھلاتے ہیں اور گذار دیتے ہیں بہت کم کوئی ایسی شے ہوگی کہ اولیا اللہ نے اس کا پتہ دیا ہو۔ اور مجھے نہ دکھلائی ہو۔ جس طرح ذوات اشیا کو میں محض جانتا ہوں۔ اسی طرح اصل قابلیات واستعدادات کو مجعول ومصنوع جانتا ہوں۔ اللہ تعالٰے قابلیات کا محکوم نہیں ہے۔ اور نہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی شے حق سبحانہٗ وتعالٰے پر حاکم زیادہ ہے گستاخی ہے۔ بندے کو چاہیے کہ اپنی حقیقت پہچانے ؎ بندہ باید کہ حد خود داند ۔

عریضۂ سوم

ایک عریضہ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ کئی دفعہ دفع امراض پر توجہ کی گئی

اور اُس کا اثر بھی ظاہر ہوا۔ اسی طرح بعض احوال عالم برزخیت سے ظاہر ہوئے۔ اور دفع آلام وشدائد کے لئے بھی توجہ کی گئی۔ لیکن اب توجہ کرنے پر قدرت نہیں رہی حتےٰ اگر کسی شے پر اپنے کو خاطر جمع کرسکتا ہے۔ فقیر کو لوگوں سے بعض شدائد اور جور وستم پہنچے ہیں اور ایں جانب کے بہت سے متعلقین کو ناحق خانہ برباد وجلاوطن کیا ہے لیکن دل پر اصلا غبار تک چہ جائے اُن کا خیال تک ہو ✢

نیز اس عریضہ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ جس طرح سابقاً تعلق ارادت بمرادات برطرف ہوگئی تھی۔ لیکن اصل ارادت باقی رہی تھی جیسا کہ خدمت عالی میں عرض کیا تھا۔ اور اب ارادت بھی برطرف ہوگئی۔ اور صورت حال لامراد ولا ارادۃ ہے اس فنا کے حاصل ہونے کے بعد بعض علوم جو مناسب اس مقام کے تھے فائض ہوئے اور تحریر اُن علوم کی بوجہ نہایت ادق ہونے کے دشوار تھی۔ اس لئے زبان قلم کو اس طرف سے موڑتا ہوں۔ اس فنا کے متحقق ہوتے اور اُن علوم کے فائز ہوتے وقت ماوراے وحدت میں ایک نظر خاص پیدا ہوئی۔ ہر چند کہ یہ بات مقرر ہوچکی ہے۔ کہ ماوراے وحدت میں کوئی نظر نہیں ہے، بلکہ کوئی نسبت نہیں ہے۔ لیکن جو کچھ احقر پاتا ہے عرض کرتا ہے۔ جب تک یہ امر درجہ یقین کو نہیں پہنچا۔ اُس کے لکھنے کی جرات نہیں کی۔ کوئی شبہ اُس میں راہ نہیں پاسکتا۔ ہر چند کہ نظر میں وحدت ہے نہ وراے وحدت اور نہ کوئی مقام ہے کہ بعنوان حقیقت معلوم ہوتا۔ حق کو اُس کے وراے جانے۔ حیرت وجہل اُس معرفت کے ساتھ موجود ہے۔ اور اس دید سے کوئی تفاوت پیدا نہیں ہوا۔ مَیں نہیں جانتا کیا عرض کر رہا ہوں، یہ سب تناقض در تناقض ہے کہ کہنے میں نہیں آسکتا۔ اور حال بے شبہ محقق ہے۔ استغفر اللہ واتوب الی اللہ من جمیع ما کرہ اللہ قولاً وفعلاً حاضراً وناظراً۔ نیز اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ سابقاً جو کچھ مَیں ان مقامات سے جانتا تھا وہ فی الحقیقت فنا نے خصوصیت صفات اور اُن کا مابہ الامتیاز تھا۔ جو ضمن وحدت میں مندرج ہوئی تھیں خصوصیات زوائل ہو کر اب اصل صفات بھی برطرف ہوگئی ہیں۔ فرمان احدیت نے کچھ نہیں چھوڑا ہے۔ جو تمیز کہ مرتبہ علم اجمالی یا تفصیلی سے حاصل ہوئی تھی وہ بھی نہیں رہی اور تمام نظر خارج پر آپڑی کان اللہ ولم یکن معہ شئی والآن کما کان اس وقت مطابق حال ہے

اور سابق صرف مضمون اس حدیث کا علم حاصل تھا۔

عریضۂ چہارم

عنایات الٰہیہ جو ببرکت جناب عالی اس احقر بندہ پر فائض ہوتی ہیں کیا عرض کروں ؎

من آن خاکم کہ ابرے نوبہاری کند از لطف برمن قطرہ باری
اگر بروید از تن صد زبانم چو سوسن شکر لطفش کے توانم

ہر چند کہ اس قسم کے احوال کا اظہار موجب جسارت و گستاخی ہے۔ و شعر افتخار و مباہات ؎

ذلے چوں شمرا برداشت از خاک سزد گر بگذرانم سر با فلاک

ابتدائے عالم صحو و بقائے اواخر ماہ ربیع الاول سے ہے اور جب سے اب تک ہر وقت ایک خاص بقا سے مشرف کرتے ہیں اور تجلی ذاتی کی ابتدا شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ سے ہے۔ کبھی صحو میں لاتے ہیں اور پھر سکر میں لیجاتے ہیں نزول و عروج میں علوم غریبہ و معارف عجیبہ سے فائز کرتے ہیں۔ اور مرتبہ میں بمناسبت بقائے مقام احسان و شہود خاص سے مشرف کرتے ہیں۔ چنانچہ چھٹے رمضان المبارک کو بقا و احسان سے مشرف ہوا۔ کیا عرض کروں معلوم ہوتا ہے کہ نہایت استعداد یہیں تک تھی اور وصل جو مناسب حال تھا یہیں میسر ہوا۔ جس قدر فنا اتم ہوگی اُسی قدر بقا بھی اکمل ہوگی۔ اور جس قدر بقا اکمل ہوگی صحو زیادہ ہوگا۔ اور جس قدر صحو زیادہ ہوگا، علوم مطابق شریعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا افاضہ زیادہ ہوگا۔ اور جو معارف و علوم کہ اس وقت ظاہر ہونگے شرائع و عقاید ہونگے۔ جو ذات و صفات و الٰہیہ کے متعلق بیان کئے گئے۔ اُن کی ظاہرا مخالفت بقیۂ سکر سے ہے۔ اس وقت جو معارف کہ اس کمترین پر فائض ہوئے ہیں وہ اکثر معارف شرعیہ کی تفصیل و بیان ہیں ع

گر بگویم شرح ایں بےحد شود۔

مجھے خوف ہے کہ اس کی تفصیل منجر بگستاخی نہ ہو۔ بندے کو چاہئے کہ اپنی حد پر رہے مرشد علی الاطلاق جلشانہٗ نے ببرکت توجہات جناب دونوں طریق جذبہ و سلوک

ہر دو صفت جمال و جلال سے تربیت فرمائی ہے اور اب جمال عین جلال ہے اور جلال عین جمال۔ اور علامت اس تربیت کی محبّت ذاتی ہے۔ اور محبّت ذاتی علامت فنا ہے۔ اور فنا عبارت نسیان ماسوا سے ہے۔ جب تک کہ تمام علوم سینہ سے محو نہ ہو جائیں اور جہل مطلق متحقق نہ ہو۔ فنا سے بہرہ کامل حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ حیرت وجہل دائمی ہے، جس کا زوال ممکن نہیں کہ کبھی حاصل ہو اور کبھی زائل ہو۔ غایت مافی الباب یہ کہ بقا سے پہلے جہل محض ہے اور پھر بقا کے بعد جہل و علم باہم جمع ہیں۔ اور نادانی عین شعور ہے۔ یہی مقام حق الیقین ہے کہ علم و عین ایک دوسرے کے حجاب نہیں ہو سکتے۔ اور جو علم جہالت سے پہلے حاصل ہوتا ہے۔ اور ساقط الاعتبار ہے باوجود اس کے اگر علم ہے، خود اپنے اندر ہے اور اگر شہود ہے خود اپنا ہے اور اگر معرفت ہے یا حیرت ہے خود اپنے اندر ہے۔ جب تک کہ نظر خارج میں ہے، بےحاصل ہے۔ اگرچہ خود اپنی ذات پر نظر رکھتا ہو۔ نظر خارج سے بالکل منقطع ہونا چاہئے۔ کیونکہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرّہٗ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ بعد فنا و بقا کے جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے اندر پہچانتے ہیں۔ اُن کی حیرت خود اُن کی ذات میں ہوتی ہے اس جگہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہود و معرفت اور حیرت نفس ہی میں ہے۔ اور بیرون نفس ان تینوں میں سے کوئی چیز نہیں ہے۔ جب تک ان تینوں میں سے کوئی بھی بیرون نفس ہے۔ فنا سے بہرہ نہیں رکھتا اور بقا کا تو ذکر ہی کیا۔ نہایت مرتبہ فنا و بقا یہ ہے اور یہی فنائے مطلق ہے اور مطلق فنا عام ہے اور بقا باندازۂ فنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اہل اللہ بعد تحقق فنا و بقا بیرون نفس بھی شہود رکھتے ہیں۔ لیکن اُن لوگوں کی نسبت تمام نسبتوں سے فوق ہے ؎

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند ۔۔۔ نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

یہ نسبت حضرت خواجہ عبد الخالق کی ہے۔ اور آپ کی تکمیل حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین المعروف بہ نقشبند قدس سرّہٗ سے ہوئی ہے ‌+

عریضۂ پنجم

عجیب معاملہ ہے کہ اول جب کوئی مصیبت و بلا واقع ہوتی تو فرحت و سرور کا باعث

ہوتی تھی۔ اور ھل من مزید کہتا تھا۔ اور اب کہ عالم اسباب میں اُتارا ہے اور اپنے عجز و انکسار پر نظر پڑی ہے۔ کسی قدر ضرر لاحق ہوتا ہے۔ اوّل وہلہ ہی میں ایک قسم کا حزن لاحق حال ہوتا ہے۔ ہر چند کہ بہت جلد ہی زائل ہو جاتا ہے اور ذرا بھی باقی نہیں رہتا۔ پہلے دفع بلا کے لئے دُعا کرتا تھا۔ لیکن اُس سے مقصود دفع بلا نہیں بلکہ امتثال امر ادعونی استجب لکم۔ اور اب مقصود دُعا سے رفع بلا و مصائب ہے۔ اور خوف و حیرت جو زائل ہو چکی تھی، پھر رجوع کر آئی یعلوم ہوا کہ وہ باعث سُکر کے تھا۔ ابتدا میں مقصود دُعا سے رفع بلا نہ تھا۔ اور دل کو یہ بات خوش نہیں آتی تھی۔ لیکن حال غالب تھا اور خیال گذرتا تھا کہ دعائے انبیاء علیہم السلام اس قبیل سے نہ تھی کہ حصول مراد نہ چاہتے تھے۔ اب کہ اس حالت سے مشرف کیا ہے۔ حقیقت الامر واضح ہوگئی۔ اور معلوم ہوا کہ دعائے انبیاء علیہم السلام بوجہ عجز و افتقار اور خوف و حزن کے باعث تھی نہ بوجہ امتثال امر بعض امور کہ حاصل ہوتے ہیں حسب الحکم عرض کرتا ہے +

عریضہ ششم

توحید وجودی کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے۔ شروع میں ہی اُس حال سے مشرف کیا۔ اور احدیت کثرت میں میسر ہوئی۔ اس مقام سے پھر اوپر کے درجات میں لے گئے اور انواع علوم اس ضمن میں افاضہ فرمائے۔ یہ مقامات و معارف قوم کے کلام میں صریحاً پائے نہیں جاتے۔ مگر بعض بزرگوں کے کلام میں رموز و اشارات پائے جاتے ہیں۔ لیکن وہ ادلّہ شرعیہ سے موافقت نہیں رکھتے۔ اور نہ ہی حکما کے مسلک اور اُن کے اصول ہی سے مطابقت رکھتے ہیں۔ بلکہ جو علمائے اسلام کہ اہل سُنّت سے اختلاف رکھتے ہیں وہ اشارات و رموز ان کے اصول سے بھی منطبق نہیں ہیں۔ استطاعت و قدرت فعل بفعل کے ساتھ منکشف ہوئی ہے کہ فعل سے پہلے قدرت نہیں ہوتی۔ بلکہ قدرت بمقارنت فعل عطا کرتے ہیں۔ اور مکلفیت سلامت الباب و اعضا پر جانتے ہیں۔ کما قالہ علماء اھل السنۃ اس مقام پر مَیں اپنے آپ کو خواجہ حضرت نقشبند قدس سرہٗ کے قدم پر پاتا ہوں کہ آپ اس مقام پر تھے۔ حضرت خواجہ علاؤالدین قدس سرہٗ اس مقام سے بہرہ رکھتے تھے۔ اور متاخرین اس سلسلہ علیہ میں سے خواجہ عبدالخالق

اور مشائخ متقدمین سے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ اور امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حبیب عجمی قدس اللہ سرہٗ حاصل اس سب کا کمال بُعد بیگانگی ہے اور کام معالجہ سے گذر گیا ہے۔ جب تک وہ جب میں مبذول تھے سعی و کوشش سے اُسے رفع کر سکتے تھے۔ اور اب خود بزرگی اس کی حجاب ہوئی ع

فلا طبیب لھا ولا راقی

آہ کہ کمال بیگانگی و بے مناسبتی کا نام وصل و اتصال رکھا ہے ہیہات ہیہات ؎

درافگندہ دف این آوازہ از دوست

کز و بر دست دف کو یان بود پوست

شہود کہاں ہے۔ شاہد کون اور مشہود کیا ہے ع

خلق را روے کے نماید او

مالتراب و رب الارباب اپنے آپ کو بندہ مخلوق عجیز مقدور جانتا ہوں۔ اور اسی طرح تمام عالم کو مخلوق جانتا ہوں۔ اور حق سبحانہٗ وتعالٰی کو خالق و قادر جانتا ہوں۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے +

عریضۂ ہفتم

مدت ہوئی کہ احوال خادمان عتبۂ علیہ سے اطلاع نہیں پائی ہے ؎

عجبے نیست کہ گر زندہ شود جان عزیز

چوں ازاں خضر جدا ماندہ پیامے برسد

مَیں سمجھتا ہوں کہ در دولت پر حاضر ہونے کے لائق نہیں ہوں ع

این لبکہ رسد ز دور بانگ جرسم

عجائب کاروبار سے ہے کہ قرب نہایت بُعد کا نام رکھا ہے اور غایت فراق کو وصل کہا ہے۔ گویا فی الحقیقت اس کے ضمن میں اشارہ نفی قرب و وصال کی طرف کیا ہے ؎

کیف الوصول الی سعاد دونھا

قلل الجبال و دونھن حتوف

پس حزن ابدی وفکر دائمی لامحالہ دامنگیر ہوا۔ مرادیں (ارادہ کئے گیوں) کو بھی آخر الامر باراده مرید مزید ہونا چاہیے۔ اور محبوب کو محبت محب ہونا چاہیے ؛

جناب رسول مقبول علیہ من الصلوٰۃ اکملہا ومن التحیات افضلہا نے باوجود مقام مراتب محبوبیت محبین اور مریدین سے ہوئی۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم متواصل الحزن دائم الفکر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دائم الفکر والحزن رہتے تھے۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما اوذی نبیٌّ مثل ما اوذیت کہ "کسی نبی کو ایذا انہیں دیگئی جیسی کہ مجھے ایذا دیگئی"۔ محبین بار محبت اٹھا سکتے ہیں لیکن محبوبین پر اس بار کا اٹھانا دشوار ہے یہ قصہ ہے جو پایاں نہیں رکھتا ع قصۃ العشق لا انفصام لہا ؛

عریضہ ہشتم

چونکہ حضرت حق سبحانہٗ نے برکت وتوجہات جناب احوال رقیت سے آزاد اور تلوین سے تمکین کے ساتھ مشرف کیا ہے۔ بجز حیرت وپریشانی کے کچھ ہاتھ نہ آیا اور وصل وقرب سے بجز ہجر وبعد کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ معرفت سے کثرت اور علم سے جہل زیادہ ہوا۔ اس وجہ سے عرضداشتوں میں توقف واقع ہوا۔ عجب یہ ہے کہ اب ایک نسبت سے مشرف کیا ہے۔ جس میں علم وعین ایک دوسرے کے حجاب نہیں ہیں۔ اور فنا وبقا وہاں جمع ہیں۔ عین حیرت اور بے نشانی شعور ہے اور نفس غیبت حضور باوجود علم ومعرفت کے بجز جہل کے کچھ نہیں ہے ع

عجب این است کہ من واصل وسرگردانم

اللہ تعالےٰ نے محض اپنی عنایت بغایت سے مدارج کمالات وترقیات ارزانی فرمائی ہیں۔ فوق مقام ولایت مقام شہادت ہے۔ اور ولایت وشہادت کے درمیان وہی نسبت ہے جو تجلی صوری وتجلی ذاتی کے درمیان ہے۔ بلکہ ان کے درمیان ان دونوں تجلیوں سے بھی زیادہ تفاوت وبعد ہے۔ اور فوق مقام شہادت مقام صدیقیت ہے۔ اور جو تفاوت کہ ان دونوں کے درمیان ہے اجلّ ان یُعبّر عنہ بعبادۃ وعظم من ان یشار الیہ باشارۃ اس سے برتر ہے کہ عبارت میں بیان کیا جائے یا اشارہ

ہی سے بتلایا جاوے۔ اور فوق مقام صدیقیت نبوت ہے وبس علے صاحبہا افضل الصلوات والتسلیمات۔ صدیقیت و نبوت کے درمیان کوئی مقام نہیں۔ محال ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی اور مقام ہو۔ اور حکم بحالیت بکشف صریح و صحیح معلوم ہوا ہے۔ بعض اہل الحق نے ان دونوں مقاموں کے درمیان ایک واسطہ ثابت کیا ہے۔ اور قربت کے نام سے موسوم کیا ہے، اس واسطہ سے بھی مشرف کیا۔ اور توجہ بسیار و تضرع بیشمار کے بعد حقیقت اس مقام سے آگاہ کیا۔ اولاً اسی طرح جیسا کہ بعض اکابر نے فرمایا ہے ظاہر ہوا آخرالامر حقیقت معلوم کرائی۔ ہاں بوقت عروج اس کے یہ مقام مقام صدیقیت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اس کے واسطہ ہونے میں تامل ہے۔ انشاء اللہ بعد از ملازمت صوری حقیقت بہ تفصیل عرض کرونگا۔ یہ مقام بس عالی ہے منازل عروج میں، اس سے فوق کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا۔ زائدیت وجود بر ذات جل و علا اس مقام پر ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ علمائے محققین شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے۔ اس جگہ وجود بھی راہ میں نظر آتا ہے اور اس سے آگے عروج واقع ہوتا ہے ✤

ابو المکارم رکن الدین شیخ علاء الدولہ نے اپنے بعض مصنفات میں فرماتے ہیں ✤
فوق عالم الوجود عالم الملک الودود مقام صدیقیت مقامات بقا سے ہے اور اُس سے بالاتر مقام نبوت ہے جو فی الحقیقت بالاتر ہے۔ اور کمال صحو و بقا کا مقام ہے ان دونوں مقام کا مقام قربت برزخیت نہیں رکھتا کہ رویت بہ تنزیہ صرف ہے اور یہی تمام عروج ہے وشتان ما بینہما ۵

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
ہرچہ استاد ازل گفت بگو میگویم

علوم شرعیہ نظریہ و استدلالیہ ضروریہ کشفیہ کیا اور نظریہ سے ضروریہ کی طرف لائے ہیں ✤
ایک شخص نے خواجہ بزرگ قدس سرہ سے پوچھا کہ مقصود سلوک سے کیا ہے فرمایا کہ معرفت اجمالی تفصیلی ہو جاوے۔ اور استدلالی کشفی ہو جائے ✤
فرمایا کہ سلوک میں اور بھی کئی علوم حاصل ہوتے ہیں۔ اور راہ میں چونکہ بہت سے علوم و معارف ہیں۔ جب تک کہ ان علوم و معارف سے گذر کر نہایت مقام صدیقیت پر نہ پہنچے۔ اُن علوم سے بہرہ حاصل نہیں ہوتا۔ فیالیت شعری اوصل اعلی اللہ القائلین

بحصول ھذا المقام الشریف لا نفسہم ولیس لھم مناسبۃ بعلوم ھذا المقام و معارفہ فما وجہہ وفوق کل ذی علم علیم ✦

اے کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ بہت اہل اللہ قائل ہوئے کہ انہیں یہ مقام صدیقیت حاصل ہوا۔ لیکن اس مقام کے علوم و معارف سے انہیں مناسبت نہ تھی۔ آخر اس کی وجہ! بات یہ ہے کہ ہر ایک ذی علم سے کوئی اور زیادہ جاننے والا بھی ہے۔ مسئلہ قضا و قدر سے بھی اطلاع دی اور بایں طریق کہ اصول ظاہر شریعت سے اصلاً کوئی مخالفت لازم نہیں آتی۔ اور نقص ایجاب اور شائبہ جبر بھی نہیں۔ اور اس طرح ظاہر صاف ہے۔ جیسے کہ چودھویں رات کا چاند۔ تعجب ہے کہ باوجود مخالفت نہ ہونے اصول شریعت سے اس مسئلہ کو کیوں پوشیدہ رکھا ہے۔ اگر شائبہ مخالفت ہوتا، تو اخفا و ستر مناسب تھا۔ مگر کیوں لا یسئل عما یفعل بات یہ ہے کہ جو کچھ کرتا ہے اس سے سوال نہیں کیا جاتا ؎

کہ از ہرہ آنکہ از بیم تو ✦ کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

علوم و معارف نسیان کے رنگ میں عطا کرتے ہیں کہ قوت مدرکہ اس کے بارے عاجز ہوتی ہے اور مجرد تعبیر رہجاتی ہے۔ لا یحمل عطایا الملک الا مطایاہ اہل شوق چاہتے تھے کہ ان علوم غریبہ کو قید کتابت میں لاتے۔ لیکن توفیق نہ پائی۔ اس کے گذرنا دشوار تھا۔ آخر الامر تسلی فرمائی کہ مقصود ان علوم کے افاضہ اور ان کے یاد کرنے سے ایک قسم کا ملکہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ طلبہ علوم، تحصیل علوم کرتے ہیں۔ تاکہ ان کے ذریعہ ملکہ مولویت حاصل کریں جس طرح صرف۔ نحو وغیرہ علوم کا ملکہ حاصل کرنا انتہے عرائضہ الشریف ✦

حضرت خواجہ صاحب کے جوابات در بارہ آپ کے عرائض کے

حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے آپکے تمام عریضوں کے جواب تحریر فرمائے ہیں جن میں آپ نے دعائیں دی ہیں۔ تعریف کی ہے۔ اور آپ کے تصحیح احوال و اسرار کی تصریح کی ہے ✦

چنانچہ ایک نامہ میں آپنے تحریر فرمایا ہے کہ "جو کچھ کشوف کے متعلق ذکر کیا گیا ہے

اُس کا طریقہ نہایت مرضیہ، صحیح، مستقیم و مستحسن ہے۔ یہ آپ کا طریقہ اس نہج پر واقع ہوا ہے کہ بغیر قول و زبان کے کئی چیزیں مکشوف ہوتی ہیں۔ تمام وجوہات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ انشاء اللہ ملاقات کے بعد جو کچھ مناسب ہو کہا جائیگا۔

اب اس کے بعد ہم اُن دو فقروں کا ذکر کرتے ہیں جن کا ہم نے اُوپر وعدہ کیا تھا کہ انہیں ہم آپ کے عرائض میں ذکر کرینگے۔

فقرۂ اولےٰ

جب اس درویش کو اس راہ کی ہوس پیدا ہوئی تو عنایت خداوندی نے حضرت خواجگان (نقشبند) قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم سے ایک خلیفہ کو اس جگہ پہنچایا۔ اور اس درویش نے اُن سے طریقۂ خواجگان اخذ کیا۔ اور اُن کی ملازمت خدمت میں رہکر اُن کی برکت و توجہ سے جذبۂ خواجگان جو استہلاک در صفت قیومیت سے پیدا ہوتا ہے حاصل کیا۔ اور طریق شرب اندراج النہایۃ فی البدایۃ بھی میسر ہوا۔ تحقق اس جذبہ کے بعد سلوک میں مشغول ہوا۔ اور بتربیت روحانیت اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہٗ انتہائے راہ تک پہنچایا۔ یعنی اُس اسم تک کہ اُس کا مربی ہے۔ پھر اس اسم سے بمدد خواجہ نقشبند قدس سرہٗ قابلیت اولےٰ یعنی حقیقت محمدیہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ و التحیۃ تک عروج کیا۔ اور وہاں سے بمدد روحانیت حضرت فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اُس قابلیت سے آگے استعداد میسر ہوا۔ اور پھر اُس مقام سے بمدد روحانیت حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس مقام تک ترقی حاصل ہوئی کہ وہ قابلیت اُس مقام کی تفصیل ہے اور وہ مقام اُس کا اجمال اور مقام اقطاب محمدیہ ہے۔ اس مقام تک پہنچتے وقت خواجہ علاءالدین کی بھی جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے خلیفہ قطب ارشاد تھے، ایک طرح سے امداد روحانی پہنچی۔ نہایت عروج اقطاب اس مقام تک ہے اور دائرۂ ظلیت بھی اس مقام پر منتہی ہوتا ہے۔ اُس کی اصل خالص ہے، ممتزج بظل طائفۂ افراد وصول اس مقام سے مشرف ہیں بعض اقطاب کو بواسطہ صاحبت افراد مقام ممتزج تک بھی عروج حاصل ہوتا ہے۔ لیکن وصول باصل خالص یا نظر باصل خالص حسب مراتب خصوصیات افراد ہے ذلک فضل اللہ

یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم +

بعد ازاں وصول اقطاب کے بعد اس درویش کو حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خلعت قطبیت ارشاد عنایت ہوئی۔ اور اس منصب سے سرفراز کیا +

بعد ازاں عنایت خداوندی اس درویش کے شامل حال ہوئی اور وہاں سے فوق کی طرف متوجہ کیا۔ ایک دفعہ اصل ممتزج کی طرف لے گئے اور فنا میسر ہوئی جس طرح مقامات سابقہ میں میسر ہوئی تھی۔ اور پھر وہاں سے ترقی بمقامات اصل ارزانی فرما کر اصل الاصل تک پہنچایا۔ اور عروج اخیر یعنی عروج بمقامات اصل بمدد روحانیت غوث الاعظم محی الدین حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہوا۔ کہ بقوت تصرف اس مقام سے گذر کر اصل الاصل تک پہنچایا۔ اور وہاں سے پھر اس عالم کی طرف جس طرح کہ ہر مقام میں لوٹایا گیا تھا۔ اور نسبت فردیت کہ عروج اس کے ساتھ مخصوص ہے اس درویش کو اپنے والد ماجد سے حاصل ہوئی تھی۔ اور والد بزرگوار کو ایک عزیز سے حاصل ہوئی تھی +

یہ عزیز جذبہ قویہ رکھتے تھے اور خوارق عادات میں مشہور تھے۔ لیکن یہ درویش بوجہ ضعف اور قلت ظہور اس نسبت کے پیش از قطع منازل سلوک اس نسبت کو اپنے اندر نہیں پاتے تھے اور اصلاً اسے نہیں جانتے تھے +

اسی طرح توفیق عبادات نافلہ بھی اس درویش کو اپنے والد ماجد سے ہوئی اور والد بزرگوار کو یہ سعادت اپنے شیخ سے جو سلسلہ چشتیہ میں تھے حاصل ہوئی +

نیز اس درویش کو بمدد روحانیت حضرت خضر علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام علوم لدنی بھی حاصل ہونے۔ لیکن اس وقت تک کہ مقام قطبیت سے نہ گذر گیا۔ اور جب مقام قطبیت سے گذر گیا، تو اس مقام سے عبور کرنے اور ترقیات عالیہ حاصل ہونے کے بعد یہ علوم خود اپنی حقیقت سے اخذ کئے۔ اور خود بخود ان علوم کو اپنے اندر پاتا ہوں غیر کو اس میں کوئی مجال شرکت نہیں رہی کہ درمیان میں واسطہ ہو +

نیز اس درویش کو بوقت نزول کہ عبارت سیر عن اللہ باللہ سے ہے مقامات مشائخ سلاسل دیگر پر بھی عبور واقع ہوا۔ ان مقامات سے حظ وافر نصیب ہوا +

اول مقام اکابر چشتیہ قدس اللہ اسرارہم پر عبور واقع ہوا۔ اور اس مقام حظے وافر

نصیب ہوا۔ ان مشائخ میں سے روحانیت حضرت خواجہ قطب الدین نے اور ول سے پہلے امداد فرمائی۔ اور حق یہ ہے کہ اس مقام میں شان عالی رکھتے ہیں اور رئیس مقام ہیں۔ اس مقام کے بعد مقام کبرویہ قدس اللہ اسرارہم پر گذر ہوا۔ یہ دونوں مقام بلحاظ عروج کے برابر ہیں۔ لیکن مقام بوقت نزول از فوق اس شاہ راہ کے جانب یمین واقع ہے اور مقام اول جانب یسار۔ اور شاہ راہ وہ ہے کہ بعض اکابر اقطاب ارشاد مقام فردیت کو جاتے ہیں اور نہایت النہایت کو پہنچتے ہیں۔ اور صرف افراد کا راستہ دوسرا ہے کیونکہ بغیر قطبیت کے اس راہ سے نہیں گذر سکتے۔ اور یہ مقام مقام صفات اور اس شاہ راہ کے درمیان واقع ہے۔ گویا وہ ان دونوں مقاموں کے درمیان برزخ ہے۔ اور مقام اول اس شاہ راہ سے جانب دیگر واقع ہے کہ صفات سے مناسبت کم رکھتا ہے۔

اس کے بعد مقام اکابر سہروردیہ ہے۔ اس طرف شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہٗ ہیں۔ اس مقام سے بھی عبور ہوا۔ یہ مقام اتباع سنت نبویہ علےٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ اور مزین بنورانیت مشاہدہ فوق الفوق ہے۔ توفیق عبادات اس مقام کے شامل ہے۔ بعض سالکان رسیدہ جو عبادات نافلہ میں مشغول ہیں۔ اس مقام میں آرام کرتے ہیں اور بواسطہ مناسبت اس مقام کے اس مقام سے حظ و نصیب رکھتے ہیں۔ اور جو نورانیت کہ اس مقام میں مشہود ہوتی ہے دوسرے مقامات میں کم ہے۔ مشائخ اس مقام کے بوجہ کمال اتباع کے نہایت عظیم و رفیع القدر ہیں۔ اور ابنائے جنس میں امتیاز خاص رکھتے ہیں۔ جو کچھ کہ انہیں اس مقام میں میسر ہوا ہے دیگر مقامات کو اگرچہ بلحاظ عروج کے فائق و بلند ہیں، میسر نہیں۔

اس کے بعد مقام جذبہ میں اتار لائے اور یہ مقام بے اندازہ مقامات جذبات کا جامع ہے۔ اس سے بھی اتار کر نہایت مراتب نزول قلب میں لائے کہ حقیقت جامع ہے اور ارشاد و تکمیل اس مقام پر اتارنے سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر جب اس مقام اتار لائے تو قبل ازیں کہ تمکین پیدا ہو، پھر عروج واقع ہوا۔ اس وقت اصل کو ظل کے رنگ میں چھوڑ دیا۔ اور پھر اس عروج سے کہ مقام قلب میں واقع ہوا تمکین پیدا ہوئی۔ والسلام

فقرۂ ثانیہ

قطب ارشاد جو جامع کمال فردیت بھی ہوتا ہے۔ نہایت عزیز الوجود ہے۔

قرون بسیار و ازمنۂ بیشمار کے بعد اس قسم کا گوہر ہاتھ لگتا ہے۔ عالم ظلمانی اس کے نورِ ظہور سے روشن ہو گیا ہے۔ اور اس کا نورِ ہدایت و ارشاد عرش سے فرش تک تمام عالم کو محیط ہوتا ہے۔ جس کسی کو کہ رشد و ہدایت و ایمان و معرفت حاصل ہوتی ہے اُس کی راہ سے آتا ہے اور ستفاد ہوتا ہے۔ اور بغیر اُس کے توسط کے کوئی شخص اس دولت کو نہیں پاتا۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ اُس کا نورِ ہدایت دریائے محیط کی طرح عالم کو گھیر لیتا ہے اور وہ دریا گویا منجمد ہے کہ اصلاً حرکت نہیں رکھتا۔ اور جو شخص کہ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا اُس سے اخلاص رکھتا ہے اور یا یہ کہ خود وہ بزرگ ہی طالب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو گویا بوقت توجہ طالب کے دل میں ایک روزن کشادہ ہو جاتا ہے اور اس راہ سے بقدر توجہ و اخلاص اُس دریا سے سیراب ہوتا ہے +

اسی طرح جو شخص کہ متوجہ ذکر الٰہی ہے اور اس بزرگ کی طرف متوجہ بالکل نہیں لیکن نہ بوجہ انکار کے بلکہ اس وجہ سے کہ متعارف نہیں۔ تو اس صورت میں افادہ ہوتا ہے لیکن پہلی صورت سے کم۔ لیکن جو شخص کہ اُس بزرگ سے انکار رکھتا ہے یا اُس بزرگ کو اُس سے کچھ آزار پہنچا ہو۔ ہر چند کہ یہ شخص ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ لیکن حقیقت رشد و ہدایت سے محروم ہے اور وہی انکار و آزار اُس کا سدِ راہ ہے۔ بغیر اس کے کہ وہ بزرگ اسکے عدم افادہ یا اُس کی ضرر رسانی کی طرف متوجہ ہو۔ اور جو لوگ کہ اُس بزرگ سے اخلاص و محبت رکھتے ہیں۔ ہر چند کہ وہ توجہ مذکور اور ذکر الٰہی سے خالی ہوں۔ اُن کو بھی محض بوجہ محبت نورِ رشد و ہدایت پہنچتا ہے۔ والسلام +

فصل ۵

آپکے اُن مراتب و مقامات کا بیان جو حق سبحانہ وتعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے آپ کو بالخصوص عطا فرمائے

اگرچہ یہ مقامات و مراتب بعض اقل قلیل و اخص الخواص کو بھی عطا کئے ہوں۔ لیکن چونکہ نہایت نادر و کم ہیں۔ اس لئے بھی یہ مراتب و مقامات آپ کی خصوصیات سے شمار کئے ہیں

علاوہ ان کے چند دیگر واقعات و معاملات بھی جو اوروں سے سُننے میں نہیں آئے :-
بیان ان خصوصیات کا اس طرح ہے۔ کہ جب حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو **مجدد** و منوّر **الف ثانی** کیا تھا۔ تو برکات و مرات یہ امر آپ کو الہام فرمایا۔ اور اُس کے افشا کا حکم کیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے چند مکتوبات میں اس کی طرف ایما کیا ہے۔ پس صاحب اس مرتبہ عظمےٰ کے لئے ضروری ہے کہ مخصوص بمقامات و مراتب علیہ ہو۔ اس دعا پر بھی آپ نے بعض مکتوبات میں اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ امر اوّل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے تحریر فرمایا ہے :-

"اے فرزند یہ وہ وقت ہے کہ اُمم سابقہ میں ایسے وقت پُر از ظلمت میں پیغمبر اولوالعزم مبعوث ہوتا رہا ہے۔ اور شریعت جدید بیان کرتا رہا ہے۔ اور اس اُمت میں کہ **خیر الامم** ہے اور جس کے پیغمبر خاتم الرسل جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ آپ کی اُمت کے علما کو مرتبہ انبیاے بنی اسرائیل دیا ہے اور بوجود علما انبیائے علیہم السلام سے کفایت کی ہے۔ اور اسی لئے ہر سر مائۃ پر علمائے اُمت میں سے ایک **مجدد** مقرر کیا ہے کہ احیائے شریعت کرتا ہے۔ اور بالخصوص ایک ہزار سال کے بعد کہ امم سابقہ میں بعثت پیغمبر اولوالعزم کا وقت تھا۔ اور اس **اُمت** (محمدی) میں ایسے وقت **عالم عارف** تام المعرفت درکار ہوتا ہے کہ پیغمبر اولوالعزم کا قائم مقام ہو۔

فیض رُوح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد"

انتہےٰ کلامہ الشریف ✦

اس کے بعد دوسرے مکتوب میں اُس مدعا کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ :-

"اے برادر یہ بات اُس وقت اکثر خلائق پر گراں اور اُن کے افہام سے دُور ہے۔ لیکن اگر ذرا انصاف کریں اور علوم و معارف سے ایک دوسرے کا موازنہ کریں اور مطالعہ علوم شرعیہ اور مطالعہ علوم مطابقہ شرعیہ سے صحت و سقم احوال کو ملاحظہ کریں اور تعظیم و توقیر شریعت و نبوت کو دیکھیں کہ کس میں زیادہ ہے تو شاید حیرت و استبعاد سے نکل آئینگے۔ انہوں نے دیکھا ہوگا کہ فقیر نے اپنے کتب و رسائل میں لکھا ہے کہ طریقت و حقیقت خادمان شریعت ہیں۔ اور نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اگرچہ

نبی کی بھی ولایت کیوں نہ ہو +

یہ بھی لکھا ہے کہ کمالاتِ ولایت کمالاتِ نبوت کے سامنے کوئی قدر نہیں رکھتے کاش وہ دریائے محیط کے سامنے ایک قطرہ کا ہی حکم رکھتے ہوں وغیرہ وغیرہ +

اس قسم کے بہت سے ایماو اشارات آپ نے تحریر فرمائے ہیں۔ خصوصاً آپ کے اُس مکتوب کا طریق بیان جو آپ نے بنام فرزند تحریر فرمایا ہے۔ اُس میں آپ لکھتے ہیں کہ :-

"مقصود اس گفتگو سے اظہارِ نعمت حق سبحانہٗ و تعالیٰ اور ترغیب طالبین طریقت ہے نہ تفصیل خود بر دیگراں۔ معرفت اللہ عزّ وجلّ اُس شخص پر حرام ہے کہ اپنے آپ کو کافر سے بھی بہتر جانے، تجا اکابر دیں ؎

ولے چوں شمہ بر داشت از خاک	سزد گر بگذرانم سر با فلاک
من آں خاکم کہ ابر نوبہاری	کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر روید از تن صد زبانم	چو سوسن شکر لطفش کے توانم

انتہی کلامہ الشریف" +

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ایک دفعہ میرے دل پر خطرہ گذرا کہ اگر حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آپ کو مجدد الف کیا ہے۔ اگر حاضر علمائے وقت میں سے کسی سے اس امر کی تائید ہوتی۔ تو بہتر تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز یہ خطرہ میرے دل میں آپ کی خدمت میں گذرا۔ آپ نے احقر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی جو علوم عقلیہ و نقلیہ میں تصانیف عالیہ رکھتے ہیں اور اس وقت دیار ہند میں اُن کا نظیر نہیں معلوم ہوتا۔ مجھے آپ نے ایک مکتوب میں لکھا تھا۔ پھر آپ نے تبسم کر کر فرمایا۔ کہ آپ کے فقرات مدحیہ میں سے ایک فقرہ مجدد الالف الثانی تھا +

مولانا عبد الحکیم نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ کسی نے یہ آیت پڑھی قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ اس واقعہ کے بعد آپ مجدد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تعلیم ذکر اخذ کی اور آپ کے مخلصین میں داخل ہوئے +

الغرض آپ کا مجدد الف ثانی ہونا کوئی تعجبات سے نہیں ہے آپ کے اور دیگر خصوصیات فصل سوم میں بھی مذکور ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اُن خصوصیات میں سے

ایک خصوصیت آپ کے پیر بزرگوار پر آپ کے استعداد قطبیت کا ظاہر ہونا تھا حالانکہ آپ ابھی خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچے بھی نہیں تھے۔ اور کئی سال پہلے خواجہ صاحب پر آپ کی قطبیت ظاہر ہوئی +

دوسری خصوصیت یہ تھی کہ اسی طرح کئی سال پہلے جب کہ حضرت خواجہ صاحب سرہند کی طرف تشریف لائے تو خواب میں خواجہ صاحب کا نور شمع کا دیکھنا کہ اس کی روشنی نے تمام عالم کو گھیر لیا ہے +

تیسری حضرت خواجہ صاحب کا اپنے ایک مخلص کو لکھنا کہ فلاں شخص ایسا ہوگا کہ اُس کی روشنی سے تمام عالم منور ہوگا۔ اور اشارہ اس سے آپ کا (مجدد صاحب) کی طرف تھا +

چوتھی بجواب ایک مخلص کے آپ کا فرمانا کہ جب آپ (یعنی حضرت مجدد صاحب) آئینگے۔ تو چار پانچ روز کی توجہ میں تمہیں مقامات عالیہ تک پہنچا دینگے +

پانچویں آپ کو مرتبہ مرادیت و محبوبیت حاصل ہونا۔ اور آپ کے پیر بزرگوار کا اس مرتبہ کی خبر دینا +

چھٹی آپ کے پیر بزرگوار کا آپ کو شہود آفتاب رُخ خود کو بوقلموں فرمانا +

ساتویں آپ کے پیر بزرگوار کا آپ کو تحریر کرنا کہ "مدتیست کہ عرض نیازمندی بدرگاہ ولایت نکردہ ایم" +

نیز آپ نے تحریر فرمایا کہ "سخن بحضرت شما نوشتن بشیری است" +

ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ "ما را حصّۂ خود باید نگہداشت و از فضول نمود" +

ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا کہ "شیخ الاسلام انصاری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مَیں مرید خرقانی کا ہوں۔ لیکن اگر آج خرقانی ہوتے تو باوجود پیر ہونے کے میری مریدی کرتے۔ اور اس سے اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ میرا حال بھی آپ کے ساتھ ویسا ہی ہے" +

ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا کہ "میرا خط نہ لکھنا بوجہ استغنا کے نہیں ہے بلکہ موقوف ایما و اشارہ پر ہے" +

آٹھویں یہ کہ مکاشفہ میں حضرت خواجہ صاحب نے آپ کے احوال و مقامات

مشاہدہ کئے۔ اور اسی طرح آپ غائبانہ آپ کے حالات دریافت کیا کرتے تھے کما بُیّن فی الفصل الثالث +

اور آپ کے وہ خصوصیات و احوال جو آپ پر اُفق کی طرح ظاہر و ہویدا ہوئے اور صراحۃً و کنایۃً اُنہیں بیان فرمایا ہے بکثرت ہیں +

از انجملہ یہ کہ بعد از افاضہ آپ کے پیر بزرگوار اور دیگر مشائخ طریق نے دست بدست آپ کی تربیت کی اور مقامات بلند تک لیجا کر خاص خاص نسبتیں آپ کو عطا کیں جیسا کہ بحوالۂ عبارت رسالۂ مبدأ و معاد اوپر بیان کیا گیا +

از انجملہ یہ کہ دیگر اولیاء اللہ کی توجہات سے بھی آپ پر نسبتہائے ولایت و انوارِ نبوت جلوہ گر ہوئی ہیں۔ اور جمیع نسبتہائے علیہ سے آپ کو سرفراز کیا۔ چنانچہ بارہا آپ نے فرمایا ہے کہ اس ناچیز پر کمال عنایات حق سبحانہٗ و تعالےٰ شامل حال ہوئی ہیں حتے کہ اس راہ کا کوئی کوچہ نہیں ہے کہ اس سے اس ناچیز کو عبور نہ کرایا ہو۔ بعض فضل و کرم الٰہی، اسرار و معیتِ احاطت و خدمت تنزیہ و تشبیہ اور اسرارِ ایں جہانی و آں جہانی و وجوبی و امکانی سے علیحدہ علیحدہ بہرہ ور کیا +

از انجملہ یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے علم سموات سکھایا۔ چنانچہ آپ کے عرائض میں اس کی طرف اشارہ گذر چکا ہے +

اسی طرح حضرت خضر و حضرت الیاس علیہ السلام نے بھی آپ سے (روحانی) مُلاقات کی۔ اور حقیقت حیات و ممات سے آگاہ کیا۔ اس کی بھی آپ نے اپنے ایک مکتوب میں تصریح کی ہے +

از انجملہ یہ کہ ابتدائے سلوک میں حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو علم لدُنی سکھلایا۔ اس کا بیان بھی رسالہ مبدأ و معاد کی عبارت سے کیا گیا +

از انجملہ یہ کہ جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو تحفہ علم الکلام فرمایا۔ اس کا بیان بھی آپ نے اپنے ایک مکتوب میں کیا ہے +

راقم الحروف کا ارادہ ہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ آپ کے مجتہدات کلامیہ اور اُس کے متعلق آپ کے مکتوبات وغیرہ کو ایک رسالہ کی صورت میں جمع کرے +

نیز از انجملہ آپ کی اُنہیں خصوصیات میں سے یہ ہے کہ ایک وقت آپ حلقۂ مراقبہ

میں تھے کہ آپ کو ندا پہنچی۔ غَفَرْتُ لَكَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِكَ بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ کہ میں نے تم کو اور قیامت تک جو کوئی تم سے توسل کرے خواہ بواسطہ یا بغیر واسطہ بخشدیا۔ چنانچہ خود آپ نے رسالہ مبدأ و معاد میں اسکی تصریح کی ہے +

از انجملہ یہ کہ ایک روز آپ نے اپنے ایک فرزند متوفی کے ایصال ثواب کیلئے کھانا پکوایا غلبۂ انکسار کے باعث آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ یہ ہمارا صدقہ کیونکر قبول ہوگا۔ کیونکہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ کہ اللہ صدقہ قبول نہیں کرتا مگر پرہیزگار لوگوں کا۔ تو اس اثنا میں آپ کو آواز پہنچی اِنَّكَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ کہ تم پرہیزگاروں میں سے ہو +

از انجملہ یہ کہ آپ نے فرمایا کہ ہرگز میں کبھی خود بخود تہجد کے لئے نہیں اٹھا ہوں بلکہ ہمیشہ مجھے اذان و اعلام اور یا صدا وغیرہ سے بیدار کیا ہے +

ایک دفعہ بغیر ندا پہنچے میں بیدار ہوا۔ میں نے کہا کہ میں کیوں خود بخود وگاہ الٰہی میں مشغول ہوؤں اور یہ کہکر سو گیا۔ ایک لحہ نہ گذرا تھا کہ ہر طرف سے اذان و اعلام کی ندا برخاست ہوئی +

ایک دفعہ آپ کو بشارت دیگئی کہ جس جنازہ میں تم شریک ہو گے وہ میت مغفور ہے +

از انجملہ یہ کہ جس مقبرہ میں کہ آپ نے دعائے مغفرت کی ہے۔ آپ کو الہام کیا گیا کہ اس مقبرہ سے عذاب اٹھا لیا گیا۔ چنانچہ آپ کے بعض اجداد امام رفیع الدین کے بیان میں اس کا ذکر گذر چکا ہے +

ایک دفعہ آپ کو بشارت دیگئی جو علوم کہ تم نے بیان وتحریر کئے وہ سب ہماری طرف سے ہیں۔ اور بالخصوص جن علوم میں کہ آپ کو ایک گونہ تردد تھا۔ ان کی حقیقت بھی آپ پر کھولدی +

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں نے شریعت کو دیکھا کہ ہمارے محلہ میں آکر اتری ہے۔ جس طرح کوئی قافلہ سرائے میں آکر اترتا ہے +

آپ کے مخلصین میں سے مولانا عبد القادر انبالی بیان فرماتے ہیں کہ بعد انتقال میں نے آپ کو تبسم فرماتے دیکھا +

خود آپ نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ اخیر عشرہ رمضان المبارک میں بعد ادائے تراویح مجھے اس قدر کسلمندی غالب ہوئی کہ میں داہنی کروٹ سے جیسا کہ مسنون ہے لیٹنا بھول کر بائیں کروٹ سے لیٹ گیا۔ لیٹنے کے بعد مجھے یاد آیا کہ میں نے ترک سنت کیا نفس مجھے معقول کرنے لگا کہ سہو ونسیان سے ایسا ہوا ہے لیکن خوف ترک سُنّت میرے دل سے نہیں گیا۔ لہٰذا اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور پھر داہنی کروٹ سے لیٹا۔ اس کے بعد فضل وکرم الٰہی سے فیوضات وانوار نامتناہی ظاہر ہوئے۔ اور ندا ہوئی کہ تم نے لحاظ قدر سنت نبویہ کی اعانت کی۔ ہم تمہیں آخرت میں ہرگز عذاب نہ کریں گے۔ اس رعایت کو ہم نے تمہارے خادم کو بھی بخش دیا۔ جو اس وقت تمہارے پیر داب رہا تھا +

ایک دفعہ آپ نے اسی اخیر عشرہ رمضان المبارک میں فرمایا کہ آج معاملہ عجیب گذرا جب مَیں اپنے بچھونے پر لیٹا اور میری آنکھ لگ گئی تو مجھے محسوس ہوا کہ کوئی میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ سیّد الاوّلین و الآخرین جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ مَیں تمہارے لئے اجازت نامہ لکھنے کے لئے آیا ہوں اور اب تک مَیں نے کسی کو لکھ کر نہیں دیا ہے۔ مَیں نے دیکھا کہ اُس اجازت نامہ میں القاب عظیمہ جو اس جہان سے تعلق رکھتے ہیں تحریر فرمائے اور اُس کی پشت پر وہ عنایات و الطاف کثیرہ تحریر فرمائے جو اُس عالم سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے تیسرے دفتر کے ایک مکتوب میں اس کا ذکر کیا ہے +

ازانجملہ یہ کہ آپ کو آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم سے بشارت پہنچی۔ کہ فردائے قیامت کو تمہاری شفاعت سے کئی ہزار آدمی بخشے جائیں گے +

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس روز صبح کو آپ نے کھانا پکوا کر دعوت عام کی اور یہ قصہ بیان کیا +

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ متعلق آپ کے اس کلام کے کہ آپ نے فرمایا تھا۔ الحمد للّٰہ الذی جعلنی صلۃً بین البحرین الخ میرے اور ایک دوست کے درمیان بحث ہوئی۔ اُنھوں نے بیان کیا کہ اس معاملہ عظیم کے لئے ضروری ہے کہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی اشارہ پایا جائے۔ جیسا کہ مہدی موعود کے لئے احادیث میں اشارات واقع ہوئی ہیں۔ مَیں نے اُسے کہا کیونکر کہا سکتا ہو

کہ احادیث میں کوئی اشارہ واقع نہیں ہوا۔ اس لئے کہ تمام احادیث پر ہمیں عبور نہیں۔ انہوں نے کہا کہ علامۂ سیوطی کی کتاب جمع الجوامع میرے پاس ہے اور بہت کم کوئی حدیث ہے کہ اس کتاب سے رہ گئی ہوگی۔ چنانچہ ہم نے باب فضائل میں جستجو کرنی شروع کی اور ایک حدیث نکلی جو اس مُدّعا پر دلالت تمام رکھتی تھی۔ وہ یہ حدیث ہے يكون فی امتی رجلٌ يقال لهٗ صلةٌ يدخل الجنة بشفاعة كذا وكذا "میری اُمّت میں ایک ایسا شخص ہوگا جسے صلہ کہا جائیگا اُس کی شفاعت سے اس قدر لوگ جنّت میں داخل ہونگے" +

مَیں نے اپنے فاضل دوست سے کہا کہ کیوں اس حدیث سے آپ کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا۔ اُنہوں نے کہا ہاں محتمل ہے کہ آپ کی طرف اشارہ ہو +

مَیں آپ کا مذکورہ بالا کلام سُن چکا تھا۔ اس لئے اب معاملہ شفاعت پر نظر رہگئی۔ جب یہ معاملہ بھی میرے کان میں پہنچا آپ تبسّم کرنے لگے اور اس نعمت کا شکر بجا لائے۔ اور اس خادم پر بہت کچھ التفات و توجہ فرمائی +

ازانجملہ یہ کہ آپ کو انوار و برکات ہفت درجہ متابعت جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشرف کیا۔ تحقیق اس کی دفتر ثانی سے آپ کے چھبیسویں مکتوب میں ہے ناظرین اس میں دیکھ سکتے ہیں +

ازانجملہ یہ کہ خناس و وسواس کو محض فضل و کرم سے آپ کے سینے سے دور کیا۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں ایک وقت نماز صبح میں تھا کہ ناگاہ میرے سینہ سے ایک بلائے عظیم دور ہوگئی۔ اور مَیں نے دیکھا کہ اُس کا آشیانہ بھی میرے سینہ سے دُور کردیا گیا۔ اور جو ظلمات کثیرہ کہ اُس کے اردگرد تھیں نام کو باقی نہیں رہیں۔ اور اس سے ایک انشراح عجیب سینہ میں محسوس ہوا۔ بعد ازاں مجھے اعلام کیا کہ یہ جو چیز کہ تمہارے سینہ سے باہر ہوئی خناس تھا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اس کے استعاذہ پر مامور ہوئے تھے۔ اور کہ جو کچھ خطرات کہ دین میں پیدا ہوتے ہیں منشاء اُن کا یہی خناس ہے جو سینہ میں آشیانہ رکھتا ہے اور ہر وقت نیش مارتا رہتا ہے +

ازانجملہ یہ کہ شرک خفی آپ کی عبادت سے اٹھا دیا گیا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ چند روز تک دید قصور اعمال نے اس قدر غلبہ کیا کہ جب نماز میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہوئے

اِیَّاکَ نَعْبُدُ پر پہنچتا حیران ہوتا کہ میں یہ لفظ پڑھتا تو ہوں لیکن اُس کا مفہوم تو مجھ میں متحقق ہی نہیں۔ تو اب میں اُس کا مصداق ہوں گا، جس کا الزام دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ "تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں"۔ اگر میں اُس جملہ کو پڑھوں نہیں تو بدون اُس کے نماز درست نہیں۔ یہاں تک کہ حضرت حق سبحانہ نے شرک خفی میری عبادت سے دُور کر دیا۔ اور نعمت اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ظاہر ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

از انجملہ یہ ہے کہ آپ کو کمال اتباع جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باعث امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ و امام ہمام حضرت امام شافعی مع آپ کے تلامذہ رضی اللہ عنہم کے علم و عمل تک رسوخ حاصل ہوا۔ چنانچہ خود آپ نے بیان کیا کہ میں ایک وقت صبح کو حلقۂ ذکر میں تھا کہ ناگاہ مجھ کو ایک قسم کی فنائے خاص حاصل ہوئی۔ اور جو تعیّن کہ مجھے حاصل تھا جاتا رہا۔ اور نماز عصر تک یہی حالت رہی۔ اُس روز میں نے دیکھا کہ امام الائمہ سراج الامّۃ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مع جمیع تلامذہ و مجتہدین مذہب میرے پاس آ کر بیٹھ گئے۔

آپ کے بعض اساتذہ جیسے حضرت امام نخعی رضی اللہ عنہ پر بھی میری نظر پڑی میں نے دیکھا کہ آپ کا اور اُن آئمہ میں سے ہر ایک کا نور مجھ میں داخل ہوا۔ میں نے اُن کے نور سے تعیّن و بقا پائی۔ اور میرا جسم ان انوار سے منور ہو گیا۔ حتیٰ کہ میں نے اُن انوار میں سے ہر ایک کے نور کو جُدا جُدا اپنا جزو بدن دیکھا۔ دو تین روز کے بعد پھر اسی قسم کی فنا و بقا حضرت امام شافعی اور آپ کے تلامذہ و علمائے مذہب کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ علمائے حنفیہ مجھ سے جُدا ہو گئے اور علمائے شافعیہ کے انوار میرے اجزا ہو گئے۔ چند ساعت کے بعد میں نے دیکھا کہ یہ بھی جُدا ہو گئے۔ اور میں اصلی حالت پر عود کر آیا۔ لیکن میں اپنے اندر اُن انوار کو پاتا ہوں۔

اُس کے بعد آپ نے بیان کیا کہ مجھے اُس وقت مشہود ہوا کہ حق ان دونوں اماموں سے باہر نہیں ہے جو کچھ کہ حنفی سے رہا ہے شافعی نے لے لیا ہے۔ غرض حق ان دونوں سے چھوٹا نہیں۔ دو حصے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مسلم ہیں اور ایک ثلث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے۔

از انجملہ یہ ہے کہ آپ کے بارے میں مشائخ نقشبندیہ و مشائخ قادریہ کو درمیان بحث ہوئی اور مشائخ چشتیہ نے دونوں کے درمیان صلح کرادی۔ کما مر فی الفصل الثانی ۔

از انجملہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس قدر لوگ کہ ہمارے طریقہ میں داخل ہوئے یا قیامت تک داخل ہونگے بواسطہ یا بغیر واسطہ از قبیل ذکور یا از قبیل اناث مجھ کو دکھائے گئے۔ حتٰے کہ ہر ایک کا نام و نسب اور مولد و مسکن بھی بتلایا گیا۔ اگر چاہوں تو بیان کرسکتا ہوں ۔

از انجملہ یہ کہ آپ پر ظاہر ہوا کہ ہند میں انبیا علیہم السلام ہوئے ہیں اور کسی پر دو شخص ایمان لائے ہیں کسی پر تین اور تین سے زیادہ شخص کسی پر ایمان نہیں لائے ان انبیا میں سے بعض کی قبور بھی آپ کو دکھائی گئیں۔ اور آپ نے اُن کے انوار و برکات بھی مشاہدہ کئے ۔

از انجملہ یہ کہ احوال و مآل شاہق جبل و مشرکین زمانہ فطرت جو ماتریدیہ کے نزدیک دوزخ میں اور اشاعرہ کے نزدیک جنت میں جائینگے آپ پر اس طرح مکشوف ہوا کہ بعد بعثت و احیاے اخروی اُنہیں مقام حساب میں روک رکھینگے اور باندازہ جرائم عذاب دیکر اور ایک دوسرے کے حقوق دلوا کر حیوانات غیر مکلف کی طرح معدوم و لاشئے محض کر دینگے۔ اس کا مفصل ذکر دفتر اول کے اُنسٹھویں مکتوب میں ہے ۔

اس کے بعد آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں نے اس مسئلہ کو محضر انبیاے علیہم الصلوٰۃ والسلام میں پیش کیا سب نے تصدیق فرمائی۔ واعلم عند اللہ ۔

از انجملہ یہ کہ ایک حکم قضاے مُبرم میں سے آپ کی دعا سے بمحض فضل و کرم قبول کیا۔ اور انقسام قضاے مُبرم و مُعلّق اور اسرار محو و اثبات سے آپ کو مطلع کیا چنانچہ اس کا مجمل بیان آپ کے خلیفہ شیخ طاہر کے حالات میں آئیگا انشاء اللہ تعالےٰ ۔

از انجملہ یہ کہ آپ کو علماے راسخین میں سے کیا۔ اور اسرار متشابہات قرآنی و رموز مقطعات کلام ربانی آپ پر منکشف ہوئے۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ فقیر مدت تک تاویل متشابہات کو حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ کے تفویض کرتا رہا اور جانتا رہا۔ کہ علماے راسخین کو بجز ایمان و یقین کے تاویل متشابہات سے کوئی

حظ ونصیب نہیں۔ اور جو تاویلات بعض علما وصوفیہ نے بیان کی ہیں اُنھیں لائق ودرست نہیں جانتا تھا۔ جیسا کہ عین القضاۃ نے الف، لام، میم کو الم سے تعبیر کیا ہے جو لازمِ عشق ہے وغیرہ وغیرہ +

آخرالامر جب حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے قدرے تاویلات متشابہات سے اس فقیر پر ظاہر کیا۔ اور اُس دریائے محیط سے ایک نہر اس فقیر کی زمین استعداد کی طرف بہائی۔ تو معلوم ہوا کہ علمائے راسخین کو تاویل متشابہات ومقطعات سے بہرۂ وافر حاصل ہے +

اسی طرح جو کہ بعض علما نے وجہ وذات اور ید سے قدرت مراد لی۔ وہ بھی نہیں بلکہ اُن کی تاویل بھی اسرار غامضہ سے ہے کہ اخص الخواص کو بتلائی ہے۔ حروف مقطعات کا کیا ذکر کروں کہ ایک ایک حرف بحر مواج ہے، اسرارِ خفیہ عاشق ومعشوق سے۔ اور رمز غامض ہے رموز دقیقہ محب ومحبوب سے۔ اور آیات محکمات ہر چند کہ اُمہات کتاب ہیں، لیکن نتائج وثمرات ہیں متشابہات کی اور مقاصد کتاب متشابہات ہیں +

عالم راسخ وہ ہے کہ دونوں کو جمع کرے اور حقیقت کو پہنچے۔ اور جو شخص بدون محکمات اور اُن کی مقتضیات کے متشابہات کی تاویل کرے وہ صورت کو چھوڑ کر حقیقت کو ڈھونڈتا ہے اور جاہل محض اور اپنی جہالت وضلالت سے بے خبر ہے +

نیز آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ علم تاویل متشابہات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مخصوص ہے اور اتنتیوں میں سے اقل قلیل بہ تبعیت وراثت اس سے نصیب دیا ہے۔ لیکن اس جہان میں بالکلیہ اُن کے چہرہ سے نقاب نہیں اُٹھایا ہے ہاں آخرت میں اُمید ہے کہ اُمتیوں میں سے جم غفیر کو اس دولت سے سرفراز کرینگے اس قدر اس جہان میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض کو روا ہے کہ اس دولت سے سرفراز کریں۔ لیکن حقیقت معاملہ سے آگاہ نہ کریں۔ کیونکہ متشابہات کنایہ ہیں معاملات سے پس جائز ہے معاملہ حاصل ہو اور علم معاملہ حاصل نہ ہو۔ چنانچہ میں نے اپنے ایک مخلص میں ایسا مشاہدہ کیا۔ انتہٰی کلامہ الشریف +

راقم الحروف نے مخدوم زادہ جامع الاسرار والعلوم خواجہ محمد معصوم سے

جو آپ کے محرمانِ اسرارِ خاص میں سے تھے خلوت میں باصرار تمام دریافت کیا۔ آپ نے اسرار حروف مقطعات میں سے کچھ دریافت فرمایا ہے یا نہیں اگر دریافت فرمایا ہے تو بندہ بھی اُس راز کے سُننے کا اُمیدوار ہے۔ فرمایا کئی بار مَیں نے خلوت میں آپ سے التماس کیا کہ اسرار متشابہات و مقطعات میں سے کوئی رمز بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ شیطان مکاشفات اسرار کے وقت ارد گرد رہتا کہ شاید اُن اسرار کو اہل مکاشفہ دل سے زبان پر لائیں اور یہ اُن سے سرقہ کرے۔ اس لئے علمائے راسخین نے اطلاع پاکر ان اسرار کو مخفی رکھا ہے۔ مَیں نے عرض کیا۔ آپ اس وقت شیطان کو بھگا سکتے ہیں کہ وہ سرقہ نہ کر سکے۔ جب مَیں نے اصرار تمام کیا۔ فرمایا، اسرار اُن حروف میں سے ایک سِر کے اظہار پر مَیں مامور ہوا ہوں اور وہ حرف ق ہے اس کا سِر آپ نے بیان کیا اور اُس کے اظہار سے چونکہ آپ نے مجھے منع کر دیا ہے۔ اس لئے آپ مجھ کو معذور رکھیں +

از انجملہ یہ ہے کہ آپ کو سیر مقامات صفحۂ میں قطبیت ارشاد و قطبیت افراد کا جامع کیا۔ اور مرتبہ عالیہ نادرات سے ہے۔ جیسا کہ رسالہ مبداء و معاد کے فقرہ پر بیان کیا گیا +

از انجملہ یہ کہ آپ پر مشارب تیز کمالات ولایات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام پر مکشوف کئے گئے۔ اور اسی طرح اُن طالبوں کے مقامات ولایت بھی مکشوف کئے گئے۔ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قدم بقدم تھے۔ اور اُن کا تفاوت مقامات بھی آپ پر مکشوف کیا گیا + چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ فلاں ولایت موسوی میں ہے اور فلاں نقطہ و مرکز اور دائرہ کے قریب ہے +

یہ بھی نادرات سے ہے۔ آپ کے ایک مخلص نے فقیر سے بیان کیا کہ ایک روز آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم ولایت ابراہیمی علٰے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ہو مجھے خیال گذرا کہ اگرچہ اس باب میں آپ کا علم کافی ہے تاہم اگر آپ کی عنایت و توجہ سے مجھے بھی اس کا علم ہو تو عنایت ہوگی۔ اسی شب کو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نہایت نورانیت کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں اور آپ بھی باادب تمام آپ کی خدمت میں کھڑے ہوئے ہیں +

اسی اثنا میں ہم دو تین شخص جنہیں آپ نے ولایت ابراہیمی کی بشارت

دی تھی حاضر ہوئے۔ اور آپ نے ہمارا ہاتھ پکڑ کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں پر ڈال دیا۔ اور ہم قدمبوسی کر کے لوٹ آئے +

راوی کہتا ہے کہ جب اس واقع کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر تبسّم فرمایا۔ اور فرمانے لگے جو کچھ کہ میں نے کہا اس میں گنجائش تردّد نہیں۔ تمہیں نہیں معلوم کہ طالبوں کو دقائق احوال اور اپنے مشرب و استعداد کا علم دیتے ہیں۔ قرون کثیرہ میں کمل خواص میں سے کسی ایک کو اس نعمت سے سرفراز کرتے ہیں +

دیکھو شیخ نجم الدین کبرٰے قدس اللہ سرہٗ کو باوجود قطب اولیاے زمانہ ہونے کے اس کا علم نہیں تھا۔ کہ وہ انبیاے علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کس کے قدم ولایت پر ہیں۔ آخر اس امر کے معلوم کرنے کے لئے اپنے ایک مخلص کو ایک بزرگ کے پاس جنہیں اس بات کا علم تھا بھیجا۔ جب طالب ان بزرگ کی خدمت میں پہنچا۔ تو ان بزرگ نے شیخ کے حالات دریافت کرتے ہوئے پوچھا کہ ہمارا جہود کیسا ہے۔ طالب اس سخن سے دل تنگ ہو کر واپس آیا اور واقعہ عرض کیا۔ شیخ وجد میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ مقصود ہمارا حاصل ہوا۔ میں حضرت موسٰے کلیم اللہ کے قدم ولایت پر ہوں۔ کیونکہ جہود انہیں کی اُمت کو کہتے ہیں +

از انجملہ یہ کہ آپ کو حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے وہ قدرت وتصرّف عطا فرمایا تھا کہ طالب کو ایک ولایت و مقام سے فوق ولایت و مقام میں پہنچا دیتے تھے +

چنانچہ آپ نے مخدوم زادہ بزرگ قدس سرہٗ کو تحریر فرمایا کہ تم کو ولایت موسوی سے ولایت محمدیہ میں لایا گیا ھذا من اعجب العجوبات واعظم التصرفات +

از انجملہ یہ کہ آپ پر تعیّن وجودی وتعیّن جسمی کو کمال معرفت کے باعث آپ نے اس پر لب کشائی نہیں کی ظاہر ہوا۔ چنانچہ آپ نے جلد سوم کے مکتوب نود و نہم میں اس کی تحقیق کی ہے +

از انجملہ یہ کہ اسرار و معاملات قلوب خمسہ سے آپ کو سرفراز کیا خصوصاً اس مرتبہ عظیمے سے جو تابِ خاص سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ آپ نے رسالہ مبدا و معاد

میں بیان فرمایا ہے ۔

فاذا بلغ العارف الاتم معرفتہ
والاکمل شہوداتہ المقام العزیز وجودہ
الشریف رتبتہ یصیر ذلک العارف قلبا
للعوالم کلہا والظہورات جمیعہا وہو
المتحقق بالولایۃ المحمدیۃ والمشرف
بالدعوۃ المصطفویۃ علی صاحبہا
الصلوۃ والتحیۃ فالاقطاب فی الابدال
والاوتاد داخلون تحت دائرۃ ولایۃ
والافراد والاحاد وسائر فرق الاولیاء
مندرجون تحت انوار ہدایۃ لما ہو
نائب مناب رسول اللہ والمہدی
لہدی حبیب اللہ وہذہ النسبۃ
الشریفۃ العزیز وجودہا مخصوصۃ
باحاد المرادین لیس للمریدین من ہذا
الکمال نصیب ہذا ہو النہایۃ العظمی
والغایۃ القصوی لو وجد بعد الوف
سنۃ مثل ہذا العارف لاغتنم وجودہ
ولتری برکتہ الی مدۃ مدیدۃ واجال
متباعدۃ وہو الذی کلامہ دواء و
نظرہ شفاء والحضرۃ المہدی سیوجد
علی ہذہ النسبۃ الشریفۃ من ہذہ
الامۃ الخیرۃ ذلک فضل اللہ یؤتیہ
من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۔

کہ جب عارف کامل تام الشہود اس عزیز
الوجود شریف مقام پر پہنچ جاتا ہے تو وہ تمام
عالم وظہورات کے لئے قلب ہو جاتا ہے
اور مشرف بولایت محمدیہ ودعوت مصطفویہ
علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ہوتا ہے اقطاب
ابدال اور اوتاد اس کے دائرہ ولایت
میں داخل ہوتے ہیں ۔ اور تمام گروہ اولیا
اس کے انوار ہدایت میں شامل ہوتے ہیں
اس لئے کہ وہ نائب مناب جناب سرور کائنات
علیہ الصلوۃ والسلام ہے اور آپ ہی کی
ہدایت سے ہدایت یافتہ ہے ۔ یہ نسبت
شریفہ نہایت عزیز الوجود اور خاص افراد مرادین
سے مخصوص ہے مریدوں کو اس سے کوئی
نصیب نہیں ۔ یہ مقام نہایت ذی شان اور
غایت مقصود ہے اگر ایسا عارف ہزاروں
سال کے بعد بھی پایا جائے تب بھی اس کا وجود
مغتنمات سے ہوتا ہے اور اس کی برکت
سے مدت مدید اور عرصہ دراز تک باقی رہتی
ہے ۔ اس کا کلام دوا اور اس کی نظر شفا ہے
اس امت خیر میں حضرت مہدی علیہ الصلوۃ
والسلام اس نسبت شریفہ پر ہوں گے
یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور
اللہ صاحب فضل عظیم ہے ۔

از انجملہ یہ کہ آپ کی دنیا کو بمحض فضل وکرم آخرت کیا ۔ مخدوم زادہ عالی مرتبت

خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ نے اس کا حل اس طرح رقم کیا کہ بعض تنعمات دنیویہ فانیہ ہیں لیکن آپ کے حق میں نعیم دنیا نے نعیم آخرت کا حکم پیدا کیا ہے، کیونکہ جو کچھ دنیا میں مشہود ہوتا ہے بے شائبہ ظلیت نہیں ہے۔ اور تشابہات وہ ہیں کہ بے شائبہ ظلیت شہود ہوتی۔ یہ نعمت مکرر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں عطا کی گئی۔ آپ نے بوجہ کمال اتباع کے آپ کو بھی یہ نعمت عطا کی ہو عجب نہیں۔ کیونکہ کمل تابعین کو بھی نورانیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حصہ پہنچتا ہے۔ چنانچہ بعض مکتوبات میں آپ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس سے آپ کی مراد یہ ہو کہ ہر چند کہ شہود عارف اکمل ہو، لیکن جب تک کہ اس قید زندگانی میں مقید ہے قید خیال سے بکلی خلاصی پانا محال ہے۔ جیسا کہ مولانا روم قدس سرہ نے بوقت احتضار (موت) فرمایا ہے ؎

من شوم عریاں ز خود او از خیال
تا خرامم در نہایت الوصال

از انجملہ یہ کہ آپ کو اسرار و انوار حقیقت قرآنی و حقیقت کعبہ ربانی و حقیقت بیت المقدس سے بہرہ وافر بخشا۔ کما یفہم من مکاتبۃ المتعلقۃ بہٖ ؛

از انجملہ یہ کہ آپ کے ساتھ ماورائے آفاق و انفس معاملہ کیا گیا۔ اس کا بیان رسالہ مبدا و معاد میں ہے اور تفصیل جلد دوم کے تینتالیسویں ۴۳ مکتوب میں ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ دولت عظمے اصحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کے بعد بہت کم کسی کو نصیب ہوئی ہے۔ ہر چند کہ یہ معاملہ مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ اور اکثر لوگ اسے قبول نہیں کرتے۔ تاہم اس نعمت عظمے کا اظہار کر دیا گیا۔ کوتہ اندیشی سے خواہ کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔ یہ نسبت حضرت مہدی علیہ السلام میں بوجہ اتم ظاہر ہوگی ؛

از انجملہ یہ کہ آپ کو حق سبحانہ وتعالے نے حق الیقین کے ساتھ جو دوسروں کے نزدیک علم الیقین ہے مشرف کیا۔ جیسا کہ جلد دوم کے چوتھے مکتوب میں آپ نے بیان کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس حق الیقین کا ذکر اگر کروں بھی تو کون سمجھیگا۔ یہ معارف حیطۂ ولایت سے خارج ہے۔ ارباب ولایت علمائے ظاہر کی طرح اُن کے ادراک

سے قاصر ہیں۔ یہ علوم مشکوٰۃ انوار نبوت علے اصاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے اقتباس کئے گئے ہیں۔ اور آپ الف ثانی میں بہ تبعیت وراثت تازہ ہوئی ہیں +

از انجملہ یہ کہ آپ کو ایک راہ دکھائی گئی جو جذبہ وسلوک سے باہر ہے۔ اسے بھی آپ نے اقتباس نبوت سے تعبیر کیا ہے اور بیان اس کا جلد اول کے مکتوب ۲۰۱ میں ہے +

از انجملہ یہ کہ آپ کو بوجہ کمال متابعت جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مقام سے مشرف کیا جو فوق مقام رضا ہے۔ اس مقام کو آپ نے محبت ذاتی سے تعبیر کیا ہے۔ اور اس کا بیان جلد دوم کے مکتوبات میں ہے +

از انجملہ یہ کہ آپ پر ولایت ثلثہ صغرےٰ و کبرےٰ کہ ولایت اولیاء و ولایت انبیاء و ولایت ملائکہ سے ہے منکشف کی۔ اس کا بیان بھی آپ کے مکتوبات میں مفصل مذکور ہے +

از انجملہ یہ کہ بمحض لطف و کرم آپ کو خزینہ رحمت کیا جیسا کہ دفتر اول کے مکتوب سی وصد و یازدہم میں مذکور ہے +

از انجملہ یہ کہ آپ کو معلوم کرایا کہ آپ کے زمانہ سے حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانہ تک اور کوئی ان کمالات سے موصوف نہ ہوگا +

از انجملہ یہ کہ آپ نے رسالہ مبدأ و معاد میں تحریر کیا ہے کہ میں نے اوائل حال میں دیکھا کہ ایک مقام پر طواف کر رہا ہوں اور میرے ساتھ اور لوگ بھی طواف کر رہے ہیں۔ لیکن میری رفتار اس قدر تیز ہے کہ وہ لوگ جتنے عرصہ میں دو تین قدم چلتے ہیں، میں ایک دور پورا کر لیتا ہوں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ مقام فوق عرش ہے اور وہ گرد طواف کرنے والے ملائکہ و انبیاء علےٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ +

از انجملہ یہ کہ آپ کو مجدد الف ثانی کیا۔ جیسا کہ گذشتہ فصل میں بیان کیا گیا۔ اور یہ تمام خصائص اسی خصوصیت پر موقوف ہیں +

از انجملہ آپ کے یہ پانچ خصائص ہیں

اوّل۔ وہ جو آپ کے اس فقرہ میں مذکور ہے۔ الحمد للّٰہ الذی جعلنی صلۃً

بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ وَمُصْلِحًا بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ کذا فی مکتوب السادس من المجلد الثانی +

دوم۔ آپ کا سابقین اولین کے مقام پر پہنچنا جن کا مقام اصحاب یمین سے آگے ہے جس طرح اصحاب یمین کا اصحاب شمال سے ایک مرتبہ آگے ہے۔ کذا فی مکتوبۃ الاربعین من المجلد الثانی +

سوم۔ آپکا کلام حق سُبحانہٗ وتعالےٰ سے۔ اور یہ اس قسم کا کلام ہے کہ کُمّل تابعین بتبعیت متابعت ووراثت حاصل ہوا ہے۔ اور جب اس قسم کا کلام کسی سے بکثرت ہوتا ہے تو محدثیت کے نام سے موسوم کیا گیا۔ جیسا کہ امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حاصل تھا +

مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم مدظلہٗ نے اپنی خاص بیاض میں جو احقر کو دی تھی تحریر کیا تھا کہ خصوصیت آپ کو بوراثت آپ کے جدّ مکرم حاصل ہوئی۔ الحمد للہ علےٰ ذٰلک +

چہارم۔ آپ کی وہ خصوصیت ہے جو جلد ثانی کے مکتوب ہفتاد و ہفتم میں مذکور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ نے آپ کو ذات قیومیت عطا کی جو عالم کے لئے قیام کا باعث ہے +

پنجم یہ کہ آپ کی طینت بقیہ طینت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تھی جس طرح طینت درحبت الکجور حضرت آدم علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بقیہ طینت سے ہے اور خصائص عظمےٰ سے یہ ہے کہ آپ نے ایام وصال میں فرمایا کہ جو کمال کہ نوع بشر میں تھا مجھے عطا فرمایا۔ بوراثت وتبعیت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر میں چاہوں تو اُسے بدلائل معقولہ بیان کر سکتا ہوں +

از انجملہ یہ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ ہمارا اخاصّہ قیامت تک ہماری اولاد میں باقی رہیگا +

عجیب تر از خصائص عُلیا یہ ہے کہ حق سُبحانہٗ وتعالےٰ نے آپ کو بوجہ سبقت وراثت کے وصل سے بھی نصیب حظ عطا فرمایا۔ جیسا کہ آپ کے مکتوبات شریفہ میں اس کی تحقیق وتفصیل مذکور ہے۔ اس جگہ آکر راقم الحروف کا قلم ٹوٹ گیا ہے

گر بگویم شرح آں بے حد شود ‌ ‌ ‌ ‌ مثنوی ہفتاد من کاغذ شود

اگر عارف ذی علم آپ کے مکتوبات شریفہ کو پڑھے۔ تو وہ آپ کے خصائص و مناقب پر یقین کریگا۔ جس قدر ہم نے آپ کے خصائص یہاں تک بیان کئے۔ وہ ناظرین کے جاننے سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ اذعان وقبول کرنا پڑھنے اور سُننے والوں کا کام ہے

رازچہ بارازداں انباز نیست راز اندر گوش منکر راز نیست

رضی اللہ عن صاحب الاحوال ورضی عنہ سبحانہٗ +

فصل ۶

آپ کی عبادات وعادات یومیہ ولیلہ اور آپکے بعض عقاید شریفہ کا بیان

فصل گذشتہ سے آپ کے علو مرتبت و منزلت معلوم ہو چکے۔ اور نیز یہ کہ آپ اتباع سنت نبویہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور اخلاص و طاعات میں کیا پایہ رکھتے تھے۔ تاہم طالبین و شائقین کے لئے بطریق دستور العمل کے آپ کی عبادات ووظائف یومیہ ولیلۃ کا کچھ بطور نمونہ اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے +

اس کمترین نے بارہا آپ کو فرماتے سُنا ہے کہ ہمارا عمل اور ہمارا کام کیا چیز ہے۔ جو کچھ عطا کیا ہے محض فضل وکرم سے عطا کیا ہے۔ اور بالفرض اُس کے فضل و کرم کے لئے ہمارا کوئی کام بہانہ ہوسکتا ہے۔ تو اتباع سید الاولین والآخرین ہے صلے اللہ تعالےٰ علیہ و علےٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین + جو کچھ ہمیں عطا کیا ہے وہ اسی اتباع کی بدولت عطا کیا ہے اور جو کچھ عطا نہیں کیا ہے اُسی کے باعث نہیں عطا کیا ہے کیونکہ مقتضائے بشریت ضرور ہے کہ ہم سے اُس میں قصور و کوتاہی بھی واقع ہوتی ہوگی، اور ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں نے سہو سے پائے خانہ میں جاتے ہوئے اوّل داہنا قدم رکھدیا۔ آخر کو اس روز کئی ایک احوال مجھ پر بستہ ہو گئے +

ایک دن کا ذکر ہے کہ خادم آپ کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ تحریر معارف میں

مشغول تھے۔ ناگاہ تبقاضائے بول اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور استنجے خانہ کی طرف گئے۔ اور معاً جانے کے پھر باہر آگئے۔ مجھے سخت حیرت ہوئی کہ آپ استنجا کے لئے گئے اور اتنی جلدی نکل آئے۔ لیکن آپ نے باہر آتے ہی پانی مانگا اور بائیں انگوٹھے کا ناخن دھوکر پھر استنجے خانہ میں گئے۔ اور دیر کے بعد نکلے۔ بعدازاں آپ نے فرمایا کہ میں پیشاب کے لئے گیا تھا۔ جب میں پیشاب کے لئے بیٹھنے لگا، تو میری نظر ناخن پر پڑی کہ اُس پر سیاہی کا نقطہ لگا ہوا ہے، جس سے میں آیات قرآنیہ لکھ رہا تھا اور امتحاناً ناخن پر قلم لگایا تھا۔ یہ امر خلاف رعایت ادب تھا کہ میں ناخن کو نہ دھولیتا۔ اور ویسے استنجا کرنے بیٹھ جاتا۔ گو مجھے ناخن دھونے میں تھوڑی تکلیف برداشت کرنی پڑی۔ لیکن ترک ادب اس سے کہیں گراں تھا۔

ایک وقت کا ذکر ہے کہ آپ نے مولانا صالح ختلانی سے فرمایا کہ تھیلے میں سے چند لونگیں نکال لائیں۔ وہ جاکر چھ لونگیں نکال لائے۔ آپ بہت خفا ہوئے کہ بھولے حدیث شریف اللہ وتر یحب الوتر رعایت وتر کیوں نہ کی۔ اگرچہ رعایت وتر استحباب سے ہے۔ لیکن لوگ مستحب کو کیا جانتے ہیں، مستحب پسندیدہ حق سبحانہ وتعالٰے ہے۔ میں تو استحباب کی اس قدر رعایت کرتا ہوں کہ وضو میں قصد کرتا ہوں کہ منہ دھوتے وقت پہلے داہنے رخسارہ پر پانی پڑے۔ کیونکہ تیامن بھی استحباب سے ہے۔

نیز دیکھا گیا ہے کہ چند روز تک آپ نے نفلی روزوں کی طرف نہایت توجہ کی۔ حالانکہ اس وقت آپ نہایت ضعیف البدن تھے۔ اور روزہ رکھنا آپ پر سخت دشوار ہورہا تھا۔ آپ سے اس اہتمام خاص کی وجہ پوچھی گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ قضائے احتیاطی۔ اور یہ اُن روزوں کی قضا ہے، جن میں استنجا کرنے کا اتفاق ہوا کیونکہ والد ماجد جہاں تک ممکن ہوتا۔ روزے میں استنجا نہیں کیا کرتے تھے۔ اور اگر اتفاق سے ضرورت واقع ہوتی تو اُس روزے کی قضا کرتے۔ نعم السلف و نعم الخلف فقیر عرض کرتا ہے کیسے اسلاف تھے ویسے ہی اُن کے اخلاف بھی ہوئے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ تخت پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ اُتر پڑے۔ اور فرمایا کہ میں نے تخت کے نیچے ایک کاغذ پڑا دیکھا تھا معلوم نہیں اُس میں

کیا لکھا ہوا ہے۔ اور مجھے خیال نہیں رہا کہ میں اُسے اُٹھا کر دیکھتا کہ اس میں کچھ لکھا ہوا بھی ہے یا نہیں۔ اِس لئے اتنی دیر بیٹھنا بھی سوء ادبی سمجھا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

ایک درویش جو دیگر مشائخ کو بھی دیکھے ہوئے تھا۔ بیان کرتا ہے کہ میں آپ کی شرف ملازمت حاصل کر کے جمان پور گیا۔ اور قدوۃ العارفین محمد فضل اللہ کی خدمت میں گیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ تم سرہند پہنچے ہو۔ آپ سے جو کچھ حالات دیکھے ہوں، بیان کرو۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے باطنی احوال سے تو مجھ جیسا کم بضاعت کیا معلوم کر سکتا ہے۔ لیکن ہاں آپ کا ظاہر حال رعایت آداب سنت اور اُن کی باریکیوں کے متعلق جو کچھ میں نے دیکھا ہے اگر تمام مشائخ وقت جمع ہوں تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں کر سکتے۔ شیخ یہ سُن کر بہت مسرور ہوئے۔ اور فرمایا کہ جب اُن کا یہ حال ہے تو جو کچھ آپ اسرار و معارف حقیقت بیان کرتے ہیں اور لکھتے ہیں صحیح ہیں۔ اور آپ صادق القول ہیں اور کمال اتباع سنت آپ کے صدق حال و صدق مقال کی دلیل ہے۔ شیخ موصوف کو آپ کے ساتھ کمال محبت و اخلاص تھا۔ جن ایام میں کہ بادشاہ نے کہ آپ کو محبوس کیا تھا۔ راقم الحروف سے فرمایا کہ میں پنج وقتہ ہر نماز کے بعد درود فاتحہ کے ساتھ آپ کی مخلصی کے لئے دعا مانگتا ہوں۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ سرہند سے ایک درویش شیخ موصوف کی خدمت میں آیا اور بیعت کرنے کا التماس کیا۔ شیخ نے آپ کا نام لیکر فرمایا کہ تمہارے شہر میں ایسے بزرگ موجود ہیں اور تم اِدھر اُدھر بیعت کرنے آئے ہو۔

ایک امیر آپ کے احوال میں تردد رکھتا تھا۔ ایک روز قاضی القضاۃ کی خدمت میں آیا۔ جو آپ ہی کی ہمسائیگی میں رہتے۔ اور دریافت کیا کہ آپ صاحب علم و دیانت ہیں۔ آپ کے ہمسایہ میں جو بزرگ (یعنی حضرت مجدد صاحب) رہتے ہیں ان کے حالات سے کچھ خبر دیجئے۔ فرمایا۔ اس گروہ کے حالات دریافت میں نہیں آسکتے لیکن ہاں اس قدر کہتا ہوں کہ اُن کے عادات و اطوار دیکھنے سے اولیائے متقدمین کے ریاضات و مجاہدات پر یقین ہوتا ہے۔ کیونکہ کتابوں میں اُن کے ریاضات و مجاہدات دیکھنے سے مجھے خیال ہوتا تھا کہ اُن کے دوستوں نے مبالغہ کر کے لکھ دیئے ہونگے۔ جب میں نے اِن بزرگ کے حالات دیکھے تو مجھے یقین ہوا کہ وہ راہ راست

پر ہو گئے۔ بلکہ اس قدر کہتا ہوں کہ انہوں نے اُن کے حالات پورے نہیں لکھے۔ اور یہی ہے۔ جیسا کہ انہوں نے بیان کیا۔ کیونکہ یہ عالم منصف واقعی صاحب علم و دیانت تھے۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔

آپ کا ایک خادم بیان کرتا ہے کہ میں آپ کو بجز قیلولہ کے وقت کے اور کچھ حصہ شب کے ہر وقت مشغول دیکھتا تھا۔

آپ اپنے دوستوں کو بھی ہمیشہ ذکر و مراقبہ کی تحریص و ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ دُنیا، دار عمل اور مزرعہ آخرت ہے۔ لہذا اپنے حضور و باطن کو برعایت آداب و اعمال ظاہرہ درست کرتے رہو۔ بعض لوگوں نے بعض رسائل خواجگان نقشبندیہ سے قلت عمل سمجھ لی ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ طریقہ خواجگان نقشبند اتباع رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے بالکل مطابق و موافق ہے۔ اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا باوجود مقام محبوبیت و علو منزلت حاصل ہونے کے یہ حال تھا کہ کثرت عبادت سے آپ کے قدم مبارک ورم کر جاتے تھے۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ ابتدائی طریقہ خواجگان بلکہ درمیان میں بھی چونکہ زیادہ تر تعلق سکر و جذبات سے ہوتا ہے۔ لہذا بوجہ کثرت سکر و استغراق کے باعث قلت عمل ظہور میں آئی ہے۔ اور اسی لئے ان احوال میں فرائض و واجبات اور سنن موکدہ پر اقتصار کیا ہے۔ باایں ہمہ رعایت عزیمت کو ہر حال میں لازم سمجھا ہے۔ اور یہ ریاضات عظیمہ سے ہے خصوصاً جذبات غلبات کی حالت میں۔ لیکن پھر جب وہ تلوینات احوال سے تمکین کے درجہ کو پہنچتے ہیں تو لامحالہ ان سے کثرت طاعات و عبادات ظہور میں آتی ہے۔ اور ترقیات عالیہ کو پہنچتے ہیں۔

اور چونکہ آپ کو مسائل فقہیہ بھی بتمام و کمال مستحضر تھے۔ اور اصول فقہ میں بھی آپ مہارت تامہ رکھتے تھے۔ لیکن کمال احتیاط کے باعث اکثر مسائل فقہیہ آپ فقہ کی معتبر کتابوں میں تلاش کیا کرتے تھے۔ اور اس لئے سفر و حضر میں یہ کتابیں آپ کے ساتھ رہتی تھیں۔ ہمیشہ آپ قول مفتی بہ اختیار کیا کرتے تھے۔ اور اگر جواز و عدم جواز اور حرمت کے بارے میں فقہا کے درمیان تعارض و اختلاف واقع ہوتا۔ تو جانب عدم جواز و حرمت کو ترجیح دیتے۔ اور جہاں تک ممکن ہوتا اقوال فقہا کے درمیان

جمع وتطبیق عمل میں لاتے۔ اور جن مسائل میں کہ حضرت امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف ہے۔ اور اگرچہ فتوے صاحبین کے قول پر ہوتا۔ تاہم گاہے گاہے احتراماً حضرت امام اعظم کے قول پر بھی عمل کرتے۔ جیسا کہ زیارت قبور کے وقت قبور پر قرأت قرآن مجید حضرت امام اعظم کے نزدیک مکروہ اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ لہذا آپ بھی اکثر قبور پر قرآن مجید قرأت کرتے اور کبھی برعایت مذہب امام اعظم تلاوت قرآن نہ کرتے۔ اور صرف دعا پر اکتفا کرتے +

راقم الحروف چونکہ ہمیشہ آپ کو امامت کرتے دیکھتا تھا اس لئے خیال گذرتا تھا کہ آخر اس کی کوئی وجہ ضرور ہوگی +

چنانچہ ایک روز آپ نے جمع عمل بمذاہب کے متعلق بیان فرمایا کہ شافعیہ و مالکیہ کے نزدیک بدون قرأت فاتحہ نماز درست نہیں اور احادیث صحیحہ اس پر دلالت بھی رکھتی ہیں۔ اور چونکہ حضرت امام اعظم کے نزدیک امام کی قرأت ہے۔ اس لئے اُن کے نزدیک فاتحہ خلف امام پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اس پر جمیع فقہائے حنفیہ میں اگرچہ بعض فقہا نے سورہ فاتحہ پڑھنے کی بھی اجازت دی ہے۔ لیکن یہ روایات مرجوحہ وغیر مفتی بہا ہیں۔ اس لئے اس مسئلہ کے متعلق مذاہب آئمہ کو جمع کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور یہ امامت کرنے سے حاصل ہے +

الغرض سفر و حضر دونوں میں آپ نصف شب سے اور کبھی آخیر رات سے اُٹھکر ادعیہ مسنونہ پڑھتے۔ اور بکمال اسباغ کے ساتھ وضو کرتے۔ اور اس قدر رعایت آداب کرتے کہ اس سے زیادہ متصور نہیں ہو سکتی۔ وہ یہ کہ وضو آپ خود ہی کرتے اور قبلہ رُو ہو کر بیٹھتے۔ اور کوئی شخص پانی ڈال کر آپ کو وضو نہ کراتا۔ اور پیر دھوتے وقت جنوب و شمال کی طرف مڑ جاتے۔ اور ہر ایک نماز کے وقت وضو کرتے ہوئے مسواک آپ ضرور کرتے۔ اور اعضائے وضو تین دفعہ دھوتے۔ اور ہر دفعہ اس کا پانی اس طرح نچوڑ دیتے کہ قطرہ ٹپکنے کا احتمال باقی نہ رہتا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ماء قاطر کی نجاست و طہارت میں فقہا کو اختلاف ہے۔ ہر چند کہ فتوے طہارت پر ہے۔ لیکن آپ احوط پر عمل کرتے۔ اور ہر عضو کو دھوتے ہوئے کلمہ شہادت اور ادعیہ ماثورہ پڑھتے۔ مثلاً مشکوٰۃ شریف وغیرہ وغیرہ جو کتب احادیث و فقہ اور کتاب عوارف المعارف

میں مذکور ہیں۔ بعد ادائے وضو گوشہ چشم حق بین آسمان کی طرف متوجہ کر کے دعائے مسنون پڑھتے۔ اور طمانیت وحضور تمام کے ساتھ نماز تہجد کے لئے کھڑے ہوتے شروع زمانہ میں اکثر نماز تہجد۔ اشراق اور نماز چاشت میں کئی کئی دفعہ سورہ یٰسین تلاوت کرتے۔ حتےٰ کہ بعض دفعہ آپ نے ان نمازوں میں اسّی اسّی دفعہ سورہ یٰسین تلاوت کی ہے۔ اور آخیر زمانہ میں تو آپ اکثر پورا قرآن مجید تلاوت کرتے ۔

پھر نماز تہجد کے بعد مراقبہ کرتے اور صبح صادق ہونے تک بطریق مسنون تھوڑی دیر آرام کرتے۔ اور صبح صادق ہوتے ہی نماز فجر میں مصروف ہو جاتے۔ اور سُنّت فجر مکان سے ہی پڑھ کر جاتے۔ اور سُنّت و فرض کے درمیانی وقت میں تسبیح وتہلیل کرتے رہتے یعنی سُبحان اللہ وبحمدہٖ سُبحان اللہ العظیم آہستہ آہستہ پڑھتے رہتے تھے ۔

پھر ادائے فرض کے بعد سے اشراق تک مریدوں کے ساتھ حلقہ باندھ کر مراقبہ کرتے۔ بعدازاں بعد سلام چار رکعت نماز اشراق پڑھتے۔ اور پھر تسبیحات و دعائے ماثورہ جو اس وقت کے لئے احادیث میں وارد ہوئی ہیں پڑھتے ۔

پھر گھر جا کر اہل وعیال کی طرف متوجہ ہوتے۔ اور خانگی امور میں مصروف ہو جاتے ۔

اس کے بعد خلوت میں بیٹھتے اور تلاوت قرآن مجید کرتے۔ تلاوتِ قرآن مجید کے بعد طالبوں کے حالات دریافت کرتے۔ اور انہیں بُلا کر خود اُن سے حالات دریافت کرتے۔ خاص طالبوں کو بُلا کر اسرار ومعارف بیان کرتے۔ اور ہر شخص کی استعداد کے موافق نسبت وفیض کرتے۔ اور اپنے احوال وارادہ سے اُنہیں اطلاع دیتے۔ اور سب کو اتباع سنّت ودوام ذکر وحضور مراقبہ اور اخفائے حال کی تاکید اکید کرتے۔ اور فرماتے کہ اگر دنیا وما فیہا میں ایک عمل بھی مرضی حق سبحانہ کے موافق معلوم ہو۔ اور تم اُس پر عمل کر لو۔ تو اُسے مغتنمات سے جانو۔ اور اس کی مثال اس طرح جانو کہ ایک شخص چند ریزوں کے بدلے جواہر نفیسہ خرید لے اور جمادات کے عوض روح حاصل کر لے ۔

کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ کے متعلق فرمایا کہ تمام عالم اپنی

کلام معظم کے پہلو میں ہے۔ اور کاش وہ اس دریائے محیط کے بالمقابل ایک قطرہ کا ہی حکم رکھتا۔ یہ کلمہ طیبہ جامع کمالات ولایت و نبوت ہے۔ لوگ تعجب کرتے ہیں کہ اس ایک کلمہ کے پڑھنے سے ہی۔ کیونکر جنت میں داخل کر دینگے اس فقیر کو مشاہدہ ہوا ہے۔ کہ اگر اس ایک ہی کلمہ کے بدلے تمام عالم بخش دیں اور بہشت بھی نصیب کریں تو اس کی بھی گنجائش ہے +

اگر اس کلمہ کے برکات تقسیم کریں تو تمام عالم ابدالآباد تک معمور و سیراب ہو جائے لیکن اس کلمہ کی برکت پڑھنے والوں کو علیٰ قدر مراتب پہنچتی ہے۔ جس قدر پڑھنے والا اونچے مرتبہ ہو۔ اسی قدر برکت اسے پہنچتی ہے +

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں کوئی آرزو و مقصد اس کے برابر معلوم نہیں ہوتا۔ کہ کوئی شخص گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر کلمہ طیبہ کو پڑھے اور محظوظ ہو۔ لیکن کیا کیا جائے کہ تمام آرزوئیں حاصل نہیں ہیں +

آپ طالبوں کو کتب معتبرہ فقہ کے مطالعہ کی بھی تاکید کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ علمائے دین نے احکام شرع شریف کے تحقیق کی ہے۔ کہ کون کون سے مسنون و معمول بہا ہیں اور کون سے بدعت و مردود ہیں۔ کیونکہ زمانہ عہد مبارک رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے دور ہو گیا ہے اور بہت سے مفاسد بدعت و فسق و فجور زمانہ میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اس لئے بدون چراغ سنت نبویہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے راہ نہیں مل سکتی +

نیز آپ نے فرمایا کہ کشف سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ عالم ظلمت و بدعت کے گرداب میں پھنسا ہوا ہے اور نور سنت دور جا پڑا۔ اور کرم شب چراغ کی طرح دکھائی دیتا ہے +

آپ کی صحبت اکثر خوشی کے ساتھ گذرتی تھی۔ ہرگز آپ کسی مسلمان کی غیبت و عیب جوئی نہیں کرتے تھے۔ اور نہ آپ کی مجلس میں کوئی ایسا کر سکتا تھا۔ آپ کی ہیبت اس قدر غالب ہوتی تھی کہ باوجود احوال عظیمہ حاصل ہونے کے کسی پر تلون مزاجی یا انبساط کے آثار ظاہر نہیں ہو سکتے۔ اور مجلس میں شور و غل کرنے اور چیخنے چلانے کا تو ذکر ہی کیا +

دو سال تک راقم الحروف آپ کی خدمت میں حاضر رہا۔ تین چار دفعہ اس قدر ضرور دیکھا ہے کہ آپ کے چہرہ ہمایوں پر اشک کے قطرہ بھی ہیں۔ اور تین چار دفعہ اور بھی دیکھا ہے کہ اسرار و معارف بیان کرتے ہوئے آپ کی آنکھیں اور رخسارے سرخ اور عرق آلودہ ہو گئے +

ایک روز آپ معارف بیان کرتے ہوئے ایک ساعت تک خاموش رہے بعد ازاں فرمایا کہ اس وقفہ کے درمیان احوال عالیہ و معاملہ عظیم ظاہر ہوا۔ چنانچہ اُس وقت آپ کی آنکھوں سے اثر غیبت اور چہرہ سے حرت ظاہر تھی۔ اس قدر آثار تلوین آپ پر ظاہر ہوتے تھے +

نماز اشراق آپ خلوت میں پڑھا کرتے تھے اور پھر مکان میں چلے جاتے تھے۔ اور کھانا وغیرہ تناول کر کے تمام درویشوں اور فرزندوں کو بنفس نفیس جو کچھ گھر میں پکا ہوتا پہنچاتے۔ اور اگر فرزندوں اور درویشوں اور خادموں سے کوئی اُس وقت حاضر نہ ہوتا تو اُس کا حصہ رکھوا لیتے +

کھانا کھانے کے بعد بھی آپ ادعیہ ماثورہ جو اُس وقت پڑھی جاتی ہیں پڑھا کرتے تھے۔ اور آخیر زمانہ میں جب کہ آپ نے عزلت اختیار کی۔ اور بصوم عزلت تھا۔ کھانا خلوت خانہ ہی میں تناول فرماتے تھے۔ اور کھانا کھانے کے بعد سورہ فاتحہ جو لوگوں میں مشہور و معروف ہے آپ سے بہت کم دیکھی گئی ہے۔ کیونکہ احادیث صحیحہ میں وارد نہیں ہوئی +

آپ ہر روز دن میں ایک بار کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور بہت قلیل۔ باوجود اس کے فرمایا کرتے تھے۔ کہ حسب اقتضائے آخری زمانہ بھوک میں کمال اتباع آنسرور دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام میسر نہیں ہوئی +

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز کہ عارف کو ملکیت سے بشریت کی طرف لاتی ہے وہ کھانا ہے۔ گاہے گاہے صورت مثالیہ میں اس کی کدورتیں نظر آتی ہیں۔ طعام آپ بخشوع و خضوع تناول کیا کرتے تھے اور دوستوں کو بھی اس کی تاکید کیا کرتے تھے۔ کھانا کھاتے وقت آپ داہنا زانو بچھا لیتے تھے اور مجالس میں دونوں زمین پر بچھا لیا کرتے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد بطریق سنت تھوڑی دیر

قیلولہ بھی کیا کرتے تھے۔

آپ کا مؤذن اذانِ ظہر اول وقت کہا کرتا تھا۔ اذان سُنتے ہی آپ اُٹھ بیٹھا کرتے تھے۔ اور وضو کر کے سُنّت زوال ادا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ بعثت سے ایام رحلت تک سنّت زوال کبھی ترک نہیں کیں۔ اور ان میں قرأت آپ کبھی طوالِ مفصل سے کرتے تھے اور کبھی قصار سے۔ سنّت زوال کے بعد فرض ظہر ادا کرتے۔ اور فرض کے بعد دو رکعت سنّت اور چار رکعت سنّت ادا کرتے تھے۔

نمازِ ظہر کے بعد حافظ سے قرآن مجید سُنتے اور اگر کچھ پڑھانا ہوتا تو پڑھاتے اور اگر حافظ موجود نہ ہوتا تو خود تنہائی میں جا کر قرآن مجید تلاوت کرتے۔

نمازِ عصر بھی دو مثلوں کے بعد اول وقت میں پڑھا کرتے تھے اور فرض سے پہلے چار رکعت سنّت (یا نفل) پڑھا کرتے تھے۔ اور دیکھا نہیں گیا کہ کبھی ترک کی ہو۔

نمازِ عصر سے مغرب تک دوستوں کے ساتھ خاموش مراقبہ میں گذارتے فجر و عصر کے بعد ان دونوں حلقوں میں بطریق باطن طالبوں کے احوال کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے۔

نمازِ مغرب اگر بادل نہ ہوتے تو اول وقت ادا کیا کرتے تھے۔ اور بعد ادائے فرض دو دو فعہ اُس جگہ میں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریك له پڑھتے۔ اور ادائے سنّت کے بعد چار رکعت اور کبھی چھ رکعات صلوٰۃ اوابین پڑھتے۔ اس کے بعد ادعیہ ماثورہ کا ورد کرتے۔ اور صلوٰۃ اوابین میں اکثر آپ سورہ واقعہ پڑھا کرتے تھے۔ اور نمازِ عشا بیاض اُفق زائل ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت امام اعظم کے نزدیک شفق عبارت اسی بیاض سے ہے۔

اوّل آپ چار رکعت سُنّت ادا کرتے اور پھر چار رکعت فرض۔ اور فرضوں کے بعد پھر چار رکعت سُنّت ادا کرتے اور دو رکعت سُنّت اس سے پہلے بھی پڑھتے آخر چار رکعت سنّت میں الم سجدہ اور سورۃ تبارك الذی اور قل یاایھا الکافرون وقل ھو اللہ پڑھتے۔ اور سنتوں کے درمیان الم سجدہ اور سورۃ تبارك الذی اگر نہ پڑھ لیتے تو ادائے وتر کے بعد مع سورۃ دخان ان سورتوں کو پڑھتے اور

اپنے دوستوں کو بھی اس کی ہدایت کرتے +

وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم دوسری رکعت میں قل یاایھا الکافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ پڑھا کرتے تھے۔ اور قنوت کے ساتھ قنوت[۱] حنفی و قنوت شافعی ضم کرتے۔ وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نفل بھی ادا کرتے۔ اول رکعت میں سورہ اذا زلزلت اور دوسری رکعت میں قل یاایھا الکافرون پڑھتے۔ اور کبھی یہ دو رکعت نفل ترک بھی کرتے۔ اور فرماتے کہ فقہا کو ان رکعتوں کی بابت اختلاف ہے۔ اور وتر کے بعد دو سجدے جو لوگوں کے درمیان متعارف ہیں نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ علما نے اُن کی کراہت کا فتوےٰ دیا ہے +

وتر کبھی آپ اول شب ادا کرتے اور کبھی بعد تہجد۔ اور جب اول شب میں وتر ادا کرتے تو بعد نماز تہجد اُن کا اعادہ نہ کرتے۔ جیسا کہ بعض کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک شب میں دو وتر نہیں +

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب مُصلّی سونے لگے اور نیت کرے کہ وتر اخیر شب میں ادا کریگا۔ تو کراماً کاتبین اُس کے اعمالنامہ میں حسنات لکھتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ وتر ادا نہ کرلے۔ اس لیے جہاں تک ممکن ہو وتر آخر شب میں ادا کرنا چاہیئے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرماتے کہ اس تعجیل و تاخیر سے بجز اتباع سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کچھ مدِ نظر نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی فضیلت متابعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہوسکتی +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وتر کبھی اول شب پڑھتے تھے اور کبھی آخر شب میں اپنی سعادت اسی سے جانتا ہوں کہ جس طرح ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تشبہ حاصل ہو۔ اگرچہ یہ تشبہ بجسب صورت ہی ہو۔ لوگ بعض سنن میں نیت احیاے لیل وغیرہ کو دخل دیتے ہیں۔ نہایت تعجب ہوتا ہے۔ ہم کوتہ اندیشی سے نیم متابعت کے ساتھ ہزار احیاے لیالی کو بھی نہ خریدینگے +

ایک دفعہ اخیر عشرۂ رمضان مبارک میں اعتکاف میں دوستوں کو جمع کرکے کہا

[۱] دعائے قنوت امام اعظم کے نزدیک قبل از رکوع پڑھی جاتی ہے اور امام شافعی کے نزدیک بعد از رکوع۔ دعائے قنوت کے الفاظ میں اختلاف کتب احادیث و فقہ میں مذکور ہے +

کہ ہرگز بجز اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کچھ نیت نہ کریں کہ ہمارا انقطاع و گوشہ نشینی کس کام کی ہے۔ ہم صد گرفتاری و تعلقات کے ساتھ حصول ایک متابعت کو قبول کرتے ہیں اور ہزار انقطاع و گوشہ نشینی کو بے توسّل متابعت قبول نہیں کرتے ؎

آں را کہ در سرائے نگاریست فارغ است

از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

ایک اور وقت کا ذکر ہے کہ فقیر درویشوں کے ساتھ بیٹھا ہُوا تھا کہ اس فقیر نے غلبۂ محبت سے جو اس فقیر کو غلامانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاصل ہے بیان کیا۔ کہ محبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر غالب ہوئی ہے کہ حق سُبحانہٗ وتعالےٰ کو بواسطہ آپ کے دوست رکھتا ہوں۔ کہ حق سُبحانہٗ وتعالےٰ آپ کا پروردگار ہے حاضرین اس بات سے حیران ہوئے۔ لیکن کسی طرح مخالفت نہیں کر سکے۔ میرا یہ قول حضرت رابعہ بصریہ کے برخلاف ہے۔ کیونکہ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جواب میں کہا تھا کہ محبت حق وتعالےٰ مجھ پر اس قدر غالب ہوئی ہے کہ آپ کی محبت کی گنجائش نہیں رہی۔ یہ دونوں قول سُکر کی خبر دیتے ہیں۔ تاہم میرے قول کی بھی اصلیت ہے۔ انہوں نے یہ قول عین سُکر میں کہا تھا اور مَیں نے ابتدائے صحو میں اُن کا قول مرتبۂ صفات میں ہے اور میرا قول بعد از رجُوع مرتبۂ ذات۔ کیونکہ مرتبۂ ذات میں اس قسم کی محبت کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ تمام نسبتوں کو اس مرتبہ میں کوتاہی حاصل ہے بلکہ اُس مرتبہ میں ذوق کے ساتھ محبت کی نفی کرتے ہیں اور کسی طرح اپنے آپ کو اُس کی محبت کے لائق نہیں جانتے۔ محبت و معرفت صفات میں ہوتی ہیں۔ اور محبتِ ذاتی جو کہی ہے اُس سے مراد ذات احدیت نہیں ہے۔ بلکہ ذات بعض اعتبارات ذات مراد ہیں۔ پس محبت حضرت رابعہ بصریہ صفات میں تھی۔ واللہ سُبحانہٗ اعلم۔ انتہے کلام الشریف +

نماز عشا کے بعد فوراً ہی آپ بستر استراحت پر جاتے۔ اور ادعیہ ماثورہ پڑھ کر سو رہتے۔ تاکہ آخر شب کی بیداری میں حرج واقع نہ ہو۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں اس وقت بیٹھ بھی جاؤں تو ممکن ہے کہ بات چیت کرنے کا موقع ملے۔ اور اُس وقت بات چیت کرنا مکروہ ہے +

عمر بن عبد العزیز سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت ادائے نماز عشا کے بعد پوشیدہ رعایا کا حال دیکھنے چلے گئے۔ راستہ میں بے پہچانے چوکیداروں نے پکڑ لیا۔ جب گھر میں لے گئے اور روشنی میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو خلیفہ ہیں۔ چوکیداروں نے معذرت کی اور کہا کہ آپ نے ہمیں کیوں نہیں کہہ دیا کہ میں تمہارا خلیفہ ہوں۔ فرمایا میں نماز عشا پڑھ چکا تھا اور اس وقت دنیا کی باتیں کرنا مکروہ ہے +

آپ درود بھی بہت پڑھا کرتے تھے خصوصًا شب جمعہ اور جمعہ کے دن اور اسی طرح شب دوشنبہ اور شنبہ کے دن اور اخیر زمانہ میں شب جمعہ کو تمام دوستوں کو جمع کرکے ہزار بار درود پڑھتے اور پھر بانکسار تمام مراقبہ کرتے، اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آپ اس پر مامور تھے۔ اور رسالہ صلوات ماثورہ جو ایک جزو سے زیادہ ہے اور یا رسالہ درود جو شیخ الجن والانس حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے تالیف کیا ہے پڑھا کرتے تھے +

نماز جمعہ آپ جامع مسجد میں پڑھتے۔ اور عیدین کے موقع پر عید گاہ میں حاضر ہوتے۔ اور چار رکعت احتیاط ظہر بھی جمعہ کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ اور ادائے فرض جمعہ کے بعد سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور معوذتین سات بار پڑھا کرتے تھے اور کبھی کبھی راستہ میں تکبیرات عید الضحےٰ آواز بلند کہا کرتے تھے۔ اور اول عشرۂ ذی الحجہ میں نہ بال منڈواتے تھے اور نہ ناخن ترشواتے تھے۔ اور ہر روز آخر ماہ تک سورۂ والفجر اور سورۂ حشر تلاوت کیا کرتے تھے +

صلوٰۃ کسوف خسوف بھی آپ پڑھا کرتے تھے۔ اور نماز تراویح سفر و حضر دونوں میں ادا کیا کرتے تھے۔ اور تراویح میں قرآن مجید کے کئی ختم کیا کرتے تھے۔ اور تراویحہ کے درمیان کبھی خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ اور کبھی ورد کیا کرتے تھے اکثر سورۂ احزاب کا بھی ختم کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ایک عزیز نے لکھا ہے بخط مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ دیکھا گیا ہے کہ ختم سورۂ احزاب اس طرح ہے ؎

فاتحہ، انعام و یونس کرو طٰہٰ لے ہمام
عنکبوت اتمہ زمر یٰس واقعہ واں والسلام

تلاوت قرآن کے وقت آپ کے چہرہ سے ہویدا ہوتا تھا کہ اسرارِ قرآنی و برکاتِ آیات فوقانی آپ پر فائض ہوتے ہیں +

ایک دفعہ اثنائے تلاوت میں اس فقیر کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے سبحان اللہ کیا کیا راز و نیاز ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان واقع ہوئے۔ اور یہ وہ راز و نیاز ہیں جن کا ادراک علماءِ راسخین ہی کر سکتے ہیں۔ اور فرماتے کہ بعض آیات پڑھنے والے کو ایسے مقام پر لیجاتے ہیں کہ وہم و گمان میں نہیں آسکتا +

نماز اور خارج از نماز آیات خوف کو خوف کی طرح، آیات تعجب کو تعجب کی طرح اور آیات استفہام کو استفہام کی طرح تلاوت کرتے۔ اور سفر میں دیکھا گیا ہے کہ گاڑی میں بیٹھ کر اور چادر منہ پر ڈالے ہوئے قرآن مجید تلاوت کرتے تاکہ اودھر اُدھر کسی پر نظر نہ پڑے۔ اور جب سجدہ آتا تو نیچے اتر کر سجدہ کر لیا کرتے۔ اور جب نماز تنہائی میں پڑھتے تو تسبیحات رکوع و سجود میں سات سات اور نو نو دفعہ پڑھتے۔ اور فرماتے مجھے شرم آتی ہے کہ تنہا نماز پڑھوں اور پھر بھی تسبیحیں زیادہ نہ پڑھوں +

نماز میں سنن و مندوبات و اعتدال ارکان وغیرہ آداب کی پوری پوری رعایت کرتے۔ اور فرماتے کہ لوگ بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں کی ہوس رکھتے ہیں۔ لیکن نہیں جانتے کہ رعایت آداب نماز سے بڑھ کر کوئی ریاضت و مجاہدہ نہیں خصوصاً نماز فرض و واجب اور سنت میں رعایت آداب کرنا درحقیقت معاملہ ایسا ہے۔ کہ آداب و اعتدال ارکان کے ساتھ نماز ادا کرنا نہایت مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ الآیہ کہ نماز بہت مشکل ہے مگر ڈر والوں پر +

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے لوگ زاہد و متورع دیکھے جاتے ہیں کہ تمام باتوں میں رعایت و احتیاط مد نظر رکھتے ہیں لیکن نماز میں سستی کرتے ہیں +

نماز تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد بھی کبھی آپ ترک نہیں کرتے تھے اور سنن و تہجد کی طرح سنن زوائد بھی سفر و حضر میں بلا تکلف ادا کیا کرتے تھے۔ اور نماز نوافل میں سے بجز تراویح کے اور کوئی نماز نفل باجماعت نہیں پڑھا کرتے تھے۔ جو لوگ عاشورہ اور

شب قدر کو نوافل بجماعت پڑھنا چاہتے انہیں آپ منع کرتے +

چنانچہ اس باب میں آپ نے ایک مکتوب تحریر کیا ہے۔ اور اس کے متعلق روایات معتبرۂ فقہیہ کو اُس میں جمع کیا ہے +

بعض متاخرین سلسلۂ نقشبندیہ جو نماز تہجد با جماعت ادا کرتے ہیں۔ اس پر آپ بہت تعجب کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس سلسلۂ شریفہ کی بنا کمال اتباع سنت پر ہے۔ پھر ایسا فعل ان سے کیوں وقوع میں آتا ہے۔ ہر ایک کام کو آپ نماز و استخارہ سے شروع کرتے۔ اور کبھی کبھی شہادت قلب و دعائے مسنون پر ہی اکتفا کرتے لیکن مہمات امور میں ہمیشہ آپ استخارہ کیا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی ایک امور میں ایک ہی استخارہ پر اکتفا کرتے۔ اور اگر اتفاق سے استخارہ کرنا بھول جاتے تو درمیان میں یا آخر میں اس کا تدارک کر لیتے +

تشہد میں اشارہ بہ سبابہ نہیں کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگرچہ بعض احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور بعض روایات فقہیہ سے بھی اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب میں نے اس پر اچھی طرح تتبع کیا تو احوط و مفتی بہ ترک اشارہ معلوم ہوا یہی وجہ ہے کہ بہت سے علما نے اسے حرام و مکروہ کہا ہے۔ اور جب کوئی امر حلت و حرمت کے درمیان میں ہو تو ترک اولیٰ ہوتا ہے +

علاوہ ازیں عمل احناف کا اصل و ظاہر الروایات پر ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کا جواز اصل میں ذکر نہیں کیا ہے بلکہ نوادر میں ذکر کیا ہے +

جلد اول کے آخیر میں اس کے متعلق بھی آپ نے ایک مکتوب لکھا ہے۔ تاہم آپ نے بعض نوافل میں احتیاطاً بوجہ احتمال سنت اشارہ سبابہ پر بھی عمل کیا ہے۔ اور بعد ادائے نماز فرض بغرض ایصال ثواب سورہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہے۔ اس لئے کہ فقہا نے اسے مکروہ لکھا ہے۔ اور نماز فجر و عصر کے بعد آپ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے تھے اور باقی تین نمازوں میں ایسا نہیں کرتے تھے +

آپ امام کے پیچھے فاتحہ بھی پڑھتے تھے۔ اور قرات فاتحہ کو مستحسنات سے جانتے تھے۔ اور ہر شخص کے پیچھے نماز جائز جانتے تھے۔ فاسق ہو یا نکوکار +

آپ مریض کی عیادت بھی کیا کرتے تھے اور بروقت عیادت ادعیۂ ماثورہ

پڑھا کرتے تھے۔ بعض بعض امراض کے دفعیہ کے لئے آپ خود بھی توجہ کیا کرتے تھے اور بسا اوقات آپ کی دُعا و توجہ سے اکثر امراض دفع ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس کا کچھ بیان آپ کے خوارق میں آئیگا +

زیارت قبور کے لئے بھی آپ جایا کرتے تھے۔ ادعیہ ماثورہ پڑھتے۔ اور مُردوں کے لئے دُعا و استغفار کرتے +

شروع زمانہ میں جب آپ اپنے پیر عالی مقدار و اپنے پدر بزرگوار کی زیارت قبر کو جاتے تو قبر پر بھی ہاتھ رکھتے کیونکہ فقہا نے اس کی اجازت دی ہے۔ اور آخر زمانہ میں آپ نے اسے ترک کر دیا کیونکہ بعض دیگر فقہا نے اس سے منع بھی کیا ہے۔ بہرکیف تقبیل قبور کو مستحسن نہیں جانتے تھے۔ ہاں استعانت موتےٰ کو جائز سمجھتے تھے +

آپ مجالس میں بھی جایا کرتے تھے لیکن جن محفلوں میں سماع و رقص وغیرہ منکرات شرعیہ ہوا کرتے، اُن میں شریک نہیں ہوتے تھے +

ذکر جہری کو بھی جائز سمجھتے تھے بجز اُن چند مواضع مثل تکبیرات ایام تشریق وغیرہ کے جہاں ذکر جہری مسنون ہے اور کسی ایسے امر کو جو مخالف شریعت و رائے اہل سُنّت کے خلاف ہو، ہرگز قبول نہیں کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ احوال تابع شریعت ہیں۔ یہ نہیں کہ شریعت حال و احوال کے تابع ہے۔ کیونکہ شریعت قطعی الدلالت ہے اور وحی انبیا علیہم السلام سے ثابت ہے۔ اور حال و احوال جو کشف و الہام سے ثابت ہوئے ہیں ظنّی ہیں۔ نہایت تعجب کی بات ہے۔ کہ بعض درویش خام و ناتمام اپنے کشف و الہام پر بھروسہ کر بیٹھتے ہیں اور امور شرعیہ سے انکار و مخالفت کر کے باہر قدم رکھتے ہیں۔ حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام باوجود اس علو مرتبت کے کہ آنحضرت صلے اللہ کے بعد آپ کو حاصل ہے۔ اگر اس وقت زندہ ہوتے تو انہیں بجز اتباع شریعت محمدیہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کوئی چارہ نہ تھا۔ تو اب ان منکرین و مخالفین تہی دست و بے سروبرگ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ شریعت نبویہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ذرا بھی مخالفت کریں +

آپ علمائے ماتریدیہ کی رائے کو علمائے اشعریہ کی رائے پر مقدم رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ بزرگ مداخلت فلسفہ سے دُور اور اقتباس انوار نبوت سے نزدیک ہیں +

آپ خواص بشر کو خواص ملائکہ سے اور نبوت کو ولایت سے افضل جانتے تھے۔ اگرچہ ولایت نبی ہی کیوں نہ ہو۔ اور صحو کو سُکر پر ترجیح دیتے تھے۔ اور ولی عشرت کو ولی عزلت سے بہتر جانتے تھے۔ اور تمام صحابۂ کرام جمیع اولیائے اُمّت سے اعلیٰ و افضل جانتے اور صحابہ کرام کے اختلافات و منازعات کو اجتہاد و نیک نیتی پر محمول کرتے تھے نہ حرص و ہوا و ہوس پر۔ اس باب میں آپ نے کئی ایک مکتوبات لکھے ہیں +

اسی طرح طریق نقشبندیہ کو طریق جمیع مشائخ سے بہتر جانتے اور فرمایا کرتے تھو کہ یہ طریقہ بعینہٖ اصحاب کرام کا طریقہ ہے۔ بوجہ اندراج النہایۃ فی البدایۃ۔ اور فرماتے کہ بزرگان طریقہ اس سلسلہ نے فرمایا ہے کہ ہماری نسبت فوق جمیع نسب ہے کیونکہ یہ طریقہ جب متابعت سنّت میں اور طریقوں سے فوق ہے تو لامحالہ نسبت میں بھی اُن سے فوق ہوگا۔ اور جو رخصتیں کہ بعض متأخرین نے مثل خواجہ بزرگ خواجہ علاؤالدین وخواجہ محمد پارسا و خواجہ عبیداللہ احرار قدس اللہ اسرارہم نے برخلاف طریقہ شریعت احداث کئے ہیں پسند نہیں کرتے تھے۔ اور شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت تعظیم کرتے اور بسا اوقات اُن کا ذکر خیر کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ باوجودیکہ مجھو اُن سے محبت ہے تاہم میں اُن کے بعض علوم کشفیہ کو پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ حق اُن کے برخلاف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اُن کی یہ خطا، خطائے کشفی ہے۔ اس لئے وہ مواخذہ سے بری ہیں۔ جس طرح خطائے اجتہادی اسی طرح مقلد مجتہد مخطی بھی مواخذہ سے بری ہے۔ لیکن ہاں اگر مقلد صاحب کشف ہے اگر وہ اُس خطائے کشفی کی تقلید کرے تو وہ ہرگز مواخذہ سے بری نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایک شخص کا کشف دوسرے پر حجت نہیں +

آپ بعض کتب درسیہ مثل بیضاوی شریف، بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف، عوارف المعارف، ہدایہ اور شرح مواقف وغیرہ کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ اور اگرچہ آخر میں درس دینا آپ نے کم کر دیا تھا۔ تاہم آپ طلبہ کو تحصیل علوم کی تحریص و ترغیب دلاتے رہتے تھے۔ اور تحصیل علوم کو سلوک طریقۂ صوفیہ پر مقدم سمجھتے تھے +

اگر کہیں سفر کرنا ہوتا تو ایام مسنونہ میں سفر کرتے اور ساعات نجومیہ کی طرف اصلاً التفات نہیں کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ نحوست ایام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی ولادت کے باعث مرتفع ہوگئی بحکم حدیث الایام ایام اللہ والعباد عباد اللہ

ابتدائے سفر میں آپ استخارہ کرتے اور دیگر ادعیۂ ماثورہ پڑھتے۔ اسی طرح منزل بمنزل ادعیۂ ماثورہ کو ترک نہ کرتے۔ اسی طرح لباس پہنتے اور کھانا کھاتے وقت ادعیۂ ماثورہ پڑھا کرتے۔ چنانچہ ایک دوست نے ان تمام اوراد و وظائف کو ایک جگہ جمع کیا ہے۔

حمد و استغفار بھی آپ بہت کیا کرتے تھے۔ اور تھوڑی نعمت پر بھی شکر بجا لاتے تھے۔ اور ترک اولیٰ پر بھی بہت استغفار کرتے تھے۔ اور اگر کوئی بلا و مصیبت پہنچتی، تو فرماتے یہ ہمارے شامت اعمال سے ہے۔ اور اس کا تدارک آپ خیر خیرات سے کرتے۔ اور اسے ترقی کا زینہ سمجھتے۔

ایک روز ایک شخص نے پوچھا کہ سلطان وقت نے ترک ادب کرکے آپ کے ساتھ جو معاملہ کیا، اس کا سبب کیا تھا۔ فرمایا، یہی ہمارے اعمال و افعال اور یہ آیت تلاوت کی مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (جو کچھ مصیبت تمہیں پہنچے۔ سو اسی وجہ سے کہ تمہارے ہاتھوں نے کمایا یعنی کیا)۔

باوجود کثرت عمل کے دید قصور اعمال آپ پر غالب تھا۔ اور دوستوں کو بھی آپ اسی کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ عجب عمل صالح کو اس طرح نابود کرتا ہے، جس طرح آگ لکڑی کو۔ اور منشا عجب یہ ہے کہ عمل عامل کی نظر میں زیب دیں۔ چاہیئے کہ اس وقت اپنے قبائح کو یاد کرے اور حسنات کو ان سے متہم کرے۔ اور شرمندہ ہو۔

اور فرماتے کہ ایک جماعت ایسی بھی ہے کہ دید قصور اعمال اس پر اس قدر غالب ہے کہ وہ اپنے کاتب یمین کو بیکار و معطل سمجھتے ہیں اور کاتب شمال کو ہمیشہ کام میں مشغول جانتے ہیں۔ جن دنوں میں کہ بادشاہ وقت نے آپ کو قلعہ میں محبوس کیا تھا تو ایک دوست نے آپ کو عریضہ لکھا۔ اور آپ کے قبض حال اور ملامت خلق کی شکایت کی۔ آپ نے جواب تحریر فرمایا:۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ صحیفہ شریفہ پہنچا جفا و ملامت خلق کا حال جو آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ خود اس گروہ کے لیئے جمال اور ان کے زنگ کیلئے

صیقل ہے۔ قبض و کدورت کا کیا ذکر۔ جب فقیر اس قلعہ کے قریب پہنچا تو محسوس ہوا کہ انوار ملامت خلق ارد گرد سے نورانی بدلیوں کے رنگ میں آرہے ہیں۔ یہی حال حضیض و پستی سے عروج و ترقی میں ہوا۔ اتنے سال بر تربیت جمالی قطع کئے اور اب بر تربیت جلالی قطع مسافت کر رہے ہیں۔ آپ مقام صبر بلکہ مقام رضا میں رہیں اور جلال و جمال کو مساوی جانیں ❖

نیز آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ ظہور فتنہ کے وقت سے نہ ذوق باقی رہا ہے نہ حال۔ چاہیئے کہ ذوق و حال مضاعف ہو۔ کیونکہ جفائے محبوب وفا سے زیادہ لذت بخش ہوتی ہے۔ کیا تعجب کی بات ہے کہ آپ نے عوام کے رنگ میں گفتگو کی ہے۔ اور محبت ذاتیہ سے آپ الگ ہو گئے ہیں۔ آپ برخلاف حال گذشتہ کے جلال کو جمال سے زیادہ جانیں۔ اور ایلام کو انعام سے بیشتر تصور کریں۔ کیونکہ جمال و انعام میں تو مراد محبوب اور اپنی مراد کا شائبہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن ایلام و جلال میں مراد محبوب خالص ہوتی اور اپنی مراد کے برعکس ہوتی ہے۔ لہذا اس وقت حال، حال سابق کے ماوراء ہے وشتان ما بینھما۔ اس قلعہ سے ایک رقیمہ شریفہ آپ نے سیدی مرشدی پیر محمد نعمان سلمہ اللہ کو تحریر کیا تھا۔ وھو ھذا:۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی مخفی نماند کہ مانے بعنایت اللہ سبحانہ کہ آں عنایت بصورت جلال و غضب او تعالے تجلی نہ فرمودہ بود قفص زنداں بگشتم واز تنگنائے ایمان شہودی بالکلیہ نہ رستم واز پیں کوچہ ہائے ظلال و ظلال و تشابہ تمام بر آمدم و در شاہراہ ایمان بغیب مطلق العنان تجرید نمودم واز حضور بغیب واز عین بعلم واز شہود باستدلال برو جہ کمال نہ پیوستم و ہنر دیگراں عیب وعیب دیگراں را ہنر بذوق و وجدان بالغ نیافتم و شربتہائے خوشگوار بے ننگی و بے ناموسی و مرتبہ ہائے مزہ دار خواری و رسوائی نچشیدم و از جمال طعن و ملامت خلق حظ نہ گرفتم واز حسن بلا وجفائے مردم محظوظ نہ شدم وکالمیت بین یدی الغسال گشتہ بالکلیہ ترک ارادہ و اختیار نہ کردم و از تنگنائے تعلق آفاق و انفس را بہ تمام و کمال نجستم و حقیقت تضرع و التجا و انابت و استغفار و ذل و انکسار را بدست نیاوردم وقسطاس نیع الشرات آستغنائے

حق سبحانہٗ را کہ محفوف بسرادقات عظمت و کبریائی است شاہد نمودم و خود را
بندۂ خوار و زار و ذلیل و بے ہنر و بے اقتدار و با کمال احتیاج و افتقار معلوم
ساختم وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ
رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ[1] اگر بمحض فضل و تواتر فیوض وارادت الٰہی جل شانہٗ و توالی عطیات
و انعامات نامتناہی او سبحانہٗ دریں محنت کدہ شامل حال ایں شکستہ بال نہ شد
نزدیک بود کہ معاملہ بہ یاس سد و رشتۂ امید گسستہ گردد والحمد للہ الذی
عافانی فی عین البلاء و کرمنی فی نفس الجفاء و احسن بی فی حالت الفناء
و وفقنی علی الشکر فی السراء والضراء و جعلنی من متابعی الانبیاء و من مقتفی
آثار الاولیاء و من محبی العلماء والصلحاء صلوات اللہ سبحانہ و تسلیماتہ
علی الانبیاء اولًا و علی مصدقاتہم ثانیاً +

فصل ۷

آپکے اسرار و معارف اور آپکے ان جلال احوال عالیہ کا بیان

جو راقم الحروف نے آپ سے یا اپنے دوستوں سے سُنے

جو سالکین با تمکین و صاحب علم و معرفت منصف مزاج کہ عارفین کاملین کے میکدۂ
احوال عالیہ سے ایک گھونٹ پی چکے ہیں اور شیرینی کلام محققین اولیائے کرام و علمائے اعلام
کی چاشنی چکھ چکے ہیں، اگر آپ کے رسائل و مکاتیب کو دیکھیں اور مطالعہ کریں تو وہ آپ کے
علو مرتبت و منزلت سے اچھی طرح واقف و آگاہ ہو جائینگے +

ایک عالم باعمل نے جو کہ آپ کے مریدوں میں سے ہے، راقم الحروف سے
آپ کے مکتوبات کے متعلق بیان کیا کہ کتب و رسائل دو قسم کے ہوتے ہیں یا تصنیف
ہوتے ہیں یا تالیف۔ تالیف تو یہ ہے کہ دوسروں کا کلام بجنسہٖ و ترتیب جمع کرے اور

---

[1] میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا۔ کیونکہ نفس ہمیشہ بدی کا حکم کرتا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی رحم کرے۔
بیشک میرا پروردگار بخشنے والا رحم کرنے والا ہے +

تصنیف یہ ہے کہ خود اپنے ہی معارف وعلوم اور نکات بحسنِ ترتیب جمع کرے۔ خواہ یہ معارف وحقائق مہارت علمی وعلوِ فطرت سے ظاہر ہوئے ہوں۔ اور خواہ بالہام کشوف صادقہ جلوہ گر ہوئے ہوں۔ تصنیف تو ایک مدت سے اُٹھ چکی ہے۔ ہاں تالیف باقی رہ گئی ہے۔ مگر وہ بھی شاذ و نادر۔ اس تالیف میں بعض بعض مؤلف اپنی تحقیقات بھی بیان کر دیتے ہیں۔ اس وقت انصاف کی بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں حضرت مجدد صاحب کے مکتوبات ایک عمدہ اور متین تصنیف ہے۔ مَیں نے جس قدر آپ کے مکتوبات دیکھے کہیں نقل کا نام ونشان نہیں پایا۔ ہاں کہیں کہیں حسبِ ضرورت نقل بھی ہے اور زیادہ تر وہی آپ کے مکشوفات و ملہمات خاص ہیں اور سب نہایت عالی نازک اور بروفق شرع متین ہیں۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء لنقلہٖ کلام ہذا العالم الشریف۔

ایک اور فاضل جو بارہا آپ کی صحبت بابرکت سے فیضیاب ہوئے ہیں بیان کرتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ اس زمانہ کے لوگ آپ کے حقایق ومعارف کی قدر ومنزلت نہیں جان سکتے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ آپ اگلے زمانہ میں ہوتے۔ تا کہ لوگ (بفراست ایمانیہ) آپ کے کلام کی قدر ومنزلت پہچانتے۔ اور متاخرین آپ کے کلام سے اسناد واستشہاد کرتے۔ لیکن اس زمانہ میں تو لوگوں کا حال آپ کے کلام کی نسبت ایسا ہے کہ ایک دانشمند نے کسی بادشاہ کی مجلس میں بیان کیا کہ مَیں نے آج ایک ایسا پرندہ دیکھا جو جلتی چنگاری کھاتا ہے۔ اہل مجلس نے چونکہ ایسا پرندہ دیکھا نہ تھا چاروں طرف سے اُسے احمق اور بیوقوف کہنے لگے۔ جب دانشمند نے دیکھا کہ اہل مجلس کسی طرح باور نہیں کرتے اور مجھے احمق وبیوقوف کہے چلے جاتے ہیں۔ ناچار کوہستان میں جہاں وہ کبک رہتا تھا گیا اور ایک کبک پکڑ کر مجلس میں لایا۔ اور اہل مجلس سے کہا یہی وہ پرندہ ہے، جو آگ کی چنگاریاں کھاتا ہے۔ سب جمع ہو گئے اور آگ سُلگا کر اُس کے سامنے رکھ دی۔ اور وہ چُن چُن کر اس کی چنگاریں کھانے لگا۔ تو اب کہنے لگے کہ معلوم ہوا تو عقلمند ہے اور ہم جاہل تھے۔ کہ تیرا قول جب عقل میں نہ آیا تو تجھے جھٹلانے لگے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ کا قصہ بھی اسی کا موید ہے۔ لوگوں نے سلطان سنجر سے امام عالی مقام کی بہت سی ایسی باتوں کو جو اُن کے فہم وعقل میں نہیں آتی تھیں بیان کر کے سلطان کو آپ سے منحرف کر دیا۔ جب امام عالی مقام کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے

سلطان کو ایک مکتوب لکھا جس کے فقرات درج ذیل ہیں :-

آج کل ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں کہ اگر میں خواب میں دیکھتا تو اضغاث احلام (خواب و خیال) ہیں ۔ شک نہیں کہ فقیر کی کلام میں بعض باتیں اس قدر مشکل ہوتی ہیں کہ ہر شخص انہیں سمجھ نہیں سکتا ۔ لیکن درحقیقت نہ اس لئے کہ وہ اسرار خاصہ ہیں ۔ بلکہ زمانہ کی سستی اور ضعف طبیعت کا باعث ہے کہ انہیں سمجھ نہیں سکتے ۔ اگر فرمان ہو تو اس قسم کے جس قدر رسائل کہ سمجھ میں نہ آتے ہوں ، میں ان کی شرح کر کے سمجھا سکتا ہوں ۔" انتہٰے کلامہ الشریف ✦

راقم الحروف نے اپنے پیر بزرگوار کی تعریف اور بعض ارباب عناد و انکار کی تردید میں چند ابیات لکھے ہیں تماما آپ کے مکتوب ثالث کے عنوان پر لکھے ہوئے ہیں اور دو تین بیتیں اس جگہ بھی لکھ دی جاتی ہیں ۔

مہیں فرزند فاروق است چوں اب ۔۔۔ کنوں نطق از زبان او کند رب
زہر یک نقطہ اش چوں نافہ تر ۔۔۔ شمیم وصل جاناں میزند سر
ولے آں کز مروت در زکام است ۔۔۔ چہ داند نافہ اش گر در مشام است

آپ کے زمانہ حیات ہی کا ذکر ہے کہ ایک بزرگ عالم متشرع باعمل نے راقم الحروف سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے بہت سے مکتوبات و رسائل ہیں ۔ لیکن مجھے ان کے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا ہے ۔ بندہ نے ایک مکتوب جس میں آپ نے طریقت و حقیقت کو خادم شریعت ثابت کیا ہے ۔ انہیں پڑھ کر سنایا ۔ جب سن چکے تو بذوق تمام آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی ۔ اللّٰھم سلم ھذا الشیخ المعظم کہ اے پروردگار اس بزرگ شیخ کو سلامت رکھ ✦

اس کے بعد انہوں نے کہا کہ زمانہ نہایت فاسد اور بدعات سے پر ہے اکثر مشائخ وقت کے رسائل و مکتوبات دیکھ کر حزن و ملال کا زنگ دل پر جم گیا تھا ۔ لیکن آپ کے اس کلام کے صیقل نے اسے صاف کر دیا الحمد للّٰہ الذی اذھب عنا الحزن ✦

اسی طرح بہت سے صلحاء و علمائے نیک نہاد ہر بلاد و قریے نزدیک و دور آپ کے مکاتیب و رسائل پڑھ کر آپ کے مخلص و صادق العقیدت ہو گئے ۔ بعض بعض اسی ضمن میں آپ کی خدمت بابرکت میں بھی حاضر ہوئے ۔ اور نظرات و توجہات حاصل کیں ✦

آپ کے مریدوں میں سے مولانا حسن غولی مشہور معروف ہیں۔اور محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ جو آپ ہی کے ہمعصر تھے اگرچہ آپ کی صحبت سے شرفیاب نہیں ہوئے۔لیکن آپ کے اوصاف حمیدہ سنکر اپنے تذکرہ میں آپ کا ذکر خیر ان الفاظ میں کیا ہے:" بالانشین مسند محبوبیت وصدر آرائے محفل وحدانیت خدیو مقام فردیت وصاحب رتبت قطبیت وقت" انتہٰی کلامہ الشریف۔جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء ۔

آپ کے بعض مخلص آپ کے مکتوبات کا دفتر اول جو دوسرے مکتوبوں کی نسبت کم درجہ رکھتا ہے۔بلخ وبخارا اور ماوراء النہر تک لے گئے۔علمائے اس دیار نے دیکھ کر آپ کی بہت کچھ تعریف ومدح کی۔اور آپ کے ساتھ عقیدت واخلاص پیدا کیا۔اور کہنے لگے ،الحمد للہ کہ کشور ہند میں بھی اب ایسے ایسے بزرگ حق پرست لوگوں کو فیض پہنچا رہے ہیں ۔

انہیں ایام میں بلخ سے ایک درویش صالح ہندوستان آئے۔تو سیادت پناہ سید میرک شاہ، ودانائے حکمت صوری ومعنوی شیخ قدیم کبروی اور میر مومن بلخ جیسے عرفا اور مولانا ربانی حسن قبادیانی اور قاضی القضاۃ مولانا تولک جیسے علما نے ان درویش صالح کے ذریعہ کچھ تبرکات بھیجے۔اور دعوات نیازمندانہ عرض کیں۔چنانچہ یہ بزرگ اجمیر شریف میں آپ کی خدمت سے شرفیاب ہوئے۔اور تبرکات پیش کئے۔اور عقیدتمندوں کی ارادت وعقیدت کا اظہار کیا۔اور ان کے پیغام پہنچائے۔اور بالخصوص اپنے معتقد ر جناب میر مومن موصوف کی ارادت وعقیدتمندی کا بہت کچھ اظہار کیا۔اور بیان کیا کہ انہوں نے عرض کیا ہے کہ اگر کبرسنی اور مسافت بعیدہ مانع نہ ہوتی تو خود حاضر ہو کر بقیہ عمر خدمت شریف میں صرف کرتا۔اور از روے احوال ما لا عین رأت ولا اذن سمعت کا اقتباس کرتا۔چونکہ یہ موانع پیش ہیں۔التماس یہ ہے کہ اس فقیر کو مخلصان حضور سے جانکر بافاضات غائبانہ ہم مہجوروں لیکن معنی حاضرین خدمت کی توجہ فرماتے رہیں۔درویش نے یہ بھی بیان کیا کہ مجھ سے آپ نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ میں ان کی جانب سے بھی آپ سے مصافحہ کروں۔چنانچہ کیا بھی رخصت کے وقت ۔

اس درویش نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ وہاں کے مشائخ آپکے معارف وحقائق سنکر اشتیاق تمام رکھتے ہیں۔اگر آپ التماس کرکے ایک ایسا مکتوب ارسال کرنے

کی تحریک کریں۔ جو بہت سے معارف عالیہ پر مشتمل ہو، بعید از کرم نہ ہوگا۔ چونکہ میں نے دیکھا کہ وقت تنگ تھا۔ اور آپ کو کوئی اور مکتوب لکھنے کا موقعہ نہیں ملسکتا تھا اس لئے مکتوبات سابقہ میں سے کئی ایک مکتوب لکھ کر ان کو دیئے۔ اور آپ کی خدمت میں بھی عرض کر دیا۔ فرمایا تم نے بہت اچھا کیا۔ کیونکہ اس وقت مجھے نیا مکتوب لکھنے کا کوئی موقعہ نہیں ملسکتا تھا۔ باوجود اس کے ان بزرگ نے بہت اصرار کیا کہ آپ اُن مشائخ اور بالخصوص میر مومن موصوف کے نام نامی ایک دستخطی رقعہ بھی خاص اپنے دست مبارک سے تحریر فرمادیں تاکہ اُن کے لئے باعث ممنونیت ہو۔ اور احقر بھی اس کی برکت سے راستہ میں آفات سے محفوظ و مصئون رہے۔ چنانچہ آپ نے قبول فرمایا۔ اور خاص اپنے قلم محترم سے میر مومن کے نام نامی ایک مکتوب تحریر فرمایا

وهو هذا بلفظہٖ:۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى من لم یشکر الناس لم یشکر الله حقوق علما و مشائخ ماوراء النهر شکر الله تعالى سعیهم بر ذمہ ما پس ماندگان و دور افتادگان بلکہ بر کافہ اہل اسلام ہندوستان نہ آنقدر است کہ در ضمن تقریر و حیز تحریر آید درستی اعتقاد بر وفق آراے صائبہ اہل سنت و جماعت کثرهم الله سبحانه فی الامصار، از تحقیقات ایں بزرگواران اکتساب نمودہ ایم و صحت عمل بموجب مذہب علمائے حنفیہ رضی الله تعالى عنهم از تدقیقات ایشاں حاصل کردہ و نیز سلوک طریقہ علیہ صوفیہ قدس الله تعالى اسرارهم در ینولا از برکات آں بقعہ شریفہ مستفاد است و تحقیق مقام جذبہ و سلوک و فنا و بقا و سیر الی الله و سیر فی الله کہ بر تبہ ولایت خاصہ مربوط است از فیوض اکابران و صدر عبر گسفاض بالجملہ ظاہر باطن اصلاح از انجا یافتہ است و اگر باطن ست فلاح از انجا حاصل نمودہ

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار
کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردہ تست

حرسها الله سبحانه واهاليها عن الآفات والبليات بحرمة سید السادات علیه وعلى آله الصلوات والتسلیمات مع ذلک ایراے کہ تقریبات

ازاں دیار علیا بایں دیار سفلے مے آیند الطاف ذوی البرکات آنجا سے علے الخصوص اشفاق ملازمان ارشاد و ہدایت پناہ و افادت و افاضت دستگاہ سلمہ اللہ تعالےٰ نسبت بایں حقیر اظہار سے نمایند و عالیجناب نجابت آیات باحسن عمل کائن است و بعض علوم و معارف آں راکہ تسوید نمودہ مطالعہ فرمودہ اند۔ پسندیدہ ایں قسم بشارت از بزرگاں باعث ازدیاد امیدواری میگردد و بر تحریر بعض اذواق و مواجید دلیر میسازد۔ و چوں دریں ایام تبازگی شیخ ابوالمکارم آمدہ اظہار الطاف ایشاں نمودہ و انواع مہربانی بیان فرمودہ ناچار اعتماد برکرم ایشاں نمودہ بچند کلمہ مصدع گشت و خود را فرایاد ایشاں داد و چوں نقل بعض مسودات ایں فقیر را اخوی خواجہ محمد ھاشم کشمی کہ از دوستان متمسک است بمصحوب صوفی مشار الیہ مرسل داشتہ است اکتفا بآں نمود و حرفے از مقولہ علوم و معارف ایں طائفہ علیہ دریں رقیمہ مندرج نساخت و از عنایات و اشفاق حضرات امیدآں وارد کہ در اوقات مرجوہ از دعائے خیر و فاتحہ سلامت خاتمہ مغفے نخواہند فرمود رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۔ دعوات فقیرانہ بحضرات عالی درجات ہرکدام جناب نقابت نجابت پناہ ملاذ اہل اللہ سید میرک شاہ و جناب افادت دستگاہ علامۃ الورےٰ مولانا حسن و جناب ناصر الشریعت حافظ السنۃ قاضی تولک دام اللہ تعالےٰ برکاتہم تبلیغ فرمایند۔ فقیرزادہا نیز عرض دعا نمودہ التماس فاتحہ مے نمایند۔ انتہےٰ کلامہ الشریف +

اسی طرح اگر بلاد قریبہ و بعیدہ کے بعض بعض فضلاء و صلحا کا قصہ الگ الگ بیان کیا جائے تو موجب تطویل ہوگا +

واضح ہو کہ آپ کے اسرار عالیہ جو مبدأ فیاض سے آپ کے باطن سعدالمیامن وارد ہوا کرتے تھے، تین قسم کے ہیں +

ایک قسم کے اسرار وہ ہیں جنہیں آپ ہرگز دل سے زبان پر نہیں لاتے تھے اور کیا محرمان راز اور غیر محرمان راز کسی سے بھی بیان نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے جو مکتوب خواجہ حسام الدین احمد سلمہ اللہ کو تحریر فرمایا ہے۔ اس کے چند فقروں میں اس کا مدعا

کا اظہار کیا ہے وہ چند فقرے یہ ہیں "انعامات حق سبحانہ کا کیا ذکر کروں اور کہاں تک اُن کا شکر ادا کروں، جو علوم و معارف افاضہ ہوتے ہیں، بتوفیق الٰہی قید کتابت میں آتے ہیں۔ اور اہل و نا اہل سب سُنتے ہیں لیکن وہ اسرار و دقائق جو اس کے ساتھ متمیز ہیں اُن کا ایک شمہ بھی ظاہر نہیں کر سکتا۔ بلکہ رموز و اشارات سے بھی اُنہیں بیان نہیں کر سکتا خود اپنے فرزند عزیز سے بھی جو کہ مجموعہ معارف فقیر اور نسخہ مقامات سلوک ہے ایک رمز بھی اُن اسرار و حقائق میں سے درمیان میں نہیں لاتا۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ وہ محرمانِ راز سے ہے اور خطا و غلطی سے محفوظ ہے لیکن کیا کروں کہ اُن دقائق و اسرار و دقت معانی زبان کو پکڑتی ہے اور لطافت اسرار لبوں کو بند کرتی ہے یضیق صدری ولا ینطلق لسانی وہ اسرار اس قبیل سے نہیں ہیں کہ بیان میں آتے بلکہ بیان میں نہیں آتے

؎ فریاد حافظ اینہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصۂ غریب و حدیث عجیب ہست

یہ دولت جس کے حاصل کرنے کی ہم کوشش کر رہے ہیں مشکوٰۃ نبوت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مقتبس ہے۔ اور ملائکہ ملاءِ اعلےٰ علےٰ نبینا و علیہم الصلوٰت والتسلیمات بھی اس دولت میں شریک ہیں۔ متابعان انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جس کسی کو اس دولت سے مشرف کرتے ہیں (زبان بند کرتے ہیں) +

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دو قسم کا علم حاصل کیا۔ اُن میں سے ایک وہ علم ہے جو میں نے تمہارے درمیان منتشر کیا۔ اور دوسرا علم اگر منتشر کروں تو میرا گلا کاٹ ڈالیں۔ اور وہ علم اسرار ہے کہ ہر شخص کی فہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم انتہےٰ کلامہ الشریف +

بعض انہیں اسرار میں سے جو رمز و کنایہ سے بھی بیان نہیں کیے جا سکتے۔ اسرار و حقائق حروف مقطعات قرآنیہ و متشابہات آیات فرقانیہ تھے جیسا کہ فصل پنجم میں بیان کیا گیا +

قسم دوم کے اسرار و معارف وہ تھے جنہیں بجز محرمان اور ہم نشینان نخادیہ اختصاص کے اور کسی سے بیان نہیں کرتے تھے۔ ان اسرار و معارف کے بیان کرنے کا آپ نے قاعدہ یہ مقرر کر رکھا تھا کہ جو لوگ ان اسرار و معارف کے سُننے کے اہل ہوتے

اُنہیں ایک وقت خاص میں طلب فرمایا کرتے۔ اور کوئی شخص اس وقت آپکے پاس نہ آسکتا۔ چنانچہ خادم دروازے پر بیٹھا رہتا۔ اور دروازہ بھی بند کر دیا جاتا۔

ایک روز اتفاق سے آپ کا ایک مخلص صاحب ذوق وحال دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ خادم نے کسی ضرورت سے دروازہ کھولا۔ تو یہ درویش اندر چلا گیا۔ جونہی آپ کی نظر اس پر پڑی تقریر کا رنگ بدل دیا۔ حتے کہ جو محرمان راز تھے وہ اُسے نہ سمجھ سکے۔ دوسرے روز صبح کو آپ نے اُن لوگوں کو پھر طلب کیا۔ اور فرمایا کل کا واقع بھی معلوم ہے یا نہیں۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا۔ چونکہ نامحرم درمیان میں آگیا تھا اس لئے میں نے تقریر کا رنگ بدل دیا تھا۔

اس کے بعد آپ نے پھر وہ اسرار اُسی پیرایہ میں بیان کئے کہ سامعین انہیں ادراک کر سکیں۔ ان اسرار و معارف کو آپ صرف محرمان راز سے ہی بیان کرتے۔ اور معرض تحریر میں نہ لاتے۔ تاکہ نامحرموں کے کانوں تک نہ پہنچیں۔

اگر مخدوم زادہ اور بعض دیگر خلفاء خاص التماس کرتے کہ اگر آپ اس قسم کے بعض اسرار و معارف ہمارے لئے تحریر بھی فرما دیں تو کیا حرج ہے۔ چنانچہ ان کی حسب التماس آپ بعض اسرار و معارف تحریر فرما دیتے۔ مگر ایک خاص پیرایہ میں کہ ہر ایک شخص ان کا ادراک نہ کر سکے۔ بعض معارف و اسرار آپ کے اس قسم کے بھی تھے کہ بجز مخدوم زادوں کے اور کسی محرم و نامحرم سے بیان نہیں فرماتے تھے۔

اور تیسری قسم کے اسرار و معارف وہ تھے جنہیں آپ سائلوں کے جواب میں اور یا خود بغرض افادہ افاضہ عام طور سے بیان فرمایا کرتے تھے اور یہ وہ تمام اسرار و معارف ہیں آپ کے مکتوبات کثیر البرکات اور دیگر رسائل میں مذکور ہیں۔ جن کا ہر ایک بیان شفا بخش رنجور و مقرب دُور و مہجور اور نقل ہر محفل ہے۔ جن کا شہرہ ہر ایک کے کان تک پہنچا ہے۔ جن کا فقرہ فقرہ خاتم اسرار فقر کا نگینہ ہے۔ جن کی ہر ایک فصل جواہر اسرار وصل کا خزینہ ہے۔ وہ اسرار و معارف جو جامع اسرار دین و انوار یقین ہیں۔ مظہر راز مخفیہ کنز تبیین ہیں۔ مرآۃ جمال معانی احادیث سید المرسلین وحل مشکلات کلامیہ و فقہیہ ہیں۔ وہ معارف تشبیہیہ و تنزیہیہ پر حاوی۔ ترجمان غوامض کلمات متقدمین اور دستور و اقوال علماء متاخرین ہیں۔ قدس اللہ سرّہا کلہا۔

یہی اسرار و معارف اپنی زبان درفشان سے خلوت میں بیان فرماتے تو دوسرا لباس پہن لیتے۔ یا یہ کہو کہ جو کچھ آپ زبان سے بیان فرماتے حال تھا اور جو کچھ کہ قلم سے تحریر فرمایا قال ہے۔ اور بیان معرفت ہے اور وہ القائے نسبت و اعطائے نعمت یعنی در پردہ آپ کی تقریر میں وہ تصرف مضمر تھا کہ سامعین کو سکر و حضور میں لیجاتے تھے جو تحریر میں نہیں آسکتا +

جب سننے والے آپ کی مجلس سے باہر آتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کسی میخانہ سے مدہوش نکلتے ہیں۔ مخدوم زادے اور دیگر محرمان راز ہمیشہ آرزو میں رہتے کہ وہ کونسا وقت آئیگا کہ آپ مشتاقوں کو اپنے اسرار و معارف سنائینگے ؎

از دل زرد و لذّتِ حرف دل او

در بست کہ از گوش بروں نتواں کرد

معارف و اسرار کے بیان کرنے میں آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جب تک آپ کو اُن کا ماخذ و منشا متحقق نہ ہوجاتا۔ اور صبح صادق کی طرح آپ کی نظر بصیرت و کشف میں اُن کا جمال جلوہ گر نہ ہوجاتا۔ تب تک محض قوت علمیہ سے آپ اُنہیں بیان نہ کرتے +

اکثر طالب آپ سے بہت سے سوالات کرتے۔ آپ فرماتے کہ حقیقت اُن کی تحققًا و حالًا معلوم نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے صرف قوت علمیہ سے اُنہیں بیان کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا +

ایک روز راقم الحروف نے دفتر ثانی کے ایک مکتوب میں ایک جگہ سوال کیا۔ فرمایا مدت ہوئی کہ سیر اس معاملہ سے دوسری جگہ واقعہ ہوئی۔ اور اب محض قیاسات علمیہ بیان کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اور نہ ہماری یہ عادت ہے۔ لیکن چونکہ مَیں نے بہت الحاح و اصرار کیا۔ اس لئے ایک روز آپ تخت پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے ایک عرصہ تک چادر اپنے روئے مبارک پر ڈالے رہے۔ بعدازاں آپ نے چادر اُٹھا کر تبسم کیا۔ اور فرمایا کہ چونکہ تمہارا الحاح و اصرار اُس مسئلہ کی طرف بہت دیکھا گیا۔ اس لئے میں اس وقت اُس کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس وقت اُس پر دوسری روشنی پڑی اور اس قدر کہ اگر تحریر کیا جائے تو پہلے سے بہتر و عمدہ اور واضح طریقہ میں بیان کیا جائیگا۔ چنانچہ آپ نے مجملًا اُسے بیان فرمایا۔ اور گو تفصیل نہیں کی تاہم تشفی خاطر ہوگئی +

ایک اَور وقت کا واقعہ ہے کہ بلدۂ اجمیر شریف میں جناب مولانا شیخ نور الحق ابن شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت حضرت یوسف علیہ السلام میں گرفتار ہونے کا سرّ دریافت کیا۔ کچھ دیر آپ خاموش رہے۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ ہم انشاء اللہ عنقریب ہی بذریعہ کشف تفصیل سے اس کا بیان کرینگے +

جب شیخ موصوف تشریف لے گئے تو آپ نے اس خادم سے فرمایا کہ کئی ایک دوستوں نے اس مسئلہ کا سوال کیا ہے۔ لیکن چونکہ اب تک اس مسئلہ کا کشف نہیں کیا اس لئے بجز خاموشی کوئی چارہ نہ دیکھا۔ اور صرف مہارت علم و عرفان سے بیان کر دینا، میرا قاعدہ نہیں ہے۔ اب چونکہ اُنہوں نے مجھ سے سوال کیا۔ میری توجہ اس طرف معطوف ہو گئی۔ اور باب کشف اس مسئلہ کا روئے بصیرت کے سامنے کھلا ہوا نظر آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تفصیل اس سرّ کی ظاہر ہو جائیگی +

اس کے دوسرے روز صبح کو آپ نے دوات قلم مانگا۔ اور فرمایا۔ آج بعد نماز تہجد اس سرّ کی تفصیل تمام کر دی۔ اور اب بعنایت حق سبحانہ دل سے زبان پر اور زبان سے قلم پر اور قلم سے کاغذ پر ظاہر ہوتا ہے +

اس کے بعد آپ تحریر میں مشغول ہو گئے اور بوستان صحیفہ کو رنگین کرنے لگے جب آپ نے جواب شیخ موصوف کے پاس بھیجدیا۔ تو ایک مخلص نے احقر سے بیان کیا کہ اس مکتوب میں حقائق بلند مرقوم ہوئے ہیں۔ اور آپ کے خصائص خاص برمز و ایما اس میں درج ہوئے ہیں۔ اور شیخ موصوف امرا و خوانین میں آمد و رفت رکھتے ہیں مُبادا کہ شیخ موصوف آپ کے اس مکتوب کو اُنہیں سُنائیں اور زمانہ سابق کی طرح پھر قیل و قال کا باب مفتوح ہو جائے +

مَیں نے اس کا ذکر آپ کی خدمت میں کیا فرمایا کونسی بات ہے جس کے افشاء کا دوستوں کو خطرہ ہے۔ مَیں نے عرض کیا قصہ بقیہ الخ۔ آپ نے تبسّم کیا اور مراقب ہو گئے۔ جب سر اُٹھایا تو یہ بیت زبان پر تھی ؎

یارب آں غنچۂ خنداں کہ سپردی بمنش
مے سپارم بتو از چشم حسود چمنش

بالجملہ آپ نے اس طرف توجہ نہیں کی اور بھروسہ حفظ الٰہی پر کرکے خاموش رہے +
چنانچہ وہ مکتوب اُن لوگوں کے درمیان شائع ہوا لیکن جس بات کا خطرہ تھا
ظہور میں نہیں آئی۔ اور یہ بجملہ آپ کے خوارق کے ہے +

بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ آپ کی تحریر و تقریر کا باعث حل کلام مشکل مغلق اکابر
تھا۔ اور خصوصاً وہ کلام جو بظاہر اصول دین سے چنداں موافقت نہ رکھتا۔ آپ اُس کی صحیح
تاویل بیان کرتے اور شریعت غرا سے اُسے تطبیق دیتے۔ اور اگر کوئی صحیح تاویل نہ ہو سکتی
تو آپ اُس کی کمال تردید کرتے اور فرماتے کہ یہ کلام اُس غلبۂ سکر میں صادر ہوا ہے یا یہ کہ
اُس نے کشف میں خطا کھائی ہے۔ اور خطائے اجتہادی کی طرح مغفور ہے لیکن دوسروں
کو حق نہیں کہ اُس کے اس قول سے تمسک کرکے مجتہدین و محققین کے قول کے برخلاف
عمل کریں۔ اور اگر آپ مدعیان ناقص العلم و قاصر الکشف کو اُس کے مذکورہ بالا قول
کی تائید میں سرگرم دیکھتے تو آپ غایت جنون حمیت دین و کمال اتباع سید المرسلین
علیہ افضل الصلوات والسلام نہایت سختی سے منع کرتے۔ چنانچہ اسی قبیل سے آپ کا
وہ مکتوب ہے۔ جو آپ نے کلام سید الطائفہ (شاید حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ)
کہ "جب حادث قدیم سے نزدیک ہوتا ہے اثر حادث باقی نہیں رہتا اور قدیم ہو جاتا ہے"
کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ پھر جب آپ کو فرط جنون متابعت سے افاقہ ہوتا۔ تو آپ
غایت محبت کے باعث بعض اوقات معذرت بھی کرتے۔ اور فرماتے کہ ذوق تشرع
بھی ایک قسم کا سکر قوی ہے۔ اور اُس کا اقتضا ہے کہ وہ اس کے برخلاف سر نہیں اُٹھانے
دیتا۔ دیکھو حضرت کلیم اللہ موسے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی مصاحبت
میں جاتے ہوئے کہ تو دیا سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ کہ اے خضر تم مجھے صابروں
سے پاؤگے۔ لیکن جب انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کے اُن امور حقہ کا مشاہدہ کیا
جو انہوں نے بظاہر موافق شرع نہیں پائے تو صبر نہ کر سکے اور اعتراضات کرنے لگے
آخر کو حضرت خضر علیہ السلام کو کہنا پڑا۔ ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِکَ اے موسےٰ اب یہاں
سے ہماری تمہاری جُدائی ہوتی ہے +

نیز آپ نے فرمایا۔ ہر چند کہ ہم سراپا ان بزرگوں کے حقوق میں غرق ہیں اور
اُن کے خوشہ چینوں میں سے ہیں۔ لیکن کیا کرنا چاہیے کہ حقوق خداوندی فوق جمیع حقوق

خصوصاً وہ امور کہ ذات وصفات حق تعالےٰ اور اُس کی تقدیس و تنزیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی قبیل سے آپ کی وہ تقریر ہے جو آپ نے اس مکتوب میں سیر ورائے نفسی و آفاقی کے متعلق تحریر فرمائی ہے ۔

اور اگر کوئی ایسا مسئلہ و معاملہ مسائل و معاملات اس طائفہ علیہ سے پیش آتا جو بظاہر شریعت سے موافقت نہیں رکھتا تو علماً و حالاً آپ اُس کی تاویل کرتے۔ اور جہاں تک ممکن ہوتا۔ اُس کے اثبات کی کوشش کرتے اور بدلائل عقلیہ و نقلیہ و ذوقیہ ان بزرگوں کے علو حال و صدق مقال کو بیان کرتے ۔

چنانچہ توحید وجودی کو آپ نے کس قدر تحقیق سے بیان کیا ہے اور اُس کو بتاویل وحدت شہودی، شریعت غرا سے منطبق کیا ہے۔ تاکہ بعض علمائے ظاہر نے کہا ہو کہ یہ مسئلہ باطل ہے۔ آپ نے بجلالیت تمام فرمایا کہ باطل کو اس گروہ سے کیا سروکار۔ بات یہ ہے کہ جب انہوں نے اس مسئلہ میں دم مارا۔ تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ مشاہدۂ حق نے اُن پر غلبہ کیا ہے۔ اور اُس کا بطلان باطل ہے محبت حق میں وہ اپنے آپ کو اور غیر حق کو بھول گئے۔ یہاں تک کہ اپنا اور غیر کا نام و نشان تک نہیں چھوڑا۔ یہ امر اُن سے بہت نزدیک ہے کہ باطل اُن سے دُور ہے اور علمائے ظاہر نے اُن کی حقیقت نہیں جانی اور اس لئے اُن سے مخالفت کی ۔

ایک اور مکتوب آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ بزرگان رشتۂ محبت الٰہی قوی رکھتے ہیں اور محبت ماسوائے کو مطلوب حقیقی کے فدا کرتے ہیں۔ لہٰذا ناچار بحکم المرء مع من احب از راہ معیت حبی مطلوب حقیقی کو پہنچتے ہیں۔ اور تنگنائے تجلیات و ظہورات سے جو منسوب بظلال ہیں چھوٹ کر اصل سے جا ملتے ہیں۔ جس مقام تک کہ علم علمائے ظاہر پہنچتا ہے، یہ لوگ محبت کے قالب میں منجذب ہو کر خود پہنچتے ہیں۔ اور اتصال بیچونی پیدا کرتے ہیں۔ یہ فرق بوجہ محبت و عدم محبت پیدا ہوا ہے۔ جو شخص کہ محب ہے غیر محبوب سے الگ ہو کر محبوب سے جا ملتا ہے اور جو شخص محبت نہیں رکھتا صرف علم پر کفایت کرتا ہے اور اُسے غنیمت جانتا ہے۔ جو شخص واصل مطلوب کے ساتھ ہو معیت کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رہتا۔ کہ وہ اصل کو نصیب ہوا ہو ۔

نیز اس ضمن میں کہ صوفیہ احکام اصول و فروع میں مجتہدین کے تابع ہیں اور یہ

نہیں کہ وہ ان امور میں اُن کے خلاف طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ بعض ناقصین نے خیال کر لیا ہے +

اور نیز اس مسئلہ کے متعلق کہ کشف و الہام اگرچہ مفید اسرار خفیہ ہے لیکن مثبت حلّت و حرمت شرعیہ نہیں جیسا کہ بعض جاہلوں نے تصور کر رکھا ہے۔" تحریر فرمایا ہے کہ معتبر احکام شرعیہ میں کتاب و سنت و قیاس مجتہدین اور اجماع اُمّت ہے۔ یہی چار اور مثبت احکام ہیں۔ ان کے سوا اور کوئی دلیل مثبت احکام شرعیہ نہیں ہو سکتی۔ غرض ارباب ولایت خاصہ بھی تقلید مجتہدین میں عامہ مومنین کے برابر ہیں۔ اور اُن کا کشف والہام اس باب میں کچھ مفید نہیں +

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وغیرہ تمام اولیائے اُمّت نے مسائل اجتہادیہ میں آئمہ مجتہدین ہی کی تقلید کی ہے اور انہیں کے تابع رہے ہیں۔ ہاں ان بزرگوں کو ایک دوسری فضیلت حاصل ہے وہ یہ کہ ارباب کشف و مجاہدہ ہیں۔ اور ارباب تجلّیات و ظہورات ہیں کہ بواسطہ غلبہ محبت محبوب حقیقی جل سلطانہٗ ماسوائے او تعالےٰ سے الگ ہو کر دید و دانش غیر و غیریت سے آزاد ہو گئے ہیں۔ اگر حاصل رکھتے ہیں تو اسی کو رکھتے ہیں اور اگر واصل ہیں تو اسی سے۔ عالم میں بیعالم ہیں اور باخود بیخود ہیں۔ اگر زندہ ہیں اسی کے لئے زندہ ہیں۔ اُن کے مبتدی بھی بواسطہ غلبہ محبت ذرات عالم میں سے ہر ذرہ میں مطلوب کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ہر ذرہ کو جامع جمیع کمالات اسمائیہ وصفاتیہ جانتے ہیں۔ اور اُن کے منتہی کیا نشان دیں کہ بے نشان ہیں۔ اُن کا پہلا قدم نسیان ماسوا ہے اور دوسرا قدم بیرون آفاق و انفس ہے۔ اُن کا الہام راست اور اُن کا کلام اُن کے ساتھ ہے۔ اُن کے اکابر الاکابر علوم و اسرار بلا توسط اصل سے اخذ کرتے ہیں۔ اور جس طرح مجتہدین کہ اپنے اجتہاد کے تابع ہیں، اسی طرح وہ بھی معارف و مواجید میں اپنے الہام و فراست کے تابع ہیں +

اور یہ جو حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ انوشہ علوم لدنی جو توسط روحانیت حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام حاصل ہوتا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نسبت توسط ابتدا کے ساتھ منسوب ہوگی۔ کما شہد بالکشف الصریح +

چنانچہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک روز بر سر منبر معارف و اسرار کا بیان کر رہے تھے کہ اس اثنا میں حضرت خضر علیہ السلام کا وہاں سے گذر ہوا۔ فرمایا اے اسرائیلی آؤ محمدی کا کلام بھی سنو۔ شیخ کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ محمدیوں سے نہیں بلکہ ملل سابقہ میں سے ہے۔ پس معلوم ہوا کہ علوم و معارف ماوراء احکام شرعیہ ہیں اور مخصوص بامر اللہ ہیں۔ بہت سے معارف ثمرات و نتائج احکام ہیں۔ درخت بونے سے مقصود ثمرات ہوتے ہیں۔ جب تک درخت موجود رہتا ہے ثمرات نکلتے رہتے ہیں۔ اور جس قدر درخت کی دیکھ بھال کی جاتی ہے، زیادہ اور عمدہ پھل دیتا ہے۔ اور جب درخت ہی نہ رہا تو ثمرات کی توقع فضول ہے۔ جب مقصود درخت سے ثمر ہوئے تو اب متشرع اور غیر متشرع کے معاملہ کو اس پر قیاس کرنا چاہئے۔ جو ملتزم شریعت ہی صاحب معرفت ہے جس قدر التزام زیادہ ہوگا، اسی قدر معرفت زیادہ ہوگی۔ اور مداہن شریعت معرفت سے بے نصیب ہے۔ اور بالفرض اگر بزعم خود کچھ رکھتا بھی ہے وہ درحقیقت کچھ نہیں بلکہ استدراج محض ہے جس میں جوگی و برہمن بھی اس کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں۔ اس لئے کہا گیا ہے کل حقیقۃ ردتہ الشریعۃ فھی زندقہ والحاد جو حقیقت کہ شریعت اس کا انکار کرے زندیقیت اور الحاد یعنی بیدینی ہے +

پس جائز ہے کہ خواص اہل اللہ ذات و صفات اور افعال حق سبحانہ کے بعض اسرار و دقائق کو فہم کر سکیں جن سے شریعت ساکت ہے +

اسی طرح جائز ہے کہ وہ بعض حرکات و سکنات اور افعال میں اذن و عدم اذن حاصل کریں اور مرضی و غیر مرضی حق سبحانہ و تعالیٰ کو جان لیں +

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض عبادت نافلہ کو غیر مرضی پا کر ترک کرتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نوم کو تیقظ پر ترجیح دیتے ہیں۔ احکام شرعیہ موقت باوقات ہیں (کیونکہ وحی جلی و خفی یعنی کتاب و سنت سے ثابت ہو) اور سب کو شامل ہیں یعنی جمیع امت ان پر مکلف ہے اور کوئی اس سے مستثنےٰ نہیں، اور احکام الہامیہ ہمہ وقت ثابت ہے اور مخصوص بذوات و اشخاص ہے۔ برخلاف کشف شرعی و اجتہادی کے کیونکہ وہ سب کو شامل ہے اور احکام شرعیہ میں داخل ہے اور نظیر اس کی قتال مرتدین

و منکرین زکوٰۃ ہے جو حضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر کشف ہوا) ❖

جب ان بزرگواروں کے حرکات سکنات مربوط باذن الٰہی ہیں۔ تو ضروری ہؤا کہ دوسروں کے نوافل اُن کے فرائض ہوں۔ مثلاً ایک فعل بنسبت ایک شخص کے بحکم شریعت نفل ہے اور دوسرے شخص کی نسبت بحکم الہام فرض ہو (لیکن ظاہر شریعت میں وہ نفل ہی کے نام سے موسوم ہوگا) پس دوسرے لوگ کبھی نوافل ادا کرتے ہیں اور کبھی امور مباح اختیار کرتے ہیں۔ اور یہ بزرگوار چونکہ اپنے کام کو بامر و اذن الٰہی موقوف رکھتے ہیں۔ گویا تمام فرائض ہی فرائض ادا کرتے ہیں۔ یہاں سے ان بزرگوں کی علو شان ظاہر ہے ❖

علمائے ظاہری امور دینیہ و اخبار غیبیہ کو انبیا علیہم الصلوٰۃ و السلام سے مخصوص جانتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس میں دخل نہیں دیتے اور یہ بات منافی وراثت اور بہت سے علوم و معارف صحیحہ کی نفی کرتی ہے۔ جو دین متین سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہاں احکام شرعیہ ادلّۂ اربعہ سے مربوط ہیں کہ الہام کو ان میں مطلق دخل نہیں لیکن امور دینیہ ماورائے احکام شرعیہ بہت ہیں۔ کہ اصل خامس اُن میں الہام ہے۔ بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ بعد کتاب و سنت کے اصل ثالث الہام ہے۔ تا انقراض عالم باقی و پائندہ ہے۔ پس دوسروں کو اُن بزرگوں سے کیا نسبت۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ عبادت کرتے ہیں اور وہ عبادت غیر مرضی ہوتی ہے۔ اور بعض وقت یہ بزرگ ترک عبادت کرتے ہیں اور اُن کا یہ ترک مرضی حق ہوتا ہے۔ لیکن عوام اس کے برخلاف حاکم ہیں ❖

اب اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جب کتاب و سنت سے دین مکمل ہو چکا، تو اب مکمل ہو جانے کے بعد الہام کی کیا احتیاج باقی رہگئی۔ تو جواب اُس کا یہ ہے کہ الہام مُظہر کمالات خفیہ ہے نہ مثبت کمالات زائدہ کتاب و سُنت پس جس طرح اجتہاد مُظہر احکام ہے۔ الہام مُظہر دقائق و اسرار ہے کہ فہم اکثر ان سے کوتاہ ہے۔ ہر چند کہ اجتہاد و الہام میں فرق واضح ہے کیونکہ اجتہاد مستند بہ رائے ہے اور الہام مستند بخالق ہے۔ پس الہام میں ایک قسم کی اصالت پیدا ہو گئی کہ اجتہاد میں نہیں ہے۔ الہام شبیہ باعلام نبی ہے کہ ماخوذ کتاب و سنت سے ہے۔ لیکن الہام ظنی

ہے اور اجتہاد اعلام قطعی ہے۔ ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا والسلام

علی من اتبع الھدیٰ انتہےٰ کلامہ الشریف فی حق اولیاء +

مطلب ان فقرات لائقہ کے لانے سے یہ ہے کہ آپ سراپا محبت اولیاء اللہ میں غرق تھے اور ہمیشہ اُن کی مدح و توصیف کیا کرتے تھے۔ اور جو کہا ہے گا ہے گاہے آپنے اُن کے بعض کشف و الہام کے متعلق گفتگو کی ہے وہ حکمت و نیک نیتی اور آپکے کشف و مشاہدہ پر مبنی ہے +

بالجملہ اگر کوئی شخص آپ کے علوئے حال، کثرت معرفت اور کثرت علم و عمل اور آپ کے اتباع سنت پر تامل کرے تو وہ معلوم کر سکتا ہے کہ آپ کو یہ حق حاصل تھا کہ اپنے اجتہادات کشفیہ الہامیہ کے باعث بعض کلمات مشائخ میں توقف کرتے۔ یا اُن کے خلاف ارشادات کرتے۔ اور اس سے قائل کے کلام کی نفی لازم نہیں آتی اور نہ اس سے کسی قسم کا انکار لازم آتا ہے +

چنانچہ دیکھو شیخ علاء الدولہ سمنانی نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے بعض مسائل کی تردید کی ہے۔ باوجودیکہ انہوں نے شیخ کو عارف سبحانی کہا ہے اور اپنی تصنیفات میں بہت کچھ اُن کی علوشان بیان کی ہے۔ اہل علم کے احوال فیما بین یہ ہوتے ہیں +

اسی طرح تلمیذ جب درجۂ احتیاط کو پہنچتا ہے اپنی رائے کی متابعت کرتا ہے اور اس میں اُس کے اُستاد کی رضی کے مطابق ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اکثر تلامذہ نے باوجود کمال ادب کے بہت سے مسائل کی دریافت حقیقت کرتے ہوئے اپنے اساتذہ سے مباحثات و مناظرات بھی کئے ہیں۔ اور بعض بعض مسائل میں اُن سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اور ان کا اختلاف اہل علم کے نزدیک محمود ہے نہ مذموم +

چنانچہ امام یوسف نے حضرت امام اعظم سے چھ ماہ تک مناظرہ کیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل میں آپ سے اختلاف کیا اور اسی کے مطابق فتوےٰ دیا۔ جیسا کہ اہل علم پر یہ امر مخفی نہیں +

یہی حال مرتبہ اکمال وارشاد اور عرفان کا بھی ہے لیکن ناقص المعرفت کو یہ حق نہیں کہ وہ بھی اسی طرح اختلاف کر بیٹھے +

بعض فضلائے وقت نے آپ سے التماس کیا۔ آپ کتاب عوارف المعارف کی شرح لکھیں۔ چنانچہ جب دوستوں نے بہت اصرار کیا۔ تو آپ نے خادم کو اُس کے پڑھنے کے لئے فرمایا۔ اور اس تقریب میں آپ نے اُس کی شرح لکھنی شروع کی اور اس طرح سے عربی زبان میں اُس کے ایک حصہ کی نہایت فصیح و بلیغ شرح طیار ہونے پائی تھی کہ آپ نے فرمایا کہ بس اسی قدر کافی ہے۔ اور اب میں بس کرتا ہوں۔ مبادا کہ اُن کی داو راد کی تحقیقات و تدقیقات میں بوجہ اُن کی علو شان کے کوئی ایسی بات قلم سے نکل جائے۔ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین کے کمال رعایت ادب کے خلاف۔ حالانکہ میں اُن بزرگواروں کے کمترین مخلصین میں سے ہوں۔ الحاصل آپ بزرگان دین کا کمال ادب کرتے تھے +

چنانچہ حسن برکی جو ایک فاضل شخص ارباب حال اور آپ کے مخلصین اجازت یافتوں میں سے ہے۔ صوفیہ صافیہ رحمہم اللہ کے ایک مسئلہ میں آپ سے جھگڑ رہے تھے۔ آپ نے بتمام رنجش اُنہیں کہا کہ تمہارا یہ جھگڑنا بالکل بیجا اور نازیبا ہے۔ چنانچہ مشارٌ الیہ موصوف کے حالات میں یہ قصہ بیان کیا جائیگا انشاء اللہ تعالےٰ +

اسی طرح اگر بعض بدعتی صوفی یا بعض امرا یا دنیا دار عالم آپ سے اس گروہ کے متعلق کچھ سوال کرتے۔ تو آپ اُن کے جواب میں صرف یہی فرما دیتے کہ ان امور کی تحقیق کتب قوم میں مرقوم ہے، وہاں دیکھنا چاہئے۔ اور کبھی بالاختصار کچھ دو چار کلمات بیان کر دیتے +

ایک روز ایک امیر نے ایک مجلس میں آپ سے سوال کیا کہ متصوفین جو عالم کو نمود بے بود کہتے ہیں، عجیب بات ہے۔ کیونکہ اس سے تو عذاب، ثواب، دوزخ جنت اور لذت و نعمت سب نمود بے بود ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ سب عالم میں داخل ہیں۔ آپ نے سائل اور اہل مجلس کو اس مسئلہ کی تفصیل کا اہل نہ دیکھ کر اُس کی تفصیل سے سکوت اختیار کیا۔ لیکن چونکہ اُس کے فحوائے سوال سے آپ کو رفع قیود شرعیہ کی طرف اُس کی رغبت دریافت ہوئی تھی۔ اس لئے آپ نے اُس کے جواب میں فرمایا کہ یہ لذت دنیویہ جس پر تم فریفتہ ہو رہے ہو اور بشوق تمام اُس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ اور اُس کے زوال کے سخت ہراساں ہو اور دنیوی تکالیف یہ جو تم دیکھ رہے ہو

اور بصد حیلہ و بہانہ اُس سے بچنے کی کوشش کرتے ہو۔ اور اگر ذرا سا بھی کانٹا لگ جاوے تو کس قدر تکلیف پاتے ہو۔ یہی لذات و حظوظ بہشت میں ہونگے۔ اور یہی عذاب و تکالیف دوزخ میں ہونگے، اور اشد و ابقے ہونگے۔ پھر جب ایسی لذات جو تمامتر اور ابدی ہیں اُن کے حاصل کرنے میں کوشش بلیغ کرتے ہو۔ اور اسی طرح اُن عذابوں اور تکالیف سے جو سخت تر اور ہمیشہ پائندہ ہیں، جس طرح بھی ممکن ہو، بچنے کی کوشش کرتے رہو۔ خواہ اُن کی بود حقیقی ہو یا بود بے نمود +

اسی طرح قریب و بعید کے لوگ آپ کے پاس سوالات بھیجا کرتے تھے اگر آپ سائل کو جواب کا اہل نہ دیکھتے تو سوال کے جواب میں خاموشی اختیار کرتے۔ لیکن کبھی آپ اس کے جواب دینے پر بھی مامور ہوتے تھے۔ اور جنہیں آپ جواب کا اہل پاتے تو خواہ بہ تفصیل و اجمال کلماتِ چند تحریر فرما دیتے۔ باوجود کثرت خاموشی کے آپ کے یہ تمام مکتوبات اسی طرح لکھے گئے ہیں +

اور ابتدا آپ کے مکتوبات لکھنے کی بامر و اشارہ آپ کے پیر بزرگوار اور نیز بامر ارواح طیبہ عارفین ہوئی۔ بلکہ بعض معارف میں آپ نے جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی تحسین مشاہدہ کی۔ چنانچہ آپ نے اپنے پیر بزرگوار کے ایک عریضہ میں اس امر کی تصریح بھی کی ہے۔ وہو ہٰذا :۔

در کشف ہر یک از مقدمہ مذکورہ بمقتضائے وقت مسودہ کردہ شد بعضے متممات و مکملات آں علوم مسطورہ نیز مخطور شدہ بود و فرصت تحریر آنہا دست کردہ شد کہ حال عرض داشت راہی شد انشاء اللہ تبارک و تعالےٰ متعاقب بخدمت خواہد فرستاد۔ الحال رسالہ دیگر بہ بیاض رسیدہ بود فرستادہ آں رسالہ بالتماس بعضے یاراں میسر شد کہ التماس نمودند کہ نصائح بنویس کہ در طریق نافع بود و بمقتضائے آں زندگانی کردہ شود۔ الحق رسالہ غیر مکرر کثیر البرکت است بعد از تحریر آں چناں معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ السلام و الصلوٰۃ و التحیۃ با جمع کثیر از مشائخ امت خود حاضر اند و ہمیں رسالہ را در دست مبارک خود دارند و از کمال کرم خویش آں را بوسہ میکنند و بمشائخ مینمایند و جماعت کہ بایں علوم مستعد گشتہ بودند نورانی و ممتاز اند و عزیز الوجود رو بروے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ و السلام ایستادہ

والقصۃ بطولہا ودرہماں مجلس باشاعت ایں واقعہ را امر فرمودند ع
برکریماں کارہا دشوار نیست

انتہی کلامہ العالی +

چونکہ آپ کو بوراثت آپ کے جد معظم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ محدثیت بفتح دال سے نصیب وافر ملا تھا جیساکہ اوپر بیان کیا جا چکا۔ لہذا یہ اسرار و معارف اس محدثیت پر مبنی ہیں۔ اور شاہد اس امر کا وہ قصہ ہے جو راقم الحروف نے دفتر ثالث کے دیباچہ میں تحریر کیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مکتوبات دفتر اول کے غایت انکسار کے باعث و بہ قصور احوال آپ کی خاطر شریف پر گذرے کہ یہ جو کچھ معارف و اسرار میں نے تحریر کئے ہیں آیا مقبول و مرضی حق سبحانہٗ ہوتے ہیں یا نہیں۔ اس خیال کے گذرتے ہی آپ کو ندا پہنچی کہ جو معارف تم نے تحریر کئے ہیں ہمارے نزدیک مقبول و پسندیدہ ہیں۔ اس کے بعد الہام ہوا کہ یہ سب لکھا ہوا بلکہ جو کچھ کہ تمہاری گفتگو میں آیا ہے سب مقبول و پسندیدہ ہے۔ بلکہ سب ہم نے کہا اور ہمارا بیان ہے +

اس کے بعد آپ دفتر ثالث کے تحریر مکتوبات میں مشغول ہوئے۔ اور دفتر اول کے ۳۰۴ مکتوب کے اخیر میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ امید ہے یہ معارف الہامات رحمانی ہونگے اور ان میں وساوس شیطانی کا ذرا بھی شائبہ نہ ہوگا +

دلیل اس امر کی یہ ہے کہ جب میں ان مکتوبات کو لکھنے لگا اور بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہوا۔ تو میں نے دیکھا کہ ملائکہ کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام ارد گرد سے شیطان کو دفع کر رہے تھے اور قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ چونکہ ان نعمتوں کا اظہار کرنا بھی محامدِ الٰہی سے ہے۔ لہذا اس نعمت کا اظہار کیا گیا +

اب جناب باری عزاسمہٗ سے التجا یہ ہے کہ عجب سے بیزار رکھے۔ اور کیونکر عجب کی گنجائش ہوسکتی ہے کہ بعنایت حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنا نقص اور شرارت ذاتی ہر وقت آنکھوں کے سامنے ہے اور کمالات اسی کی ذات پاک سے منسوب ہیں +

نیز آپ کے کثرت علم و علو شان کی دو وجہ اور بھی ہیں۔ ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کو مجتہد علم کلام فرمانا۔ اور دوسرے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا فرمانا کہ میں تمہیں علم سموات سکھلانے آیا ہوں۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے اور وہ ان سے بھی

عجیب تر ہے وہ یہ کہ آپ کے ایک مخلص نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ آپ نے ایک دفعہ بیان فرمایا کہ مجھ پر ایسا ظاہر ہوا ہے کہ ہمارے مکتوبات امام آخر الزمان حضرت مہدی علیہ السلام کی نظر مبارک سے گذرینگے اور مقبول نظر ہونگے ؎

بر تو خر شب و روز ازاں مے پیچم
تا بو کہ یکے تا دگوش تو رسد

دوسری وجہ ان نعمتوں کے اظہار کی یہ ہے کہ اہل طلب و ارادات کو ترغیب و تشویق ہو +

آپ نے اپنے مکتوبات میں ان امور کی تصریح بھی کی ہے چنانچہ کہ "مقصود اس تحریر سے اظہار نعمت حق سبحانہ اور ترغیب و تشویق طالبان طریقت نہ تفصیل خود برد یگراں معرفت اللہ عزوجل اُس شخص پر حرام ہے کہ اپنے آپ کو کافر سے بھی بہتر جانے۔ تو پھر اب اکابر دین سے بہتر جاننا کیا معنی ؎

وے چوں شمرا برداشت از خاک — سزد گر بگذ رانم سر ز افلاک
اگر بر رو یدا ز تن صد زبانم — چو سوسن شکر لطفش کے توانم

نیز آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ارباب توحید وہ ہیں کہ ضمن شہود میں اضمحلال و استہلاک بر وجہ اتم پیدا کرتے ہیں۔ اور ہمت اُن کی ضمن شہود میں مضمحل و معدوم ہو جاتی ہے۔ اور اُن کے لوازم وجود کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور رجوع انا کو اپنے اوپر کفر جانتے ہیں۔ انہیں میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ اشتہی عدما لا اعود ابدًا کہ میں وہ عدم چاہتا ہوں کہ پھر نہ عود کروں۔ اُن کا وجود معدوم ہو جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو مقتول محبت الٰہی ہیں۔ من قتلتہ محبتی فانا دیتہ جسے میری محبت نے قتل کیا اس کی دیت میں ہوں۔ وہ ہمیشہ زیر بار وجود ہیں اور لمحہ بھر کے لیے آسائش نہیں رکھتے کیونکہ آسائش غفلت میں ہوتی ہے اور دوام استہلاک میں غفلت کی گنجائش نہیں +

شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھے ایک ساعت کے لئے بھی غافل کردے تو اُمید ہے اُس کے گناہ بخشے جائینگے۔ کیونکہ وجود بشریت کے لئے ضروری ہے اس لئے اللہ تعالٰے نے اپنے فضل و کرم سے ہر ایک کو حسب استعداد ایسے امور میں مشغول کیا ہے جو مستلزم غفلت ہیں تاکہ فی الجملہ بار وجود میں تخفیف ہو۔ کسی کو سماع

ورقص کی الفت دی، کسی کو تصنیف و تالیف اور تحریر معارف کی طرف راغب کیا اور کسی کو مباحثہ و مناظرہ میں مشغول کیا ہے

ہر کسے را بہر کارے ساختند میل اواندر دلش انداختند

عبدالرحیم اُصطُرِی سگبانوں کے ساتھ صحرا جایا کرتے تھے۔ ایک دوست نے اُن سے ان کی وجہ پوچھی کہا تاکہ بار وجود سے خلاصی ہو انتہٰے کلامہ الشریف +

آپ کے مکاتیب دیکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ آپ کے معارف میں کچھ اور ہی رفعت واوقیت اور نازکی ہے +

ایک روز آپ نے فرمایا کہ جو شخص علوم ظاہری معقول و منقول سے پوری طرح واقف نہ ہو اور بالخصوص اس گروہ علیہ اور خاص کر حقائق شیخ اکبر محی الدین ابن عربی سے اطلاع تام نہ رکھتا ہو، ہمارے معارف کی قدر نہیں کر سکتا اور اس کی نازکی کو نہیں پہنچ سکتا ہے

در نیابد حال پختہ ہیچ خام بس سخن کوتاہ باید والسلام

آپ کے مرقومات متبرکات سے مبدا و معاد کے تین فقرات عالیہ۔ فقرات شریفہ معارف لدنیہ و رسالہ جذب وسلوک و رسالہ مکاشفات غیبیہ و رسالہ شرح رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ طاب ثراہ و رسالہ تہلیلیہ و رسالہ رد شیعہ اور تعلیقات عوارف وغیرہ ہیں۔ اور آپ کے مکتوبات کے تین دفتر ان کے علاوہ ہیں۔ دفتر اول مشتمل ہے ۲۰ عرائض اور ۱۹۲ مکتوبات پر اور ان دونوں کی تعداد ملا کر ۲۱۲ ہوتی ہے +

آپ کے جملہ خوارق میں سے ایک یہ ہے کہ فقیر کی آرزو تھی کہ ایک رقیمہ آپ اس عاجز کے نام تحریر فرمائیں اور وہ اس دفتر کے خاتمہ میں درج کیا جائے۔ اس لئے کہ فقیر آپ کے کمترین مخلصوں میں سے ہے۔ چنانچہ جب خادم برہانپور تھا۔ آپ نے ایک رقیمہ تحریر فرمایا اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ اس دفتر کو مطابق تعداد رسل و اصحاب جنگ بدر فلاں مکتوب پر جو فلاں شخص کے نام ہے ختم کریں۔ فحصل مرادی بکرامتہ +

چونکہ بندہ نے اس دفتر کی تاریخ اختتام **در المعرفۃ** نکالی تھی۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ اس دفتر کو اسی نام سے موسوم کریں +

اور دفتر ثانی بتعداد اسمائے حسنے مشتمل ہے ۹۹ مکتوبات پر اور دفتر سوم مطابق سورتہائے قرآنیہ مشتمل ۱۱۴ مکتوبات پر ہے +

دفتر ثالث کے اختتام کے بعد دفتر چہارم لکھنا شروع کیا۔ اور ہنوز نوبت ۱۴ مکتوبات پر پہنچی تھی کہ آپ نے اپنے روئے مبارک پر اس عالم بالا کا نقاب ڈال لیا۔ قدس اللہ سرہٗ و نور مضجعہ بحرمت سید البشر علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم المحشر +

اس لئے مجبوراً ان ۱۴ مکتوبات کو بھی جلد ثالث میں شامل کرنا پڑا۔ اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کے فقرات ثلثہ پر جو آپ کے تحریر فرمائے ہوئے ہیں آپ کے حالات ختم کروں +

فقرۂ اولےٰ

ایک مکتوب میں آپ نے اپنے ایک پیر بھائی متردد الاخلاص کے جواب میں جو طالب کرامت تھا، تحریر فرمایا کہ علوم و معارف الہامیہ اعظم آیات اور اعلےٰ خوارق سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معجزہ قرآنی تمام معجزات سے اقوےٰ والبقےٰ ہے۔ آپ غور کریں کہ یہ تمام علوم و معارف ابر رحمت کی طرح اُمڈے ہوئے چلے آتے ہیں۔ اصل اُن کی کہاں سے ہے۔ اور باوجود اس کثرت کے تماماً علوم شرعیہ کے موافق ہیں اور سرمو سنت نبویہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مخالفت نہیں رکھتے۔ کیا یہ خصوصیت اُن کی صحت علامت نہیں +

آپ نے اُنہیں یہ بھی لکھا تھا کہ تمہارے علوم تمام صحیح ہیں مگر کیا فائدہ کہ حضرت خواجہ صاحب کا قول تمہارے نزدیک حجت نہیں، حالانکہ تم نے اپنا نام پیر پرست رکھا ہوا ہے +

فقرۂ ثانیہ

ایک مکتوب میں طریقت کا بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے اس طریق کے ساتھ اس فقیر کو ممتاز کیا ہے کہ بدایت سے لیکر نہایت تک اُس کی

نسبت و بُنیاد نقشبندیہ سے ہے جس کی نہایت ہدایت میں مندرج ہے۔ اس بُنیاد پر اس طریق کی تعمیر کرنی شروع کی ہے۔ اگر یہ بُنیاد نہ ہوتی معاملہ اس انتہا کو نہ پہنچتا۔ یہ وہ طریق ہے جس کا تخم بخارا اور سمرقند سے لاکر زمین ہند میں بویا۔ جہاں بطحا و یثرب کی باران رحمت پڑ چکی تھی۔ پھر اُس تخم کو سالہا سال تک آب فضل و کرم سے سیراب کیا اور تربیت احسان سے اُس کی تربیت کی۔ پھر جب اُس کا پودہ بڑھ کر درخت کامل ہوگیا۔ تو ان معارف کے ثمرات سے اُسے بارآور کیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا وَ مَا کُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؎

فقرہ ثالثہ

اُن معارف و علوم میں جو احوال و مواجید کا آئینہ ہیں اگر کہیں تناقض مفہوم ہو اُسے اختلاف اوقات و اوضاع پر محمول کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہر وقت کے احوال و مواجید علیحدہ ہوتے ہیں اور ہر مقام پر علوم و معارف جدا ہوتے ہیں۔ لیکن درحقیقت کوئی تناقض نہیں ہوتا ہے۔ اور اس کی مثال احکام شرعیہ کی مانند ہے کہ بعد نسخ و تبدیل احکام تناقض معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب اختلاف اوقات و اوضاع پر نظر کی جاتی ہے وہ تناقض و اختلاف رفع ہوجاتا ہے والله سُبحانہ حکم و مصالح فلا تکن من الممترین انتہٰی کلامہ الشریف ؎

علاوہ ازیں آپ کے اور بہت سے اسرار و معارف جو اس خادم نے آپ کی زبان مبارک سے سُنے ہیں اس قدر ہیں کہ اُن کے لکھنے کے لئے ایک علیحدہ کتاب چاہیئے۔ تاہم اُن کا عشر عشیر ہفت برکتوں کے نام سے موسوم کرکے اسی جگہ ہی لکھا جاتا ہے اور باقی کی تحریر کے لئے وقت و فرصت کا منتظر ہوں۔ دیکھئے کب اُن کے لکھنے کا موقع ملتا ہے ؎

ہفت برکات

ب ا

عشق معشوق نہان است و ستیر — عشق عاشق با دو صد طبل و نفیر

ایک عاشق عاشقاں تن زرہ کند عشق معشوقاں خوش و فربہ کند

ایک شب کو آپ نے حضرت مولنا روم کی مذکورہ بالا بیتیں پڑھ کر فرمایا کہ عشق معشوقاں کو بلحاظ علو مرتبت کے عشق عاشقاں سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ عشق معشوقاں ذات عاشق سے متعلق ہے۔ بدون اس کے کہ صفات عاشق سے کوئی صفت بھی معشوق کو ملحوظ ہو۔ اور عشق عاشق میں صفات معشوق ملحوظ ہوتی ہیں۔ مگر ایک عرصہ کے بعد غلبۂ عشق صفات معشوق سے تجاوز کر کے اُس کی ذات تک پہنچاتا ہے اور اب اُس کی محبت ذاتی ہو جاتی ہے اور معشوق کی محبت میں عاشق کے ساتھ ایک (خاص) نسبت پیدا کرتا ہے +

جیسا کہ مجنوں عامری کے آخری زمانہ میں نقل کیا گیا ہے ورنہ ابتدا اور توسط میں عاشق کو صفات معشوق مد نظر ہوتی ہیں۔ مثلاً چہرہ کی صفائی اور اُس کی ملاحت اُس کا قد و قامت۔ اُس کے ناز و انداز۔ اُس کا تبسم۔ اُس کی خوش کلامی۔ اس کی آنکھ۔ ناک۔ اُس کی جبین وابرو۔ اس کی زلفیں۔ اُس کے گیسو وغیرہ۔ لیکن معشوق کے عشق میں ان صفات میں سے کوئی صفت بھی اُسے ملحوظ نہیں ہوتی +

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ عشق صفات کے لئے بے چینی و بے آرامی لازم ہے۔ اس لئے عاشق کا عشق وصل طبل ونفیر کے ساتھ اعلان کرتا ہے۔ اور عشق ذات موجب آرام وتمکین ہے اور نزاری عاشق اور فربہی معشوق کی یہی وجہ ہے۔ اس لئے معشوق کا عشق نہاں و پوشیدہ ہوتا ہے اور محبت ذاتیہ کی طرف مشیر ہوتا ہے۔ لان الذات اخفی من الصفات وادق منہا کیونکہ ذات صفات کی صفات مخفی و نہاں ہوتی ہے۔ خادم نے عرض کیا کہ کیا معشوق کو یہ ملحوظ نہیں ہوتا ہے کہ عاشق میرا محبوب اس لئے ہے کہ وہ میری محبت میں گرفتار ہے۔ فرمایا، ملاحظات بھی مقصود ہو جاتی ہیں اور محبت معشوق بے کیف ظاہر ہوتی ہے۔ انتہٰے کلامہ الشریف +

آپ کا یہ بیان رمز تھا جو آیہ کریمہ یحبھم ویحبونہ سے تعلق رکھتا ہے۔ فھم من فھم +

۲

ایک روز ایک درویش نے عرض کیا کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ

شیخ ابوالحسن خرقانی نے فرمایا کہ ہر ایک شے میں رحمت ہے مگر محبت میں نہیں۔ کیونکہ قتل کرتے ہیں، اور مقتول سے دیت چاہتے ہیں"۔ اس کلام کے کیا معنی ہونگے آپ تخت پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ سُنتے ہی باضطراب تمام اُتر پڑے اور مراقبہ کیا۔ اور پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ کلام عارف کے زوال عین واثر کا نشان دیتا ہے۔ صاحب اس حال تھے جو اس کلام کے ساتھ لب کشائی کی ہے۔ باوجودیکہ ہر وقت معشوق سے اُسے رحمت پر رحمت پہنچتی ہے۔ لیکن غریب عاشق فرطِ تعطش بقا بمعشوق کے باعث اُسے رحمت نہیں جانتا ہے۔ کیونکہ جس وقت گرفتۂ محبت کہ معشوق سے دور تھا تو خبر مسکن و مقام محبوب اُس کے لئے رحمت تھا۔ مگر یہ رویت محبوب کو رحمت جانتا تھا۔ اس لئے اس خبر کو اس نے رحمت نہ جانا۔ یہ قُرب کو رحمت جانتا تھا، لیکن جب قریب ہوا۔ تو اب مشاہدہ کو رحمت جاننے لگا۔ اور قرب کو عدم اور جب مشاہدہ ہوا تو ہم آغوشی محبوب کو رحمت جاننے لگا۔ اور صرف مشاہدہ کو عدم رحمت۔ پھر جب محبوب سے ہم آغوش ہوا۔ تو اب بھی وہی حال ہے کہ مستسقی کی طرح سیر تو ہوتا نہیں۔ اسے بھی عدم رحمت سمجھنے لگا اور رحمت عین محبوب ہونے کو سمجھنے لگا۔ جب برحمتِ محبوب یہ بھی حاصل ہوا تو ابھی کچھ اور مراتب باقی تھے اُسے رحمت سمجھنے لگا۔ اور جو کچھ حاصل ہے اُسے عدم رحمت۔ اور یہ جو آپ نے کہا کہ مقتول سے دیت چاہتے ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس نے اپنی دانست میں اپنے آپ کو کُشتۂ عشق پاکر مواخذہ کو کہ جس کے آثار اس دار فانی میں پائے جاتے ہیں دیت سمجھ کر تعبیر کرتا ہے جو کچھ کہ کرتا ہے۔ لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ ہر مرتبہ میں اُس کا قتل اتمام کو نہیں پہنچا۔ اور رمق باقی رہگئی تھی۔ قتل دوم کے بعد جب اُس رمق کا ازالہ ہو گیا تو قاتل کی نظر میں ایک اور دقیق تر باقی رہگئی اور اُس کے دفع کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس جگہ قاتل کے مقتول سے دیت طلب کرنے کے معنی یہ ہیں کہ مقتول خود کو بتمامہ قاتل کے سپرد کر دے۔ اور ہر گز قاتل سے دیت کا مطالبہ نہ کرے۔ نہیں معلوم کہ اُس پر کیا گذرتا ہوگا۔ کیا دیکھتا ہوگا اور کیا کرتا ہوگا ع

قلم اینجا رسید و سر بشکست

اس کلام کی توجیہ آپ نے یہ بیان فرمائی کہ قتل کرتے ہیں اور مقتول سے دیت چاہتے ہیں

یعنی فنا کے ذریعہ کہ زوال عین و اثر اُس کا لازمہ ہے ۔ قتل کرتے ہیں اور باوجود اس کے اُس سے تکالیف عبودیت چاہتے ہیں اور وظائف شرعیہ اُس سے طلب کرتے ہیں ؟

۳

ایک روز سفر میں جنگل کی ہوا نہایت صاف و شفاف اور لطیف تھی اور وقت نہایت خوش اور عمدہ تھا ۔ مخدوم زادے جامع الاسرار والعلوم شیخ محمد معصوم سلمہٗ اللہ اور اس فقیر معموم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ عارف سُبحانی شیخ ابوالمکارم علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں رباعی

ایں وہم بود کز تو دوئی برخیزد — امکاں وحدت بر ہ روی برخیزد
گر لطف خدا در رسد از راہ کرم — شاید کہ شے از تو توئی برخیزد

شیخ کی یہ رباعی زوال عین کی طرف اشارہ کرتی ہے ۔ اگرچہ قائل قدس سرہٗ اس زوال سے لو بھر سے زائد واقف نہیں ۔ کیونکہ ازالہ عین بجز تجلی ذاتی کے میسر نہیں ہوتا ۔ اور تجلی ذاتی قائل کے نزدیک ہی نہیں ہے ۔ مگر ایک برق اس لئے لامحالہ اُس کا اثر رفع توئی ہے ۔ اور یہ ایسا ہے ازالہ عین کی طرف اور یہ ایک لحظہ کے لئے ہے ۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ زوال عین تجلی ذاتی کے بغیر نہیں ہو سکتا ۔ اگرچہ اس کا بیان تفصیل طلب ہے لیکن مجمل یہ کہ جب کوئی اسم یا صفت ملحوظ ہوتی ہے تو لامحالہ عین ہستی عارف کے درمیان حائل ہو جاتی ہے ۔ اور زوال عین متحقق نہیں ہوتا +

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ صاحب فصوص الحکم محی الدین ابن عربی زوال عین مطلق کے قائل نہیں ہیں اور تجلی ذاتی کو بجز صورت متجلی لہٗ کے ثابت نہیں کرتے ۔ چنانچہ عبارت اُن کی یہ ہے التجلی من الذات لایکون الا بصورۃ المتجلی لہٗ فالمتجلی لہٗ لایریٰ الا صورتہ فی مرآۃ الحق کہ تجلی ذاتی نہیں ہوتی مگر بصورت متجلی لہٗ اور متجلی لہٗ مرآت حق میں نہیں دیکھتا ۔ مگر اپنی ہی صورت +

نیز وہ فرماتے ہیں کہ جو عین علم الٰہی میں معلوم ہے اگر زائل ہو جائے تو علم الٰہی کے برخلاف لازم آئیگا ۔ اور یہ محال ہے اور اس کا معتقد گمراہ +

شیخ محی الدین عربی قدس سرہٗ زوال اثر کے بھی قائل نہیں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب عین زائل نہیں ہوتا تو اثر کیونکر زائل ہو جائیگا ۔ اور بعض صوفیہ کے کلام سے مفہوم ہوتا

ہے کہ عین زائل ہو جاتا ہے، لیکن اثر باقی رہتا ہے +

ہمارے نزدیک بھی حق یہی ہے کہ عین اور اثر دونوں زائل ہو جاتے ہیں جیسا کہ شیخ **ابوسعید ابوالخیر** قدس سرہٗ کا سیر اس مطلب کی تصریح کرتا ہے۔ مگر یہ جو انہوں نے کہا کہ عین زائل ہو جاتا ہے اور اثر باقی رہتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا زوال عین تحقق نہیں ہوا، کیونکہ اثر عرض کا حکم رکھتا ہے اور عین جوہر کا۔ جب جوہر زائل ہو گیا، تو عرض کیونکر باقی رہ سکتا ہے جب سر ہی نہیں درد سر کیسا +

اس کے بعد آپ نے شیخ سمنانی قدس سرہٗ کی مذکورہ بالا رباعی پھر دوہرائی اور مصرع چہارم کو کئی دفعہ دوہرا کر فرمایا کہ ہم شیخ موصوف کے زوال عین و اثر سے متفق ہیں۔ لیکن میں چونکہ تمام معشوق ہو گیا ہوں نہیں کہ سکتا کہ عاشق کون ہے۔ لیکن شیخ سمنانی کی طرح میں بھی کہتا ہوں کہ توئی اُٹھ جائیگی، لیکن دوئی نہیں اُٹھیگی۔ لیکن شیخ سمنانی نے اُسے ایک دم کے لئے کہا تھا اور میں ہمیشہ کے لئے۔ اس لئے کہ ہماری تجلی دوامی ہے نہ لحظہ بھر کے لئے +

نیز آپ نے فرمایا کہ زوال عین و اثر کے لئے دوئی کا اُٹھ جانا ضروری نہیں بلکہ چاہیئے بھی نہیں۔ اس لئے کہ ہستی جو ظل کے لئے ہوتی ہے اصل سے ودیعت ہوتی ہے۔ اور جب اصل سے ودیعت ہوتی ہے، تو دوئی اُٹھ جاتی ہے۔ اس لئے کہ توئی وہی ماہیت مودعہ ہے۔ لیکن قائم رہتی ہے اس لئے کہ ظل اصل نہیں ہوتا۔ فہم من فہم +

اس وقت آپ نے اور بھی بہت سے حقائق بیان کئے۔ جنہیں میرا حافظہ اس وقت یاد نہ رکھ سکا۔ بلکہ بعض معارف کے سمجھنے سے میری قوت ادراک بھی کوتاہ رہی۔ اس ضمن میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ صاحب **فتوحات المکیہ** یعنی شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ نے جو حق کو وجود مطلق کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کُلی کو مقید و مطلق میں منحصر جانتے ہیں اور خاص و عام کے سوا کوئی اور تیسری قسم قرار نہیں دیتے۔ اور حق یہی ہے کہ حسب اصطلاحات منطق و علم کلام ایسا ہی ہے۔ لیکن شیخ ابن عربی نے جو مطلق کہا ہے، قید و اطلاق کے علاوہ کہا ہے۔ اور یہ قسم ثالث مصطلحہ شیخ ہے۔ اس صورت میں بیشک ہمارے اُن کے درمیان صرف نزاع لفظی ہے +

ب ۴

ایک روز آپ نے بتقریب کلام صاحب فصوص قدس سرہٗ ان شئت قلت انہ ای العالم حق وان شئت قلت انہ خلق وان شئت انہ حق من وجہ خلق من وجہ وان قلت بالحیرۃ بعد م التمیز بینھما کے فرمایا کہ موہوم و موجود کے درمیان تمیز کرنا اور شے ہے اور ان دونوں کے درمیان تمیز ہو جانا امر آخر ہے۔ اسی طرح نفی و انتفا کے درمیان فرق ہے۔ پس نفی ابتدا و توسط میں ہوتی ہے اور انتفا نہایت میں +

نیز آپ نے فرمایا کہ ہمارے خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے طریقہ میں تعلیم تعلّم اسم آیا ہے اور نفی و اثبات بھی۔ جو کچھ ہمیں معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ذات کو جذبہ سے بہت کچھ مناسبت ہے اور نفی و اثبات کو سلوک سے۔ اسی لئے اس طریقہ میں بدایت حال میں تکرار اسم ذات کے باعث جذبہ غالب ہوتا ہے اور جب سلوک میں قدم رکھتا ہے لائق حال نفی و اثبات ہوتی ہے +

ب ۵

ایک روز خلوت میں بندہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک صاحب دل نے عرض کیا۔ میں اپنا معاملہ عجیب پاتا ہوں، محفلوں اور مجلسوں میں ظہور نسبت حضور کو میں بیشتر پاتا ہوں اور خلوت و تنہائی میں کمتر، اس کی کیا وجہ ہے +

فرمایا۔ ایک مخلص نے خواجہ احرار قدس سرہٗ سے اس سر کی حقیقت دریافت کی۔ فرمایا۔ نسبت خواجگان محجوب سی ہے اور جب محجوب کو خلوت میں بلاتے ہیں حیا کرتا ہے +

خواجہ احرار قدس سرہٗ کے اس کلام کے بعد آپ نے فرمایا کہ خواجہ احرار قدس سرہٗ کا یہ جواب حسن ادا اور لطافت پر مبنی ہے۔ لیکن ابھی یہ راز حل نہیں ہوا فرمایا ظاہر کو باطن کے ساتھ اُلفت ہے۔ دوست و ہمنشین آپس میں ہر ایک کو ظاہر و باطن میں اس کے لائق کام میں مشغول کرتے ہیں۔ اس لئے (محفل میں) سالک کا باطن سرگرم معاملات رہتا ہے۔ مثلاً توجہ مراقبہ حضور اور اسی طرح ظاہر امور حسیہ میں مشغول رہتا ہے۔ اس لئے سالک کو اختلاط محفل سے زیادہ الفت ہوتی ہے اور خلوت میں دستوں کی

مصاحبت ۔ اور الفت زائل ہو جاتی ہے ۔ اس لئے باطن میں حرج واقع ہوتا ہے اور حضور میں کمی واقع ہوتی ہے ۔

راقم نے عرض کیا ، بہت سے سالکانِ طریقت کو خلوت میں بھی حضور و آرام زیادہ ہوتا ہے ۔ فرمایا ۔ اس سالک کے باطن کو قوت حاصل ہو جاتی ہے ۔ اس لئے اُس کا باطن ظاہر پر غالب آجاتا ہے ۔ اور اس لئے اُس کے باطن میں حرج واقع نہیں ہوتا ۔ اور وہ اپنے کام میں مشغول رہتا ہے ۔

باب ۶

رخصت کے وقت آپ نے بندہ کو خلوت میں طلب کیا اور جو کچھ کہ دیکھا بھالا تھا دریافت کیا ۔ اور فرمایا کہ ذات حق سُبحانہٗ و تعالےٰ ، جس طرح ادراک و مراقبہ میں نہیں آسکتی ، یہی حال اُس کی صفات کا ہے ۔ کیونکہ جو کچھ صفات واجب تعالےٰ کا سالک ادراک کرتا ہے ۔ وہ ان صفات کے ظلال ہیں ۔ جو کچھ کہ ہمارے نزدیک محقق و مختار ہے وہ یہ ہے کہ بحکم اذکرونی تمام اوقات ذکرِ حق سُبحانہٗ میں مستغرق رہو اور دیکھو کہ حق سُبحانہٗ و تعالےٰ بحکم اذکرکم تمہیں کس طرح یاد کرتا ہے ۔ کیونکہ اُس نے وعدہ کیا ہے ۔ اور دیکھو کہ تم پر کیا ظاہر ہوتا ہے اور بغرض حصول احوال و مکاشفات یا بغرض حصول مطلب فکر نہ کرنا بلکہ بے غرضانہ ذکر کے ذکر و عبودیت میں مشغول رہنا ۔ پھر اگر حق سُبحانہٗ و تعالےٰ اُسے قبول کرکے جس چیز کے ساتھ بھی تمہیں نوازے بطریق معتقدات اہل حق رحمہم اللہ اُس پر اعتماد کرنا اور شکر بجالا کر صدائے ھل من مزید بلند کرنا ورنہ کچھ اعتنا نہ کرنا ۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا سبحان اللہ وبحمدہٖ باوجود حصول کمالاتِ فوقیہ اور باوجود نہایت فراغت کے بھی مراقبات صفات اور اُن کے تصوّر میں خوف و حیرت لاحق ہوتی ہے ۔

بعض مشائخ وقت کا حال سُنتا ہے کہ وہ مُبتدیوں کو مراقبہ ذات حق سُبحانہٗ و تعالےٰ کراتے تھے اور اُسے نور بے رنگ و بے حیز و مکان ، و محیطِ عالم سے تعبیر کرتے تھے اور یہ کہ مراقبہ کرنے والوں کے بیان سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ اُس نور کو منبسط و عریض کریں ۔ لیکن حق سُبحانہٗ اُن کے اس تخیّل سے بھی منزّہ اور بسیطِ حقیقی ہے ۔ اُس کی ذات

پاک میں انبساط عرض و طول اور اسی قسم کے دیگر تخیلات کو کیا دخل ۔

ف

ایک روز آپ کی مجلس میں سُکریات شطحیات بعض عرفا کا ذکر ہوا جن سے بعض خام و ناقص تمسک کر کے دینی معاملات میں تساہل کرنے لگتے ہیں۔ فرمایا اگرچہ صوفیہ صافیہ سے ملت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بہت فوائد و برکات پہنچے ہیں۔ کیونکہ بہت سے فاسق فاجر ان کے یمن و برکات و انظار اور ان کی صحبت و تربیت سے تائب ہو کر زمرہ صالحین میں داخل و شامل ہو گئے ان کے انوار و برکات سے بہت سی ظلمات کفر و بدعت دور ہوئیں۔ اور بہت سے اسرار خفیہ کتاب و سنت ان کے کشف و مکاشفہ سے معرض بیان میں آئے۔ لیکن بہت سے مستان اس گروہ سے اس دین متین کو ضرر بھی کچھ کم نہیں پہنچا۔ ناقصین و نا اہل ان کے سکریات پر تکیہ کرنے لگے۔ جو کلمات کہ حالت سکر میں ان کی زبان سے نکلے تھے۔ یہ ناقص ان سے استناد کرنے لگے۔ اگرچہ ان کے کلام کے معنی صحیح تھے، لیکن ان ناقصوں کا ادراک اس نور سے کوتاہ تھا۔ اس لئے اس جمال مستور کا مشاہدہ تو نہ کر سکے تاکہ کجی سے بچ جاتے۔ اسلئے ہوا جو کچھ ہوا ۔

اس گروہ سے ان کلمات کے ظاہر ہونے میں حق سبحانہٗ و تعالےٰ کی حکمتیں ہیں کیونکہ یہ کلمات ان کی زبان سے بطریق متشابہات نکلے ہیں جس طرح خود کلام الٰہیہ میں متشابہات وارد ہوئے ہیں۔ جیسے ید و استوے و جنب وغیرہ جن کے حقیقی معنی لیکر فرقہ مجسمہ جسمیت حق سبحانہٗ و تعالےٰ کا قائل ہو کر گمراہ ہو گیا ہے۔ حالانکہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ کو ان کی لغزش اقدام کا علم تھا مع ذلک، بنا بر حکمت متشابہات بھی نازل کئے جیسے ضحک اللہ ان اللہ خلق آدم علےٰ صورتہ وغیرہ ذٰلک من الامثال۔ حالانکہ انبیا علیہم السلام اور بالخصوص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو غایت صحو و رعایت کلام حقیقت و عدالت میں تھے۔ پس گروہ اولیاء اللہ سے اگر اس قسم کے کلمات صادر ہو جائیں، عجب نہیں۔ ارباب سعادت کے دل پر ان کلمات کے معنی کچھ اور فائض ہوتے ہیں، اور اصحاب بُطلان کے دلوں پر کچھ اور۔ اس قسم کے کلمات حسب اقتضائے وقت و حال اس طائفہ سے صادر ہوتے ہیں ۔

اس کے بعد آپ نے بیان کیا کہ ہم نے اپنے آپ کو سراپا شریعت کے سپرد کر دیا ہے۔ اور خدمت سنت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر دست بستہ کھڑے ہیں۔ باوجود اس کے ہماری زبان وقلم سے بھی بعض کلمات شکر آمیز صادر ہو جاتے ہیں۔ انتہٰی کلامہ الشریف +

راقم الحروف عفی اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ آپ کا یہ کلام اُن شکوک کو رفع کرتا ہے جو آپ کے کلام میں بعض لوگوں نے پیدا کئے ہیں +

از انجملہ بارہ اعتراضات مشہور و معروف ہیں۔ انہیں بارہ اعتراضوں میں آپ کا وہ عریضہ ہے۔ جو آپ نے اپنے پیر بزرگوار کو لکھا تھا۔ خلاصہ اس کا یہ ہے:۔ "سیر مقامات مشائخ کے بعد مجھے اصحاب و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مقام پر لے گئے۔ یہاں تک کہ مقام حضرت صدیق کی بھی سیر کی" +

اس کلام سے لوگوں نے مساوات سمجھ لی اور اعتراض کر دیا۔ لیکن اگر وہ کلمات و اصطلاحات قوم پر تدبر کریں تو انہیں معلوم ہو کہ مراد اس قسم کے کلمات سے کیا ہے +

آپ نے خود بھی بعض مکتوبات میں ان شبہات کی تصریح کی ہے۔ انہیں اعتراضات میں سے آپ کا وہ مکتوب ہے جو آپ نے شیخ حمید بنگالی کو تحریر کیا ہے اور وہ مشارٌالیہ کے حالات میں آئیگا انشاء اللہ تعالےٰ +

جلد دوم کے اُس مکتوب میں بھی آپ نے اس شبہ کو حل کیا۔ جو مرشدی میر محمد نعمان کے نام آپ نے تحریر فرمایا۔ معترضین کو معلوم نہیں کہ دوسرے بزرگانِ دین سے کیا کیا کلمات صادر ہوئے ہیں +

سلطان العارفین بایزید بسطامی نے کہا لوائی ارفع من لواء محمدؐ اس کی کیا تاویل ہے +

شیخ محی الدین ابن عربی نے خاتم نبوت صلے اللہ علیہ وسلم کو خشت فضہ کہا اور خاتم الولایت کو کہ اشارہ خود اپنی طرف ہے خشت ذہب (سونے کی اینٹ) کہا ہے اور کہ خاتم النبوت خاتم الولایت سے اخذ معارف وحقائق کرتا ہے۔ اس کا جواب کیا ہوگا +

قدوۃ العارفین خواجہ بہاؤالدین کے حالات میں مرقوم ہے کہ آپ نے

اپنی ہدایت و توسط سلوک کے متعلق فرمایا۔ کہ میں نے منصور۔ ابو یزید اور حضرت جنید بغدادی کے مقامات کی سیر کی۔ اور جس جگہ وہ پہنچے تھے، میں بھی پہنچا۔ یہاں تک کہ میں ایک ایسے مقام پر جو نہایت معظم تھا پہنچا۔ میں نے جانا کہ یہ مقام محمدی ہے، علے ساکنہا الصلوٰۃ والسلام۔ میں نے گستاخی نہیں کی اور جو کچھ کہ ابو یزید نے کیا تھا میں نے نہیں کیا تھا +

نیز خواجہ صاحب موصوف کے حالات میں ہے کہ سلطان العارفین ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں اسی مقامات پر صفات انبیاء علیہم السلام میں سیر کر رہا تھا کہ بارگاہ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں پہنچا۔ میں نے چاہا کہ آپ کی صفت کی سیر کروں تو آپ نے دست شفقت میری پیشانی پر رکھا +

اور حضرت خواجہ بزرگ فرماتے ہیں کہ جب میں سیر مقامات کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچا۔ تو میں نے گستاخی نہیں کی اور سر نیاز آستانۂ احترام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر رکھا۔ تو آپ نے مجھ پر کرم فرمایا اور مجھے اس مقام میں داخل کیا انتہٰے +

تو اب ان دونوں بزرگوں کے کلام میں کیا تاویل ہوگی۔ کیونکہ عیاذاً باللہ مقام محمدی میں پہنچنے سے مساوات و تفوق بر دیگر انبیا تو مراد ہے نہیں۔ بلکہ اس کلام سے جو کچھ اُن کی مراد ہے وہی اس سے واقف ہیں +

چنانچہ حضرت خواجہ صاحب نے اپنے بعض مکاتیب میں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا، بوجہ احسن بیان فرمایا کہ اس سے کیا مراد ہے۔ اُن مکاتیب کے دیکھنے سے امید ہے کہ ناظرین کو کوئی شبہ باقی نہ رہیگا +

خواجہ منبع الاسرار شیخ فریدالدین عطار عطر اللہ تربتہٗ اپنے بعض رسائل میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جس طرح عالم شہادت میں انبیا و خلفائے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے اماکن خاصہ ہیں کہ مسافرین و زائرین زیارت کرکے استفاضہ کرتے ہیں اور وسیلہ و ذریعہ بناتے ہیں۔ اسی طرح عالم غیب میں بھی اُن کے مقامات خاص ہیں۔ سالکین طریقت دریوزہ گری کرتے ہوئے حصول فتوحات کے لئے اُن کے مقامات پر پہنچتے ہیں اور روئے نیاز اُن کے آستانہ پر رکھ کر فتح و کشائش کا سوال کرتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب تک عتبۂ علیہ مقام محمدی علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر نہ پہنچ جائیں،

فتح و کشائش نہیں دیکھتے ۔
ایک روز شیخ تاج سلمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے اس فقیر سے فرمایا کہ ایک شخص نے یہی قضیہ مذکورہ درمیان میں لا کر مجھ سے اس کا حل پوچھا۔ میں نے کہا کہ فقیر صاحب سخن کو جانتا ہے کہ کمل علمائے عاملین اور صاحب احوال بلند و معرفت ارجمند تھے۔ پس ضرور ہے کہ آپ کا کلام صادق ہوگا، اگرچہ ہم پر اور آپ پر اس کی صداقت ظاہر نہ ہو سکے۔ علاوہ ازیں سلف سے بعض کلمات ان سے بھی زیادہ مشکل صادر ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک نے اُن کی تاویلات پسندیدہ کی ہیں۔ لہذا آپ کے کلام میں بھی تاویل کرنی چاہیے۔ جب مذکورہ بالا شبہ اس طرح حل ہو سکتا ہے۔ تو دیگر شبہات کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ اور سوء ظنی اور بالخصوص اکابر دین کے ساتھ کرنے سے بچنا چاہیے ۔

فصل ۹

آپ کے خوارق عادات کا بیان

ہر چند کہ قطب وقت شیخ ابو الحسن نوری نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ بہت بڑی کرامت ہمارے زمانہ میں دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ عالم اپنے علم پر عمل کرے اور عارف بیان حقیقت کرے۔ اس لئے وہی کثرت علم و عمل اور معرفت آپ کے لئے اعلےٰ کرامت ہیں۔ جس طرح قرآن مجید اشرف معجزات ہے۔ لیکن چونکہ اولیائے کرام کے حالات قلمبند کرنے والوں کی عادت ہے کہ وہ اُن کے بعض خوارق عادات بھی قلمبند کیا کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ جس قدر آپ کے خوارق عادات میں نے آپ کے مخلصوں سے سُنے یا خود دیکھے تھے ہدیہ ناظرین کروں ۔
آپ کا ایک مخلص بیان کرتا ہے کہ ایک روز اتفاق سے آپ نے اس کمترین پر اس قدر توجہ فرمائی کہ بعنایت و کرم حق سُبحانہ و تعالےٰ اس کمترین کو اس قدر قوت حاصل ہوئی۔ اگر اس چوب خشک پر توجہ کروں تو ایک عالم اس سے منور ہو جائے لیکن اس آخری زمانہ میں حق تعالےٰ کی مرضی نہیں کہ اس قسم کے ظہور پائیں اور نہ میرا دل

ہی چاہتا ہے کہ وہ ظاہر کروں ✦

میر سعد الدین مرحوم جو سیّدی و مرشدی میر محمد نعمان کے برادر بزرگ اور حضرت خواجہ صاحب کے مخلصوں میں سے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں چند روز آپ کی خانقاہ میں رہا۔ اس قلیل عرصہ ہی میں آپ کے یُمن و برکت سے احوال عجیبہ حاصل ہوئے بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ بحالت بیجو واحوال طبقات ارضیہ و ما فیہا نظر آتے۔ اس اثنا میں ایک کثیر الخدشہ دوست کی ہم صُحبتی کے باعث خیال گذرا کہ تعجّب ہے کہ باوجود آپ کی اس بزرگی اور باوجود کثرت علم و عمل اور کثرت عرفان کے اس عالم کون و فساد کے متعلق بہت کم آپ کی کوئی خوارق عادات دیکھی گئی ہے۔ اس خیال نے اس قدر غلبہ کیا کہ جس قدر احوال کہ میں مشاہدہ کر رہا تھا ان میں قبض و بستگی پیدا ہو گئی۔ حتّے کہ جب میں اس قبض و بستگی سے سخت عاجز ہوا۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ قبض و بستگی اس خطرہ کے باعث ہے۔ لہٰذا میں نے آپ کی خدمت میں اس خطرہ کی معذرت کی۔ اور اُفتاں و خیزاں آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ ایک لمحہ کے بعد آپ نے میرا سر اُٹھایا اور فرمایا۔ معلوم ہوا کہ تم کرامات دیکھنے کے طالب ہوئے ہو۔ اور یہ فلاں شخص کی صحبت کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ جو شخص کرامات کا طالب ہو۔ اُس کو کسی اور شیخ کے پاس جانا چاہیئے اور جو بتابعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اقتباس نور فنا و بقا اور تحصیل کمالات معرفت ذات و صفات کرنا چاہتا ہو، وہ چند روز ان فقرا کے ساتھ گذارے۔ مشارُ الیہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے اس جناب میں کرامت ظاہر ہوئی ہے کہ مجھے اس آفت سے بکلّی خلاصی ہو گئی ✦

آپ کے خوارق قلمبند کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خوارق عادات کے متعلق جو کچھ ہم نے آپ کی زبان مُبارک سے سُنا ہے یا آپ کے مرقومات میں دیکھا ہے، اس جگہ نقل کریں۔ کیونکہ آپ کے یہ مکتوبات بھی بہت سے فوائد پر مشتمل ہیں۔ ان مکتوبات کو ہم برکات خمس کے تحت میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں ✦

۱

آپ فرمایا کرتے تھے کہ تمام کرامات معجزات پیغمبر ہیں۔ کیونکہ جس طرح معجزات ترویج و تقویت دین کے لئے تھے۔ اسی طرح خوارق اولیا بھی اسی مقصد کے لئے ظہور

میں آتے ہیں۔ ان خوارق کے اظہار سے اُن کا مقصد حصول جاہ و مال اور شہرت وغیرہ نہیں ہوتا۔ باوجود اس نیت کے بھی وہ آخر عمر میں ظہور خوارق سے نادم ہوئے ہیں اس لئے بعض اولیائے کرام نے کہا ہے عقوبۃ الانبیاء حبس الوحی وعقوبۃ الاولیاء اظہار الکرامات وعقوبۃ المؤمنین التقصیر فی الطاعات۔

جس قدر زمانہ قیامت سے نزدیک ہوتا جاتا ہے اور دین میں ضعف پیدا ہوتا جاتا ہے۔ اُسی قدر ظہور کرامات کم ہوتا جاتا ہے، جیسا کہ احادیث کثیرہ اس کی خبر دیتی ہیں کہ آخر زمانہ میں دین میں ضعف پیدا ہوگا۔ اور جب دین میں ضعف پیدا ہوگا۔ اور کرامات اُسی کی ترویج و تقویت کے لئے ہیں تو اُن کے ظہور میں بھی کمی واقع ہوگی۔ اور خصوصاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے ایک ہزار سال کے بعد کیونکہ انقضائے اس مدت کے بعد ترویج دین و ملت میں بہت کچھ ضعف پیدا ہوجاتا ہے۔ اس لئے اولیائے عشرت بھی اولیائے عزلت کی طرح اظہار کرامات سے غالباً منع کر دئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ظہور خوارق مقتضیات اسم الھادی سے ہے جو ہدایت و ارشاد سے تعلق رکھتا ہے۔ اور آخری زمانہ مقتضائے اسم المضل ہے کہ شیوع بدعت و ضلالت اُس سے وابستہ ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے ان بین یدی الساعۃ کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل فیھا مؤمنا ویمسی کافرا ویمسی مؤمنا ویصبح کافراً الحدیث کہ قریب قیامت اندھیری شب کی طرح ایک زمانہ آئیگا کہ اُس میں لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ صبح مومن ہونگے تو شام کو کافر ہو جائینگے اور شب کو مومن ہونگے تو صبح کو کافر ہو جائینگے الٰی آخر الحدیث۔

۲

نیز آپ نے فرمایا کہ کرامت ارباب ارشاد کے لئے ضروری اس لئے ہے کہ وہ مریدان رشید کو ایک خلق سے دوسری خلق کی طرف اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف لیجاتے ہیں۔ مرید سعادت مند ہر روز اپنے مرشد سے کرامات مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی ذات میں تصرفات پیر کو معائنہ کیا کرتے ہیں۔ اور دوسروں کے لئے اظہار خوارق کی ضرورت نہیں۔ بلکہ دوسروں سے اُن کا پوشیدہ رکھنا ہی مناسب ہے اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری اس پر شاہد و گواہ ہے۔

خوارق نہ ارکانِ ولایت سے ہیں اور نہ شرائط ولایت سے۔ بخلاف معجزہ کے کہ شرائط نبوت سے ہے۔ تاہم ظہورِ خوارق اولیاء اللہ سے شائع ہوا ہے اور عدم ظہور کم۔ لیکن کثرت خوارق فضلیت و تفاضل درجات قرب الٰہی کی دلیل نہیں ہو سکتا ہو کہ اقرب سے خوارق کم ظاہر ہوں اور ابعد سے بہت۔ چنانچہ اکثر اولیاء اس اُمت سے جس قدر خوارق ظاہر ہوئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا عشر عشیر بھی ظاہر نہیں ہوا۔ حالانکہ افضل اولیاء اُمت کسی ادنےٰ صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ نظر ظہور خوارق پر کوتہ نظری سے ہوتی ہے اور دلیل ہے قصور استعداد تقلیدی کی۔ شایان قبول فیض نبوت و ولایت وہ لوگ ہیں، جن کی استعداد تقلیدی اُن کی قوت نظر پر غالب ہوتی ہے، جیسے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کہ بلا چون وچرا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور اسبق سابقین اُمت ہوئے۔ اور ابوجہل لعین بوجہ قصور استعداد تقلیدی کے ہر چند کہ بہت سی نشانیاں اور کئی کھُلے معجزے بھی دیکھ لئے پھر بھی تصدیق رسالت نہ کی اور جہنم آباد ہوا +

ب ۳

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب **عوارف المعارف** میں کرامات و خوارق مشائخ کے بعد فرمایا ہے کہ "یہ سب مواہب الٰہیہ ہیں۔ بعض لوگوں کو ان کا کشف ہوتا ہے اور عطا کی جاتی ہیں اور بعض لوگ ان سے فوق اور اُنہیں کرامات و خوارق میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ کرامات و خوارق تقویت یقین کے لئے ہیں اور جسے یقین حاصل ہے اسکو ان کی کچھ ضرورت نہیں بجز ذکر قلبی اور ذکر ذات کے" +

خوارق دو قسم کے ہیں۔ قسم اوّل علوم و معارف الٰہیہ ہیں، جو ذات و صفات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ وراء نظر و عقل ہیں۔ حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے اپنے خاص بندوں کو ان سے مشرف کیا ہے۔ اور قسم ثانی کشف صُور و اخبار مخلوقات ہے جو اس عالم کون و فساد سے تعلق رکھتا ہے +

قسم اوّل اہل حق و ارباب معرفت سے مخصوص ہے۔ اور قسم دوم محق و مبطل دونوں کو شامل ہے۔ کیونکہ قسم ثانی اہل استدراج کو بھی حاصل ہے +

نوع اول، حق کے نزدیک شریف و عزیز ہے کہ اولیاء اللہ کے ساتھ اُسے مخصوص کیا ہے اور اعدا کو اُس میں شرکت نہیں دی۔ اور نوع ثانی عوام خلائق کے نزدیک و معتبر ہے کہ بوجہ نادانی کے اُس کی پرستش کرنے لگتے ہیں اور اگر رطب یابس انہیں بتلایا جائے اُسی کے مطیع و منقاد ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ حقیقت الامر ان سے محجوب ہے۔ اس لئے قسم اول کو خوارق سے شمار نہیں کرتے اور خوارق کو صرف قسم دوم میں منحصر جانتے ہیں +

افسوس وہ نہیں جانتے کہ احوال مخلوقات میں سے کسی حال کا اگر کسی کو علم ہو گیا تو اس میں کونسی شرافت و کرامت ہے۔ بلکہ یہ علم تو اس لائق ہے کہ اگر وہ جہل و نسیان سے مبدل ہو جائے تو بہتر ہے۔ یہی معرفت واجبی حق سبحانہ و تعالےٰ ہے۔ اور یہی شرافت و کرامت کے لائق و سزاوار ہے اُس کی عزت کرنی چاہئے ؎

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

۴۷

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر اولیائے متقدمین رحمہم اللہ کے پانچ یا چھ سے زیادہ خوارق نقل نہیں کئے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی جو سید الطائفہ ہیں۔ معلوم نہیں ہوتا کہ اُن کے دس خوارق بھی نقل کئے گئے ہوں +

دیکھو حضرت موسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اللہ تعالےٰ نے کیا فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ ہم نے موسےٰ کو دیں نو نشانیاں (یعنی نو معجزے) +

اور اس وقت کے مشائخ سے بھی یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اُن سے خوارق صادر نہیں ہوتے۔ بلکہ اولیاء اللہ سے کیا متقدمین ہوں یا متاخرین ہر ساعت خوارق ظاہر ہوتے رہتے ہیں خواہ مدعی جانے یا نہ جانے ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

اکثر خوارق مشائخ کو مریدان خاص و حبیبان مجلس اختصاص مشاہدہ کرتے ہیں اور ایک مدت کے بعد معرض تحریر میں آ کر وہ لوگوں کے درمیان مشہور ہوتے ہیں +

ف

نیز آپ نے تحریر فرمایا کہ معنی تخلقوا باخلاق اللہ کو ولایت میں ماخوذ و معتبر ہیں یہ ہیں کہ اولیاء اللہ کو چند صفات حاصل ہوتی ہیں جو فی الجملہ صفات حق تعالیٰ کے محض ظاہر مناسبت رکھتی ہیں۔ اور یہ مناسبت صرف اسمی و لفظی ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ نعوذ باللہ، اُن کی صفات صفات حق سبحانہٗ و تعالیٰ میں مشارکت رکھتی ہیں کیونکہ ایسا ہونا محال اور مستلزم قلب حقائق ہے +

خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے اپنی تحقیقات میں تخلقوا باخلاق اللہ کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مثلاً ایک صفت مُلک ہے اور اس کے معنی تصرّف کرنے کے ہیں اور چونکہ سالک اپنے نفس پر تصرّف کرکے اُسے مقہور کرتا ہے اور دلوں میں اُس کا تصرّف نفاذ کرتا ہے اِس اسی لحاظ سے وہ صفت مُلک سے موصوف ہوتا ہے +

دوسری صفت سمیع ہے اور معنی سمیع کے سننے والے کے ہیں۔ چونکہ سالک ہر شخص سے سخن حق سنتا ہے اور بلا کسی قسم کی گرانی کے اُسے قبول کرتا ہے۔ اور اسرار غیبی اور حقائق گوش جان سے استماع کرتا ہے۔ اس صفت کے ساتھ موصوف ہوتا ہے +

اسی طرح صفت بصیر ہے جس کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔ چونکہ سالک چشم بصیرت کے ساتھ بینا ہوتا ہے اور نور فراست سے اپنے عیوب اور دوسروں کے کمال کو دیکھتا ہے اور سب کو خود سے بہتر جانتا ہے۔ اور اپنی نظر بصیرت سے جو کچھ کرتا ہے، بموجب رضی حق کرتا ہے۔ لہذا اس صفت سے موصوف ہوتا ہے +

اسی طرح صفت محیی ہے اور اُس کے معنی زندہ کرنے والے کے ہیں۔ چونکہ وہ احیائے سنت متروک کرتا ہے۔ اس صفت سے موصوف ہوتا ہے +

اسی طرح صفت ممیت ہے، جس کے معنی مارنے والے کے ہیں۔ چونکہ سالک بدعات کو مٹاتا ہے اور لوگوں کو اُن سے منع کرتا ہے۔ اس صفت سے موصوف ہوتا ہے۔ و علیٰ ہذا القیاس یہ معنی ہیں +

لیکن عوام تخلقوا باخلاق اللہ کے معنی دوسرے رنگ میں سمجھ کر وادئ ضلالت میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ولی کے لئے مردے زندہ کرنے اور غیب کی

خبریں دینا ضروری ہیں۔ ھذہ الظنون الفاسدۃ وان بعض الظن اثمٌ ۔

خواجہ حسام الدین احمد سلمہ اللہ کے ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ خاطر فاتر میں ایسا گذرتا ہے کہ جب کہ احباب کے درمیان بُعد صوری حائل ہو گیا اور ملاقات ظاہری عنقا ہو گئی، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اگر احیاناً بعض علوم و معارف بھی اُن کی خدمت میں تحریر کئے جائیں، تو اُمید ہے کہ اس قسم کی تحریر اُن کے لئے موجب ملال نہ ہو گی۔ چونکہ اس وقت بحث ولایت درمیان میں ہے اور نظر عوام ظہور خوارق پر ہے۔ لہٰذا اس کے متعلق کچھ لکھا جاتا ہے اُمید ہے کہ آپ اُسے غور سے پڑھیں گے۔

ولایت عبارت فنا و بقا سے ہے اور خوارق و کشوف اس کے لوازم سے ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو شخص خوارق بیشتر رکھتا ہے۔ اُس کی ولایت بھی اتم و اکمل ہو گی۔ نہیں بسا اوقات خوارق کمتر ہوتے ہیں اور ولایت اتم و اکمل ہوتی ہے۔ کثرت و قلت ظہور خوارق کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ بوقت عروج مقام بلند تک پہنچنا اور بوقت نزول مقام کمتر پر نزول کرنا۔ صاحب نزول عالم اسباب کی طرف نزول کرتا ہے اور وجود اشیا کو مربوط با سباب پاتا ہے اور فعل مُسبب الاسباب کو اسباب کے پردہ میں دیکھتا ہے۔ اور جس شخص نے کہ نزول نہیں کیا ہے۔ مگر اس کی نظر اسباب تک نہیں پہنچی، اُس کی نظر فعل مُسبب الاسباب پر ہوتی ہے ویس اسباب سے چونکہ اُس کی نظر مرتفع ہو جاتی ہے، لہٰذا بمقتضائے حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ما شاء حق سُبحانہ و تعالےٰ ہر ایک کے ساتھ اُس کے ظن و گمان کے مطابق معاملہ فرماتا ہے۔ جس کی نظر اسباب پر ہے اُسے اسباب کی طرف رجوع کرتا ہے اور جس نے نظر اسباب سے اُٹھا لی ہے اُس کا کام بدون اسباب کے مہیا کرتا ہے۔

ایک مدت تک دل پر اس بات کی خلش رہی کہ کیا وجہ ہے کہ جس قدر کرامات حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے ظاہر ہوئی ہیں، کسی سے ظاہر نہیں ہوئیں۔ آخر کو یہ معما حل ہو گیا اور معلوم ہوا کہ اُن کا عروج اکثر اولیائے کرام سے مقام بلند پر واقع ہوا ہے اور پھر جانب مقام روح جو عالم اسباب سے بلند تر

ہے نزول کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ حسن بصری و حبیب عجمی قدس سرہما کی ایک حکایت اس جگہ مناسب حال ہے ✦

منقول ہے کہ ایک روز خواجہ حسن بصری رضی اللہ علیہ لب دریا کھڑے ہوئے انتظار کر رہے تھے کہ کوئی کشتی آئے تو دریا سے عبور کیا جائے۔ اسی اثنا میں خواجہ حبیب عجمی آئے۔ اور پوچھا آپ کیوں کھڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا کشتی کا انتظار کر رہا ہوں۔ حبیب عجمی نے کہا کشتی کی کیا ضرورت ہے تم یقین نہیں رکھتے۔ خواجہ بصری نے فرمایا تم علم نہیں رکھتے۔ حبیب عجمی بغیر کشتی کے دریا سے گذر گئے اور خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ ویسے ہی انتظار کشتی میں کھڑے رہے ✦

خواجہ حسن بصریؒ چونکہ عالم اسباب پر نزول کرائے تھے توسط اسباب معاملہ کر رہے تھے۔ اور حبیب عجمیؒ نے چونکہ اسباب بالکل نظر انداز کر دئیے تھے۔ بغیر توسط اسباب زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن فضیلت حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے کہ صاحب علم تھے اور عین الیقین کو علم الیقین کے ساتھ جمع کیا تھا۔ اور حقائق اشیا کو جیسی کہ ہیں سمجھا تھا۔ کیونکہ قدرت کو پردہ حکمت میں مستور کیا ہے۔ اور حبیب عجمی قدس سرہ صاحب سکر تھے۔ یقین فاعل حقیقی پر رکھتے تھے اور نظر اسباب پر نہیں رکھتے تھے۔ اور یہ دید مطابق نفس نہیں ہے۔ اور توسط اسباب بحسب واقع کائن ہے۔ اور معاملہ تکمیل و ارشاد برعکس معاملہ ظہور خوارق ہے۔ مقام ارشاد و تکمیل میں جو شخص کہ نازل تر ہے وہی کامل تر ہے۔ کیونکہ ارشاد و تکمیل میں مرشد و مسترشد کے درمیان مناسبت ضروری ہے۔ پس اغلب یہی ہے کہ ہر چند سب سے بالاتر ہو نزول میں سب سے پایاں تر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیائے علیہم السلام کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت اتم و اکمل کافہ انام کے لئے واقع ہوئی۔ اسی لئے آپ کا عروج سب سے بالاتر ہوا اور نزول فرود تر۔ کیونکہ بوجہ اس نزول کے آپ نے سب کے ساتھ مناسبت پیدا کی اور افادہ تمام تر واقع ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ بعض متوسطین سے منتہیوں کی نسبت طالبوں کو زیادہ فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ منتہیان غیر مرجوع کی نسبت متوسطین مُبتدیوں کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتے ہیں ✦

شیخ الاسلام ہروی قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر خرقانی اور محمد قصاب ایک

جگہ موجود ہوتے تو میں تمہیں محمد قصاب کے پاس بھیجتا۔ کیونکہ خرقانی کی نسبت مجھے تمہارے لئے زیادہ سودمند تھے یعنی خرقانی منتہی تھے۔ لہذا طالب اُن سے کمتر فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔ اور منتہی غیر مرجوع نہ تھے کہ طالبان اُن سے مُطلقاً فائدہ ہی نہ اُٹھا سکتے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ تمام عالم سے منتہی تھے۔ لیکن سب سے زیادہ افادہ آپ سے ہوا۔ پس مدار افادہ کا رجوع و ہبوط سے ہے +

اس جگہ ایک دقیقہ جاننا چاہیے۔ وہ یہ کہ جس طرح ولایت کے لئے شرط نہیں کہ خود ولی کو بھی اس کا علم ضرور ہو۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اُس سے خوارق نقل کرتے ہیں اور خود اسے ان خوارق کی مطلق اطلاع نہیں ہوتی +

بعض اولیاء سے کہ صاحب کشف و الہام ہیں جائز ہے کہ اپنے بعض خوارق سے اطلاع نہ پائیں۔ بلکہ اوقات و امکنۂ متعددہ میں صورت مثالی ظاہر کر دیتے ہیں اور مسافات بعیدہ سے کارہائے عجیب وغریب ظاہر کرتے ہیں اور صاحب صورت کو اُن کی اصلاً اطلاع نہیں ہوتی۔ ع

از ما و شما بہانہ برساختہ اند

حضرت مخدومی قبلہ گاہی فرمایا کرتے تھے کہ ایک دوست کہا کرتے تھے کہ عجیب معاملہ ہے لوگ اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ہم نے تم کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور ہم نے تمہارے ساتھ حج کیا ہے۔ کوئی کہتا ہے میں نے تمہیں بغداد میں دیکھا ہے اور اظہار دوستی کرتے ہیں۔ حالانکہ میں کبھی اپنے گھر سے نہیں نکلا۔ اور نہ کبھی میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بحقائق الامور +

اگر اس سے زیادہ حالات معلوم کرنا چاہیں تو انشاء اللہ تعالےٰ پھر تحریر کروں گا
انتہےٰ مکتوب الشریف +

جب یہ فوائد معلوم ہو گئے تو اب میں اپنے وعدہ کا ایفا کرتا ہوں۔ اور آپ کے خوارق میں سے ۳۱ خوارق کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔ جو آپ کی عمر شریف کا نصف عدد ہے۔ ان کے علاوہ بعض خوارق آپ کے حالات وفات میں بھی

لکھے جائینگے۔ اور بعض خوارق آپ کے دوستوں کے بیان میں مذکور ہونگے۔ انشاءاللہ تعالٰے ✦

ازانجملہ یہ ہے کہ میں نے آپ کے یاران خاص سے سُنا کہ ایک دفعہ آپ کو ضعف لاحق ہُوا۔ تو اسی اثنائے ضعف میں آپ نے دس گیارہ دانے منقٰے کے طلب کئے۔ جب لا کر رکھے گئے تو آپ نے مراقبہ کیا ایک ساعت کے بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ معاملہ عجیب ظاہر ہُوا۔ جب یہ منقٰے کے دانے لا کر رکھے گئے۔ تو مجھے محسوس ہوا کہ یہ حق سُبحانہٗ وتعالٰے سے میری صحت یابی اور اپنے کھائے جانے کے لئے جناب باری میں مناجات کر رہے ہیں۔ اور مجھے معلوم ہُوا کہ حق سُبحانہٗ وتعالٰے نے اُن کی دعا قبول کی اور میری صحتیابی کو اُن کے کھانے سے وابستہ کیا۔ چنانچہ آپ نے چند مویز تناول کئے اور شفا پائی ✦

اسی طرح چھوٹے مخدوم زادے بیمار ہوئے اور حالت ناامیدی کو پہنچے اور اُن مویز کے تناول سے شفا ہوئی۔ اسی طرح اور دو تین شخصوں کو بھی شفا حاصل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ کاش مویز کے دانے زیادہ ہوتے۔ تاکہ بہت سے آدمیوں کو شفا حاصل ہو سکتی ✦

ازانجملہ یہ کہ ایک سید صاحب دل رحمۃ اللہ نام جو آپ کے مریدوں میں سے تھے۔ جس وقت کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے زمانہ حیات میں آپ لاہور تشریف لائے تھے۔ اس زمانہ میں مشارٌ الیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا کرتے تھے۔ اور اسی وقت سے اُنھوں نے آپ کے ساتھ ارادت وحسن عقیدت حاصل کی ہوئی تھی۔ اس حقیر سے بیان کیا کہ ہم دو تین درویش اتفاق سے ملک دکن میں صحرا کی طرف جا رہے تھے کہ ایک بُت خانہ دیکھا۔ ہم نے آپ سے سُنا ہُوا تھا کہ جس قدر اصنام وعبدۂ اصنام کی توہین ہو سکے کبھی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ غازیوں کا ثواب حاصل ہوتا ہے ہم نے آپ کی اس نصیحت پر بھروسہ کر کے اور کسی کو اُس بُت خانہ کا حامی نہ پا کے اسے گرانا شروع کر دیا۔ ایک کسان نے یہ واقعہ دیکھ کر گاؤں میں جا کر ہندوؤں کو اس کی خبر کر دی۔ اور وہ گاؤں کی چاروں طرف سے لکڑی پتھر لئے ہوئے قریبًا ایک ہزار آدمی برآمد ہوئے۔ اُنہیں دیکھ کر ہم تو دم بخود ہو گئے۔ بھاگنا تو دشوار تھا

اس لئے شہادت کا ارادہ کر لیا۔ اس اثنا میں میں باطناً آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا کہ اے بزرگِ دین میں نے آپ کی نصیحت پر کاربند ہو کر اس بت خانہ کو گرانا شروع کیا۔ آپ ہمیں ان کفرہ وغیرہ سے رہائی دیں۔ اسی اثنا میں میرے کان میں آواز پہنچی اور خاص آپ کی آواز تھی ؏

تو بودی من آواز را مے شناسم

کہ خاطر جمع رکھو کہ خاطر جمع رکھو، میں نے تمہاری حمایت کے لئے لشکر اسلام بھیجا ہے آواز سنکر ہم نے کہا کہ عجب معاملہ ہے کہ ہماری آواز آپ کے پاس پہنچی۔ لیکن معلوم نہیں لشکر اسلام کب آئیگا۔ دشمن تو یہ پہنچے۔ چنانچہ اُن کا ایک تیر بھی ہمارے قریب آکر گرا۔ اسی اثنا میں ایک ٹیلے کی طرف سے چند سوار آتے ہوئے نظر آئے۔ جوں ہی اُن کافروں نے سواروں کو آتے ہوئے دیکھا قدم پیچھے ہٹائے۔ کئی ایک کو سواروں نے مار پیٹ کی اور انہیں بھگا کر ہمیں اپنے ساتھ لے گئے۔ تو معلوم ہوا کہ مسلمان سوار تھے اور کسی کام کے لئے اس طرف آئے تھے اور ایک مسلمان نے انہیں ہمارے واقعہ کی اطلاع دی۔ اس لئے بسُرعت تمام آکر بچا لے گئے۔ اور یہ محض آپ کے تصرّف کی برکت تھی +

از انجملہ یہ ہے کہ سید جمال جو ارباب ذوق وحال سے اور آپکے مخلصین میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک بیابان میں ناگاہ میرے روبرو ایک شیر آکھڑا ہوا۔ میں اپنی تنہائی اور اس درندہ کی ہیبت سے سخت ہراساں ہوا فرار بھی ناممکن تھا اس لئے ناچار میں نے آپ سے مدد چاہی۔ بمجرد اس کے آپ ایک طرف سے عصا ہاتھ میں لئے دوڑتے ہوئے آتے نظر آئے اور آن کر شیر کے منہ پر زور سے عصا مارا۔ اس کے بعد جب میں نے اس معاملہ کو بغور چشم دیکھا تو نہ آپ نظر آئے اور نہ شیر کا ہی میں نے نام ونشان پایا +

از انجملہ یہ کہ شیخ بدیع الدین سلمہُ اللہ جو آپ کے خلفائے بزرگ سے تھے اور عنقریب جن کا ذکر انشاء اللہ تعالےٰ آگے آئیگا۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند دوستوں کے اصرار سے ایک بزرگ کی زیارت قبر کے لئے گیا۔ جن سے آپ بوجہ بعض مخالف شرع باتوں کے ناخوش تھے۔ جب ان بزرگ کی قبر پر مراقب ہوا

تو فی الفور ایک شیر خشم آلودہ میری آنکھوں کے سامنے نظر آیا۔ میں نے نہایت دہشت کے ساتھ اُس شیر کی طرف نظر کی تو اُس کی آنکھیں آپ کی آنکھوں کی طرح نظر آنے لگیں۔ اور پھر اُس شیر کے چہرہ سے صورت انسان ظاہر ہوئی۔ اور نہایت غیظ و غضب آلودہ صورت جس کی ہیبت سے میں مراقبہ سے سر اُٹھا کر فرار ہوا اور توبہ استغفار کی۔

از انجملہ یہ کہ آپ کے مخلصوں میں سے بعض ثقات بیان کرتے ہیں کہ محمد صادق جو آپ کے مخلصوں میں سے تھے علت جذام میں مبتلا ہوئے۔ اس مرض نے ان پر بہت غلبہ کیا۔ لوگ اُن کے ساتھ کھانے پینے سے اجتناب کرنے لگے۔ اس معاملہ سے وہ نہایت تنگ دل ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عنایت و توجہ فرمانے کی التجا کی۔ آپ وفور شفقت کے باعث اُن کا حال دیکھ کر نہایت مغموم ہوئے، اور دفع مرض کے لئے توجہ کی اور اُس مرض کو اپنے جسم پر کھینچ لیا۔ چنانچہ اُن کے جسم سے جذام کا اثر آپ کے پیر پر منتقل ہو گیا۔ اور اُن کے جسم پر اُس کا مطلق نشان نہ رہا۔ ہر چند کہ اس واقع سے دوستوں کا اخلاص اور اُن کی عقیدت آپ کے ساتھ اور زیادہ ہو گئی۔ لیکن وہ اس واقع سے سخت بے آرام ہوئے۔ جب آپ نے اُن کی اور بالخصوص مخدوم زادوں کی بے آرامی مشاہدہ کی۔ پھر جناب باری تعالیٰ کی بارگاہ میں بتضرع تمام ملتجی ہوئے۔ تو بعنایت الٰہی آپ کے پیر سے بھی نشان مرتفع ہو گیا۔ اور یاران و فرزندان ارجمندان کو آپ نے اس خوشخبری کی اطلاع دی اور اپنے اعضاء دکھلائے تو اُن پر جذام کا کوئی اثر نہ تھا۔ سب کے سب بارگاہ الٰہی میں اس کا شکر بجا لائے۔ اور یہ خارق آپ کے خوارق میں سے عجیب و غریب ہے۔

از انجملہ یہ کہ میں نے آپ کے صادق دوستوں سے سُنا کہ ایک دفعہ آپ سیر و گشت بیابان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس اثنا میں ایک روز سخت گرمی و تپش ہوئی۔ اور گرد و غبار بھی بہت تھی۔ بڑے مخدوم زادے اور نیز دوسرے لوگوں پر جو سب پیادہ پا تھے تشنگی اور ماندگی غالب ہوئی۔ لیکن غایت ادب کے باعث عرض کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ لیکن اسی اثنا میں خود آپ نے مولانا سمرقندی سے جو آپ کے قدیم دوستوں اور آپ کے پیر بھائیوں میں سے تھے فرمایا کہ اس وقت

حرارت آفتاب اور گرد و غبار بہت ہے ۔ اس لئے دوستوں کو آرام دو ۔ مولٰنا نے فرمایا کہ جب کہ آپ کو معلوم و مکشوف ہے تو عرض کرنے کی کیا حاجت ۔ آپ نے تبسم کیا اور گوشۂ چشم حق بین آسمان کی طرف کرکے کچھ زبان سے کہا ۔ چند قدم بھی آگے نہیں بڑھے تھے کہ ابر کا ٹکڑا ظاہر ہو کر آپ کے اور دوستوں کے اوپر سایہ فگن ہو گیا ۔ اور کسی قدر گرد و غبار بھی گم ہو گیا ۔ اور شمالی ہوا باعتدال چلنے لگی ۔ اور کچھ کچھ قطرے بھی گرنے لگے ۔ حالانکہ اُس وقت بارش کا موسم نہ تھا ۔ دوستوں کے لئے اس واقع کا مشاہدہ مزید عقیدت کا باعث ہُوا ۔

ازانجملہ یہ کہ ایک نوجوان جو سادات سے اور آپ کے طالب علموں سے تھا اور راقم الحروف سے شناسائی رکھتا تھا ۔ ایک روز آب دیدہ ہو کر راقم کے پاس آیا اور ایک عجیب و غریب واقع بیان کیا جو آپ کے اعظم خوارق سے تھا ۔ وہ یہ کہ اس نوجوان نے بیان کیا کہ مجھے محاربان حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور بالخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سُوءِ عقیدت تھی ۔ ایک روز اتفاق سے آپ کے مکتوبات مطالعہ کر رہا تھا ۔ چنانچہ ایک مکتوب مَیں نے دیکھا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ شتم معاویہ کو شتم حضرت صدیق رضی اللہ تعالٰی کے برابر جانتے تھے اور جو حد شاتم حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے تجویز کرتے تھے وہی حد شاتم معاویہ کے لئے ۔ اس مضمون کو پڑھ کر میں نہایت برآشفتہ ہُوا اور یہ کہکر کہ یہ آپ نے کیا لکھا ہے ۔ مکتوبات سرہانے کی طرف زمین پر ڈال کر سو رہا ۔ شب کو آپ کو خواب میں دیکھا کہ بغیظ و غضب تمام آنکر آپ نے میرے دونوں کان ملے ۔ اور فرمایا ۔ اے طفل نادان تو ہمارے مکتوب پر اعتراض کرتا ہے اور اُسے زمین پر پھینکتا ہے ۔ اگر تو ہماری بات کو باور نہیں کرتا تو آ ۔ مَیں تجھے اُس شخص کے پاس لے چلتا ہوں ، جو تجھے پسند ہے ۔ غرض آپ مجھے کھینچ کر ایک باغ کی طرف لے گئے اور مجھے باغ کے کنارہ پر چھوڑ کر آپ ایوان کے اندر گئے جس میں ایک بزرگ نورانی صورت بیٹھے ہوئے تھے ۔ آپ بتواضع تمام سلام علیک کر کے اُن کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے اور کچھ گفتگو کی ۔ ان بزرگ نے دور سے میری طرف نگاہ کی اور کچھ اشارات کئے گویا میری بابت کچھ فرماتے

ہیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد آپ اُٹھے اور مجھے اُن کے نزدیک لے گئے فرمایا کہ جو تشریف فرما ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔ سنو یہ کیا فرماتے ہیں۔ مَیں نے سلام علیک کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہرگز ہرگز اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوء عقیدت نہ کرنا۔ اس بات کو ہم اور ہمارے بھائی ہی جانتے ہیں کس نیت خیر کے ساتھ ہمارے منازعت واقع ہوئے ÷

اس کے بعد آپ نے خواجہ صاحب کا نام لیکر فرمایا کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں ہرگز اُن کی نصیحت سے مُنہ نہ موڑنا ÷

جب مَیں نے دل کی طرف رجُوع کیا۔ تو دل ابھی صاف نہیں ہوا تھا۔ اور وہی سوء عقیدت موجود تھی ÷

آپ نے (حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے) مجھے ایک طمانچہ مارنے کیلئے اشارہ کیا۔ خواجہ صاحب نے نہایت زور سے میری گُدی پر ایک طمانچہ مارا ÷

اس کے بعد مَیں نے دل میں کہا کہ تو نے اُن لوگوں کی عداوت آپ کی محبت و رضامندی کے لئے اختیار کی تھی۔ لیکن آپ ناخوش ہوتے ہیں تو اب تُو دل سے اُن کی عداوت نکال ڈال۔ چنانچہ اس کے بعد مَیں نے دیکھا کہ میرا دل صاف ہو گیا ÷

بعد ازاں مَیں خواب سے بیدار ہوُا۔ اور اب میں اُسی طرح اپنے سینہ کو عداوت سے صاف پاتا ہوں۔ اور اُس جواب و خطاب کی لذت اب تک دل میں موجود ہے۔ اور حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ اعتقاد سو حصّہ زاید ہو گیا ہے ÷

ازانجملہ یہ کہ ایک فوجی امیر آپ کے مریدوں میں سے تھا۔ ایک روز اُس نے سُنا کہ آپ فلاں وزیر کے مکان پر تشریف لے گئے ہیں۔ اس خبر سے وُہ نہایت دل تنگ ہوُا۔ اور کہنے لگا کہ آپ کے لئے مُناسب نہیں تھا کہ دنیاداروں کے پاس تشریف لیجاتے ÷

آپکا ایک مخلص اس جگہ حاضر تھا۔ ضرور آپ کسی مسلمان کی حاجت براری یا کسی اور مصلحت سے تشریف لیگئے ہونگے۔ تمہیں اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ اس

جواب سے وہ امیر خاموش ہو گیا۔ شب کو اس نے خواب میں دیکھا کہ غیبیوں کی ایک جماعت اُس پر ہجوم کر گئی۔ جس طرح کسی مجرم کو گرفتار کرنے کے لئے لوگ ہجوم کر جاتے ہیں اور اُس کے مذکورہ بالا اعتراض کا ذکر کر کے چھری کھینچ کر اُس کی زبان قطع کر لیں۔ بتضرع بسیار اُس نے معذرت اور توبہ و استغفار کیا۔ تو انہوں نے اُس سے درگذر کی۔ اس کے بعد سے پھر کبھی اُس نے آپ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

از انجملہ یہ کہ جناب حاجی عبدالحق جو متورع فاضل اور ارباب دل ہو تھے، بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ علمائے وقت کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے آپ کا ذکر خیر ہوا۔ اور اُن بزرگ نے آپ کے حق میں طعن و ملامت کرنا شروع کیا۔ ہر چند کہ مَیں نے اُن سے کہا کہ مَیں آپ کی صحبت سے مشرف ہوا ہوں۔ مَیں نے اور بھی بہت سے اولیاء و عرفاء دیکھے ہیں، مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ رجال اللہ سے ہیں ان بزرگ نے بہت کچھ طول طویل گفتگو کی۔ مَیں نے کہا کہ مَیں اور آپ وضو کر کے دوگانہ ادا کریں اور بعد ادائے دوگانہ بہ نیاز و توجہ تمام قرآن مجید کھولیں جو کلمہ شروع میں نکلے اُس سے آپ کے حال کی طرف اشارہ سمجھیں۔ اور اس طرح ہم اپنی بحث ختم کریں۔ چنانچہ انہیں میری یہ رائے پسند آئی۔ اور ہم نے وضو کر کے دوگانہ ادا کیا۔ اور بتوجہ و خضوع تمام مصحف کھولا۔ تو پہلی آیت یہ نکلی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ یہ بزرگ حیرت کرنے لگے اور اپنی گفتگو پر نادم ہوئے مَیں بھی اللہ عزوجل کا شکر بجا لایا اور اس کرامت سے میرا اخلاص آپ کے ساتھ زیادہ ہو گیا۔

از انجملہ یہ کہ بعض ثقات بلکہ مخدوم زادہ ہائے عالیشان بھی بیان کیا کرتے تھے کہ ایک تاجر کا کچھ مال چوری گیا۔ تاجر نے آپ کے ایک نوجوان عزیز کو جو اُس کی ہمسائیگی میں رہتا تھا متہم کیا۔ نوجوان بخوف اہانت و آزار اُس جگہ سے فرار ہو گیا۔ کوتوال شہر سرہند کو جب اس کی خبر ہوئی۔ تو اُس نے آپ کو طلب کیا۔ چونکہ آپ جانتے تھے کہ دوستوں سے اس واقعہ کی برداشت نہیں ہو گی۔ اس لئے آپ نے انہیں تو رخصت کر دیا۔ اور خود ایک خادم کو لے کر کوتوال کے پاس گئے۔ کوتوال نے آپ کو سخت و درشت کہنا شروع کیا۔ لیکن آپ بہ ملائمت جواب دیتے رہے۔ اتفاق

سے مولانا طاہر بدخشی کا وہاں سے گذر ہوا، تو اُنہوں نے کوتوال سے کہا کہ تم نے ایسے شخص کو اپنے پاس طلب کیا ہے۔ آپ نے مولانا کو منع کیا۔ غرض کوتوال نے آپ کو رخصت کر دیا۔ کوتوال کی اس بے ادبی کو چند روز ہی گذرے تھے کہ اُس کے اور چند اہل شہر کے درمیان خصومت عظیم واقع ہوئی اور نوبت لڑائی کی پہنچی۔ کوتوال مع اپنے فرزندوں اور خادموں کے بالاخانہ پر چڑھ آیا۔ بالاخانہ کے نیچے بارود بھری ہوئی تھی۔ اتفاق سے نہ معلوم کیونکر اُس میں آگ لگ گئی اور اُس نے کوتوال کو مع اُس کے تمام خویشوں کے اُڑا دیا۔ اور پھر اُن کی لاشوں تک کا پتہ نہیں لگا ؎

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

از انجملہ یہ کہ ایک امیر کو سلطان وقت نے بغیظ وغضب لاہور سے طلب کیا چونکہ اُس سے تقصیرات بہت وقوع میں آئی تھیں۔ اس لئے بادشاہ کے غیظ وغضب سے لوگوں کو یقین تھا کہ بادشاہ اُسے سزائے قتل دیگا۔ امیر بھی سخت خائف اور ہراساں ہو رہا تھا۔ جب سرہند پہنچا تو غائبانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت اخلاص کے ساتھ حمایت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا خاطر جمع رکھو، انشاء اللہ تم کو کوئی گزند نہیں پہنچیگی۔ بلکہ سلطان توجہ ومہربانی کریگا۔ اُس شخص نے کمال اضطراب کے باعث عرض کیا کہ جو کچھ جناب نے اس مخلص کے حق میں فرمایا ہے۔ اُسے جناب ایک رقعہ پر تحریر فرما دیں تاکہ مجھے اطمینان کامل ہو جائے۔ جب اس نے بہت اصرار کیا۔ تو آپ تبسّم کرنے لگے اور رقعہ پر لکھ دیا کہ فلاں شخص نے سلطان وقت کے خوف سے کہ نمونۂ غضب الٰہی ہے فقرا کی طرف رجوع کیا ہے اور فقرا نے اُسے اس مہلکت سے رہائی بخشی۔ جب یہ شخص رخصت ہو گیا تو چند روز کے بعد خبر آئی کہ بادشاہ نے اُسے بہت کچھ آزار پہنچائے اور جیل میں بھیجدیا۔ آپ نے تبسّم کر کے فرمایا کہ جب بعض فقرا پر صبح صادق کی طرح ظاہر ہو گیا ہے کہ سلطان اُس پر عنایت وشفقت کریگا۔ لہٰذا یہ خبر راست نہیں معلوم ہوتی۔ دو تین روز کے بعد خبر آئی کہ جب وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو بادشاہ نے اُسے چند کلمات نصیحت کے کہے اور خلعت دیکر اُسے رخصت کیا ❖

از انجملہ یہ کہ ایک سلاطین زادہ کو بادشاہ وقت نے محبوس کیا اور سزائے قتل

اُس کے لئے تجویز کی۔ بیچارہ ہر طرف دست و پا پٹکنے لگا اور فقرا کی طرف بھی رجوع کیا۔ اتفاق سے اُس کی خوش نصیبی تھی کہ آپ آگرہ تشریف لے گئے۔ محبوس نے آپ کے ایک مخلص کو جس کے ساتھ اُس کی شناسائی تھی طلب کیا اور اُن کے ذریعہ اُس نے آپ سے توجہ خاص کرنے کی درخواست کی اور بہت کچھ تضرع و الحاح کیا اُنہوں نے اُس کا معروضہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ شب کو آپ اُس کے معاملہ کی طرف متوجہ ہوئے اور صبح فرمایا کہ اُسے خوشخبری سنادو کہ تم قتل سے رہا کر دیئے گئے۔ اور حبس سے بھی عنقریب رہا کر دیئے جاؤ گے۔ لیکن بوجہ اضطراب کے اُس شخص کو اطمینان نہیں ہوا۔ ایک مجذوب سے بھی اُس نے خلاصی کا التماس کیا مجذوب کی بھی زبان سے نکلا کہ خاطر جمع رکھ آخر الامر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اُس نے حبس سے خلاصی پائی اور اپنے منصب پر پہنچ گیا +

راقم الحروف نے یہ حکایت خود سلطان زادہ کی زبان سے سُنی اور اُس کو آپ کا ممنون احسان پایا +

جو عزیز کہ اس معاملہ کے درمیان میں تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ نے مجھے اُس کی خلاصی کی خوشخبری سُنائی میں نے عرض کیا کہ جب تک کہ آپ وقت کی تعیین نہ فرمائینگے دلوں کو اطمینان نہ ہوگا۔ جب میں نے بہت الحاح کی تو آپ نے فرمایا کہ صبح کے وقت رہائی پائیگا۔ چنانچہ آپ کے فرمانے کے بموجب صبح کے وقت اُس نے خلاصی پائی +

از انجملہ یہ کہ اس سلسلۂ شریفہ کے ایک دولتمند پیرزادہ کو جو ماں کی طرف سے شاہی خاندان سے بھی تھا، مرض قولنج لاحق ہوا۔ مدت تک اطبا کا علاج معالجہ بھی کرتا رہا۔ لیکن مطلق فائدہ نہیں ہوا۔ اور درد کے باعث شب و روز نیند بھی نہیں آتی تھی چنانچہ اُس نے اپنے ایک دوست کو اس فقیر کے نزدیک بھیجا کہ میں اُن کے معاملہ میں خواجہ صاحب سے توجہ کرنے کے لئے عرض کروں۔ مجھے نماز عصر کے بعد اُس کی خبر پہنچی تھی، بعد نماز عشا خلوت کے موقع پر میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا انشاء اللہ میں توجہ کرنے میں کوتاہی نہیں کرونگا۔ صبح آپ نے تنہائی میں مجھے طلب کرکے فرمایا۔ تہجد کے بعد میں اُن کی رفع بلیہ کی طرف متوجہ ہوا اور بارگاہ الٰہی میں دُعا کی

چنانچہ بعنایت الٰہی اُن کی تکلیف دُور ہوگئی۔ تم جا کر انہیں خوشخبری سُناؤ۔ چنانچہ میں اُن کے پاس گیا۔ تو وہ مجھے دیکھتے ہی اُٹھے اور دوڑ کر مجھ سے ملے اور آبدیدہ ہو کر خود ہی کہنے لگے کہ مجھے معلوم ہے جس لئے آپ کو خواجہ صاحب نے بھیجا ہے۔ آج کچھ شب باقی تھی کہ میرا درد موقوف ہوگیا گویا تھا ہی نہیں۔ مجھے یقین ہوگیا کہ میرا معروضہ آپ نے خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا اور غالباً آپ نے تہجد کے وقت میری تکلیف رفع ہونے کے لئے دعا و توجہ فرمائی۔ اور آپ کی دعا کی برکت سے میرا درد رفع ہوگیا میں نے عرض کیا حقیقت الامر یہی ہے جو آپ نے بیان کیا۔ مجھے آپ نے اسی خوشخبری کے لئے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ الحمدُ للہ کہ آپ اس علوِ فطرت و خلوصِ عقیدت کے باعث نامہ و پیام کے محتاج نہیں رہے۔

غرض یہ عزیز آپ کے اس خارق کے مشاہدہ کے بعد باوجود اس پیرزادگی و سلاطین زادگی اور اس جاہ و منصب کے آپ کی انابت میں پہنچے اور آپ کے جملہ مخلصین و نیازمندوں میں داخل و شامل ہوئے۔ چنانچہ ہمیشہ پیادہ پا آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور بارگاہ الٰہی میں آپ کے وجود باجود کا شکر بجالایا کرتے تھے کہ تا دیر اللہ تعالےٰ زمانہ میں آپ کو باقی و پائندہ رکھے۔

ایک درویش اور اُس کی اہلیہ آپ کے مخلصوں میں سے تھے اور ایک خاص وجہ سے اُنہوں نے مُلتان کی سکونت اختیار کی ہوئی تھی۔ جن دنوں کہ آپ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوا۔ دوسرے دن فقیر کے ذریعہ اس نے عرض کیا کہ میری اہلیہ مدّت سے کئی ایک امراض میں گرفتار ہے اور طبابت سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک مرض کا علاج کرنے سے دوسرا مرض بڑھ جاتا ہے۔ ویسے مختلف لوگوں کی دوا دارو بھی کی۔ اُن سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اُمید ہے کہ میری طرف توجہ خاص فرمانے کے لئے عرض کریں گے۔ چنانچہ میں نے اُن کا معروضہ آپ کی خدمت بابرکت میں عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا میں شفاء کے فاتحہ پڑھوں گا۔ درویش نے مجھ سے کہا تھا کہ میری اہلیہ نے مجھے تاکید کی ہے کہ آپ کی خدمت میں اس قدر تضرع و الحاح کرنا کہ جب تک آپ یہ نہ کہیں کہ میں نے اُسے اپنی حفاظت میں لے لیا اور اُس کے امراض رفع کر دئے، تم خاطر جمع رکھو

اُس وقت تک تضرّع والحاح کئے جاتا۔ میں نے اُس کا یہ معروضہ بھی آپ کی خدمت میں عرض کردیا۔ آپ نے فرمایا یہ کیا تکلیف مالایطاق ہے۔ ہم فقرا کی طرف سے دُعا وفاتحہ ہے۔ اور جو کچھ کرتا ہے حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کرتا ہے۔ مَیں نے گستاخی کرکے عرض کیا کہ وہ آپ کے مرتبہ ومقام کے لحاظ سے تو اسے تکلیف مالایطاق نہیں سمجھتا۔ بلکہ آپ کے مرتبہ ومقام کے لحاظ سے تو وہ اسے بہت آسان سمجھتا ہے۔ آپ خاموش ہوگئے۔ دوسرے روز مَیں نے آپ کی خدمت میں پھر عرض کیا کہ وہ بیچارہ اُمیدوار ہے اور چاہتا ہے کہ محروم نہ رہے ایک ساعت کے بعد آپ نے فرمایا کہ خوش ہوجاؤ۔ مَیں نے ویسا ہی کیا جیسا کہ وہ چاہتا ہے۔ خاطر جمع رکھو +

درویش آپ کی قدمبوسی کرکے رخصت ہوا۔ اور ہم خبر شفا پہنچنے کے منتظر رہے چند روز کے بعد اُس کا خط آیا۔ اُس نے لکھا تھا کہ جب میں یہاں پہنچا، تو مَیں نے اپنی اہلیہ کو تندرست پایا۔ دنوں کا حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ جس روز سے خواجہ صاحب نے فرمایا تھا اُسی روز سے ایک ایک مرض رخصت ہونا شروع ہوا +

راقم الحروف نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ نے تبسّم کیا۔ اور حق تعالیٰ کی حمد وثنا کی +

مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم سلّمہُ اللہ تعالیٰ کی بیاض میں مَیں نے دیکھا کہ اُس میں لکھا ہوا تھا کہ ایک دفعہ طاعون کا غلبہ ہوا۔ لوگوں نے ایک عزیز کے بارے میں خوابہائے ناخوش دیکھے اور آپ کی خدمت عرض کئے۔ آپ نے اُن عزیز کو بُلا کر حصن حصین کا ختم پڑھنے کے لئے فرمایا۔ چنانچہ اُنہوں نے ختم پڑھ کر آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے فاتحہ پڑھی۔ بعد ادائے فاتحہ فرمایا کہ اثنائے فاتحہ خوانی میں مَیں نے تمہارے گرداگرد ایک قلعہ دیکھا ہے۔ لیکن بعض اطراف سے کچھ شکستہ معلوم ہوتا ہے۔ شاید تمہارے ختم میں کچھ کوتاہی وقصور واقع ہوا ہوگا +

اُس شخص نے جاکر پھر ایک اور ختم پڑھا۔ آپ نے فرمایا یہ قلعہ نزدیک نظر آتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ معاملہ عجیب ہے۔ پہلا قلعہ مَیں نے دیکھا کہ تمہارے پاس سے منتقل ہوا۔ مَیں نے گمان کیا کہ میرے گرد آگیا۔ لیکن وہ تمہارے برادرزادہ کے گرداگرد ہوگیا۔ اور اچھی طرح اُس کا احاطہ کرلیا۔ ان کا برادرزادہ امراض صعبہ میں مبتلا تھا

اور اطبا اُس کے علاج سے عاجز آ گئے تھے انہیں دنوں میں اُس نے بھی صحت پائی اور خود یہ عزیز بھی بعافیت رہے +

از انجملہ یہ کہ مولانا محمد امین جو خواجہ دیوانہ سورتی کے مریدوں میں سے تھے مدت سے ایک سخت مرض میں مُبتلا تھے۔ علاج معالجہ اور دُعا دوا سب کچھ کر چکے تھے کسی سے کچھ آرام نہ ہوا۔ آپ کی شہرت سُنے ہوئے تھے۔ لہذا ایک عریضہ آپ کی خدمت میں بھی ارسال کیا اور عنایت و توجہ کے طالب ہوئے۔ آپنے اُن کے حال پر ترحم کیا۔ اور ایک پیراہن مع ایک عنایت نامہ کے ارسال فرمایا۔ اور وہ عنایت نامہ یہ ہے +

مخدومی کب تک مادر مہربان کی طرح اپنے لئے لرزتا چاہیے۔ اور کہاں تک غصہ و غم میں پیچ و تاب کھانا چاہیے بہتر ہے کہ خود کو اور سب کو مردہ خیال کرے اور جمادات کی طرح اپنے آپ کو بےحس و حرکت سمجھے۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ نص قاطع ہے۔ اس قلیل عرصہ میں ذکر و شغل کے ذریعہ ازالہ مرض قلبی کا کرنا چاہیے۔ اور یاد الہی اعظم مقاصد سے ہے۔ جو دل گرفتار غیر ہے اُس سے کیا کچھ خیر کی توقع ہو سکتی ہے اور جو رُوح کہ اسفل کی طرف مائل ہو۔ اُس رُوح سے نفس امارہ بہتر ہے۔ اس جگہ سلامتی قلب ڈھونڈتے ہیں اور خلاصی رُوح چاہتے ہیں۔ ہم کوتہ اندیشوں کی رُوح قلب تحصیل اسباب میں گرفتار رہے۔ ہیہات ہیہات کیا کرنا چاہیے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ +

آپ ضعف ظاہری کا اندیشہ نہ کریں انشاء اللہ تعالےٰ صحت و عافیت سے مُتبدل ہو جائیگا۔ خاطر جمع فرمائیں۔ جامۂ فقرا جو آپ نے طلب کیا ہے پیراہن ارسال ہے اُسے آپ پہنیں انشاء اللہ تعالےٰ نتائج و ثمرات کثیر البرکت ظاہر ہونگے ~

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است
وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است

والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفےٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ من الصلوٰۃ افضلھا ومن التحیات اکملھا +

غرض اُن عزیز نے آپ کا پیراہن پہنا اور مرض اکی سالہ سے رہائی پائی اور

آکر آپ کے مریدوں میں داخل ہو گئے +

از انجملہ یہ کہ آپ کے مخلصوں میں سے ایک فاضل بیان کرتے ہیں کہ آپ کے ساتھ میری ارادت کا باعث یہ ہوا کہ میرا ایک عزیز جس سے میں محبت رکھتا تھا، ایک دفعہ وہ سخت بیمار رہا۔ دوا اور علاج معالجہ بہت کیا۔ لیکن سود مند نہ رہا۔ ایک دوست نے آپ کا ذکر خیر کیا۔ لہٰذا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مریض کے لئے آپ سے توجہ و فاتحہ کا التماس کیا۔ آپ حجرہ کے اندر تشریف لے گئے اور ایک لمحہ بھر کے بعد باہر آئے۔ اور فرمایا، فلاں طالب العلم جس نے فاتحہ شفا طلب کی تھی، کہاں ہے۔ مَیں حاضر ہوا۔ فرمایا، ہم نے فاتحہ مغفرت پڑھ دی۔ مَیں حیران ہو کر اپنے گھر واپس گیا۔ جو سرہند سے کئی کوس کے فاصلہ پر واقع تھا۔ مَیں نے رستہ میں اپنے دل میں کہا۔ مغفرت کا لفظ اُس کے فوت ہونے پر صراحت رکھتا ہے اگر واقع یہ ہے تو یہ آپ کا خارق عظیم ہے۔ مَیں واپس آکر آپ کا مرید ہونگا۔ جب مَیں گھر پہنچا تو لوگ اُس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو چکے تھے۔ مَیں نے جب وقت کا حساب کیا۔ تو معلوم ہوا کہ جب اُس کا انتقال ہوا تو آپ کو اس کا علم ہو گیا اور مجھے بُلا کر آپ نے فرمایا کہ ہم نے اُس کی فاتحہ مغفرت پڑھ دی۔ مَیں واپس آکر آپ کا مرید ہوا +

از انجملہ یہ ہے کہ راقم الحروف سے آپ کے ایک مخلص نے بیان کیا۔ کہ میں ایک کام کے لئے لاہور سے ترن پور جانے لگا تو رستہ میں سرہند ہوتا ہوا آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ یہاں پہنچکر مجھے اس قدر ضعف لاحق ہوا کہ ترن پور جانے میں تردد کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کام چونکہ ضروری ہے اس لئے ضرور چلے جاؤ۔ انشاء اللہ خیریت ہے۔ مَیں حسب الامر روانہ ہوا۔ دو تین منزل کے بعد ضعف نے بہت غلبہ کیا۔ مَیں نے دل میں کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ خیریت ہے چلے جاؤ لیکن اب صورت حال تو یہ ہے۔ مَیں اسی اضطراب اور پیچ و تاب میں تھا کہ آپ مجھے نظر آئے اور فرمایا خاطر جمع رکھو، مَیں نے تمہارا ضعف دفع کر دیا۔ چنانچہ صبح مَیں نے دیکھا کہ ضعف کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ جب دہلی پہنچا تو ایک دوست نے مجھے ایک گرم معجون کھانے کے لئے دی۔ اس کے کھانے سے ضعف پھر عود کر آیا۔ اور مَیں

بچھونے پر پڑ رہا۔ اور آپ کی خدمت میں التماس کیا۔ دو روز نہیں گذرے کہ ایک قدیمی دوست جو آپ کی خدمت میں رہتا تھا دروازہ سے آتا ہوا نظر آیا۔ مَیں نے پوچھا خیر ہے۔ کہا خواجہ صاحب نے مجھے بُلا کر فرمایا کہ خود کو اپنے فلاں دوست کے پاس پُہنچاؤ۔ کیونکہ وہ سفر میں ہے اور ضعف اُس پر غلبہ کرتا ہے۔ اس لئے کوئی تم جیسا مہربان اُس کے ہمراہ ہونا چاہئے۔ اور چلتے وقت آپ نے مجھے یہ مصری کی تھیلی بھی دی کر تمہیں پُہنچا دوں۔ یہ مصری تمہارے ضعف رفع کرنے کے لئے تجویز کی ہے۔ لیکن اطبّا نے مجھے اس کا شربت پینے سے منع کیا کہ غلبۂ تپ میں شیرینی اور ٹھنڈا شربت پینا مُضر ہے۔ مَیں نے کہا طبیبوں کے کہنے کو رہنے دو۔ یہ دوا میرے لئے طبیب الٰہی نے بھیجی ہے۔ چنانچہ مَیں نے اُس کا شربت کر کے پیا۔ اور میرا نصف ضعف اُس سے کم ہوگیا۔ باقی نبات دوسرے روز پی تو ضعف بالکل جاتا رہا۔ اور تپ بھی نہ رہی۔ حاضرین اس واقعہ سے نہایت متعجب ہوئے۔ اور آپ کے معتقد ہو گئے +

از انجملہ یہ کہ ایک روز راقم الحروف عفی اللہ عنہ سورۂ بنی اسرائیل تلاوت کر رہا تھا۔ جب آیہ کریمہ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا پر پُہنچا تو دل پر خطرہ گذرا کہ اداے نماز تہجد کو نصیب برکات مقام محمود میں تو شاید کوئی دخل نہیں ہے۔ آپ سے پوچھنا چاہئے +

چنانچہ مَیں اس ارادہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ وضو کر رہے تھے۔ آپ نے فی الفور فرمایا کہ نماز تہجّد کو لازم رکھو۔ عرض کیا ہاں ادا کرتا ہوں۔ فرمایا جو شخص تہجُّد پڑھتا ہے مقام محمود سے بہرہ تمام حاصل کرتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں اس بات کے پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تھا الحمدللہ کہ جناب کی توجّہ سے بلا استفسار کے غرض حاصل ہوئی +

نیز راقم الحروف عفی اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ جن دنوں کہ آپ نے اس کمترین کو طریق رابطہ میں مشغول کیا تھا اُن دنوں بندہ پر راہ عشق بازی کھلی ہوئی تھی ایک روز مَیں نے یہ رُباعی پڑھی ؎

اے آنکہ ملائک مگس قند تواند | دل سوختگانِ عشق اسپند تو اند

کانِ نمک از لعل تو آوارہ بجوہ　　　عالم ہمہ در شور شکر خندِ تو اند

آپ نے بجرد استماع اس رباعی کے فرمایا کہ کسی کی مدح اتنی نہیں کرنی چاہئے۔ کہ اُس سے کسی اور بزرگ کی قدح لازم آئے۔ ملائکہ بیں بزرگ ہیں۔ جمہور اہلِ سُنت کا مسلک یہی ہے کہ عوام ملائکہ عوام بشر سے کہ اولیا اور اُن سے کم درجہ کے مسلمان ہی افضل ہیں اُن کو نمکِ قند کہنا نا ملایم ہے۔ بندہ نے چاہا کہ حضرت مولانا روم کی اس بیت سے جو آپ کی زبان مبارک سے ابھی مذکور ہوئی استشہاد کروں۔ لیکن معارضہ سمجھ کر میں خاموش رہا۔ لیکن آپ نے خود فرمایا کہ مبادا مولانا روم کی بیت ؎

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیاہش شد ورق

پر تم نے بھروسہ کیا ہو۔ کیونکہ خاصانِ حق سے غالباً مولانا روم قدس سرہٗ کی مراد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہونگے یا یہ کہ مُبالغہ کے طور پر کہا ہوگا۔ اور یا یہ کہ حالتِ سُکر میں اُن سے صادر ہوا ہوگا +

آپ کے کئی ثقہ دوست نقل کرتے ہیں کہ ایک سفر میں آپ ایک سرائے میں اُترے۔ بعد ازاں آپ نے دوستوں سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ سرائے میں کوئی بلا نازل ہوگی اور تمام اہل سرائے کو پہنچیگی۔ دوستوں میں سے ہر ایک کے کہہ دو کہ دُعاے ماثورہ بسم اللّٰہ الذی لا یضرّ مع اسمہٖ شیئٌ فی الارض ولا فی السّماء اور اعوذ بکلمات اللّٰہ التّآمّات من شرّ ما خلق کا ورد کرتے رہیں۔ کیونکہ جو شخص اس دعا کا ورد کرتا رہیگا۔ وہ اُس بلا سے انشاء اللہ تعالیٰ محفوظ رہیگا +

آپ کے زمانے کو قریباً دو گھنٹہ گذرے ہونگے کہ اس سرائے میں ایک طرف سے آگ لگ گئی اور بہت زور پکڑ گئی۔ یہاں تک کہ لوگ اُسے بجھاتے بجھاتے عاجز ہو گئے۔ بہت سے مکانات اور بہت کچھ مال متاع جل گیا۔ مولانا عبدالمومن لاہوری کا اسباب بھی جلگیا۔ یہ آپ کے مخلصوں میں سے تھے۔ وہ جلا ہوا اسباب اُٹھا کر آپ کے پاس لائے۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں دعاے ماثورہ پڑھنے کی کسی نے خبر نہیں کی۔ اُنھوں نے عرض کیا جی نہیں۔ آپ نے دوستوں کو عتاب کیا۔ غرض جس جس نے دُعاے ماثورہ ورد کی اُس کا تمام اسباب جلنے سے محفوظ رہا +

ایک فقیر جو حدود دکن میں سکونت رکھتا تھا۔ اگرچہ آپ کی خدمت سے شرف اندوز نہیں ہوا تھا لیکن غائبانہ آپ کی شرف ملازمت خدمت کا بہت مشتاق و آرزومند تھا۔ چنانچہ کمال اشتیاق اور استدادِ ایام محرومی و فراق کے باعث اُس نے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ بھی ارسال کیا تھا۔ آپ نے اُس کے جواب میں عنایت نامہ لکھا۔ اور اُس میں تحریر فرمایا کہ تمہارا نامہ پڑھتے وقت تمہاری انبساط و خوشی کی تو نرات اُس نواح میں بکثرت نظر آئی اور اُمیدوار کیا۔ الحمد للہ والمنۃ علٰے ذٰلک اس عنایت نامہ کے پہنچنے سے ایک سال کے بعد درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ عرصہ رہکر الطاف و توجہات دیکھیں اور پھر دکن رخصت ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ کے فرمانے کے بموجب قریبًا ایک ہزار سے زائد لوگ اُس درویش کے ذریعہ طریق نقشبندیہ میں داخل ہوئے۔ اور ایک جم غفیر صاحب ذوق و حال ہو گیا۔ اور بہت سے فسق و فجور سے صلاحیت پر ہو گئے۔ اور یہ آپ نے اُس درویش کے حق میں پانچ سال پیشتر سے فرمایا تھا +

نیز صوبہ دکن میں ایک خان رہتا تھا اور علما و صلحا اور عارفوں سے کمال محبت رکھتا تھا۔ اور بالخصوص آپ کے ساتھ بھی اُس کو بہت اعتقاد تھا اتفاق ایسا ہوا کہ ناگاہ وہ اپنی سرداری سے معزول کر دیا گیا۔ سُلطان وقت اُس سے اور اُس کے فرزندوں سے نہایت بدگمان ہو گیا۔ یہ بھی خوف تھا کہ کہیں قتل نہ کروا دیا جائے سیدی مرشدی میر محمد نعمان اس خانخانان محبّ الفقرا سے واقف تھے۔ لہذا اُن کا حال اُنہوں نے آپ کی خدمت میں لکھ بھیجا اور التماس کیا کہ آپ ان کے معاملہ میں توجہ خاص فرمائیں کہ پھر اپنے منصب پر پہنچ جائے اور آفات سے محفوظ رہے۔ آپ نے انہیں بجواب تحریر فرمایا کہ آپ کا نامہ مطالعہ کرتے وقت خانخانان عالیشان نظر آیا آپ اُن کے معاملہ میں خاطر جمع رکھیں +

میر صاحب نے آپ کا عنایت نامہ خانخانان کے پاس بھیجدیا۔ وہ اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اُن کا شکریہ بجا لائے۔ اور کہنے لگے کہ رہائی بہت دشوار معلوم ہوتی ہے کہ سُلطان میری طرف سے سخت بدگمان ہو گیا ہے اور حاسدوں نے بھی اس معاملہ کو بہت اشتعال دیا ہے۔ تاہم بزرگوں کی توجہ و برکت سے میری عُلوِ شان

عجب نہیں۔ چنانچہ دس بارہ دن کا بھی عرصہ گذرنے نہ پایا تھا کہ سلطان نے اُس کے حال پر شفقت کی اور پھر اُس کو صوبہ داری پر بحال کر دیا۔ اور الطاف و عنایات کیں ٭

از انجملہ یہ کہ ایک سجادہ نشین دُور دراز سے بجمعیت تمام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی قدیم عادت تھی کہ آپ کے پاس آنے والوں اور بالخصوص مشائخ وصلحا کے ساتھ کمال بشاشت اور تواضع و مہربانی سے پیش آتے تھے۔ لیکن ان عزیز کے حق میں آپ کے کچھ زیادہ الطاف و توجہات ظہور میں نہیں آئیں بعض مخلصوں نے عرض کیا کہ یہ عزیز مشاہیر مشائخ سے ہے اور باخلاص تمام دور و دراز سے خدمت عالی میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے اُن پر کچھ زیادہ توجہات نہیں فرمائیں آپ نے فرمایا کہ میرا گمان بھی یہی تھا۔ لیکن کیا کیا جائے کہ میں اس کی پیشانی پر لفظ انکار بخط جلی دیکھتا ہوں۔ دوستوں کو تعجب ہوا۔ چنانچہ بعد ایک مدت کے آپکے آثار فراست ظاہر ہوئے۔ اتقوا فراسۃ المومن فانہٗ ینظر بنور اللّٰہ ٭

از انجملہ یہ کہ ایک درویش نے فقیر سے بیان کیا کہ میں نے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کر کے یہ راز دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے، صحابہ کرام بہ برکت صحبت جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کمل اولیا سے اور غیر صحابہ سے افضل ہوئے۔ کیا اسی ایک صحبت میں اُن پر کوئی حالت طاری ہو جاتی تھی کہ جس کے باعث وہ افضل اُمت ٹھیرے ٭

آپنے بجواب اس کے تحریر فرمایا کہ حل اس سوال کا صحبت و خدمت سے تعلق رکھتا ہے ٭

درویش بیان کرتا ہے کہ میں آپ کی خدمت و صحبت میں حاضر ہوا۔ اور اول صحبت ہی میں مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ شرح بیان میں نہیں آسکتی۔ آخر اسی روز آپ نے مجھے بُلا کر فرمایا کہ دیکھو آج ہی میں نے تمہاری حالت کو بدل دیا۔ تمہاری صورت حال کچھ اور ہی ہو گئی۔ اس سے اپنے سوال کا حل سمجھ سکتے ہو ٭

میں نے سر نیاز اس سرو بوستان کی خاک قدم پر رکھا۔ اور آپکے دیدۂ دل کی جوئبار سے انوار وراثت کا اقتباس کیا ٭

آپ کے بعض مخلص بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ایک سید صاحب دل آپ کی

خدمت میں آ گئے۔ ذکر قلبی نے اُن پر اس درجہ غلبہ کیا تھا کہ نزدیک بیٹھنے والوں کو آواز سُنائی دیتی تھی۔ اور جب سو جاتا۔ تو اس سے دوچند آواز سُنائی دیتی تھی بعض مشائخ وقت سے اجازت و خرقہ حاصل کئے ہوئے تھے اور آپ سے بھی اجازت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب آپ کو ان کے حال و ارادہ کی اطلاع ہوئی۔ فرمایا یہ ایک آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن غلبۂ ذکر قلبی اور ان اجازتہائے بیحاصل کی وجہ سے ان کی ترقی مسدود ہو گئی ہے۔ لہٰذا مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی یہ حالت سلب کر لی جائے۔ چنانچہ دو روز ہی نہ گذرے تھے کہ آپ نے اُن کی یہ حالت سلب کر لی۔ ہر چند کہ وہ یہ حالت بہ تکلف پیدا کرنا چاہتے تھے۔ لیکن مطلق کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ حیران ہو کر گریہ زاری کرتے اور اشک حسرت بہاتے اور زبان حال سے یہ مصرع کہتے ع

ہر چہ اندر خانہ بود آں طرّہ طرار برد

کئی روز تک آپ نے انہیں اسی طرح پیچ و تاب اور انتظار میں رکھا۔ جب آپ ان کی پندار و خودی کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ چکے تو تب آپ نے اُنہیں طلب کر کے اُن کا تفقّد حال کیا اور احوال مخفیہ میں مشغول کیا۔ اور فرمایا۔ کہ معاملۂ باطن مخفی رہنا چاہئے

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند | کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

از انجملہ یہ کہ آپ کے برادر خورد شیخ محمد مسعود جو آپ کے مریداں سے تھے اور صاحب کشوف تھے۔ آپ تجارت کیا کرتے تھے۔ اسی ضمن میں آپ ایک دفعہ قندھار گئے۔ انہیں دنوں میں ایک روز صبح کو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے خادم سے فرمایا۔ کہ عجیب معاملہ ہے آج مَیں نے چاہا کہ محمد مسعود کے احوال کی طرف متوجہ ہوں۔ ہر چند مَیں نے چشم مکاشفہ سے اُن کے احوال کی جستجو کی۔ لیکن زمین پر میں نے کہیں اُن کو نہ پایا۔ اس کے بعد پھر مَیں نے بغور اُن کی طرف توجہ کی تو اُن کی قبر نظر آئی۔ معلوم ہوا کہ حال ہی میں فوت ہوئے ہیں۔ سامعین سُنکر حیران ہوئے۔ چنانچہ چند روز کے بعد قافلہ آیا اور رفیقوں نے اُن کی وفات کی خبر پہنچائی +

از انجملہ یہ کہ جن ایام میں کہ آپ اجمیر شریف میں تشریف رکھتے تھے۔ ماہ رمضان المبارک بارش کے موسم میں آیا۔ آپ حسب ختمات قرآن مجید میں مشغول ہوئے۔

چنانچہ اول شب کو ایک تنگ مسجد میں آپ نے اپنے بیس دوستوں کے ساتھ نماز تراویح ادا کی۔ لیکن تنگی کے سبب آپ کو اور آپ کے دوستوں کو تکلیف ہوئی۔ ادائے نماز کے بعد آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہم نے پورے ختموں کا ارادہ کیا ہے اگر بفضل الٰہی بارش فرصت دیتی اور نماز تراویح شب کو صحن میں پڑھی جاتی۔ تو کیا اچھا ہوتا۔ آخر نے ایک دوست سے کہا۔ کچھ سنا۔ آپ نے کیا فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب انشاء اللہ تعالےٰ ہم آخر رمضان تک شب کو بارش نہ دیکھینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۲۷ تاریخ تک کہ چاروں ختم ہو گئے۔ شب کو اصلا بارش نہیں ہوئی اور پھر ۲۸ تاریخ سے شب کو بارش ہونا شروع ہوئی + وکان ھذا من کرامتہ الشریف +

از انجملہ یہ کہ یہی مسجد جس کا ابھی ذکر ہوا اس کی ایک دیوار بنیاد سے ہی ٹیڑھی تھی اور ایک جانب کو میلان تمام رکھتی۔ اور آنے جانے والوں کو یہی خیال ہوتا تھا کہ امروز فردا میں یہ دیوار گر جائیگی +

آپ نے ایک روز بطور خوش طبعی فرمایا کہ جب تک ہم فقرا اس جگہ ہیں۔ ہماری رعایت کر کے یہ دیوار نہیں گریگی۔ بقول بعض اکابر ھزلنا جدؒ ع

ہزل من ہزل نیست تعلیم است

ایسا ہی ہوا۔ پھر جس روز آپ نے یہاں سے کوچ کیا۔ راقم الحروف تھوڑی دیر وہاں کھڑا رہا۔ آپ قریبًا ایک میل بھی نہیں گئے ہونگے کہ دیوار یکبارگی گر پڑی +

از انجملہ یہ کہ جن دنوں آپ لاہور تشریف رکھتے تھے۔ ایک روز نماز عشا کے بعد آپ نے مکان کی ایک دیوار کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ ہرگز کوئی شخص اس دالان میں نہ سوئے۔ ایک شخص نے خوش طبعی سے اس فقیر سے کہا کہ بعض گھر تو اس سے بھی زیادہ شکستہ اور پرانے ہیں۔ اس مکان میں کیا ہو گیا کہ آج شب کو ہی گر جائیگا قریبًا دو حصہ رات گذری تھی کہ ناگہاں یہ مکان گر پڑا۔ ایک خادمہ اس دالان کے نیچے سو رہی تھی وہ اس کے نیچے دب گئی اور ایک کنیز اس کے قریب ہی سو رہی تھی اُس کے پیر پر کئی ڈھیلے آ کر گرے۔ آپ نے غصہ ہو کر فرمایا۔ کہ میں نے نہیں کہ دیا تھا کہ اس مکان کے نیچے کوئی نہ سوئے۔ لیکن جب اُس خادمہ کو مکان کے نیچے سے نکالا تو اُسے کوئی گزند نہیں پہنچی تھی +

ازانجملہ یہ کہ ایک امیر نے چاہا کہ جاکر باغیوں کا استیصال کرے۔ امیر نے استخارۃً ایک مشائخ سے ذکر کیا۔ انہوں نے فتح کی خوشخبری دی۔ اور ان کے قتل و غارت کی ترغیب دی۔ لیکن قبل ازینکہ امیر کی دشمنوں سے مٹ بھیڑ ہو۔ مشارٌالیہ نے احتیاطاً آپ کی خدمت میں بھی ایک عریضہ ارسال کیا کہ میں نے اس باب میں فتح کی خبر دی ہے۔ آپ اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے انہیں لکھا کہ آپ نے اس مکاشفہ میں خطا کی ہے۔ معاملہ ہمارے نزدیک برعکس ہے۔ امیر چونکہ دور نکل گیا تھا۔ اس لئے آپ کے فرمودہ کی امیر کو اطلاع نہیں دیجا سکی۔ تین چار روز کے بعد امیر کی ہزیمت کی خبر آئی اور بہ پریشانی تمام واپس آیا۔

ازانجملہ یہ کہ سلطان وقت کا تیسرا فرزند جو اپنے بھائیوں میں امتیاز تمام رکھتا تھا اس کے اور باپ کے درمیان منازعت ہوگئی۔ ایک طرف باپ لشکر جرار لیکر اور ایک طرف تینوں بھائی سپاہ لیکر میدان کارزار پر پہنچے۔ بادشاہ کے لشکر سے ایک چنا ہوا خان عین کارزار کے موقع پر سپاہ پسر میں جا ملا۔ اسی طرح اور بہت سے لوگوں کے ملجانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے شاہزادہ محب علما و فقرا اور حامی ملت بیٹھا تھا۔ اس موقع پر بعض اعاظم مشائخ وقت نے آپ کو عریضہ لکھا کہ درویشان و بزرگان دیار دہلی کو مکشوف ہوا ہے کہ فتح شاہزادہ کی ہوگی آپ اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس معرکہ میں معاملہ اس کے برخلاف مکشوف ہوتا ہے۔ لیکن ہاں آخرکار معاملہ شاہزادہ عالیمقدار بہت خوب نظر آتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چار پانچ سال تک بڑی پریشانیاں اٹھانی پڑیں۔ اس کے بعد حق سبحانہ وتعالے نے تمام بھائیوں میں اس کو پدر کا جانشین کیا۔ اور کیسا جانشین کیا کہ جمیع مملکت ہندوستان کا اس قدوۃ سلاطین کو بادشاہ کیا۔ سلمہ اللہ بالعدل والاحسان۔

اس بادشاہ سے انتظام کچھ اور ہی ہوگیا۔ اور علما و فقرا کی حرمت و عزت کچھ اور ہی ہوگئی۔ اور شریعت نبویہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے دوسری زیب و زینت پائی۔ اس لحاظ سے راقم الحروف کے دل و زبان سے اس بادشاہ اورنگ زیب صاحب شوکت و جاہ کی تاریخ سن جلوس زینت شریعت (۱۰۶۸) نکلی۔ اللہ عزوجل بحرمت سید الانام فتح و نصرت کے ساتھ برسوں تک اس بادشاہ اسلام کو زندہ و سلامت رکھے۔

فصل ۹

آپ کی وفات کا بیان

ہجرت نبوی علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ۱۰۳۴ھ ہجری تھا۔ اور عمر شریف آپ کی بشمار احمد ۶۳ ترپن سال کی تھی کہ ایک روز آپ نے خاص دوستوں کو بلا کر فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے اور ملہم کیا ہے کہ ہماری قضائے مُبرم تریسٹھ ۶۳ سال ہے +

آپ اس بات سے بہت خوش تھے کہ کمال اتباع جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام، عمر میں بھی آپ کو مطابقت نصیب ہوئی۔ اور کہ اسی طرح حضرت صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی عمروں کے ساتھ مطابقت میسر ہوئی +

۱۰۳۳ھ ہجری میں آپ اجمیر شریف سے گئے ہوئے تھے فرمایا آثار انتقال ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ مخدوم زادے اس وقت سرہند میں تھے۔ شفقت نامہ بھیجکر آپ نے سب کو بلا لیا کہ ایام انقضائے عمر نزدیک ہیں۔ چند روز تک آپ نے دونوں مخدوم زادوں کو خلوت میں بُلا کر فرمایا کہ مجھے اب تعلق اس جہان سے وابستگی نہیں رہی ہے، اب اُس جہان میں جانا چاہیے۔ جانے کے آثار بھی مشہود ہو رہے ہیں +

مخدوم زادے باہر نکلے تو احقر کو غم و حزن کے آثار ان کے چہروں سے نظر آئے۔ اور گلے میں گویا رونے کی آواز بندھی ہوئی تھی۔ خادم نے گستاخی کرکے استفسار کیا۔ تو بوجہ بے آرامی و ناشکیبائی اس عاشق وشیدا کے جو اس خبر وحشت اثر سے لاحق ہوئی تھی، بندہ کو بھی خلوت میں طلب کیا۔ اور اس قضیہ کا اظہار فرمایا۔ چونکہ آپ نے اس واقعہ سے فرزندانِ عالیقدر کا حزن و اندوہ ملاحظہ کیا۔ اور نیز آپ جانتے تھے کہ ایام وصال کا زمانہ ایک سال تک دراز ہوگا۔ اس لئے آپ نے پھر مخدوم زادوں کو بلا کر فرمایا کہ ابھی چند عرصہ تک اور ایک کام کے انجام کے لئے مجھے دیا ہے۔ اس نوید کے سننے سے مخدوم زادے اور نیز یہ عاشق دلفگار تسبیح و

ہوئے۔ اور ہم اس نوید سے کئی برسوں کے اُمّید وار ہو گئے +

جن دنوں کہ آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے روضۂ شریفہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ مدّت تک آپ محاذی صدر اُس صدر الاولیاء کے مراقب بیٹھے رہے۔ جب مراقبہ سے اُٹھے فرمایا حضرت خواجہ صاحب نے اعطاف و اشفاق بہت کئے اور تبرکات خاص سے ضیافت کی۔ اور اسرار و معارف درمیان میں لائے۔ انہیں اسرار و معارف میں سے ایک بات تھی کہ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ نظر بندی لشکر سے خلاصی کی سعی کبھی نہ کرنا اور اپنے آپ کو رضائے الٰہی کے سپرد کئے رہنا۔ اس وقت خادمان مزار فائض الانوار آن کر آپ سے دستبوس ہوئے۔ اور قبر پوش روضۂ متبرکہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ جو ہر سال اُتارا جاتا تھا۔ اس دفعہ اسی روز اُتار کر آپ کی خدمت میں حاضر کیا اور عرض کیا یہ آپ کے سزاوار ہے +

آپ نے بادب تمام اُسے قبول کر کے خادم کو دیا، اور آہ سرد کھینچی اور فرمایا اس سے نزدیکتر خواجہ صاحب کے کوئی لباس نہ تھا۔ لامحالہ وہ مجھے عنایت کیا۔ یہ ہمارے کفن کے لئے محفوظ رکھو +

انہیں دنوں کا ذکر ہے کہ بندہ تہجّد کے وقت آپ کے حجرۂ شریف کے پاس آکر آستانہ پر دو زانو بیٹھا ہوا تھا کہ حجرہ کے اندر سے حزیں و گریہ آلود آواز میرے کان میں پہنچی۔ تو دروازہ شریفہ کے سوراخ پر کان رکھ کر میں نے اس قطب الانام کو برقت تمام یہ بیت پڑھتے ہوئے سُنا۔ اور اشک نیاز آپ کے دیدۂ حق بین سے جاری تھے۔ بیت یہ ہے ؎

بادو روزہ زندگی جلے نہ شد سیر از غمت
وہ چہ خوش بودے کہ عمر جاودانی داشتے

جب آپ اس سفر سعادت اثر سے سرہند واپس آئے تو اپنے مکانات کے قریب اور مخدوم زادوں سے الگ ایک جگہ اختیار کی۔ اور بجز نماز پنجگانہ اور جمعہ کے باہر نہیں آتے تھے +

اور آپ کے پاس منبع الاسرار والانوار مخدوم زادوں اور اس فقیر اور چند خاص

خادموں اور دو تین درویشوں کے بہت کم کوئی آپ کے پاس جا سکتا تھا +

جب آپ خلوت اختیار کرنے کو تھے تو ایک روز آپ نے فرمایا کہ شیخ الاسلام ابو علی دقاق کا جب مشرب عالی ہو گیا۔ تو اُن کی مجلس خلق سے خالی ہو گئی + الحق اواخر عمر میں آپ کا مشرب اس قدر عالی ہو گیا تھا کہ آپ کے کاملین اصحاب ایسے معلوم ہوتے تھے جس طرح طفل نو مکتب میں داخل ہوتے ہیں +

ان ایام میں آپ بعض دوستوں سے خط و کتابت بھی کرتے تھے اور اکثر خطوط میں **استعفاے چلے** کا کلمہ لکھا کرتے تھے۔ اور بعض خطوط میں تصریح بھی کیا کرتے تھے کہ اواخر عمر نزدیک آ گئی، دیکھئے کیا پیش آتا ہے +

اُس زمانہ میں جب کہ سلاطین صوبہ دکن میں ہرج مرج واقعہ ہو رہا تھا فقیر نے چاہا کہ عیال و اطفال کو لیکر آپ کے قدموں کے زیر سایہ آ پڑے، لیکن آپ نے رخصت کر دیا۔ بصد اندوہ و حسرت۔ بروقت رخصت میں نے عرض کیا کہ دعا فرمائیں کہ پھر بہت جلد آستانہ حق پرست سے مشرف ہوؤں۔ آپ نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا کہ دعا کرتا ہوں کہ آخرت میں پھر ہم یکجا جمع ہو جائیں۔ اس جانگداز فقرہ نے ہوش گم کر دیئے مع ذلک۔ جب کہ قسمت میں محرومی تھی قضا سے مقاومت نہ کر سکا۔ چار و ناچار آنکھوں سے اشک ٹپکاتا ہوا اور یہ اشعار حسرت نشان پڑھتا ہوا رخصت ہوا۔ اور اُن میں سے دو رباعیں درج ذیل ہیں

رباعی

سگ کیں گشتہ حلقۂ ہر در میزد — ہر سو طبل سنج لشکر میزد
چوں یافت دکان قند باش برو — سیر فت و نیاش دست بر سر میزد

رباعی

حیفے نرفتہ از بوستان نعیم — غنچہ نشگفتہ از گلستان نعیم
آوخ کہ چوں آہ سرد اصحاب خمار — ناخوردہ شراب دل ستان نعیم

سنہ ۱۰۳۳ ہجری تھا کہ فقیر آپ سے رخصت ہوا +

اس کے بعد سے آپ کے زمانہ انتقال تک کے واقعات جس کی مدت ۹ ماہ ہے، شیخ بدرالدین سرہندی جو آپ کے مقبولین میں سے تھے اور مخدوم زادہ عالیقدر کی تحریر و تقریر سے التقاط کر کے لکھتا ہوں اور مع چند فوائد کے +

نصف شعبان سنہ مذکور تھا اور آپ خلوت خانہ میں عبادت الٰہی کر رہے تھے۔ اسی وقت آپ جس گھر میں عیال و اطفال رہتے تھے تشریف لے گئے۔ اس وقت ناگاہ عصمت پناہ یعنی والدہ محمد و محمد زادہ سلمہم اللہ کی زبان مبارک سے نکلا کہ آج شب قدر کی اور تقدیر و اندازہ کرنے یعنی جال و آمال کی رات ہے۔ اللہ تعالےٰ نے کس کا نام اوراق ہستی سے محو کیا ہوگا اور کسی کا ثابت قائم رکھا ہوگا ✦

آپ نے اُن کا یہ کلمہ سُنکر فرمایا کہ تم تو شک کے ساتھ کہہ رہی ہو لیکن اس شخص کا کیا حال ہوگا جو اپنی آنکھوں سے معائنہ کر رہا ہے کہ اُس کا نام صحیفۂ زندگانی اینجہانی سے محو کر دیا۔ اس راز ہوش رُبا کو فرما کر ایک آہ دل اسرار منزل سے نکالی ✦

انہیں دنوں آپ کے محرمانِ خاص نے جرات کر کے اس عزلت و انزوا اور انقطاع از اہل و عیال و خلق اللہ کی وجہ دریافت کی ✦

فرمایا۔ اس کا ستر یہ ہے کہ ایام ارتحال میں خود کو اس جہان کے قریب کرتا ہوں۔ اور جب واقعہ یہ ہے تو تنہائی و انزوا سے استغفار و استغفار کی اُنس پیدا کرنا اور ہمہ اوقات عبادت ظاہری و باطنی میں مستغرق رہنا ضروری ہے۔ اور یہ بغیر تبتّل و انقطاع متصوّر نہیں ہو سکتا۔ لہذا تم لوگ مجھ سے دست بردار ہو جاؤ۔ اور مجھے حق سُبحانہٗ و تعالےٰ کو سونپ دو ✦

نیز انہیں ایام میں آپ حرم سرا کی دہلیز میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا۔ اس سرا میں کہ دو ماہ کے بعد آتا ہے ہم اس گھر میں نہیں بیٹھینگے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ خلوت خانہ خاص میں آرام کرینگے۔ فرمایا اُس جگہ بھی نہیں اور نہ ان مکانوں کے سوا کہیں۔ اور عرض کیا تو پھر کہاں۔ فرمایا میں دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے ✦

وسط ذی الحجہ میں عارضہ ضیق النفس نے غلبہ کیا تو ایک روز آپ نے فرمایا کہ میں نے شیخ الجن والانس شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے مجھ پر بہت کچھ عنایات کیں اور اپنی زبان مبارک میرے منہ میں کر کے فرمایا کہ لوگ میری اس بیت سے

أَفَلَتْ شُمُوسُ الْأَوَّلِيْنَ وَشَمْسُنَا ۔ أَبَدًا عَلٰى فَلَكِ الْعُلٰى لَا تَغْرُبُ

اور میرے قول قدمی هٰذه على رقبة كل ولى الله کے معنی میں حیران ہیں تم اس کا

حل لکھو۔ کیونکہ تمہیں اس ضعف سے صحت ہو جائیگی۔ لیکن آپ پر شوق تعالےٰ حق سبحانہٗ وتعالےٰ غالب تھا۔ اور اللّٰھم بالرفیق الاعلےٰ ورد زبان تھا۔ اور فرماتے تھے کہ اگر کوئی طبیب کہدے کہ تمہارا ضعف علاج پذیر نہیں ہے تو اس کے شکریہ میں لوجہ اللہ فقرا کو روپے تقسیم کرونگا +

غرض اس شوق و اشتیاق کی وجہ سے آپ کلام اس قطب الآفاق کی شرح نہ کرسکے۔ چونکہ اس قطب الآفاق کی زبان سے صحت کا لفظ صادر ہوا تھا۔ اس لئے چند روز تک آپ کی حالت رو بہ صحت ہوگئی۔ اور ایک گونہ خستہ دل کے زخم پر کچھ دنوں مرہم لگ گیا۔ اس چند روزہ صحت میں آپ ضعف سابق اور شدائد و آلام کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے کہ میں اس ضعف و تکلیف میں حلاوت سخت پاتا تھا وہ اس چند روزہ صحت میں معلوم نہیں ہوتی۔ اس اثنا میں آپ نے صدقہ و خیرات بھی کیا +

آپ کا ایک مخلص جو آپ کا وفور شوق و اشتیاق مشاہدہ کرچکا تھا، اس صدقہ و خیرات سے دفعہ بلیات گمان کرکے حیران ہوا۔ اور عرض کرنے لگا کہ وہ کیا تھا اور یہ کیا۔ آپ نے اشعار ہندی کا یہ ایک مصرع پڑھا ؎

آج ملاوا کنت سوں سکھی سب جگ دیتوں وار

یعنی آج وصال یار ہے۔ میں اس کی خوشی سے دولت و نعمت نثار کرتا ہوں +

پھر دوازدہم محرم الحرام کو آپ نے فرمایا کہ اس وقت مجھے بتلایا ہے کہ ۵۰ روز کے درمیان تمہیں اس جہان سے اُس جہان میں آنا چاہئے۔ مجھے میری قبر بھی بتلا دی گئی۔ سامعین حسرت واندوہ کرنے لگے اور جگر پارہ پارہ +

انہیں ایام میں خواجہ محمد معصوم اور حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہما اللہ نے آپ کو گریہ کرتے ہوئے دیکھ کر دریافت کیا۔ فرمایا کہ شوق وصال ذوالجلال۔ عرض کیا کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ اپنے خاص بندوں کو باراده و اختیار خود اس جہان میں چھوڑتا ہے۔ اور جب ان کی آرزو پوری ہو جاتی ہے اللہ تعالےٰ انہیں اٹھا لیتا ہے +

چونکہ آپ نے یہ کلمہ کہتے ہوئے مخدوم زادہ کے چہرہ پر ایک قسم کا تغیر دیکھا

فرمایا، محمد سعید تم اللہ تعالیٰ سے شرماتے ہو۔ عرض کیا، اپنے احوال پر دل پُر درد و جان اندوہناک سے حسرت کرتا ہوں +

اس کے بعد معروض کیا قبلہ گاہی آپ کی یہ تمام بے شفقتی و کم مرانتی اس قدر ہمارے حق میں کیوں ہے۔ فرمایا، اس لئے کہ اللہ عزّ و جل مجھ سے زیادہ احب ہے اور نیز اس لئے کہ بعد انتقال میری شفقت و رافت تم پر زمانہ حیات کی نسبت زیادہ ہو جائیگی۔ کیونکہ اس جگہ علائق بشریہ بعض اوقات توجّہ و اعانت کرنے پر مانع ہوتے ہیں۔ اور بعد الموت فراغ و تجرّد ہے +

جس روز سے کہ آپ نے واقعہ مذکورہ بیان کیا تھا دنوں کا شمار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ۲۲ صفر کو فرمایا کہ آج ۴۰ دن پورے ہوتے ہیں۔ اب ان سات آٹھ دنوں کو دیکھو کیا ہوتا ہے +

نیز آپ نے مخدوم زادوں سے فرمایا کہ اس چند روزہ صحبت میں ہر ایک کمال کہ نوع بشر کو حاصل ہو سکتا ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ نے بطفیل اپنے حبیب جناب سرور کائنات علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ من الصلوات اکملہا و من التسلیمات افضلہا عطا فرمایا +

مخدوم زادہ عالیشان اس کلام سے پریشان خاطر ہوئے۔ کیونکہ اس کلام میں رمز مضمر تھا۔ اور یہ رمز تھا۔ کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آیۂ کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا نازل ہونے سے سمجھا تھا یعنی انتقال رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ع

ز مشک زلف تو بوئے شب فراق آمد

اس کے بعد پنجشنبہ کے دن ۲۳ صفر کو آپ نے درویشوں کو کپڑے تقسیم کئے چونکہ آپ کے جسم مبارک پر روئی دار کپڑا نہ تھا اس لئے سرد ہوا نے اثر کیا اور تپ پھر لوٹ آئی اور آپ صاحب فراش ہو گئے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیماری سے کچھ دنوں صحت پا کر پھر علیل ہوئے اور انتقال فرمایا۔ کما یستفاد من الاخبار +

آپ نے اس سے پہلے بھی اتباع سنت ہاتھ سے نہیں دی۔ اس ضعف

سے پہلے آپ نے خادم سے کہا کہ بازار سے اس قدر کوئلہ انگیٹھی سلگانے کے لئے لے آؤ۔ پھر آپ نے کہا اتنے نہیں بلکہ اس کے نصف لے آؤ۔ اور فرمایا کہ واعظ دل کہتا ہے کہ اس قدر کوئلہ سلگانے کی فرصت نہیں۔ پھر فرمایا کہ اچھا لے آؤ اور کسی کے کام آئینگے۔ چنانچہ خادم کوئلہ لایا تو آپ نے تھوڑے سے لے لئے اور باقی بچوں کے لئے گھر بھیجدئے۔ انتقال کے دن جس قدر کوئلہ آپ نے اپنے لئے الگ کئے تھے ختم ہوگئے ۔

اس ضعف میں آپ حقائق و معارف بھی بیان کرتے چلے جاتے تھے ایک روز بہت سرگرم بیان تھے۔ مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالےٰ وابقاہ نے عرض کیا کہ ضعف کی وجہ سے آپ بیان کا تحمل نہیں کرسکتے ہونگے، پھر فرصت پر کسی دوسرے وقت بیان کیجیئگا ۔

فرمایا، فرزند وقت کہاں اور فرصت کس کو۔ دوسرے وقت میں جانتا ہوں کہ زبان کو یارائے سخن نہ ہوگا ۔

ایام ضعف میں نماز باجماعت ادا کیا کرتے رہے۔ صرف اخیر چار پانچ روز آپ نے تنہا نماز پڑھی ہے۔ اسی طرح ادعیہ و اوراد ماثورہ اور ذکر و مراقبہ بھی آپ بغیر کسی فتور و نقصان کے کرتے۔ اور کوئی دقیقہ شریعت و طریقت سے آپنے فرو گذاشت نہیں کیا۔ آخری شب کو ثلث آخیری میں آپ نے اٹھ کر وضو کیا۔ اور نماز تہجد ادا کی اور فرمایا۔ یہ ہماری آخری نماز تہجد ہے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ پھر آپ کو نماز تہجد میسر نہ ہوئی

وصال سے پہلے آپ پر فرورفتگی طاری ہوئی۔ مخدوم زادہ اکبر سلمہ اللہ تعالےٰ نے افاقہ کے وقت پوچھا کہ یہ فرورفتگی ضعف کی وجہ سے ہوگئی یا استغراق کی وجہ سے ہوگئی کہ بعض معاملات درمیان میں ہونگے۔ چاہتا ہوں کہ مجھ پر بھی مکشوف ہوجائے آپ نے بعض غوامض اسرار مجملاً مخدوم زادہ اے کبار سے بیان فرمائے۔ اور جب بیہوشی سے آپ کو افاقہ ہوتا، تو آپ درویشان خستہ جگر کو وصایائے درد انگیز وداع اثر کرتے۔ اور وہ اکثر وصیتیں تحریص ترغیب اتباع سنت واجتناب بدعت اور دوام ذکر و مراقبہ کے متعلق تھیں۔ آپ فرماتے تھے کہ سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑلینا۔ گویا اس وصیت سے بھی آپ نے جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

متابعت پر نظر رکھی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی بروقت انتقال اس قسم کی نصیحتیں فرمائی ہیں۔ چنانچہ ترمذی و ابوداؤد سے بروایت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالے عنہما روایت کی ہے:۔

قَالَ وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ يَّاَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ وَاَنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ٭

کہا انہوں نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ و نصیحت کی جس سے دل دہشت کھا گئے آنکھیں بہنے لگیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو گویا رخصت کرنے والے کی نصیحت معلوم ہوتی ہے تو آپ ہمیں وصیت کیجئے فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرتے رہنے کی اور اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی اگرچہ تم پر غلام ہی کیوں حکومت نہ کرے جو شخص تم میں سے زندہ رہیگا اختلاف کثیرہ دیکھیگا سو تم میری اور میرے خلفاے راشدین مہدیین کی سنت دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا اور نئی نئی باتوں سے بچنا کیونکہ بدعات گمراہی ہیں ٭

انہیں وصایا میں آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بحکم الدین ھی النصیحۃ نصیحت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ لہذا تم کتب دینیہ سے طریق متابعت اخذ کرو اور اس پر کاربند رہو ٭

آپ نے یہ بھی وصیت کی کہ میری تجہیز و تکفین اتباع سنت نبویہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی پوری مراعات کرنا۔ اور قبل ازیں مخدوم زادوں کی والدہ ماجدہ کو وصیت کی تھی کہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا انتقال اس دار محن و ملال سے تم سے پہلے ہوگا چاہئے کہ تم میری تجہیز و تکفین اپنے مہر میں سے کرنا ٭

ایک وصیت آپ نے یہ کی تھی کہ میری قبر کسی گم نام جگہ کھودنا۔ مخدوم زادوں نے عرض کیا جس جگہ ہمارے برادر بزرگ آپ کے حسب ایما مدفون ہوئے ہیں۔ فرمایا

ان میری قبر نہیں ہوگی۔ قبر کی جگہ بھی آپ نے بتلائی۔ لیکن چونکہ آپ نے مخدوم زادوں کو اُس جگہ کے قبول کرنے میں متوقف دیکھا۔ فرمایا۔ اگر وہاں دفن نہ کرو۔ بیرون شہر والد ماجد کی قبر کے نزدیک دفن کر دینا۔ یا بیرون شہر باغ میں دفن کرنا اور میری قبر کو خام رکھنا۔ تاکہ تھوڑے ہی زمانہ کے بعد اُس کا نام و نشان باقی نہ رہے +

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ آپ کی یہ وصیت کہ میری قبر خام رکھنا فنائے تام کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور کہ آپ تخلق باخلاق حضرت بے نشان ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس کا موید فقیر کا وہ خواب ہے۔ جو آپ کے انتقال سے پہلے فقیر نے دیکھا تھا۔ وہ یہ کہ فقیر نے خواب میں دیکھا کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور میں ہر طرف این احمد این احمد کہتا پھرتا ہوں۔ اس اثنا میں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ یہ ایک بڑی مسجد ہے اس میں آپ کی قبر ہے۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا۔ تو بجز ایک خط کے جو طوطاً عرضاً بصورت قبر تھا۔ اور کچھ نہ تھا کہ لوگوں نے کہا کہ آپ کی قبر بس اسی قدر نشان رکھتی ہے۔ میرے دل پر اُس وقت اس کی تعبیر بھی گذری کہ یہ نسبت محو ہے۔ جو آخری نسبت فنا و بقا سے ہے۔ جیسا کہ آپ نے بھی اپنے ایک مکتوب میں جس کا عنوان آیۂ کریمہ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ہے۔ اس حال کی تصریح کی ہے +

اس خواب کے تھوڑے ہی دنوں بعد آپ نے انتقال فرمایا +

انہیں دنوں اواخر ماہ صفر میں کہ عنقریب آپ کا انتقال ہونے والا تھا۔ فقیر برہان پور گیا ہوا تھا۔ وہاں پر آپ کے ایک مخلص درویش نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک درخت عظیم نہایت سبز و ثمر دار اور اس قدر بلند کہ آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔ اور اُس کے سایہ میں ہزارہا آدمی آرام کر رہے ہیں یکایک ایک تند آندھی سے زمین پر آگرا۔ اور لوگ گریہ و نالہ کرنے لگے۔ اور ہر طرف سے تاسف و افسوس کی صدائیں بلند ہوئیں ؎

شور برخاست کہ وا اس محفل شکست
گریہ زد جوش کہ آبلۂ دل شکست

یہ فقیر و رلیش اس درویش کے خواب سے ہراساں تھا کہ چند روز کے بعد آپ کے

انتقال کی خبر آئی۔ جب مَیں نے اُس خواب سے آپ کے انتقال کے دنوں تک حساب کیا تو بحکم آیہ کریمہ کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَاءِ اُس خواب نے اس طرف اشارہ کیا کہ آپ سراپا متبع شریعت غرا تھے +

اب میں آپ کے وصایا کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ جب آپ نے جائے قبر کے متعلق مخدوم زادوں کو توقف کرتے دیکھا۔ تو تبسم کر کے فرمایا کہ اچھا جس جگہ تمہاری صلاح ہو دفن کر دینا +

شب سہ شنبہ ۲۹ صفر کو کہ روز وصال تھا۔ خادموں سے فرمایا کہ تم نے بڑی محنت و تکلیف اٹھائی۔ یہی ایک شب و بس ہے اور آخر شب کو فرمایا کہ اصبح لیل لے شب تو صبح کیوں نہیں ہو جاتی۔ اسی روز چاشت کے وقت آپ نے استنجا کے لئے طشت منگایا۔ پھر فرمایا اس میں ریت تو ہے نہیں قطرات گرنے کا احتمال ہے۔ غرض چونکہ قطرات سے حفاظت کرنا دشوار تھا۔ اس لئے آپ نے استنجا نہیں کیا۔ اور فرمایا طشت اُٹھا لیجاؤ۔ ایک شخص نے کہا حکیم کو قارورہ دکھلانا چاہیے آپ نے فرمایا، مَیں وضو نہیں توڑتا اور استنجا نہیں کرتا۔ مجھے اپنی جگہ لٹا دو۔ چنانچہ آپ کو لِٹا دیا گیا۔ کیوں نہیں آپ جانتے تھے کہ ایک ساعت کے بعد تو مَیں انتقال کر جاؤں گا وضو کی فرصت ہوگی نہیں۔ اس لئے آپ نے وضو نہیں توڑا اور بطہارت اس جہان سے انتقال کیا +

جب آپ کو تکیہ پر لٹا دیا گیا تو آپ نے بطریق مسنون رخسار کے نیچے اپنا داہنا ہاتھ رکھ لیا۔ اور ذکر میں مشغول ہو گئے +

جب حضرت مخدوم زادہ نے سُرعت نفس دیکھ کر پوچھا، اب کیا حال ہے فرمایا۔ اچھا ہوں۔ اور فرمایا کہ میں نے دو رکعت نماز پڑھی ہے، کافی ہے +

اس کے بعد آپ نے بجز ذکر کے اور کوئی کلام نہیں کیا اور ایک لمحہ کے بعد جاں بحق تسلیم ہوئے رحمہ اللہ سبحانہ، رحمۃً واسعۃً +

اکثر انبیا علیہم السلام کا آخری کلام نماز پر ختم ہوا ہے۔ لہذا اس باب میں بھی انبیائے علیہم السلام اور سید المرسلین رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی +

یہ واقعہ عظیمہ سہ شنبہ کے دن چاشت کے وقت ۲۹ ماہ صفر کو واقع ہوا۔

یہ مہینہ ۲۹ کا تھا، لہذا شب اوّل ماہ ربیع الاوّل کہ ماہ نبوی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے۔ ایام ضعف و تپ بحکم حدیث شریف حُمّیٰ یوم کفارۃ سنۃٍ موافق تعداد سال کہ ۶۳ سال تھی واقع ہوئی ٭

جب غسّال نے آپ کو غسل کے لئے تختہ پر لٹایا تو حاضرین نے معائنہ کیا کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ بطریق نماز باندھے ہوئے تھے۔ بائیں ہاتھ پر داہنے ہاتھ کی ابہام و خنصر سے حلقہ کئے ہوئے تھے۔ حالانکہ حضرت مخدوم زادہ سلمۂ اللہ نے بعد انتقال آپ کے ہاتھ دراز کر دئے تھے۔ تخت پر لٹاتے وقت آپ نے تبسّم کیا اور دیر تک تبسّم رہے۔ یہاں تک کہ حاضرین فریاد کرنے لگے۔ یہ قطعہ اس وقت آپ کے اور حاضرین کے مناسب حال ہے قطعہ

یاد داری کہ وقت زادنِ تو — ہمہ خنداں بُدند و تو گریاں

آنچناں زی کہ وقت رفتنِ تو — ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

غسّال نے آپ کے دونوں ہاتھ کشادہ کر کے بائیں کروٹ پر لٹایا اور داہنی جانب غسل دیا۔ اس کے بعد داہنی کروٹ پر لٹا کر بائیں جانب غسل دیا۔ جب بائیں جانب بھی غسل دے چکا، تو پھر حاضرین نے معائنہ کیا کہ آپ کے دونوں دست مبارک بطریق سابق ایک ضعیف حرکت کے ساتھ حالت نماز کی طرح بندھ گئے اور دست راست کی ابہام و خنصر نے دست چپ کے پہنچے پر حلقہ کر لیا۔ اسی طرح کفن پہناتے وقت بھی یہی تعجب ظہور میں آیا۔ حاضرین مشاہدہ کرتے جاتے تھے کہ آپ کے دست مبارک کشادہ کر دئے جاتے ہیں اور آپ بطریق مذکور حالت نماز کی طرح باندھ لیتے ہیں جب دو تین دفعہ ایسا ہی واقع ہوا۔ تو معلوم کیا کہ اس جگہ کوئی سرّ مبطن و راز مخفی ہے۔ اس لئے پھر تعرض نہیں کیا اور آپ کے دست مبارک ویسے ہی بندھے رہنے دئے اس وقت خواجہ محمد سعید سلمۂ اللہ نے فرمایا معلوم ہوا آپ کی مرضی یہی ہے کہ آپکے دست مبارک اسی طرح رہنے دئے جائیں۔ صدق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کما تعیشون تموتون۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے کہ جس طرح زندگی بسر کرو گے ویسے ہی مرو گے بھی۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ٭

آپ کے ان خوارق عظیمہ کا مشاہدہ مخلصین کے لئے موجب مزید عقیدت اور دوسروں کے لئے باعث حیرت وحصول اعتقاد وارادت +

آپ کی حسب وصیت بصواب فقیہ وقت حضرت خواجہ محمد سعید و دیگر فضلائے حاضرین تین سفید کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ لفافہ قمیص ازار بند (تہبند) اور قمیص بروایت مُفتی بہا چاک کر کے پہنا دیا گیا۔ اور عمامہ نہیں دیا گیا۔ کیونکہ فقہا و محدثین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کو عمامہ نہیں دیا تھا +

قہستانی میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ عمامہ کفن میں مکروہ ہے +

علامۂ ربانی میر سید جرجانی نے بھی شرح سراجی میں کفن میں عمامہ دینا بتاکید منع کیا ہے اور حدیث ان اللہ وتر یحب الوتر اس کی مقتضی ہے +

نماز جنازہ آپ کے فرزند بزرگ خواجہ محمد سعید دامت برکاتہ نے پڑھائی اور نماز کے بعد دعا کے لئے نہ کھڑے رہے کیونکہ خلاف سنت ہے۔ چنانچہ کتب فقہ میں مذکور ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا مکروہ ہے +

آپ کا روضہ فائض الانوار آپ ہی کی مسجد میں جانب شمال واقعہ ہے یہیں پر خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کو دفن کیا۔ نورانیت وشرافت اس جگہ کی بارہا آپ نے بیان کی ہے +

چنانچہ ایک مکتوب میں بھی آپ نے اس جگہ کا حال بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ بعنایت حق سبحانہٗ وتصدق حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم زمین سرہند میرے احتیاج کی جگہ ہے کہ میرے لئے ایک چاہ عمیق کو پُر کر کے ایک اونچا مقام بنایا اور اکثر بلاد وامصار سے اسے بلند کیا اور ایک نور اس زمین میں ودیعت کیا جو نور بے صفت وبے کیفیت سے مقتبس اور اس نور کا ہمرنگ ہے۔ جو زمین سعت بیت اللہ سے ساطع ولامع ہے۔ یہ نور میرے بڑے فرزند مرحوم کے انتقال سے چند ماہ پہلے اس فقیر پر ظاہر ہوا۔ جو کیفیات سے منزہ ومبرا تھا۔ آرزو یہ ہوئی کہ یہ زمین میرا مدفن ہو۔ اور وہ نور میری قبر پر سے ساطع ولامع ہو۔ اس امر کا میں نے اپنے بڑے فرزند مرحوم سے اظہار کیا۔ اتفاق سے میرے فرزند مرحوم نے سبقت کی۔

اور وہ اس پردۂ خاک و دریائے نور میں مستغرق ہوگیا۔ پس یہ امر اس بلدہ کی شرف و عظمت سے ہے کہ میرا بڑا فرزند مرحوم جو اکابر اولیاء اللہ سے تھا اس جگہ آسودہ ہے پھر ایک مدت کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ نور اس فقیر کے انوار قلبیہ کا ایک لمعہ ہے کہ اس فقیر کے قلب سے اقتباس کر کے اس جگہ روشن ہوا جس طرح مشعل سے چراغ روشن کرتے ہیں قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ، اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ انتہیٰ مرقومہ الشریف۔

راقم الحروف نے آپ کے انتقال سے دو سال پہلے مخدوم زادہ جامع الاکمال والعلوم خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ کی زبان مبارک سے سنا کہ آپ نے فرمایا۔ میں عزلت وانزوا کا ارادہ کر کے گوشہ نشین ہوا۔ تو اس درمیان میں مجھے الہام کیا کہ طریق پسندیدہ و مرضی یہی ہے جس حال پر اس وقت تم ہو نہ وہ طریق جس کی تم نے خواہش کی ہے۔ اس وقت بلدۂ سرہند میری نظر میں تاریک نظر آیا۔ اور بوجہ تاریکی کے کچھ اس میں نظر نہیں آتا تھا۔

ایک دفعہ اور انتقال سے کئی سال پہلے ایک روز آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے فرزند مرحوم کی قبر کے برابر دفن کرینگے۔ کیونکہ میں نے اس زمین کو جو داخل احاطہ ہے روضۂ جنت دیکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بروقت تردد مخدوم زادوں کو اختیار دیدیا کہ جہاں مناسب سمجھیں دفن کریں۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ وہ آپ کی سابقہ تحریر و گفتار کے مطابق اس جگہ دفن کرینگے۔ اور جو آپ نے انہیں اختیار دینے سے پہلے دو ایک مقام دفن کرنے کے لئے اور بتلائے تھے وہ آپ کی فنا و خمول و بے نشانیوں کی وجہ سے صادر ہوا تھا۔

واضح ہو کہ انتقال کے بعد بھی آپ کے خوارق بعض مخصوصوں نے دیکھے ہیں چنانچہ ان خوارق میں سے کئی ایک کا اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے۔

اُن میں سے ایک یہ ہے جو آپ کے مریدوں اور غیر مریدوں میں سے بہت سے درویشوں نے اس فقیر سے بیان کیا کہ قبر شریف حضرت مخدوم زادہ مرحوم کی وسط احاطہ میں واقع تھی جیسا کہ فقیر اور تمام مخصوصوں نے دیکھا۔ بلکہ گمان فقیر کا یہ ہے کہ وسط سے کسی قدر قبلہ کی طرف مائل تھی اور حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کا گنج وجود حضرت مخدوم زادہ مرحوم کے برابر سپرد خاک کیا تھا۔ اور اب زائرین باتفاق بیان

کرتے ہیں کہ حضرت مخدوم زادہ کی قبر قریباً ایک گز کے فاصلہ سے شرقی دیوار کی جانب ہٹ گئی ۔

از انجملہ یہ کہ مولانا بدر الدین سرہندی اپنے رسالہ میں جو آپ نے حضرت خواجہ صاحب کے حالات وفات میں لکھا ہے، تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے انتقال کے روز اطراف آسمان نہایت سُرخ تھے۔ جیسا کہ **شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور** میں حدیث وارد ہے:۔

بَلَغَنِیْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یَبْکِیَانِ عَلَی الْمُؤْمِنِ وَبُکَاءُ السَّمَاءِ حُمْرَۃُ اٰفَاقِہَا ۔

حدیث پہنچی ہے کہ مومن کی موت پر آسمان زمین روتے ہیں اور آسمان کا رونا اطراف آسمان کا سُرخ ہو جانا ہے ۔

اور جو کچھ کہ آپ کے انتقال کے بعد مخدوم زادوں اور بعض دیگر درویشوں نے خواب میں دیکھا یا واقعات و مکاشفات میں معلوم کیا۔ اس سے زیادہ ہے کہ تحریر میں آسکے ۔

از انجملہ یہ کہ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ مَیں نے آپ کو دفن کرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ پر بہت کچھ انعامات کئے جن پر آپ نے نہایت بشاشت و فرحت کا اظہار کیا۔ مَیں نے عرض کیا کہ مقام شکر سے بھی کسی کو نصیب عطا کیا ہے۔ فرمایا ہاں مجھے بھی جملہ شاکرین سے کیا۔ مَیں نے عرض کیا کہ قرآن مجید میں وقلیل من عبادی الشکور وارد ہوا ہے اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ صرف پیغمبروں کی جماعت ہوگی یا زیادہ سے زیادہ کُل اصحاب رسُول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم جیسے حضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی داخل ہوں گے۔ فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔ لیکن مجھے بھی بفضل و عنایت زمرۂ شاکرین میں داخل و شامل کیا ۔

اور حضرت مخدوم خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالےٰ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے خواب میں آپ سے پوچھا کہ معاملہ منکر نکیر کیونکر گذرا۔ فرمایا۔ حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے اول مجھے الہام کیا کہ اگر تو اذن دے تو یہ دو فرشتے قبر میں تیرے پاس آئیں۔ مَیں نے عرض کیا یا الٰہی و مولائی یہ دونوں فرشتے تیرے ہی حضور میں ہیں اور اس

بندۂ مسکین کے پاس آئیں۔ چنانچہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے کمال عنایت وکرم میرے شامل حال کیا۔ اور میرے پاس انہیں نہیں بھیجا +

اس کے بعد میں نے پوچھا کہ ضغطۂ قبر کیونکر گذرا۔ فرمایا ضغطۂ قبر ہوا لیکن بہت کم۔ اور گویا مولانا محمد ہاشم بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آپ برسبیل تواضع فرماتے ہیں ورنہ یہ بھی واقع نہیں ہوا +

مخدوم زادۂ کلاں بیان کرتے ہیں کہ میں حجرۂ جماعت خانہ میں سویا ہوا تھا۔ اور وقت سحر تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ دروازہ پر آئے اور میرے تخت پر بیٹھ گئے۔ اور مجھے گود میں لیا۔ مجھ پر نہایت ہیبت غالب ہوئی۔ اور اعضا میں لرزہ غالب ہوگیا۔ پھر فی الفور آپ میری نظر سے غائب ہو گئے +

آپ کے مریدوں میں سے ایک فاضل شیخ پیر محمد نام بیان کرتا ہے کہ ایک وقت نماز ظہر میں کہ حضرت مخدوم زادۂ کلاں امام تھے۔ اس وقت میں نے بچشم خود دیکھا کہ آپ میرے برابر کھڑے ہوئے ہیں۔ اسی طرح نماز تک میں نے آپ کو دیکھا۔ میں متحیر ہوتا تھا کہ شاید وہم ہو۔ لیکن میں نے بلاریب وشک آپ کو بالکل اسی طرح دیکھا جس طرح زمانۂ حیات میں جب سلام پھیرا تو پھر میں نے آپ کو نہیں دیکھا ؎

آمدی وآتشم برجاں زدی رفتی وبرآتشم داماں زدی

مضمون بیت میری زبان پر تھا اور اشک ہجر وفراق آنکھوں سے رواں تھے +

آپ کا ایک مخلص قریۂ بوک میں رہتا تھا۔ ہنوز اس کو آپ کی وفات کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ اس کے فرزند کا ایک لڑکا بیمار تھا۔ درویش نے اپنے فرزند سے کہا کہ خواجہ صاحب کو جا کر لے آ۔ اس کے بعد مریض نے خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف لائے۔ اور فرماتے ہیں کہ آ۔ میں تو اللہ تعالےٰ کے پاس پہنچا۔ داہنا قدم بہشت میں رکھا اور بائیں قدم میں لقائے الٰہی سے مشرف ہوا۔ مریض نے عرض کیا کہ مجھے بھی آپ بہشت میں پہنچائیں۔ اور لقائے الٰہی سے مشرف کریں۔ فرمایا۔ ابھی تمہارا اور میرے فرزندوں کا وقت نہیں آیا۔ جب مریض بیدار ہوا تو روبہ صحت ہونے لگا۔ پھر کئی دس بارہ روز کے بعد ان لوگوں کو آپ کے انتقال کی خبر آئی +

راقم الحروف کو جب آپ کے انتقال کی خبر پہنچی تو غایت دلبستگی واضطراب کے

باعث با جگر کباب و چشم پر آب دل آوارہ و گریبان پارہ بیابان میں نکل گیا۔ اور یہ رباعی پڑھتا پھرتا تھا۔ رُباعی

بے روئے تو روئے دل بصحرا کنمے | چو کوہ ز بار غم درو جا کنمے
از ہر خارے نشان آں گل پرسم | وز ہر دو نعے سراغ عنقا کنمے

جب شام ہوئی تو شہر کے ایک جانب ایک ویران مسجد نظر آئی اُس میں سر بگریباں ہو بیٹھا اور با سوز جگر دل سے ایک سرد آہ نکالی اور آنکھوں سے گرم آنسو ٹپکائے لمؤلفہ

ز آتش غم آہ سرد و چشم تر داریم ما | از رسول عشق احباز دگر داریم ما
ہر رگے شد رشتہ بہر سوزن اصلاحے قبائے | چاکہائے کز تو بر جیب جگر داریم ما
بیخ ہر مو بر تن ہاشم ز ماتم حلقہ ایست | در دل ہر حلقہ چندیں نوحہ گر داریم ما

اس گریہ و سوز میں آپ ظاہر ہوئے اور فرمایا۔ صبر کرنا چاہئے۔ ہزار پریشانی و حیرانی میں نے کہا، اے قبلۂ دو جہان آتش فراق میں صبر کس طرح ہو سکتا ہے۔ فرمایا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اتباع کرنا چاہئے کہ آگ میں راہ شکیبائی اختیار کی۔ باوجود اس پند گرامی کے اس عاشق کی دیوانگی اور بھڑک گئی اور یہ رباعی زبان پر آئی رباعی

دیوانہ دلم ز پند مجنوں تر شد | در زخم کسان نالام افزوں تر شد
ہر شیشہ کہ بشکست نمے گشت تہی | ہر چند دلم شکست پُر خوں تر شد

اس کے بعد میں نے چاہا کہ پھر بیابان میں نکل کھڑا ہوؤں۔ جوں ہی مسجد کے زینہ پر قدم رکھا گر پڑا اور بیہوش ہو گیا۔ اس اندھیری رات میں ایک شناسا درویش پہنچا۔ اور پہچان کر مجھے اپنے گھر لے گیا۔ اور میرے گھر والوں کو خبر کی اور وہ مجھے پھر کُنج احزان میں لے آئے۔ تو میں نے جان لیا کہ میرا اس طرح بیابان میں آوارہ پھرنا آپ کو پسند نہ تھا۔ لا محالہ یہ مفلس و بے نوا یہ ابیات حسرت آیات ورد زبان کرتا ہوا اپنے ویرانہ میں بیٹھ رہا للمؤلف

اشک ریزان جُستم سر بر رہگذرے | ہر کرا از ہر طرف آید ز تو پرسم خبرے
گاہ برخیزم و گاہے بنشینم چو غبار | ناتواناں را نیست ازیں بہ سفرے
سود و قبا سیہ پوشم صد گونہ شام | بکف آرم طلبم بوئے کباب جگرے
کاسۂ دیدہ نہم بر کف و دریوزہ کنم | ز اشک خسار گدایان در تسیم و زرے

خانۂ انفس نہ کنم و نغمہ سیگیرم پیش — تا مگر یابم ازیں راہ زیوسف اثرے
ہمچو آں تشنہ کہ از دشت بدریا آمد — سر نہم در رہ آں کس نگرم چشم ترے

اہل ایں قافلہ سرگشتہ ہیچ اندوشرا
دل گرو ساختہ **ھاشم** بخیال نظرے

اس لئے لامحالہ میں نے اپنے آپ کو فکر نظم و نثر اور فکر مراثی و تواریخ میں مشغول کر دیا۔ چنانچہ ۶۱ تاریخی فقرے برطبق آپ کی عمر شریف کے غایت فصاحت ایجاز اور بلاغت کے ساتھ فکر و خیال میں آئے کہ ہر ایک فقرہ آپ کی تاریخ انتقال تھا۔ اسی طرح کئی رباعیات و قطعات بھی اس باب میں اس دل سوز کے قلم و زبان سے نکلے۔ ان تمام فقرات اور رباعیات و قطعات کو آپ کے مخلصوں نے جمع کیا ہے اس جگہ صرف ایک تاریخ نثر اور ایک نظم پر اکتفا کرتا ہوں +

تاریخ نثر آپ کی وفات کی آیۂ کریمہ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ ہے اور تاریخ منظوم یہ ہے **للمؤلف**

يَا أَيُّهَا الْأَنَامُ لَقَدْ سَافَرَ الْإِمَامُ — مَنْ كَانَ ذَيْلَ رَافَتِهِ عُرْوَةَ الْقَبُولِ
قُطْبُ الَّذِي تَفَوَّضَ رَبُّ السَّمَاءِ لَهُ — حَالَ الَّتِي تُحَيِّرُ فِي شَأْنِهَا الْعُقُولُ
مَا الْمَوْتُ كَانَ بَدْرُ كَمَالٍ قَدِ انْطَلَقَ — مِنْ مَشْرِقِ الظُّهُورِ إِلَى مَغْرِبِ الْأُفُولِ
لَمَّا أَصَابَ إِرْثُ رَسُولٍ بِحَقِّهِ — أَكْتُبْ لِعَامِ رِحْلَتِهِ وَارِثُ الرَّسُولِ

آپ کے دیگر مخلصوں نے آپ کے مرثیہ اور تاریخیں کہیں ہیں۔ چنانچہ آپ کے ہم پیر جناب مولانا **محمد صادق** سلمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث الموت ھو جسر یوصل الحبیب الی الحبیب بزیادتی لفظ **ھو** بعد لفظ موت آپ کی تاریخ وفات کہی ہے، یعنی موت وہ پل ہے کہ حبیب کو محبوب سے ملاتا ہے +

اب میں آپ کے حالات انتقال اسی حدیث مشعر الوصال پر ختم کرتا ہوں اور رسیدہ دل کو آپ کے فیوض و برکات کی طرف متوجہ کر کے زبان و قلم آپ کے فرزندان عالیقدر اور آپ کے خلفائے کبار کے حالات کی طرف منعطف کرتا ہوں **بتوفیق اللّٰہ سبحانہ وکرمہ** +

فصل ۱۰

حضرات مخدوم زادوں کے حالات

خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ

آپ کے پہلے فرزند ارجمند خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ولادت اس نخلِ بوستانِ ولایت کی سنہ ۱۰۰۰ ہجری میں ہوئی +

ابتدائے زمانہ طفولیت سے ہی آثار رُشد و صفا آپ کی پیشانی سے ظاہر تھے ایامِ طفولیت میں آپ اپنے جدِ امجد کی تربیت میں رہے +

حضرت خواجہ صاحب (یعنی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد مجھ سے فرماتے ہیں کہ یہ تمہارا لڑکا ہم سے عجیب عجیب باتیں پوچھتا ہے، جن کے جواب بدشواری دیئے جاتے ہیں +

جب حضرت خواجہ صاحب خواجہ باقی باللہ کی خدمت مبارک میں پہنچے تو مخدوم زادہ موصوف بھی آپ کی نظر قبول میں آئے اور اخذ ذکر و مراقبہ کیا۔ اور جذبہ و نسبت شریفہ سے مشرف ہوئے۔ چونکہ استعداد و فطرت عالی رکھتے تھے۔ لہذا برکات و احوال عظیم آپ کے نصیب ہوئے۔ اور بوجہ حفظ تصرفات و برکات پیر عالیمقدار و پدر بزرگوار قدس سرہما ان ایام جذبات و غلبات میں تحصیل علوم دینیہ سے فارغ نہیں ہوئے تھے، تاہم آیندہ انہیں تکمیل کو پہنچایا +

مَیں نے سُنا ہے کہ کثرت جذبات و غلبات کے باعث ابتدا میں آپ کا یہ حال تھا کہ برہنہ پیر جس طرف چاہتے نکل جاتے۔ اور اوراق سبق برباد کر دیتے +

ایک روز بارش ہو رہی تھی لڑکوں کے ساتھ برہنہ سر و آشفتہ حال کھڑے ہوئے تھے۔ اتفاق سے خواجہ صاحب کا بھی اُدھر سے گذر ہوا۔ تو آپ نے تبسّم کر کے فرمایا۔ دیکھو ہمارے مجذوب کو کیا کر رہا ہے +

ایک دفعہ گرد نواح سے ایک درویش خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا یہ درویش ایک بزرگ سے سلوک تمام کر چکے تھے اور خلافت و اجازت بھی حاصل کی تھی۔ آپ کی خدمت میں آکر اپنے احوال بیان کرنا شروع کئے۔ اس غرض سے اگر آپ کے پاس بھی یہی ہے جو کچھ کہ میں حاصل کر چکا ہوں تو آپ کو کیوں تکلیف دوں اور اگر کچھ زائد ہے تو استفاضہ کروں +

آپ نے مخدوم زادہ موصوف کو طلب فرما کر کہا کہ بابا اپنے مہمان درویش کے سامنے اپنے احوال بیان کرو۔ آپ نے اپنے احوال خاص بیان کئے جو درویش مشارٌ الیہ کے احوال سے زائد تھے۔ جب مشارٌ الیہ نے آپ کے دیدِ دولت کے ہفت وہشت سالہ بچّے کے جس نے ابھی صرف دو تین ماہ سے اس راہ میں قدم رکھا ہے، پچاس سالہ عمر والے شخص کے برابر احوال بیان کرتا ہے تو اُس درویش نے آپ سے استفاضہ کرنے کے لئے سرِ تسلیم خم کیا +

آپ کی غیبت اور آپ کا استہلاک اس درجہ کو پہنچا ہوا تھا کہ غلبہ و استیلاء کی حالت میں بغرض تخفیف مغلوبی بازار کا کھانا آپ کو کھلایا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرّہٗ نے اپنے ایک مکتوب میں اس امر کی تصریح کی ہے ایک مکتوب میں جو آپ نے مخدوم زادہ مرحوم کے نام لکھا ہے اُس میں بھی آپ کے غلبات کی تصریح کی۔ چنانچہ اُس مکتوب کے چند فقرات ذیل میں بھی درج کئے جاتے ہیں :-

"قرۃ العین محمد صادق برخوردار ظاہر و باطن گردد و احوال او چنانچہ مستوجب حمد است برہماں حضور خود باشد از غیبت و استغراق اندیشہ نیست۔ انشاء اللہ العزیز از شکر بصحو آید و فنا در شعور اندماج یابد۔ الٰے آخر المکتوب الشریف" +

آپ صغر سن ہی سے کشف کون وکشف قبور میں نظر صائب و بصیرت صادق رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرّہ آپ کے کشف و فراست پر اعتماد کرتے تھے۔ اور اکثر آپ کو بُلا کر امور کونیہ وغیبیہ پوچھا کرتے تھے۔ اور آپ فی الفور بمقتضائے کشف اُس کا جواب دیا کرتے تھے۔ اور مقابر پر لیجا کر ہر کسی میت

کا استفسار کرتے اور آپ بلا توقف جو کچھ مشاہدہ کرتے بیان کر دیتے +

اس قسم کے واقعات بہت ہیں جن کی تفصیل اس جگہ دشوار ہے۔ چونکہ ابھی حضرت مخدوم صاحب بھی حیات تھے۔ آپ نے چند طالب حضرت خواجہ صاحب کے حوالے کئے۔ اس جماعت میں مخدوم زادہ بھی تھے اور سب میں بہتر تھے اس لئے لامحالہ آپ نے اپنا دست اقتباس اپنے والد بزرگوار کے دامن تربیت پر رکھا اور نہایت مراتب کمال و اکمال کو پہنچے۔ چنانچہ سب کہتے تھے کہ ایسے پدر کے لئے ایسا ہی پسر چاہئے +

حضرت خواجہ صاحب نے اپنے خواجہ صاحب قدس سرہما کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا ہے۔ اس میں مرقوم ہے کہ محمد صادق بوجہ خورد سالی کے خود کو ضبط نہیں کر سکتا۔ اگر سفر میں ہمراہ رہے تو بہت ترقی کر سکتا ہے۔ مقام حیرت میں اس نے غوطہ کھایا ہے۔ اور فقیر کی حیرت میں نسبت تمام رکھتا ہے۔ انتہٰے +

اور آثار فنا اور ماسواسے سرد دلی آپ کے جمال و خصال سے اس درجہ ظاہر تھی کہ بعض ارباب غنا جن کو آپ سے ملاقات تھی کہا کرتے تھے کہ جب ہم اس نوجوان کو دیکھتے ہیں تو دنیا سے دل سرد ہو جاتا ہے +

ایک درویش آپ کی تقویت تسلیم و نیستی کے متعلق حکایت کرتا ہے کہ ایک روز میں نے بعض ہمسائیوں کی جفا و ملامت کرنے کی مخدوم زادہ مرحوم کی خدمت میں شکایت اور تنگدلی کا اظہار کر کے میں نے کہا کہ اگر ان لوگوں کو کچھ تنبیہ و تہدید کی جائے تو کیا مضائقہ ہے +

آپ نے ایک آہ سرد کھینچکر فرمایا۔ اے درویش! اگر ہم بھی خصومت کرنے لگیں۔ تو ہمارے اور اہل رسم کے درمیان کیا فرق ہوگا +

درویش بیان کرتا ہے کہ آپ نے اس طرز سے یہ کلمہ زبان مبارک سے کہا کہ میں اس شکایت سے شرمندہ ہوا۔ اور ملامت کرنے والوں کی طرف سے میرے دل میں ذرا بھی کینہ نہیں رہا +

اور مسائل علمیہ عقلیہ و نقلیہ کے ادراک کرنے میں آپ کی قوت مدرکہ اس درجہ قوی تھی کہ ایک روز آپ بعض فحول علماے شیراز کی خدمت میں پہنچے جو ہندوستان

آئے ہوئے تھے اور معقولات میں بے نظیر تھے۔ آپ نے فاضل مشارٌالیہ کے ساتھ علوم ہیئت و حکمت کے متعلق بعض اپنے طبع زاد امور کا بیان کیا۔ جب آپ بیان کر چکے تو فاضل موصوف نے کہا۔ ممکن ہے اگر میں اس نوجوان کو نہ دیکھتا۔ تو شاید میں یقین کر لیتا کہ طلبۂ ہندوستان میں سے کوئی طالب العلم دقائق علوم عقلیہ میں جیسی کہ چاہیئے قوت ادراک رکھتا ہوگا۔

آپ کی مہارت علمیہ اور آپ کا علو حال اور وفور تفرید و اُنس بمناجات و خلوات، آپ کے والد بزرگوار کے چند فقرات متبرکہ سے جو آپ نے اپنے مکتوبات میں آپ کی مدح و تعریف میں لکھے ہیں ظاہر ہے۔ چنانچہ ہم آپ کے اس مکتوب سے چند فقرات ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

دفتر اول کے مکتوب دو صد و ہفتاد و ہفتم میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"فرزند اعز مے مجموعہ معارف فقیر است و نسخۂ مقامات جذبہ و سلوک"۔

نیز اسی مکتوب میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"فرزندے کہ از محرم اسرار است و از خطاء و غلط مصئون"۔

اسی دفتر اول کے مکتوب ۲۴۲ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایں مقام را بفرزندے ارشدے عنایت فرمودہ اند و داخل ولایت ایشاں ساختہ فقیر اینجا در رنگ مسافراں در ولایت ایشاں نشستہ است"۔

اور مکتوب ۳۱۱ میں مرقوم ہے کہ:۔

"استفاضہ کہ ایں فقیر از ولایت موسوی نمودہ از راہ اجمال آں ولایت است و استفادہ فرزندے اعظمے علیہ الرحمۃ از راہ تفصیل آں ولایت، ولایت ایں کہ از ولایت موسوی مستفاد است شبیہ بولایت رجل مومن است کہ از آل فرعون بودہ و ولایت فرزندے علیہ الرحمۃ شبیہ بولایت سحرۂ فرعون کہ ایمان آوردند"۔

آپ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے اپنے ایک دوست کو مکتوب لکھا ہے اُس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے:۔

فرزند اعظم رضی اللہ عنہ مع اپنے دو برادر محمد فرخ و محمد عیسٰے کے سفر آخرت اختیار کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق سبحانہٗ وتعالےٰ کا شکر ہے کہ اولاً اس نے

باقیماندگان کو قوت عطا فرمائی اور یہ مصیبت نازل کی ؎

من از تو روے نہ پیچم گرم بیازاری
کہ خوش بود ز عزیزاں تحمل خواری

فرزند مرحوم ایک آیت تھا آیات اللہ سے اور رحمت تھا رحمتہائے رب العالمین سے انتہے کلامہ الشریف ؛

چوبیس سال کی عمر میں آپ نے وہ کچھ پایا کہ بہت کم کسی نے پایا ہوگا۔ پایۂ مولویت و تدریس علوم عقلیہ کو آپ نے کمال حد تک پہنچایا تھا کہ آپ کے تلامذہ بیضاوی و شرح مواقف وغیرہ کا بقدرت تمام درس دیتے تھے۔ حکایات معرفت و عرفان و قصص شہود و کشوف اس سے مستغنی ہیں کہ اس جگہ بیان کئے جائیں۔ اور یہ تو اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ہشت سالہ عمر ہی میں آپ مغلوب الحال ہو گئے تھے۔ اور ہمارے خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے آپ کے تسکین حال کے لئے بازاری کھانا جو کسی قدر مشکوک و مشتبہ بھی ہوتا ہے، تجویز کیا تھا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ جو محبت مجھے محمد صادق کے ساتھ ہے، کسی کے ساتھ نہیں ہے۔ اسی طرح جو محبت ان کو میرے ساتھ ہے کسی کے ساتھ نہیں ہے ؛

حضرت خواجہ صاحب کے اس بیان سے بھی آپ کی کس قدر بزرگی ظاہر ہوتی ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ولایت موسوی کو انہوں نے نقطۂ آخر تک پہنچایا تھا۔ اور عجائب و غرائب اس ولایت کے بیان کرتے تھے۔ اور نہایت خاضع و خاشع۔ ملتجی۔ متضرع۔ متذلل اور منکسر المزاج تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ ہر ایک ولی نے حق تعالےٰ سے کچھ مانگا ہے اور میں نے التجا و تضرع مانگی ہے ؛

اس کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اور محمد فرخ کا کیا ذکر دس گیارہ سال میں طالب العلم ہو گیا تھا اور کافیہ اچھی طرح سمجھ کر پڑھتا تھا۔ عذاب آخرت سے نہایت ترساں تھا۔ اور دعا کیا کرتا تھا کہ سن طفولیت میں ہی دنیائے دنیہ کو وداع کرے۔ تاکہ عذاب آخرت سے خلاصی پائے۔ مرض موت میں جن لوگوں نے اس کی بیمارداری کی، عجائب و غرائب مشاہدہ کئے ؛

اور محمد عیسےٰ کے آٹھ سال کی عمر تک جس قدر خوارق لوگوں نے معائنہ کئے ہیں

اُن کا اس جگہ کیا ذکر کروں۔ بالجملہ تینوں فرزند جواہر نفیسہ تھے۔ جو امانت رکھے گئے تھے الحمد للہ والمنۃ بلا کراہت و اکراہ امانت صاحب امانت کے حوالہ کردی۔ اللّٰھم لاتحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیھم الصلوات والتسلیمات۔ انتھٰے +

کہتے ہیں کہ آپ کے عم بزرگ **شیخ محمد مسعود** بطریق تجارت سفر خراسان وقندھار وغیرہ کے عازم ہوئے۔ تو حضرت مخدوم زادہ اُنہیں رخصت کرکے ایک لمحہ کے لئے اپنے جد امجد خواجہ **شیخ عبد الاحد** قدس سرہٗ کے مزار شریف پر جو بیرون قصبہ سرہند واقع ہے جاکر مراقب بیٹھے۔ اس کے بعد اُٹھ کر کہنے لگے۔ کہ جد امجد اُنہیں اس سفر سے منع کرتے ہیں۔ چونکہ مخدوم زادہ صغر سن تھے۔ اس لئے انہوں نے فسخ عزیمت نہیں کیا اور سفر کو چلے گئے۔ عاقبت الامر واقعہ یہ ہوا کہ مع اموال تجارت کے سفر میں ہلاک ہوئے اور مراجعت نہ کرسکے +

انتقال حضرت مخدوم زادہ بزرگ کا روز دوشنبہ نہم ربیع الاول کو ہوا۔ اور اسی لفظ **روز دوشنبہ نہم ربیع الاول** سے ۱۰۲۵ ہجری آپ کی تاریخ وصال بھی نکلتی ہے +

کہتے ہیں کہ جب ان دیار میں طاعون نے بہت غلبہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ طاعون لقمہ چرب چاہتی ہے۔ جب تک کہ یہ مجھے نہ لیجائیگی تسکین نہیں پڑیگی۔ چنانچہ آپ کو تپ ہوئی اور رخصت ہوئے۔ اس کے بعد وبا میں تخفیف ہوگئی +

آپ کے انتقال کے بعد جن لوگوں کو تپ چڑھی تھی اُنہوں نے صحت پائی اور غلبۂ تپ میں اُنہوں نے دیکھا کہ مخدوم زادہ نے آن کر اُس بلا کے موکلوں سے اُنہیں خلاص کیا۔ اور کہنے لگے کہ جب ہم نے یہ بلا اپنے اوپر جھیل لی تو تمہیں اب ان لوگوں پر نہیں ٹوٹنا چاہیئے +

ایک درویش نے خواب میں دیکھا کہ جو کوئی آپ کا نام لکھ کر اپنے پاس رکھیگا اس بلا سے نجات پائیگا۔ چنانچہ لوگ آپ کا نام لکھوا کر لیجاتے۔ اور اُس کا اثر انہیں محسوس ہوتا +

آپ کے انتقال کے بعد بعض اقارب نے چاہا کہ آپ کے جد امجد کے مقبرہ میں دفن

کریں۔ خواجہ صاحب نے اس باب میں توجہ کی۔ تو آپ مامور ہوئے کہ اُس جگہ دفن کریں جہاں آپ مدفون ہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب کے دفن کے بیان میں اِس کا حال گذر چکا ہے +

خواجہ صاحب ہر نماز جمعہ کے بعد آپ کی زیارت قبر کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے اور دیر تک مراقب بیٹھے رہا کرتے تھے۔ اور شنبہ کی ہر صبح کو آپ کے مزار فائض الانوار پر حلقہ ذکر کیا کرتے تھے۔ اور اکثر اوقات آپ کے عجیب عجیب معاملات و احوال اخرویہ بیان کیا کرتے تھے۔ اور ترقیات بے اندازہ و انواع مواہب الٰہیہ جو آپ کی دُعا و توجہ سے اُنہیں حاصل ہوتیں، مکشوف کیا کرتے تھے۔

ایک روز مزار پر سے اُٹھ کر آپ نے بیان فرمایا کہ آج میں اُن کے حال کی طرف متوجہ ہوا۔ دیکھا کہ لحظہ بلحظہ انوار و آثار عجیبہ ظاہر ہوتے ہیں اور ساعت بساعت بڑھتے جاتے ہیں +

حضرت مخدوم زادہ مرحوم نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں بزمانہ آپ کی مفارقت بعض عرائض ارسال کئے ہیں۔ اُن سے بھی آپ کے احوال عالیہ معلوم کرنا چاہیئے :۔

از انجملہ یہ عریضہ ہے۔ قبلہ گاہی آرزو یہ ہے کہ کوئی لحظہ و ساعت رضائے الٰہی کے خلاف نہ گذرے اور یہ مُیسّر نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ خادمانِ آں درگاہ اس طرف توجہ فرما کر دستگیری نہ کریں ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

الحمد للہ والمنۃ کہ یُمن توجہ شریف جو طریقہ جناب نے تعلیم فرمایا ہے اُس میں استقامت حاصل ہے۔ اور فتور بہت کم راہ پاتا ہے بلکہ اُمید وار ترقی و تزائد ہے۔ فجر و ظہر و عصر کے بعد حلقہ میں بیٹھتا ہے اور حافظ سے قرآن مجید سُنتا ہے۔ بعض اوقات قبض ہوتا ہے اور بعض اوقات بسط۔ اور ذوق و آرام ہوتا ہے اور باقی اوقات بدن سے تعلق رہتا ہے اور اُس سے تجاوز نہیں کرتا۔ اور لطائف ستہ نہ متوجہ ہیں نہ غافل اگر متوجہ ہیں تو اُن کی توجہ مثل علم حضوری کے ہے بلکہ عین توجہ، توجہ و ذوق وغیرہ کو داخل ظلال جانتا ہوں۔ اور ظل سے تجاوز نہیں کرتا۔ لطائف بدن سے مختلط ہوتے

ہیں۔ اور نظر بصیرت میں نظر کے سوا اور کچھ مفہوم نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ پہلے بھی جناب کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ لیکن اب بدن سے الگ ممتاز نظر آتے ہیں۔ اور اس مقام کو میں مقام بقا جانتا ہوں۔ اس بقا کے بعد ایک اور قسم کی فنا حاصل ہوئی اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھی ایک اور فنا حاصل ہوگی۔ اور تمامی کار اس پر بھی میسر نہیں۔ اس وقت قبض ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ابھی تک توجہ بعالم حاصل نہیں ہوئی ہے۔ چونکہ عرض حال ضروری تھا اس لئے ان چند کلمات کے اظہار کی جرأت کی گئی ۔

از انجملہ یہ ہے کمترین بندگان محمد صادق عرض پرداز ہے کہ یہ حقیر مدت سے مقبوض و مغموم تھا۔ الآخر الامر بعنایت خداوندی جناب کی توجہ ہوئی ہے، بسط عظیم حاصل ہوا۔ اس بسط میں ایسا معلوم ہوا کہ سابقاً یاد و توجہ اس کی طرف سے تھی اور اب جو کچھ ہے اللہ تبارک و تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ پہلے میں اپنے اندر قابلیت قبول نہیں پاتا تھا اور اب حال اس آئینہ کی مانند ہے جو آفتاب کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے۔ پس اس طلوع سے بدن کی تمام کدورت و ظلمت لطائف کی وجہ سے مفقود ہو جاتی ہے۔ اور نورانیت حاصل ہوتی ہے اس حالت سے سینہ کھل گیا ہے اور وسیع ہو گیا ہے۔ اور بدن سراپا نور ہو گیا ہے۔ اور یہ نور سرور روح سے بھی الطف ہے، جو اس سے پہلے حاصل تھے۔ انہیں لطائف کے درمیان قلب پر ایک تجلی کامل پائی۔ اس تجلی کے بعد جب میں نے قلب کی طرف نظر کی۔ تو مجھ پر ظاہر ہوا کہ اس میں ایک اور قلب بھی ہے اور تجلی اسی قلب پر ہوتی ہے۔ جب قلب قلب کی طرف نظر کی تو ظاہر ہوا کہ اس میں ایک اور قلب ہے اور تجلی اس پر ہوتی ہے۔ وہکذا الیٰ غیر النہایۃ۔ پس کوئی قلب بسیط ظاہر نہیں ہوا کہ اس میں دوسرا قلب نہ ہوتا۔ لیکن اب بات کا توہم ہوتا ہے کہ تجلی قلب بسیط کی طرف منتہی ہو گئی ہے لیکن ابھی یہ امر درجہ یقین کو نہیں پہنچا ہے۔ نیز اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سے پہلے جو حالتیں تھیں وہ تکلفات محض تھیں اور اس مقام کا نام دل پر خطرہ کرتا تھا لیکن سوء ادبی کے باعث میں نے اب تک جناب کو لکھا نہیں تھا۔ قبلہ گاہی یہ تمام کمترین ثمرات آثار توجہ جناب سے ہے ؎

گر بر تن من زباں شود ہر مُوئے ۔۔۔ یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

آرزومند ہے دریافت ملازمت خادمانِ درگاہ کا حال کیا عرض کروں۔ حق تعالےٰ اس دولتِ عظمےٰ کے فیوض مُیسّر کرتا ہے۔ بجرمتہ النبی الاُمّی وآلہٖ علیہ وعلیہم من الصلوات اتمہا ومن التحیات افضلہا واکملہا۔ اعدا ہرچند خباثتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ اور طرح طرح کے منصوبے باندھتے ہیں، لیکن آخرالامر بتوجّہ جناب خجالت اُٹھاتے ہیں۔ ہمہ خورد و بزرگ بندگی عرض کرتے ہیں +

ازانجملہ جناب عالی ایک دفعہ تراویح میں حافظ سے قرآن مجید سُن رہا تھا۔ ایک مقام بس وسیع نورانی ظاہر ہوا، گویا مقام حقیقتِ قرآنیہ تھا۔ ہرچند کہ اس کی جُراءت نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حقیقت محمدیہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس مقام کا مرکز و اجمال ہے۔ گویا دریائے عظیم کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ اور یہ مقام حقیقت محمدیہ کی تفصیل ہے۔ انبیاء علیہم السلام وکمّل اولیاء اُمّت بقدر استعداد اس مقام سے بہرہ رکھتے ہیں۔ اور انتہائے مقام بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کے لئے مفہوم نہیں ہوتا۔ اس مقام سے احقر نے بھی کچھ حصّہ پایا۔ باقی احوال جمعیّت کے ساتھ گذرا ہے۔ اس ماہ معظم میں بہت سی برکات مفہوم ہوتی ہیں اخوی محمد سعید اوضاع اچھے رکھتے ہیں اور ہمہ اوقات بجمعیّت و ذکر گذارتے ہیں۔ دوست و احباب بھی بذوق تمام حاضر ہیں۔ انتہےٰ +

حضرت خواجہ صاحب قدس سرّہٗ کے بھی آپ کے نام بہت سے مکتوب ہیں اور چونکہ اُن میں معارف و اسرار کا بھی ذکر ہے اس لئے اُن کا ذکر کرنا خالی از طوالت نہیں +

حضرت خواجہ محمد سعید سلّمہ اللہ تعالےٰ

آپ کے دوسرے فرزند خواجہ محمد سعید ہیں۔ آپ نہ صرف مکارم اخلاق بلکہ وفور احوال وکثرت فضائل و بشاشت۔ نرمی گفتار و صفائی کردار سے آراستہ ہیں۔ ولادت شریف آپ کی ماہ شعبان ۱۰۰۵ھ ہجری کو واقع ہوئی +

خواجہ صاحب قدس سرّہٗ فرمایا کرتے تھے کہ محمد سعید چار پانچ برس کا تھا کہ بیمار ہوگیا غلبۂ ضعف میں اس سے پوچھا گیا۔ کیا چاہتے ہو۔ بے اختیار کہا کہ خواجہ صاحب

کو چاہتا ہوں +

خواجہ صاحب (یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ) کی خدمت میں مَیں نے ذکر کیا فرمایا تمہارے محمد سعید نے رندی و حریفی کی اور غائبانہ ہم سے نسبت پیدا کرلی چنانچہ حضرت خواجہ صاحب نے اُن مکتوبوں میں جو آپ کو لکھے ہیں آپ کا ذکر کیا اور شفقت تمام فرمائی ہے اور آپ کے لئے دُعا کی ہے +

آپ نے اور ایک مخلص کے مکتوب میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ آپ کے اطفال اسرار الٰہی ہیں اور استعداد عجیب رکھتے ہیں بالجملہ شجرہ طیبہ ہیں۔ انبتہ اللہ نباتاً حسناً +

حضرت خواجہ صاحب قدس سرّہٗ کا یہ فرمان اشارہ ہے حضرات مخدوم زادوں کی علو استعداد و بلند فطرتی کی طرف +

الغرض جب آپ سن تمیز کو پہنچے تو تحصیل علوم ظاہر میں مشغول ہو گئے۔ کچھ حصہ علوم کا آپ نے حضرت خواجہ صاحب سے تحصیل کیا۔ اور کچھ اپنے برادر بزرگ کی خدمت میں اور باقی علوم کی تحصیل شیخ طاہر لاہوری سلمہٗ اللہ کی خدمت میں کی۔ علوم عقلیہ میں مہارت تمام حاصل کی تھی۔ اور بہ یُمن برکات اپنے والد بزرگوار اثنائے تحصیل علم میں ہی اس طائفہ علیہ کی نسبت اور احوال حاصل کرلی۔ سترہ (۱۷) اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے یہ تمام ظاہری باطنی کمالات حاصل کر لئے +

اس کے بعد آپ بمہارت تمام کتب معقول و منقول کا درس دینے لگے۔ اور بعض کتابوں پر تعلیقات و حواشی بھی لکھے +

از انجملہ تعلیقات مشکوٰۃ المصابیح ہے۔ اس تعلیق میں نہایت تحقیق و صحت کی اُن احادیث کے بتلانے میں نہایت کوشش و سعی کی جو ائمہ حنفیہ کا ماخذ ہیں چنانچہ بعض علما اُس کے مطالعہ سے بہت خوش ہوئے اور اس تعلیقات کو بہت پسند کیا اور آپ کے حق میں دعائے خیر کی +

راقم الحروف بھی ایک روز حاضر تھا۔ بعض علما نے مذہب حنفیہ کے متعلق ایک مشکل مسئلہ پوچھا۔ اور آپ نے نہایت تحقیق کے ساتھ بیان کیا۔ یہ مسئلہ اصول فقہ کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ فاضل مشارٌ الیہ نے راقم الحروف سے سرگوشی کر کے کہا کچھ

تمہیں بھی معلوم ہوا تمہارے مخدوم زادہ اس وقت اپنا نظیر نہیں رکھتے +

ایک دفعہ لاہور کے ایک بزرگ نے شب کو مجلس منعقد کی اور علماء و مشائخ بلدہ کو جمع کیا۔ اور اکابر نزیل لاہور کی دعوت بھی کی۔ مجلس میں اتفاق سے دسجدۂ تحیت وسجدۂ عبادت کے متعلق گفتگو ہونے لگی +

حضرت مخدوم زادہ مع اپنے برادر عزیز کے ایک جانب تھے اور جماعت کثیرہ نول علما ایک جانب۔ تقریبًا ہر ایک علم کے متعلق گفتگو کر رہے تھے یلطبہ علم ان دو برادریوں کی قوت علمیہ دیکھ کر حیرت میں تھے۔ اور اہل مجلس اس کا نظارہ کر رہے تھے۔ جو بزرگ ان دونوں برادران سے واقف نہ تھے، دریافت کیا کہ یہ دونوں عزیز کون ہیں۔ جب سُنا یہ دونوں عزیز حضرت خواجہ صاحب کے فرزند ہیں۔ تو کہنے لگے کیوں نہیں ایسے صدف ولایت سے کیوں دُرِ ہدایت نہ نکلیں +

رفع سبابہ کے متعلق بھی آپ نے مذہب حنفیہ کے مطابق ایک رسالہ تحریر کیا اور فرمایا کہ مقصد یہ ہے کہ اولویت عدم رفع سبابہ ثبوت کو پہنچی۔ جب یہ رسالہ مثبت رفع سبابہ کی خدمت میں پہنچا تو وہ اقامت دلیل میں نہایت متحیر ہو گئے +

ایک روز حضرت خواجہ صاحب نے بتقریب جامعیت ان دونوں برادران کو فرمایا کہ جب محمد صادق مرحوم فوت ہوئے تو مَیں نے دل میں کہا کہ اب کوئی ایسا فرزند جو فضائل ظاہریہ و احوال باطنیہ میں کمال رکھتا ہو کہاں سے پاؤں گا۔ آخر کو حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے یہ دونوں برادر اُن کے قائم مقام عطا فرمائے الحمد للہ علےٰ احسانہ +

اخذ طریقت ومراقبہ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے کیا ہے اور نسبت عالیہ کو پہنچے۔ چنانچہ ابتدائے سلوک وظہور جوش وخروش میں جو عرضداشت کہ آپ نے سرہند سے دہلی حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں ارسال کی اُس میں آپ نے لکھا تھا :-

جناب عالی! دل کو کسی طرف متوجہ پاتا، بلکہ دل کو نہیں پاتا، اکثر حیران رہتا ہوں۔ اگر قرآن مجید سُنتا ہوں اور لوگوں کی طرح بیٹھا رہتا ہوں۔ گاہ بغیر توجہ ذکر دل میں زندگی مفہوم ہوتی ہے۔ قصبۂ شاہجہان آباد میں مشغول ذکر تھا کہ رُوح کو بدن سے بالکل

جدا دیکھا۔ معلوم ہوا کہ یہ مقام حیرت ہے۔ اس مقام کے پیشوا شیخ عراقی قدس سرہٗ ہیں۔ میں نے دیکھا کہ شیخ ظاہر ہوئے اور اس نسبت نے غلبہ کیا اور اس قدر غلبہ کیا کہ میں متالم ہوا۔ اس اثنا میں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کا ظہور ہوا۔ اور مجھے تسکین ہوئی۔ انتہٰے +

حضرت خواجہ صاحب نے حاشیہ ہی پر اس کا جواب یہ تحریر فرمایا کہ "محمد سعید نے جو احوال لکھے ہیں وہ اصل احوال ہیں۔ دوستوں میں سے خصوصیت کے ساتھ کسی کو یہ احوال حاصل نہیں ہوئے۔ انشاء اللہ تعالےٰ یہ بھی ولایت خاصہ سے مشرف ہونگے" +

چنانچہ اس کے بعد سے تا زمانۂ وفات نظرات و توجہات خاص آپ پر اور آپ کے برادر خورد خواجہ محمد معصوم سلمہا اللہ تعالےٰ پر کرتے رہے۔ اور نسبتہائے بلند و احوال ارجمند سے سرفراز کیا +

اس کے بعد سے دوسرے لوگ آپ ہی کی وساطت سے مستفید ہوا کرتے تھے۔ بعض اسفار کا ذکر ہے کہ آپ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے ہمراہ نہیں گئے اور بضرورت سرہند میں رہ گئے تھے۔ راقم الحروف اس وقت آپ کے ہمرکاب تھا اور مشاہدہ کرتا جاتا تھا کہ جب کوئی وارد و حال عظیم آپ پر ورود کرتا ان مخدوم زادوں بشوق تمام یاد کرتے۔ چنانچہ آپ کے یہ چند کلمے اس پر شاہد عدل ہیں۔ آپ نے ان دونوں مخدوم زادوں کو تحریر فرمایا :۔

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسول اللہ فرزندان گرامی ہرچند کہ مشتاق و خواہان صحبت ہیں۔ ہم بھی اُن کے حضور و ملاقات کے آرزومند ہیں۔ لیکن کیا کرنا چاہیئے کہ جمیع آرزوئیں میسر نہیں ہو جاتیں۔ اس لشکر میں بے اختیار رہنے کی رغبت کو غنیمت جانتا ہوں۔ اور اس کی ایک ساعت کو اور مقامات مقامات کی ساعات کثیرہ سے بہتر خیال کرتا ہوں۔ کیونکہ جو کچھ اس جگہ میسر ہے دوسری جگہ معلوم نہیں کہ میسر ہو سکے اس جگہ کے علوم و معارف جدا ہیں۔ اور اس مجموعہ کے احوال و مقامات علٰحدہ ہیں۔ جو عتاب کہ سلطان کی طرف سے ہوا ہے اُسے ذریعہ کمال رافت و رضامندی حق سبحانہٗ جانتا ہوں۔ اور سعادت اس حبس میں خیال کرتا ہوں۔ ان ایام میں مشاجرات عجائب کاروبار سے ہیں۔ اور تفرقہ غرائب غنج و دلال سے ہے۔ لیکن ان اوقات میں جو قدو نسبت

و نعمت تازہ اور جو بوا بھی روز بروز میسر آتی ہے، فرزندانِ دلبند اس وقت یاد آتے ہیں اور ان کی دُوری کی وجہ سے طبیعت میں اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ میرا شوق تمہارے شوق پر غالب ہے۔ کیونکہ جس قدر پسر کا پدر خواہاں ہوتا ہے پسر پدر کا اتنا خواہاں نہیں ہوتا۔ ہرچند کہ قضیۂ اصالت و فرعیت اس کے عکس کا مقتضی ہے کہ اصل فرع کی محتاج نہیں ہوتی، بخلاف فرع کے کہ اصل کی محتاج ہوتی ہے لیکن قبل از فرعیت ایسا نہیں بلکہ اشد شوق اصل کے لئے ثابت ہوا ہے ؏

درخانہ بکد خدائی ماند ہمہ چیز

والسلام +

آپ نے اپنے مکتوبات قدسی آیات میں ان دونوں نخل بوستانِ ولایت کے معارف خاصہ کا ذکر کیا ہے۔ کما لا یخفٰی علٰی ناظر مکتوباتہ الشریفۃ +

سفر اجمیر میں بندہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے ہمرکاب تھا، دیکھتا رہتا تھا کہ ہر روز خواجہ صاحب قدس سرہٗ آپ کو ایک نئے فیض و نسبت خاصہ سے سرافراز فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک روز فرمایا کہ "یہ سفر گویا محمد سعید کے لئے کیا ہے تاکہ وہ ترقیات بسیار کریں" +

ایک خلوت میں فقیر سے فرمایا کہ "عمر کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اب جانے کے دن قریب معلوم ہوتے ہیں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ محمد سعید ایسا ہو کہ میرا جانشیں ہو سکے" +

مَیں نے مخدوم زادہ کی خدمت میں اس کا ذکر کیا، تو آپ نے برقت و انکسار تمام فرمایا کہ مَیں ناقابل اپنے آپ کو ہرگز ہرگز اس امر کے شایاں نہیں پاتا۔ آپ جہاں کہیں جاتے ہیں محمد معصوم کو اپنا جانشیں کر جاتے ہیں۔ اور مجھے اُن کی متابعت کا حکم کر جاتے ہیں۔ اگر یہ التماس خاطر شریف میں نہ آئے تو مجھے فرما دیں کہ مَیں حضرت بزرگ کے مزار پر جو بیرون شہر واقع ہے گوشہ نشینی اختیار کروں۔ اور مسند واری قرۃ العین محمد معصوم کے حوالہ ہو +

فقیر نے یہ ماجرا مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کی خدمت میں عرض کیا اُنہوں نے بھی گریز کیا۔ اور فرمایا۔ اعزّ نے مخدومی خواجہ محمد سعید سلّمہ اللہ مجھے اپنی خدمت کے لائق نہیں سمجھتے۔ اور مَیں خود جب تمامت احوال و اطوار و اختیارات شرعیہ۔

اخلاق ملکیہ اور قوت علمیہ وغیرہ میں نظر کرتا ہوں، تو خود کو اُن کا کمترین ستفیض و تلمیذ پاتا ہوں اور اپنی سعادت اُن کی خدمت میں دیکھتا ہوں +

فقیر نے یہ ماجرا حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نہایت خوشنود ہوئے۔ اور آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ تم نے ان دونوں برادر خجستہ سیر کا انکسار و ایثار اُن کا وُدّ و وداد دیکھا۔ اس کے بعد آپ نے اُن کے حق میں نے دعاے خیر کی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے +

اب اس کے بعد میں آپ کے چند عرائض لکھتا ہوں جو آپ نے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں قبل از سفر اجمیر ارسال کئے +

۱

احقر محمد سعید خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس ظاہری مفارقت کے غم واندوہ کا کیا عرض کروں، کبھی اس قدر وحشت غلبہ کرتی ہے کہ منجر بہلاکت و مرض شدید ہوتی ہے۔ پریشانی احوال کا کیا عرض کروں۔ باوجود تعلقات متفرقہ کے دل یہ چاہتا ہے کہ دیوانوں کی طرح سب کو چھوڑ کر عزلت اختیار کروں کہ بجز لب گور ہونے کے مجھے کوئی نہ دیکھے +

کل بیٹھا ہوا حافظ سے قرآن مجید سُن رہا تھا ایسا معلوم ہوا جس طرح ظرف کو خالی کرتے ہیں اور پھر بھرتے ہیں۔ بندہ کو بھرنا شروع کیا۔ اور اُس کی کیفیت سمجھ نہیں سکتا کہ کس طرح عرض کروں۔ دریافت ہوا کہ تخلیہ اوّل تخلیہ توہّم وجود سے ہے کہ خود کو عدم مطلق و شرِ محض تھا۔ وجود و خیرِ محض جانتا تھا۔ یہ توہّم زائل ہو کر عدم اپنی صرافت کے ساتھ معدوم ہوا۔ اور پُر کرنا یہ ہے کہ بجاے عدم کے حقیقت شخصیہ ہی ثابت رکھتی لیکن نظر خوب میں اپنی حقیقت سامنے ہے اور ثبوت مجدد بھی مدنظر ہے۔ پس گویا شے خالی کو پُر کیا۔ اور اُس کی گرانباری ظاہر ہے۔ اس صبح کو میں نے دیکھا کہ اُس میں ایک آئینہ دکھلاتا ہے کہ میرے منہ پر کچھ ہلکے ہلکے داغ ہیں۔ جو لوگوں کی نظروں میں نہیں آتے کہ آئینہ کمال صفا نہیں ہے۔ اوّل چہرہ کا کچھ حصہ اس مصفا آئینہ میں ظاہر ہوا۔ اور پھر تمام داغ نظر آگئے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ مرآۃ شے مغائر شے ہوتا ہے اور پہلے چونکہ ساتھ عدم وجود کے درمیان مخلوط تھا۔ آئینہ بھی اسی کے مثل تھا۔ اور جب بالملہ عدم صرف کی

طرف کھنچا۔ آئینہ احکام عدم سے خالی نظر۔ جس روز یہ عقدہ حل ہُوا جو مَیں نے لکھا تھا کہ خوب نظر حقیقت میں ہونا۔ ثبوت بدل عدم کا نہیں ہو سکتا، ظاہر ہوا کہ نہایت اطلاق اَنَا، بقا یا عدم تک کیونکہ اَنَا اَنَا کے ساتھ ملتبس ہے۔ جب عدم اصل سے ملجاتا ہے اَنَا منقطع ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت بے اطلاق ان ثبوت سے مبدل ہو جاتی ہے۔ اور انقطاع علم حضوری ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وجود ہمیشہ حاضر ہے، بتوجہ جناب اُمیدوار ہوں کہ تفصیل ان حقائق سے بہرہ ور ہو جاؤں۔ انتہٰے +

ایک روز آپ نے اس فقیر سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مَیں شب کو دروازہ اندر سے بند کر کے صحن خانہ میں سو رہا تھا کہ کوئی نصف یا نصف سے کچھ زائد رات گذری ہو گی کہ کسی نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ مَیں حیران ہُوا کہ اس وقت کون آیا ہو گا۔ ہر چند مَیں نے آواز دی لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔ مَیں نے چاہا کہ دروازہ کھولدوں تو اُس نے دروازہ اپنی طرف کھینچا اور مَیں نے اپنی طرف اسی اثنا میں خواجہ صاحب نے آواز دی کہ محمد سعید حاضر رہو۔ آپ کی آواز پہنچتے ہی وہ ناپدید ہو گیا +

صبح کو مَیں نے آپ کی خدمت میں اس کا ذکر کیا۔ فرمایا۔ آج شب کو جن نے چاہا کہ گھر میں آ کر تم سے مزاحم ہو۔ جب مجھے اس کی اطلاع ہوئی تو آوازہ دیکر مَیں نے اُسے بھگا دیا +

اسی تقریب میں ایک ثقہ دوست بیان کیا کہ ایک دفعہ مَیں گھر میں جا کر سو رہا ابھی کچھ نیند آئی تھی کہ ایک جن نے چاہا کہ مجھ پر تصرف کرے۔ مَیں نے کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا۔ تو پڑھتے ہی مَیں نے دیکھا کہ فرشتوں نے نازل ہو کر اُسے پارہ پارہ کر دیا۔ اور اُس کے متعلقین کو اُس جگہ سے جلاوطن کر دیا +

ناقل بیان کرتا ہے کہ اسی روز اس گھر سے ایک آسیب زدہ شخص لایا گیا۔ جسے اسی شب کو آسیب پہنچا تھا +

ب

رسالہ مبدأ و معاد میں حضرت خواجہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز جنوں کے احوال اس درویش پر منکشف ہوئے۔ دیکھا کہ جن کوچوں میں آدمیوں کے

رنگ میں اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں۔ ہر ایک جن کے سر پر ایک ایک فرشتہ موکل ہے اور اپنے موکل کے خوف سے اِدھر اُدھر دائیں بائیں نظر نہیں ڈال سکتے۔ اور قیدیوں کی طرح پھرائے جا رہے ہیں۔ اور اصلاً مخالفت نہیں رکھتے۔ اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ہر ایک موکل کے ہاتھ میں ایک ایک گرز ہے کہ جن ذرا بھی مخالفت کرے تو ایک ہی ضرب میں اُس کا کام تمام ہو جائے +

حضرت خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالےٰ

حضرت خواجہ صاحب کے تیسرے فرزند ہیں۔ ولادت شریف آپ کی گیارہ ماہ شوال المکرم ۱۰۰۷ ہجری کو ہوئی +

حضرت خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ قدوم میمنت لزوم یعنی ولادت محمد معصوم ہمارے لئے نہایت مبارک واقع ہوئی ہے کہ اُن کے تولد کے چند ماہ بعد ہم حضرت خواجہ صاحب (یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ) کی شرف ملازمت سے سرفراز ہوئے۔ اور دیکھا جو کچھ کہ دیکھا +

آپ کی مدح و تعریف و علو استعداد کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ وہ محمدی مشربوں میں سے ہیں +

اور ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "فرزندی محمد معصوم کا کیا حال لکھوں کہ وہ خود بالذات اس دولت ولایت کے قابل ہے +

نیز آپ نے فرمایا کہ یہ اُس کی علو استعداد کا اقتضا تھا کہ تین سال عمر ہی میں اُس نے حقیقت تجلی ذاتی اور توحید میں لب کشائی کی اور کہنے لگا کہ میں آسمان ہوں میں زمین ہوں اور میں فلاں ہوں اور فلاں ہوں ؎

چوں زلیخا کز سپنداں تا بعود
نام جملہ چیز یوسف کردہ بود

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس راہ میں پیر و جوان عورتیں بچے سب برابر ہیں۔ انوار فیوض الٰہی سب کو علے السّاوی پہنچ سکتے ہیں ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم +

خواجہ صاحب ہمیشہ آپ کے زمانۂ طفولیت میں آپ کی بلند استعداد و آثارِ رشد مشاہدہ کر کے نظرِ عنایت و توجہ شاملِ حال رکھتے تھے اور ظہور کمالاتِ خفیہ کے منتظر رہتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ چونکہ علم مبدأ حال ہے، اس لئے بدون تحصیل علم چارہ نہیں۔ اس لئے آپ تحصیل علوم معقول و منقول کی تحریص و ترغیب دلایا کرتے تھے +

چنانچہ آپ کی توجہ سے ان نور دیدہ ولایت نے بھی اپنے برادران بزرگ کی طرح ۱۶ برس کی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت حاصل کی +

تحصیل علوم کے درمیان تحصیل حال میں بھی سرگرم رہتے تھے۔ جب تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو گئے۔ اور بعنایت اپنے والد ماجد کے احوال و اسرار خاصہ سے نصیب کامل پایا۔ بلکہ آپ کے مخلص امید رکھتے ہیں کہ آپ بحسب اشارہ حضرت مخدوم صاحب مرتبۂ قطبیت کو پہنچیں گے +

چنانچہ ایک روز آپ نے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ میں ایک نور دیکھتا ہوں جس سے تمام عالم منور ہے اور وہ نور ذراتِ عالم میں سرایت کئے ہوئے ہے جس طرح آفتاب اگر غروب ہو جائے تو تمام عالم ظلمانی ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم قطب وقت ہو گے۔ میری اس بات کو یاد رکھنا۔ والحمد للہ کثیرًا کثیرا +

راقم الحروف نے ایک روز حضرت کو فرماتے سنا کہ محمد معصوم کا اقتباس نسبت یونا فیونا حفظ و تعلیم میں صاحب شرح وقایہ کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے عنوان کتاب میں بیان کیا ہے کہ :-

"وقایہ سبقاً سبقاً میرے جد امجد نے تالیف کی۔ اسی طرح میں بھی اُسے سبقاً سبقاً یاد کرتا جاتا تھا چنانچہ جب یہ تالیف پوری ہوئی۔ یہ تمام میرے ذہن میں محفوظ تھی" +

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ آپ کی مدحت و علو حال کے لئے یہ باتیں کافی ہیں +

ایک اور مکتوب میں خواجہ صاحب نے آپکے اور خواجہ محمد سعید علیہما اللہ کے حق

میں چند کلمات تحریر فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ "طبیعت ہمیشہ تمہارے حال کی طرف متوجہ اور تمہارے کمال کی خواہاں رہتی ہے۔ پرسوں نماز صبح کے بعد میں خاموش بیٹھا تھا ایسا معلوم ہوا۔ جو خلعت کہ میں رکھتا تھا مجھ سے جدا ہوئی اور اس کی بجائے دوسری خلعت مجھے عطا ہوئی۔ اس کے بعد مجھے خیال گذرا کہ یہ خلعت کسی کو دینگے یا نہیں۔ اگر دینگے تو آرزو یہ ہے کہ وہ فرزند ارجمند محمد معصوم کو عطا کریں۔ ایک لمحے کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ خلعت فرزند ارجمند کو مرحمت ہوئی۔ اور وہ خلعت زاید معاملہ قیومیت سے تھی۔ جو تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتی تھی اور یہ خلعت جدیدہ مستحق خلع ہو تو امید وار ہوں از کمال کرم فرزندی اعزّے محمد سعید کو عطا فرمائیں"۔

راقم الحروف بتضرّع تمام بارگاہ الٰہی میں اس کی مقبولیت کی دعا کرتا ہے اور آپ کو اس دولت کا مستحق سمجھتا ہے۔ اگر استعداد ہے تو داد و عطا اس ذات پاک کی ہے ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے دونوں مخدوم زادوں کو ادائے شکر اللہ عزّ وجل کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا قال اللہ تبارك وتعالےٰ اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا ؕ وَقَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِىَ الشَّكُوۡرُ معلوم ہے کہ شکر عبدیّت محض سے ہے جو کچھ اللہ تعالےٰ نے جوارح و قوائے ظاہریہ و باطنیہ عطا فرمائے ہیں اس ادائے شکر کے لئے عطا فرمائے ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ یہ سب کچھ عطا نہ فرماتا تو شکر اللہ عزّ وجل کس طرح ادا ہو سکتا واللہ سبحانہ ھو الموفق انتھٰی۔

پھر ایک مدت قلیل کے بعد فرمایا کہ خلعت ثانیہ موعودہ بھی فرزند محمد سعید کو عطا کی۔ والحمد للہ سبحانہ علےٰ ذلک اور یہ خلعت ثانیہ عبارت ہے مقام خلّت سے۔

اس کے علاوہ بھی کیا مکتوبات اور کیا مکالمات وغیرہ میں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے ان فرزندان ذوالبرکات کے کمالات وافرہ کی طرف بہت سے مقبول بشارات کئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان دو سرچشموں کے آب زلال سے اس راہ کے پیاسوں کو سیراب کرتا رہے۔

حق سبحانہٗ وتعالےٰ کی عنایات وافرہ سے جو آپ پر شامل حال ہیں ایک یہ ہے کہ آپ نے باوجود مشاغل علمی وافاضۂ طالبانِ حق اور باوجود التزام اوراد ووظائف کے تھوڑی سی مدت میں قرآن مجید بھی حفظ کر لیا۔ آپ اسرار ومعارف میں اپنے پدر بزرگوار سے پورے طور سے اطلاع وواقفیت رکھتے ہیں +

بہت سے اسرار ومعارف آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے خلوتوں میں استماع کئے ہیں اور بہت سے وہ ہیں جو آپ کے مکتوبات وغیرہ میں مرقوم ہیں۔ آپ نے ان معارف واسرار خاصہ کو اپنی ایک بیاض میں بھی جمع کیا ہے۔ چونکہ آپ راقم الحروف پر عنایت رکھتے ہیں اور محرم راز سمجھتے ہیں۔ اس لئے آپ نے بعض خاص اسرار و معارف سے راقم الحروف کو بھی اطلاع بخشی ہے اور اجازت دی ہے کہ میں انہیں آپ کے حالات میں درج کروں۔ بعض اسرار ومعارف تو حال سے تعلق رکھتے ہیں اور بیان میں نہیں آسکتے اور بعض بیان کئے جا سکتے ہیں انہیں تبرکات یگانہ میں عرض کرتا ہوں +

۱

آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں جو وارد ہوا ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ کہ قبر ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے، سو قبر کا روضۂ جنت ہونا یہ ہے کہ قبر کے اور جنت کے درمیان جو حجب ومسافت ہے مرتفع ہو جاتا ہے اور دونوں کے درمیان کوئی حجاب مانع نہیں رہتا۔ گویا وہ بقعہ فنا بقائے جنت پیدا کرتا ہے افافہم۔ یہی معنی ہیں قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مَا بَیْنَ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ کے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے یہ قسم روضہ کی خص خواص کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسروں پر بھی بوجہ نورانیت ایمانیہ اگر جنت کا پرتو اس بقعہ پر پڑے، ہو سکتا ہے +

۲

یہ حیات جو اس عالم سے تعلق رکھتی ہے، دو چیزیں چاہتی ہے۔ حس و حرکت اور جو حیات کہ عالم برزخ سے تعلق رکھتی ہے حس محض بدون اس کے کہ اس میں حرکت

حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے جو حکیم مطلق ہے ہر محل کے مناسب زندگی عطا فرمائی ہے۔ اور عالم برزخ میں حس ضروری ہے تاکہ تالّم و تلذّذ متصور ہو اور حرکت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۳

علم کہ عبارت انکشاف سے ہے، دو قسم ہے۔ ایک یہ کہ انکشاف باحاطہ ہو اور قسم دوم یہ کہ محض انکشاف ہو۔ جو علم کہ ممکن سے تعلق رکھتا ہے قسم اول میں داخل ہے۔ اور جو علم کہ ذات واجب سے تعلق رکھتا ہے داخل قسم ثانی ہے، انکشاف محض ہے۔ اور اس علم کو ادراک بسیط کہتے ہیں۔ نشان عدم احاطہ یہ ہے کہ کیفیت درک میں نہیں آتی۔ اور رویت اُخروی بھی اسی قسم دوم کے مماثل ہے۔ کیونکہ انکشاف محض ہے۔ بدون اس کے کہ کوئی کیفیت معلوم ہو۔ اور کیفیت معلوم ہی کیونکر ہو سکتی ہے کیونکہ ذات حق تعالیٰ میں کیفیت نہیں +

۴

مقام رضا میں کہ فوق مقام حُب ہے دو اعتبار ہیں۔ ایک اعتبار رضائے حق سُبحانہٗ و تعالیٰ از عبد۔ اور ایک اعتبار رضائے عبد ہے از حق سُبحانہٗ۔ اعتبار ثانی فوق اعتبار اول ہے، کیونکہ اول رضائے حق ہے اور پھر رضائے عبد۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ +

۵

ایک روز آپ نے آیہ کریمہ اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تلاوت کی اور فرمایا کہ علمائے کرام استنساخ سے استنساخ مَلَک مراد لیتے ہیں اور اسناد استنساخ کو مجازی کہتے ہیں۔ لیکن ایک روز میں اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا کہ میرے دل پر گذرا کہ حق تعالیٰ نے استنساخ کی نسبت اپنی طرف کی ہے تو کیا یہ اسناد حقیقی بھی ہو سکتا ہے۔ تو بعد توجہ مشہود ہوا کہ اس مرتبہ میں استنساخ ورائے استنساخ مَلَک بھی ثابت ہے۔ مخدوم زادہ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا تو یہ استنساخ جو ورائے استنساخ ثابت ہے، عام ہے یا مخصوص بعض اشخاص ہے۔ فرمایا مخصوص مخصوصان ہے کہ حق تعالیٰ اور ان کے درمیان بعض ایسے امور گذرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نہیں چاہتا کہ کراماً کاتبین کو بھی اُن پر اطلاع ہو۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ

الْعَظِیْم ؛

اسی طرح آیہ کریمہ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا میں توفی کو اپنی طرف اسناد کیا باوجودیکہ قبض ارواح ملک الموت کرتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت شریف میں وارد ہوا ہے قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ الآیہ۔ اس آیت شریف میں بھی محتمل ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ بعض خاصان خاص ارواح بلاتوسط ملک الموت قبض کرتا ہو اور بعض دیگر کا بتوسط ملک، کما ورد فی الاخبار ؛

آپ نے بعض اسفار میں جن میں آپ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے ہمرکاب نہ تھے، عرائض لکھے ہیں جو آپ کے احوال علیہ پر دلالت رکھتے ہیں۔ از انجملہ دو عریضے اس جگہ نقل کرتا ہوں ؛

عریضہ اولےٰ

بندہ کمترین محمد معصوم عرض خدمت کرتا ہے کہ جناب کے شفقت نامے پے درپے کئی ایک پہنچے۔ بندے کے معاملہ کو حضیض پستی سے نکال کر ترقی پر پہنچایا۔ بعد وصول مکتوب مشتمل بر معارف فوصرف ذاتی بعنایت حق سبحانہٗ وتعالےٰ فنا وبقا اس نسبت کی میسر ہوئی اور ایک مدت تک اس میں مستغرق رہا۔ اگرچہ بروقت تحریر عریضہ وہ حالت مستور معلوم ہوتی ہے، معلوم نہیں وجہ اس کی کیا ہے۔ جناب کی توجہات اور حق سبحانہٗ وتعالےٰ کی عنایت کا کیا ذکر کروں، کشاں کشاں لیجاتے ہیں۔ ہرچند کہ میں نہیں جانتا کہ کہاں لیجاتے ہیں اور کہاں پہنچاتے ہیں۔ اس اثنا میں بہت سے حالات عطا کرتے ہیں کہ ذوقی ہیں نہ بیانی ؎

من نہ باختیار خود میروم از قفائے او
آں دو کمان عنبریں مے کشدم کشاں کشاں

حق سبحانہٗ وتعالےٰ بتوجہ جناب تیز کامل عطا فرمائے رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ عجیب معاملہ ہے باوجود ورود ان احوال کے بعض اوقات قبض اس درجہ غلبہ کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ میں حرارت نہیں رکھتا۔ پھر چند روز کے بعد نئے معاملات فائضہ تازہ ہو جاتے ہیں اور کیفیات مخصوصہ جلوہ گر ہوتی ہیں۔ وجہ اس کی بھی معلوم نہیں کیا ہوگی۔ اتنی قدر جانتا ہوں

مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ اس معاملہ سے اپنی مناسبت کو از راہ انابت راہ اجتبا سے زیادہ جانتا ہوں اور اجتبا کو طفل جانتا ہوں بلکہ حسرت کرتا ہوں اور خود کو اس سے تسلی دیتا ہوں کہ بندہ کو خواست (ارادہ) سے کیا کام، جو کچھ حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے عنایت فرمائے اُس پر راضی رہنا چاہئے۔ حق سبحانہٗ وتعالےٰ بتوجہ جناب شمہ محبوبیت ذاتیہ سے عطا فرمائے۔ العبودیۃ +

عریضہ ثانیہ

کمترین بندہ محمد معصوم خدمت عالی میں عرض کرتا ہے کہ سرفرازنامۂ عالی جس میں جناب نے اس عاصئ مہجور کو انواع عنایات سے سرفراز فرمایا ہے، صادر ہوا ہے ؎

من کہ باشم کہ براں خاطر عاطر گذرم
لطفہا میکنی اے خاک درت تاج سرم

حق سبحانہٗ وتعالےٰ کے احسانات کیا عرض کروں۔ اور کون سے جوارح سے اُس کے احسانات کا شکر بجالاؤں۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خاک کر دے بلکہ اپنا نام ونشان نہ رہنے دے تب بھی وہ اُس کا حق شکر نہیں بجالاسکتا کیونکہ جو عبادت کہ اُس کی طرف منسوب ہوگی۔ وہ عیب و نقصان سے بھری ہوگی +

خود جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ اے پروردگار میں تیری ثنا بہ تمام وکمال نہیں کرسکتا جیسے کہ تو نے خود اپنی ثنا کی ہے، تو پھر اور کسی کا ذکر کیا +

اخوی خواجہ محمد ہاشم نے مکتوبات معارف جدیدہ آگرہ سے ارسال فرمائے ہیں اُن کا درجہ علو اس قدر ہے کہ ہر ایک بے سرانجام اُن کے معارف کو تمامہا سمجھ سکے اور یہ جو ذکر فرمایا ہے کہ تمام افراد عالم ظلال اسماء وصفات ذات واجب تعالےٰ ہیں پس یہ سب اعراض ہونگے اور جوہر ان کے درمیان ایک بھی نہ ہوگا کہ ان سب کا قیام اُس پر مترتب ہو پس اُن کی ذات کو بجز حرمان کے اور کوئی نصیب نہیں اور اُن کا نصیب جو کچھ غیر از صفات نہیں ہے مگر ایک ذات عارف الخ +

ایک روز نماز تراویح میں، میں اس امر کے مراقبہ ومطالعہ میں پڑ گیا کہ جو اعراض

کہ اس شخص کی ذات تھے انہوں نے اصل کی طرف عود کیا۔ اور اس کا کوئی نام و نشان نہ رہا اور تمام اصل میں مضمحل و محو ہو گئے۔ ہر چند کہ عروج کرتا ہوں اور ہوس اس بات کی ہے کہ ذات مجرد سے بہرہ نصیب ہو لیکن میسر نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ میسر ہوتا ہے اصول میں جا ملتا ہے اور اصول اصول میں لئے ماشاء اللہ۔ چنانچہ مشہود ہوا کہ جہاں کہیں کہ جاؤں اور جہاں تک پہنچو، وجوات و اعتبارات میں پہنچو گے جو اصل اصول ہیں۔ اور ان اصول اور اصل اصول سے ذات مجرد تک پہنچنا محال ہے۔ کیونکہ اصول تمامہا منقطع ہو جاتے ہیں اور ذات حق سبحانہٗ وتعالےٰ وراء الوراء ہے اور اطلاق اصل اس کی ذات پاک میں ساقط ہے۔ آخر الامر معاملہ یاس کو پہنچا اور بہ یقین یقین معلوم ہوا۔ جب تک کہ توصیفات اور اعتبارات ہیں اس وقت سعی یہیں تک ہوگی کہ اپنے آپ کو اصول میں مضمحل و متلاشی کرے اس کے بعد اصل سے گذرنے کے کوئی معنی نہیں ؞

امر دیگر۔ چاہیئے کہ حضرت ذات جل سلطانہٗ سے بہرہ نصیب ہو۔ اس وقت دل پر خیال گذرا کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں وَمَا بَعْدَ هٰذَا اِلَّا الْعَدَمُ الْمَحْضُ یعنی فنا و اضمحلال در اصول کے نہیں ہے مگر عدم محض کیونکہ اصول کو ذات حق سبحانہٗ وتعالےٰ میں کوئی راہ نہیں اور وہ سب منقطع ہو جاتے ہیں اور ذات حق سبحانہٗ وراء الوراء ہے جب تک نے ذات عطا نہ فرمائیں ذات تک پہنچنا محال ہے۔ اور یہ جو جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ قسم بزرگ ایک زمانہ میں متعدد نہیں ہوتی۔ علاوہ یاس کے کہ مذکور ہوئی۔ اس قدر غم و رنج ہوا کہ کیا عرض کروں۔ ایام یاس میں کبھی دل پر گذرتا تھا کہ تابع کامل کو جمیع کمالات متبوع سے نصیب ہوتا ہے۔ پس عدم تعدد کس اعتبار سے ہوگا۔ آیا فرق اصالت و تبعیت کا ہوگا۔ لیکن اس قسم سے دل کے اضطراب کو تسکین نہیں ہوتی عجب نہیں بحکم آیہ کریمہ حَتّٰى اِذَا اسْتَيْاَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاءُ محرومی نہ رہے اور تسکین ہو جائے ؞

خواجہ محمد ہاشم کے آخری مکتوب میں جو کچھ جناب نے تحریر فرمایا تھا۔ اس سے مجھے اطلاع دی۔ ہر چند کہ اس کے بعد کئی ایک مکتوب گذر چکے۔ لیکن مصلحۃً میں نے جناب کو اس سے اطلاع دی اور اس سے کنارہ کشی کر رہا تھا۔ لیکن اب جناب کی توجہ شریف سے امیدوار رہوں کہ یہ معما بھی حل ہو جائے۔ جب لکھتے وقت اس سے اطلاع پائی تو

انشاء اللہ تعالےٰ جناب کی توجہ سے اُمید ہے کہ اُس سے بہرہ ور ہوگا۔ العبودیۃ انتہےٰ ✤

انہیں ایّام میں آپ نے اپنے اس مخلص کے نام بھی ایک نامہ ارسال فرمایا ہے اس میں آپ نے فقیر کو محرم راز جان کر بعض امور کی طرف اشارات کئے ہیں تبرّکاً نقل کرتا ہوں کہ اُس سے آپ کا علوِ حال اور انکسار ظاہر ہوتا ہے ✤

ب

الحمد للہ رب العالمین والصّلوٰۃ والسّلامُ علےٰ سید المرسلین محمد وآلہٖ اجمعین اُمیدوار ہوں کہ آں برادر گرامی دوال سے چھٹکارا پاکر مدلول حقیقی تک پہنچ گئے ہونگے اور جزئی سے کلّی تک اور وہاں سے مافوق تک ملحق ہوئے ہونگے اور قوسین سے اونےٰ تک پہنچے ہونگے۔ مخلوط سے خالص کو جُدا کر لیا ہوگا۔ اور بمقتضائے حدیث شریف اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ بطُون مرکز نقطہ مذکور میں کیا ہوگا۔ علم سے نادانی کی طرف اور گفت سے خموشی کی طرف آگئے ہونگے۔ معاملہ نفی کو پس پُشت ڈال کر نگراں اثبات ہوئے ہونگے۔ بلکہ وہاں سے مجہول الکیفیت سے بہرہ حاصل کیا ہوگا۔ گو فی الجملہ ہی ہے۔ اور خلیل سے حبیب کی طرف متوجہ ہوئے ہونگے علیہما الصلوٰۃ والسّلام ؏

باکریماں کارہا دشوار نیست

آپ کی علوِ فطرت اور شوریدگی سے یہ امور بعید نہیں بلکہ قریب ہیں۔ بلکہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ کو حاصل ہیں۔ ہاں مجھ جیسے ناقابل پست ہمت جس نے اپنی تمام قابلیت کو زلّات و معاصی میں کھیا ہوئے کیونکر زیبا ہو سکتا ہے کہ مطالب ارجمند کا خیال تک کرے۔ میرے اس بیان کو آپ تکلّف یا انکسار نفس پر محمول نہ کریں کہ امر واقعی ہے۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ باوجود اس ناقابلی اور عصیاں کے ستر و نشاء اُس کی نہاد میں ودیعت کیا ہے اور مستودع کو اُس کی حقیقت سے پوری اطلاع نہیں دی ہے۔ اس لئے ہر وقت اپنے نشاء کا والہ و شیدا رہتا ہے اور عاشقی و رمیان میں کھتا ہے۔ اُمید الطاف واہب العطایا سے یہ ہے کہ ان اُمور کو کما ینبغی ظہور میں لا کر ستر سے علانیت میں اور قوت سے فعل میں لائے وَمَا ذٰلِکَ عَلَى اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ✤

اے پروردگار! اس محبوس زندانِ دنیا کو حبس سے خلاصی بخش اور اس مرغ شکستہ بال

کو اس قفس سے رہا کرے کہ بے مزاحمت اغیار اس نشاء میں مستہلک بلکہ نشاءے نشاء ہو جائے اِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ انتہے المکتوب العالی ۔

مخفی نہ رہے کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے ان تین مخدوم زادوں کے سوائے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور فرزند بھی تھے۔ ایک شیخ محمد فرخ دوم شیخ محمد عیسےٰ رحمہما اللہ۔ ان دونوں فرزندوں نے آپ کے زمانہ ہی میں اپنے برادر بزرگ خواجہ محمد صادق مرحوم کی رفاقت میں سفر آخرت اختیار کیا۔ ان دونوں نور دیدوں کے احوال ارجمند خود حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے بیان مبارک سے مخدوم زادہ بزرگ کے حالات میں مذکور ہو چکے ہیں ۔

آپ کا نام محمد عیسےٰ رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ جس وقت آپ شکم مادر میں تھے تو حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ پر حضرت عیسےٰ علیہ السلام ظاہر ہوئے۔ اور فرمایا تمہارے گھر میں فرزند تولد ہوگا اس کا نام ہمارے نام پر رکھنا ۔

ایک اور فرزند آپ کے محمد اشرف تھے جو حالت شیر خواری ہی میں فوت ہو گئے ۔

ایک فرزند آپ کے شاہ محمد یحیےٰ ہیں اطال اللہ عمرہٗ ابھی صغیر السن ہیں۔ آپکا لقب شاہ اس لئے پڑ گیا کہ طفولیت میں شاہ سکندر قادری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت سے گذرے ہیں۔ چنانچہ شاہ سکندر قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں بھی اس کی طرف اشارہ گذر چکا ہے ۔

شاہ سکندر قادری زمانہ طفولیت میں آپ پر عنایات و توجہات خاص رکھتے تھے۔ اور اپنے آباو اجداد کے القاب کے مطابق آپ کو شاہ کمال پکارتے تھے ۔

اور مخدوم زادہ محمد یحیےٰ کے نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ کے قریب زمانہ ولادت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کو الہام ہوا کہ تمہارے گھر پسر ہوگا۔ اور اس سے تمہارا نام زندہ ہوگا جب آپ تولد ہوئے تو اس کے مطابق آپ نے ان کا نام محمد یحیےٰ نام رکھا ۔

آپ بھی استعداد عالی رکھتے ہیں۔ بہ یمن تربیت حضرت خواجہ صاحب آپنے آٹھ نو سالہ عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اسی طفولیت کے زمانہ میں تحصیل علم سے بھی آپ کو کامل محبت و رغبت تھی۔ حتےٰ کہ اس طفولیت کے زمانہ میں اُستاد کے ساتھ آپ کی نسبت رابطہ بھی مشاہدہ کی گئی۔ حالانکہ کسی طفل سے ایسا مشاہدہ نہیں کیا گیا اور نہ سنا گیا

ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے سفر حج سے مراجعت کی اور بعض خادم دو تین منزل آپ کے استقبال کے لئے گئے۔ تو آپ کو بھی اپنے ہمراہ لیتے گئے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب کسی سبب سے تین چار روز کے بعد سرہند جائینگے۔ تو آپ نے خواجہ صاحب سے رخصت ہونے کی اجازت لی آپ نے فرمایا۔ بابا اتنی جلدی کا کیا سبب ہے شاید تم مجھے یاد نہیں کیا کرتے۔ عرض کیا ان چند روز میں میرے سبق میں ہرج ہوگا اور میرا فلاں شریک مجھ سے آگے بڑھ جائیگا نیز مجھے اپنے استاد بھی یاد آتے ہیں۔ خواجہ صاحب آپ کی یہ گفتگو سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کیوں نہیں یہ طبقۂ علما اور خاندان حفاظ و صلحاء سے ہے۔ یہ فرما کر خواجہ صاحب نے آپ کو رخصت کر دیا۔ اور اجمیر شریف میں جب کہ آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کا زمانۂ انتقال ہے۔ ایک روز فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ محمد یحییٰ بھی اپنے بھائیوں کی طرح اس نسبت سے بہرہ ور ہو۔ لیکن کیا کروں کہ وہ ابھی طفل ہے اور میرا زمانۂ انتقال قریب ہے۔ اور کمال شفقت کے باعث آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے آپ کے انتقال کے بعد قرآن مجید تو آپ یاد ہی کر چکے تھے۔ بتربیت اپنے برادران بزرگوار تحصیل علوم معقول و منقول بھی آپ نے انجام کو پہنچائی۔ اور باستحکام و استحضار تمام درس و تدریس اور نشر علوم میں مشغول ہو گئے۔ اور طریقۂ انقطاع و تبتل۔ آزادی۔ بے تعینی۔ ضبط اوقات۔ حفظ اوضاع۔ اتباع سنت اور رعایت اس طریقۂ علیہ میں بھی خط کامل رکھتے تھے۔ آثار نجابت و وراثت اور نسبت معنویہ آپ کی پیشانی سے ظاہر و ہویدا ہیں +

آپ کا حلیہ۔ قد و قامت۔ آپ کی رفتار اور چشم و ابرو سب آپ کے والد ماجد سے مشابہت تمام رکھتے ہیں +

آپ کی قبولیت کے لئے کیا یہ وجوہات کم ہیں کہ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب قدس سرہٗ کے نواسے ہیں۔ اور خواجہ بزرگ خواجہ عبید اللہ سلمہ اللہ کی دختر آپ کے نکاح میں ہیں۔ بانسبت معنوی کے ظاہری نسبت میں بھی آپ امتیاز رکھتے ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۵ سال کی ہے۔ آپ مطول پڑھتے ہیں۔ امید ہے کہ علوم ظاہری اور احوال باطنی میں آپ بھی اپنے برادران بزرگوار کی طرح کامل ہونگے +

اور لڑکیاں حضرت خواجہ صاحب کی تین تھیں۔ ایک نے ایامِ رضاعت ہی میں انتقال کیا۔ اور دوسری دختر نے پندرہ سال کی عمر کو پہنچ کر آپ کے زمانہ حیات ہی میں انتقال کیا۔ آپ صاحب احوال و کشوف تھیں اور حضرت خواجہ صاحب آپ پر عنایات و توجہات تمام رکھتے تھے۔ اور آپ کی تیسری دختر ابھی حیات ہیں اور صالحات سے ہیں۔ والسلام مع الاکرام +

فصل ۱۱

آپ کے خلفاء و دیگر صاحبزادوں کے حالات

خواجہ میر محمد نعمان سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ کے والد ماجد خدمت سید شمس الدین یحییٰ المعروف بہ میر بزرگ ہیں تقوے طہارت۔ نسبت اور حضور و صفا میں مشاہیر وقت سے تھے اور بعض علوم نادرہ مثل جفر و تکسیر وغیرہ میں یگانۂ عصر تھے۔ مولد و مسکن آپ کا بلدہ کشم ہے جو بلاد بدخشان سے ہے۔ اور اُن کے والد امیر جلال الدین تھے۔ اور جد امجد سید حمید الدین علمائے پرہیزگار و مشاہیر روزگار سے تھے +

آپ کو لوگ میر بُلبُل کہتے تھے اس لئے جب آپ تلاوت قرآن مجید کرتے تھے تو آپ کے اثر تلاوت سے بُلبُلیں آپ کے گرد جمع ہو جاتی تھیں +

نسبتِ ارادت آمیر بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک درویش موزہ دوز سے حاصل کی تھی۔ جو سلسلۂ ختلیہ میں صاحب حالات و کرامات اور درویشانِ پوشیدہ حال سے تھے۔ سمرقند کی ایک خانقاہ میں رہتے تھے اور جہت کفاف موزے سیتے تھے اور بازار میں لا کر فروخت کیا کرتے تھے +

امیر بزرگ، انہیں پیر روشن ضمیر کی ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آپ کو سمرقند کی جامع مسجد میں جذبہ آیا اور منبر کی اس جانب سے اُس جانب جا گرے

اور باوجود کبر سنی کے آپ کو مطلق کوئی ضرب نہیں پہنچی۔ حالانکہ منبر قریباً دو قد آدم بلند اور اس کی نصف مقدار چوڑا تھا۔

آپ کے علاوہ امیر بزرگ شیخ قاسم کرمنی قدس سرہٗ کی خدمت میں بھی پہنچے ہیں۔ اور اُن کے نام سے آپ نے ایک رسالہ بھی تالیف کیا ہے۔ غالباً آپ نے اُس رسالہ میں اپنے شیخ کا نام آب زر سے لکھا تھا۔ جب شیخ نے ملاحظہ کیا۔ فرمایا۔ تم نے فقرا کا اکرام و احترام کیا، اللہ تعالٰے تمہیں معزز و مکرم کرے۔

حضرت میر بزرگ کسی وجہ سے اپنے وطن سے سمرقند چلے گئے تھے۔ بعد ازاں پھر اپنے وطن مراجعت کر آئے۔ جب آپ جانبِ وطن رخصت ہوئے، تو شاہزادہ محبّ العلما والفقرا محمد حکیم میرزا نے ایک نامہ بکمال نیازمندی آپ کی خدمت میں بھیجکر آپ کو کابل طلب کیا۔ جب آپ کابل پہنچے تو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کی ملاقات کی جب سلطان موصوف نے انتقال کیا اور اتفاق زمانہ سے اُن دیار کا حاکم ہنود سے مقرر ہوا۔ تو آپ نے حق تعالٰے سے دُعا کی کہ وہ آپ کو اب اپنی بارگاہ میں بلالے۔ چنانچہ آپ کی دُعا مقبول ہوئی اور ۹۹۴ھ ہجری میں آپ نے انتقال کیا۔

حضرت مرشدی میر نعمان فرمایا کرتے تھے کہ میرا اعتقاد اپنے والد ماجد کے ساتھ یہ تھا کہ میں آپ کو عُرفا و اولیا سے نہیں جانتا تھا۔

ایک روز ایک درویش صاحبدل نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ایک دفعہ تمہارے والد ماجد کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا، میر نعمان سے کہو کہ تم ہمارے ساتھ اس قدر سُست اعتقادی کیوں رکھتے ہو۔

مرشدی میر نعمان کی ولادت شریف ۹۷۷ھ ہجری کو خاص سمرقند میں ہوئی آپ کی ولادت سے پہلے آپ کے والد ماجد نے حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا تمہارے گھر میں ایک سعادتمند پسر تولد ہوگا، اُس کا نام ہمارے نام پر رکھنا۔

آپ فرماتے ہیں کہ طفولیت کے زمانہ میں غور و فکر میں مجھے حیرت لاحق ہوا کرتی تھی۔ جب میں فقرا کی خدمت میں آیا اور مراقبہ وغیرہ سے اطلاع ہوئی تو معلوم ہوا

کہ وہ فکر اور حیرتیں بھی اس راہ کے شعبے ہیں +

آپ ابتدائے ایام شباب میں بلخ پہنچے اور معرفت آگاہ امیر عبد اللہ بلخی عشقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ باشارۂ آپ کی انابت کے جب ہندوستان آئے تو آپ پر اس راہ کا شوق غالب تھا۔ بعض درویشوں سے آپ نے تعلیم اذکار حاصل کی۔ اور ہوتے ہوتے آپ کے طالع ہمایوں نے خواجہ فانی بحق باقی حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں پہنچایا +

آپ نے الطاف بسیار آپ کے شامل حال کئے اور ذکر و مراقبہ طریقہ نقشبندیہ سے مشرف کیا +

اس کے بعد آپ مع اپنے بہت سے خویشوں اور فرزندوں کے آپ کی خدمت میں فقر و فاقہ کے ساتھ بسر کرنے لگے +

حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے بعض مخلص اُمرا نے آپ سے التماس کیا کہ چونکہ بعض فقرائے خانقاہ کو فقر و فاقہ کی تکلیف بہت پہنچتی ہے۔ اس لئے اگر حکم ہو تو ہر ایک کا وظیفہ مقرر کر کے ہم سعادت دارین حاصل کریں۔ حضرت خواجہ صاحب نے چند افراد کے لئے یہ رائے تجویز کی +

اسی وقت آپ سے کسی نے مرشدی محمد نعمان کا بھی آپ سے ذکر کیا اور بیان کیا کہ کثرت اہل و عیال کے باعث آپ کو بہت تکلیف رہتی ہے +

خواجہ صاحب نے آپ کے لئے اجازت نہیں دی اور فرمایا یہ ہمارے جزو بدن ہیں یعنی ہم اپنے جزو بدن کو ان اُمور کے نزدیک نہیں ہونے دینگے +

مرشدی میر نعمان فرماتے ہیں کہ اُن دنوں میں مجھ پر کچھ فقر و فاقہ گذرتا تھا آپ کے اس فرمان کے استماع اور آپ کی اس خاص عنایت سے مجھے رقت ہوئی اور خود رفتہ ہو گیا اور راستہ دیں بند ہو گئیں +

مسجد فیروزی کے نیچے بہت سے مکانات ہیں جن میں قرنوں سے آدمیوں نے سکونت چھوڑ دی تھی اور ابابیل وغیرہ پرندوں کی بیٹ کی بدبو کی وجہ سے وہاں رہنا بھی مشکل تھا بحکم حضرت خواجہ صاحب مع متعلقین کے میں وہاں رہا +

اس سکونت کے اثر سے آپ کی ہمشیرہ جو صالحات صاحب حالات و جذبات ہیں

تھیں بیمار ہوگئیں +

حضرت خواجہ صاحب کی والدہ ماجدہ اُن کی عیادت کو آئیں تو مکان کی بدبُو کے باعث بیٹھ نہ سکیں۔ جب واپس گئیں تو خواجہ صاحب سے حال بیان کیا۔ اور فرمایا اے خواجہ من وائے نور دیدہ من! یہ لوگ مرید ہونے کے لیئے آئے ہیں مرنے کے لیئے نہیں آئے۔ آپ نے کہا اے والدہ ماجدہ یہ لوگ دعوے کے لئے نہیں آئے ہیں کہ ان امور سے گران خاطر و ملول ہوں +

نیز آپ بیان فرماتے ہیں کہ چند روز بعض حالات سکریہ خلاف شرع مجھ پر غالب تھے ہر چند میں نے کوشش کی کہ دفع ہو جائیں لیکن دفع نہیں ہوئے۔ ناچار قصد کیا کہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں بیان کروں۔ جب میں مسجد میں پہنچا نماز جماعت طیار تھی میں ایک صف کے کنارے کھڑا ہوگیا۔ اور حضرت خواجہ صاحب اس صف کے دوسرے کنارہ پر کھڑے ہوئے تھے۔ جونہی میری نظر آپ پر اور آپ کی نظر مجھ پر پڑی، یہ سکریات مجھ سے مسلوب ہوگئے +

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ مرض موت حضرت خواجہ صاحب میں ایک شب مجھے خدمتگاری و شب بیداری کا موقع ملا۔ اس شب آپ نے مجھ پر نظر ڈالی اُس نظر فیض اثر کا اثر مجھ پر طاری ہوگیا کہ جو کام مجھ سے وقوع میں آتا میں سوچ میں پڑ جاتا کہ آیا یہ کام رضائے الٰہی کے موافق ہے یا نہیں۔ چنانچہ ہر ہر قدم پر میں کہتا کہ مطابق مرضی حق ہے یا غیر مرضی حق۔ جب واپس ہوتا اسی اندیشہ و فکر میں گم ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ وقت آپ کی رضا و تسلیم کا تھا اور اُس دریائے بیکران کا چھینٹا اس تشنہ لب کو پہنچا +

نیز آپ بیان کرتے تھے کہ جب حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے اپنے زمانہ زندگی ہی میں حضرت خواجہ صاحب (یعنی حضرت مجدد الف ثانی) کو اجازت ارشاد عطا فرمائی اور تمام مرید آپ کے حوالہ کر دیئے تو فرداً فرداً سب کو بلا کر آپ نے رخصت کیا اور سب کی تربیت آپ کے سپرد کر دی۔ چنانچہ آپ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے کہ اُن کی موجودگی میں تم میری تعظیم نہ کیا کرو۔ بلکہ میری طرف توجہ بھی نہ کیا کرو +

اس ضمن میں آپ نے اس فقیر محمد نعمان کو بھی بُلایا اور فرمایا کہ اُن کی خدمت کو سعادت جان کر اُن کے ملازم خدمت رہو۔ چونکہ بوجہ ہم پیری اور بمقتضائے نفوس نفس میں

رغبت متمکن تھی۔ عرض کیا کہ قبلہ! توجہ من درگاہ جناب ہے۔ ہر چند کہ خواجہ صاحب بھی ہیں۔ آپ نے غصہ ہو کر فرمایا کہ میاں شیخ احمد وہ آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اُن کے ضمن میں گم ہیں۔ کمّل اولیائے متقدمین سے خال خال اُن جیسے گذرے ہونگے +

اس کے بعد میں نے آپ کے ساتھ اعتقاد درست کیا اور بہ نیاز تمام آپ کی خدمت میں پہنچا اور عجز و انکسار کر کے عنایت و توجہ کا التماس کیا۔ فرمایا۔ آپ میری مریدوں سے ہیں۔ لیکن ابھی خواجہ صاحب کی خدمت ہی میں رہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب کے بعد جب ہمارے خواجہ صاحب دہلی تشریف لے گئے۔ تو سیّدی مرشدی میر محمد نعمان نے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ مشتمل بر شکستہ دلی، غربت و بے نصیبی و بے استعدادی ارسال کر کے فرمایا کہ خواجہ صاحب کے انتقال کے بعد اب میرے لئے بجز جناب کے کوئی چارہ و وسیلہ نہیں کہ میں اولاد سیّد المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت رکھتا ہوں بصدقہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مجھ پر ترحم فرمائیں +

آپ اس مکتوب کے مطالعہ سے نہایت آبدیدہ ہوئے اور فرمایا میاں میدلی مت کرو، خواجۂ ما رضی اللہ عنہ حاضر ہیں انشاء اللہ خوب گذریگی +

نیز حضرت خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اصحاب حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ میں سے میر صاحب کو ہمارے ساتھ نسبت دیگر حاصل ہے +

بالجملہ حضرت خواجہ صاحب سیّدی مرشدی میر نعمان کو سلک ارادت میں داخل کر کے سرہند لائے۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب کے در دولت پر کئی برس گذاریں اور دیکھا جو کچھ کہ دیکھا۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ صاحب کو ایک وقت ضعف لاحق ہوا اور بایں خیال کہ شاید مرض آخر مرض ہو۔ اور غلبات ضعف کی وجہ سے امانت خواجگان رضی اللہ عنہم اہل امانت کو سپرد کرنے کا موقع نہ ملے۔ اس لئے آپ نے ارادہ کیا کہ آپ اپنے خلص اصحاب کو اس نسبت شریفہ کا القا کریں۔ تو آپ نے دیکھا کہ اس بار کا تحمل بجز مخدوم زادۂ بزرگ خواجہ محمد صادق اور مرشد میر محمد نعمان سلمہا اللہ کے اور کوئی نہیں کر سکتا چنانچہ بعض احوال مناسبہ حسب استعداد ان دونوں عزیزوں کے آپ نے افاضہ فرمائی + اس کے بعد آپ کو صحت کامل نصیب ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان نسبتوں کے

تلقی ہونے کا سر یہ تھا کہ بعض دیگر احوال عظیمہ بھی مجھ میں ودیعت کئے گئے ہیں اور ان کا ورود ان نسبتوں کے اعطا پر موقوف تھا ۔

پھر چند عرصہ کے بعد ہدایت و ارشاد طلبہ کے لئے مرشدی میر محمد نعمان کو آپ نے برہان پور رخصت کیا اور یہ اجازت نامہ تحریر فرمایا:۔

هُوَ اللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَنُسَلِّمُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الْکِرَامِ وَبَعْدُ فَاِنَّ الْاَخَ الصَّالِحَ السَّالِكَ طَرِیْقَةَ اَهْلِ اللهِ الْعَارِفَ بِاللهِ السَّیِّدَ الْکَامِلَ مُحَمَّدَ نُعْمَانَ وَفَّقَهُ اللهُ سُبْحَانَهٗ وَاِیَّانَا لِمَرْضَاتِهٖ لَمَّا دَخَلَ بِتَوَسُّطِ هٰذَا الْفَقِیْرِ فِیْ سِلْكِ اِرَادَةِ الْمَشَائِخِ النَّقْشَبَنْدِیَّةِ وَسِلْكِ طَرِیْقَتِهِمُ الْعَالِیَةِ قَدَّسَ اللهُ تَعَالٰی اَسْرَارَهُمْ وَظَهَرَ مِنْهُ الْاِنْتِفَاعُ لِلطَّلَبَةِ اَجَزْتُهٗ بِتَعْلِیْمِ طَرِیْقَةِ هٰؤُلَاءِ الْاَکَابِرِ لِلطُّلَّابِ وَشَرْطُ الْاِجَازَةِ الْاِسْتِقَامَةُ عَلَی الشَّرِیْعَةِ وَالثَّبَاتُ عَلَی الطَّرِیْقَةِ وَالْحَقِیْقَةِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ ۔

آپ دو دفعہ برہان پور گئے ہیں۔ لیکن چونکہ اس وقت شیخ محمد فضل اللہ و شیخ عیسٰے جیسے صاحب حال و قال شہر میں موجود تھے اس لئے آپ کے طریقہ نے ترویج نہیں پائی۔ اور خواجہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں مراجعت کر آئے۔ اور حقیقت حال عرض کی ۔

خواجہ صاحب نے تیسری دفعہ پھر آپ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ اب کی دفعہ ایسا نہ ہوگا ۔

چنانچہ اب کی دفعہ جب آپ شہر برہان پور پہنچے تو آپ کی مجلسیں اس قدر گرم ہوئیں کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ دور سے بھی آپ کی مجلس دیکھ لیتے تو یکایک ان کے دلوں میں جذبہ و حالت پیدا ہو جاتی اور غلبہ شوق کے باعث کپڑے چاک کرنے لگتے اور مرغ بسمل کی طرح خاک پر لوٹنے لگتے۔ یہاں تک مشاہدہ کیا گیا ہے کہ کبھی کبھی تیس تیس چالیس چالیس تن زمین پر پڑے ہوئے ہوتے۔ اور مولانا قاسم تبریزی کا یہ مصرع ان کے حسب حال ہو تا ع

درمیان شہر و در ہر گوشہ غوغائے اوست

یہ حالت دیکھ کر بعض مشائخ وقت کے مرید بھی آپ کے حلقۂ استفاضہ میں داخل ہوئے۔ بہت سے مفسدین صلاح کو پہنچے۔ اور بہت سے ہوشیاروں نے بادۂ بیخودیٔ جذبہ نوش جان کیا +

اسی اثنا میں خواجہ صاحب کا ایک عنایت نامہ آپ کے نام پہنچا۔ آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ "ایک روز نماز صبح کے بعد دوستوں کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کی طرف توجہ پیدا ہوئی اور ظلمات و کدورات محسوسہ کے دفع کرنے میں کوشش کرنے لگا۔ یہاں تک کہ تمہارا ہلالِ کمال بدرِ کامل ہو گیا۔ اور جو کچھ آفتاب ہدایت میں ودیعت رکھا تھا اس میں منعکس ہو گیا۔ حتےٰ کہ جانب کمال میں کوئی توقع و انتظار باقی نہیں رہا الا ان یتسع الظرف بعد ذلک ویاخذ بقدر وسعتہ شیئاً فشیئاً عرصۂ طویل تک اس کی صورت مثالیہ نظر میں محفوظ رکھی۔ یہاں تک کہ اس پر یقین حاصل ہوا۔ الحمد للہ سبحانہٗ والمنۃ علےٰ ذلک +

اس دولت کا حاصل ہونا اس خواب کی تعبیر ہے جو آپ نے دیکھا تھا اور اس کے حصول کے لئے مبالغہ کے ساتھ آپ سوال کرتے تھے للہ سبحانہ الحمد والمنۃ۔ آپ کا قرض تمام ادا ہوا۔ اور وعدہ ایفا کیا گیا۔ امید ہے کہ تکمیل باندازہ اس کمال کے حاصل ہو گی اور دشت و بیابان آں دیار آپ کے وجود شریف سے منور ہوں گے انتہےٰ +

ہر قوی و ضعیف پر آپ کے حضور صحبت کی سرایت کا کیا حال لکھوں۔ آپکے عنصر لطیف اور آپ کے الطاف و اعطاف کا جو اس ناچیز کے شامل حال ہیں کیا عرض کروں +

ابتدائے تعلیم میں اس ناچیز نے تجدید توبۂ انابت آپ ہی کی خدمت میں آپ ہی سے تعلیم ذکر سلسلہ طریقت اخذ کی۔ آپ ہی کے یمن صحبت کا اثر ہے کہ فقیر نے سپاہیانہ وضع و قطع سے شیوۂ اہل خانقاہ اختیار کیا +

آپ کے ہی توسط سے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں پہنچا اور بقدر اپنی قابلیت و استعداد آپ کی توجہات و عنایات سے مستفیض ہوا۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء وسلمہ اللہ علےٰ رؤس الاحباء +

اب امیدوار اس امر کا ہوں کہ بموجب واقعۂ صادق جو آپ نے دیکھا۔ ان

بزرگان دین اور حق سبحانہٗ وتعالےٰ اور اُس کے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قبولیت نصیب ہو، وہ واقعہ یہ ہے:-

آپ نے بیان کیا کہ مَیں نے جامع مسجد برہان پور میں مع خلفاے کبار رضی اللہ تعالےٰ عنہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ جُوں ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک مجھ پر پڑی آنحضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا کہ جو شخص مقبول شیخ احمد ہے ہمارا اور حق سبحانہٗ وتعالےٰ کا مقبول ہے۔ اور جو شخص کہ مردود شیخ احمد ہے وہ مردود ما و حق سبحانہٗ وتعالےٰ ہے۔

مرشدی میر نعمان فرماتے ہیں کہ جوں ہی مَیں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام مبارک سُنا، تو مَیں اس کا نہایت شکر بجا لایا کہ مَیں مقبولین حضرت خواجہ صاحب سے ہوں۔ اور مقبول حق سبحانہٗ و مقبول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہوں۔ آپ نے میرے مافی الضمیر سے مطلع ہو کر فرمایا کہ تمہارے رد و قبول کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔

ایک روز آپ نے بضمن اس کے کہ آزار و آلام سالکین اُن کی کشائش حال کے مُوجب میں بیان فرمایا کہ ایک روز میں برہان پور کی جامع مسجد کے چبوترے پر سے جو قدِ آدم اُونچا تھا گر پڑا اور میرا ہاتھ شکستہ ہو گیا۔ لیکن یہ وہ معاملہ تھا کہ جس کی مَیں نے آرزو کی تھی۔ اس لئے مَیں نہایت مسرور ہوا اور اُس کے شکریہ میں مَیں نے حلوا پکوایا اور اعتقاد یہ تھا جو شخص یہ حلوا کھائیگا بہشت میں داخل ہوگا۔

ایک روز آپ نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جن دنوں مَیں آپ کی خدمت شریف میں رہتا تھا، ایک روز حلقۂ مراقبہ میں دیکھا کہ تمام کائنات گویا ایک خیمہ ہے اور تمام خلائق اس خیمہ کے نیچے ہے اور تمام متصدیان مہمات اور کارخانۂ ظہور بھی اسی کے نیچے ہیں۔ اور اس کے درمیان ایک روزن ہے۔ اس روزن میں سے آپ نگاہ کرتے جاتے ہیں۔ اور جو لوگ اس خیمہ کے نیچے ہیں وہ بھی اس روزن کی طرف اشارہ کرتے جاتے ہیں اور یہ لوگ آپ کا اشارہ سمجھ کر اُس کے مطابق عمل کرتے جاتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے بیان فرمایا کہ کئی ایک کو فقیر بھی جانتا ہے کہ آپ کی برکت صحبت سے قطبیت کے درجے کو پہنچے ہیں۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ایک روز میں سیدی مرشدی کی خدمت میں حاضر تھا آپ اپنے ایک مرید کے گھر مہمان گئے ہوئے تھے۔ آپ نے میزبان کو تاکید کی کہ کھانا کمال احتیاط اور حلال سے طیار کرائیں۔ میزبان نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شور ہونے لگا کہ جو بکری ذبح کی تھی اس پر اس کثرت سے کیڑے آن پڑے کہ تھوڑی ہی دیر میں انہوں نے اس قدر گوشت کھا لیا کہ ہڈیں نظر آنے لگیں اور عجب تر یہ کہ ذبیحہ بھی نزدیک تھے ان میں سے کسی کی طرف بھی وہ راغب نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ذبیحہ وجہ حلال سے نہیں تھا۔ اس کی تحقیق کیجائے۔ چنانچہ جب تفتیش کی گئی۔ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کے ایک دوست نے جو کسی عہدہ پر تھا یہ بکری رعایا سے لیکر اپنے اس دوست کے گھر بھیجدی تھی۔ اور اس نے کثرت مہمانوں کی وجہ سے یہ بکری ذبح کی تھی +

اگرچہ آپ نے تحصیل علوم ظاہری کم ہی کی تھی۔ تاہم حقائق اس طائفہ علیہ اور بالخصوص حضرت خواجہ صاحب کے اسرار و معارف کے ادراک بصیرت تام رکھتے +

حضرت خواجہ صاحب نے بھی اکثر مکتوبات میں آپ کا ذکر کیا ہے اور آپ کے بہت سے سوالوں کے ان مکتوبات میں جواب دئیے ہیں۔ چنانچہ ان مکتوبات میں سے کئی ایک کو دوازدہ برکات کے ضمن میں نقل کرتا ہوں +

۱
ب

کثرت طلاب اور ان کی ترقیات کے بارے میں جو آپ نے تحریر فرمایا ہے اس میں بحکم اَکْثِرُوا اِخْوَانَکُمْ فِی الدِّیْنِ بہت سی امیدواریں ہیں۔ اور آیہ کریمہ سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیْکَ بھی اس کی مؤید ہے۔ لیکن چاہئے کہ مد نظر اپنے احوال و اعمال رہیں اور اپنی حرکت و سکون ملحوظ۔ مبادا کہ ترقیات و کثرت مریدین پیروں کے توقفات کا باعث ہو جائے۔ اور مسترشدوں کی حرارت مرشدوں کے کارخانہ میں برودت پیدا کرے۔ اس سے ترساں و لرزاں رہنا مریدوں کے احوال و مقامات سے مباہات و مفاخرت کی جائے۔ مبادا کہ راہ عجب و غرور کشادہ ہو جائے بلکہ چاہئے کہ بحکم الحیاء شعبۃ من الایمان مریدوں کی ترقیات باعث شرمندگی و شکستگی ہونا چاہئے۔ اور حرارت طلب طالبان موجب غیرت و عبرت۔ اپنے اعمال و نیات کو

ہمیشہ قصور و کوتاہی پر منسوب کرنا چاہئے اور ہر وقت لسان حال سے کلمۂ ھل من مزید ورد کرنا چاہیئے +

۲

اے برادر مکرّم آپ کو لکھا گیا ہے کہ مدار اس طریق کا دو اصلوں پر ہے۔ ایک استقامت شریعت پر کہ ادنےٰ ترک ادب پر راضی نہیں ہونا چاہیئے۔ دوم رسوخ و ثبات بر محبت و اخلاص شیخ طریقت، بحدیکہ اُس پر اعتراض کرنے کی مجال وطاقت نہ رہے بلکہ اُس کے جمیع حرکات و سکنات محبوب و پسند نظر آئیں اگر بعنایت حق سبحانہٗ و تعالےٰ ان دونوں اصلوں پر استقامت حاصل ہے تو سعادت دنیا و دین حاصل ہونے میں کوئی شبہ نہیں +

۳

ایک دفعہ آپ نے دریافت کیا تھا کہ جو اسما مُبادی تعیُّنات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ وہی اسما اولیائے کرام کے بھی مبادی تعیُّنات ہیں۔ اور اگر ہیں تو پھر فرق کیا ہے؟

آپ نے تحریر فرمایا کہ اے عزیز مُبادی تعینات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کلّیات اسما ہیں۔ اور مُبادی تعیُّنات اولیا جزئیات اسما ہیں۔ جو اُن کلّیات کے تحت میں مندرج ہیں۔ اور جزئیات اسماء سے وہی اسما ہیں جو بقیدے از قیود ماخوذ ہیں جیسے ارادہ مطلق و ارادہ مقید بہ شے۔ چونکہ اولیائے کرام کی ترقی بواسطہ متابعت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام واقع ہوتی ہے۔ اس لئے بایں قید وہ اُن سے ملحق ہیں۔ اس فرق کو مَیں نے بعض مکتوبات میں بتفصیل بیان کیا ہے۔ آپ اُس میں ملاحظہ کریں +

۴

عمل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم، دو نوع پر تھا۔ ایک برسبیل عبادت دوم بطریق عرف و عادت۔ جو عمل کہ برسبیل عبادت تھا۔ اُس کے خلاف عمل کو ہم بدعت سیئہ جانتے ہیں۔ اور اُس سے منع کرنے میں مُبالغہ بسیار کرتے ہیں۔ کیونکہ دین میں نئی بات پیدا کرنی ممنوع و مردود ہے۔ اور جو عمل کہ مبنی بعرف و عادت تھا اُس کے خلاف کو بدعت سیئہ نہیں جانتے۔ اور اس سے منع کرنے میں مُبالغہ بسیار نہیں کرتے

کیونکہ اس کو دین سے (زیادہ) تعلق نہیں۔ بلکہ اس کا عدم وجود عرف وعادت پر مبنی ہے نہ دین وملت پر۔ چنانچہ بعض بلاد کا عرف بعض بلاد کے خلاف عرف ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ایک ہی شہر میں بلحاظ تفاوت ازمنہ تفاوت عرف واقع ہوتا ہے مع ذالک۔ عرف وعادت میں بھی رعایت سنت نبویہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مثمر نتائج و منتج سعادات دنیوی واخروی ہے ۰

۵

ایک دفعہ آپ نے حصول ووصول کا فرق دریافت کیا تھا۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ "اے برادر حصول باوجود بُعد کے بھی متصور ہو سکتا ہے اگرچہ وصول متعذر رہتا ہے۔ مثلاً عنقا کا بصورت مخصوصہ ذہن میں تصور کریں تو کہ سکتے ہیں کہ ہماری قوت مُدرکہ میں اس کا تصور حاصل ہوا۔ لیکن وصول متحقق نہیں ہے۔ کیونکہ ظلیت عبارت ہے ظہور شے سے اور وصول ظلیت کو نہیں چاہتا فافترقا ۰

۶

اس نعمتِ عظمےٰ کا شکر کس زبان سے ادا کروں کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے ہم فقرا کو تصحیح عقائد کے موافق مسلک اہل السنۃ والجماعت شکر اللہ تعالےٰ سعیہم کے بعد سلوک طریقہ علیہ نقشبندیہ سے مُشرف اور مریدان ومنتسبان اس خاندان بزرگ سے کیا۔ فقیر کے نزدیک اس طریقہ میں ایک قدم رکھنا دوسرے طریقوں میں سات قدم رکھنے کے برابر ہے۔ جو راہ کمالات نبوت بطریق تبعیت ووراثت کشادہ ہوئی ہے۔ اس طریق عالیشان سے مخصوص ہے۔ اس طریقہ کے مُنتہی ان کمالات کو بطریق تبعیت نصیب کامل پاتے ہیں اور مُبتدی متوسّط اس طریقہ کے منتہیان اس طریقہ سے محبت تمام رکھتے ہیں اور اُمید ہے کہ یہ محبت بحکم المرأ مع من احب دُور افتادگان کے لئے بشارت ہے۔ خائب وخاسر وہ شخص ہے جو اس طریقہ میں داخل ہے لیکن اس طریقہ کی مراعات نہیں کرتا۔ بلکہ اس طریقہ میں امور محدثہ اختراع کرتا ہے اور اپنے خوابوں اور وقائع پر اعتماد کر کے برخلاف اقدام کرتا ہے اس صورت میں اس طریق کا کیا قصور بلکہ خود اس کا قصور ہے ۰

ب

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ ذکر نفی و اثبات بہتر ہے یا تلاوت و نماز بطول قرأت آپ نے تحریر فرمایا کہ ذکر نفی و اثبات وضو کی طرح ہے کہ وضو نماز کے لئے شرط ہے جب تک طہارت نہ ہو نماز درست نہیں۔ اسی طرح جب تک کہ معاملہ نفی انجام کو نہ پہنچے فرائض و واجبات اور سنن کے سوا جو کچھ کرتا ہے عبادات کرتا ہے۔ پہلے اپنے مرض کا ازالہ کرنا چاہئے جو ذکر نفی و اثبات سے مربوط ہے اس کے بعد عبادات و حسنات غذائے صالحہ کا حکم رکھتی ہیں۔ مرید کو چاہئے کہ اول ازالہ مرض میں مشغول ہو۔ اور اگر پہلے سے جو غذا تناول کریگا فاسد و مفسد ہے ع

ہر چہ گیرد علتی علت شود

۸
ب

حقائق ممکنات اس فقیر کے علم میں عبارت عدمات سے ہیں کہ منشاء ہر شر و نقص ہیں مع عکوس صور علمیہ اسماء و صفات الٰہیہ جلّ شانہٗ کہ ان عدمات میں ظہور پذیر ہوئے ہیں، غایت مافی الباب یہ ہے کہ وہ عدمات ہیولٰے (مادّہ) کے رنگ میں ہیں۔ اور عکوس جو صورت کے رنگ میں ہیولٰے میں ظاہر ہوئے ہیں۔ تشخصات و تمیزات عکوس ہیں انہیں عدمات کے متمیزہ کے ساتھ ان عکوس کا قیام ہے لیکن یہ قیام اُس قسم کا نہیں جس طرح عرض کا قیام جوہر کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ قیام صورت بہ ہیولٰے کی مانند ہے کہ تحقق ہیولٰے صورت پہ موقوف ہے۔ چونکہ بتوفیق حق سبحانہٗ و تعالٰے سالک بذکر و مراقبہ بجناب قدس خداوندی متوجہ ہوتا ہے۔ اور ساعت بساعت ماسوائے سے اعراض کرتا جاتا ہے۔ وہ عکوس صور علمیہ اسماء و صفات ذات واجب تعالٰے جلّ سلطانہٗ ہر آن میں قوت و غلبہ پیدا کرتے جاتے ہیں اور اپنے قرین پہ کہ عدمات ہیں استیلاء و تسلط پالیتے ہیں اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ معاملہ وہاں تک پہنچتا ہے کہ عدمات جو عکوس کے لئے اصل و ہیولٰے کی طرح تھے رُو باستتار کرنے لگتے ہیں بلکہ تماما نظر سالک سے مختفی ہو جاتے ہیں اور بجز عکوس اصول اور اصول اصول خود اس کی راہ میں اپنے نہیں پاتے بلکہ عکوس بھی جبکہ مرایا اصول خود ہیں نظر سے مختفی ہو جاتے ہیں کیونکہ مرایا کو بجز اختفا کے کوئی چارہ نہیں

اور یہ مقام مقام فنائے اعلیٰ ہے +

باب ۹

جب انسان کامل بعد از تمامی سیر کو بھی تمام کرلیتا ہے اور دائرہ ظہور عکوس اسما وصفات کہ مربوط بسیر فی اللہ ہے انجام کو پہنچتا ہے، تو اب وہ اس بات کے لائق ہوجاتا ہے کہ معشوق باصالت بے شائبہ ظلیت و بے توہم حالیت ومحلیت اس میں ظہور کرے۔ اور چونکہ صفات ذاتیہ معشوق کو صفات حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے انفکاک نہیں ہے ناچار ظہور ذات مع الصفات عین عاشق کی ذات میں ہوتا ہے۔ اور (مقام) قوسین حاصل ہوتا ہے کہ قوس صفات وقوس ذات ہے اور یہ مقامات اعلیٰ مقامات قاب قوسین سے ہے جو ظہور اصلی سے متعلق ہے۔ بے شائبہ ظلیت اگر بعنایت حق سبحانہٗ وتعالیٰ عاشق صادق کو کمال گرفتاری ذات معشوق کے پیدا ہو بحدیکہ اسم وصفت سے کچھ نہ چاہے۔ اس وقت بفضل خداوند جل سلطانہٗ اسم وصفت تمام اس کی نظر سے اٹھ جاتی ہے۔ اور بجز ذات کے کوئی چیز اسے ملحوظ ومشہود نہیں ہوتی۔ ہرچند کہ صفات موجود ہوں لیکن اسے مشہود نہیں ہوتیں۔ اور ہرچند کہ صفات نہ ہوں اس حال میں سر اَوْ اَدْنیٰ ظہور میں آتا ہے اور قوسین سے کچھ باقی نہیں رہتا +

باب ۱۰

آپ کو معلوم ہے کہ ہر شے اپنی ماہیت کے ساتھ شے، شے ہے۔ اور ثبوت ماہیت اس شے کے لئے جعل جاعل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ نفس شے کے لئے ثبوت ضروری ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ جعل نفس ماہیات میں ثابت نہیں ہے اور ماہیات مجعول نہیں ہیں۔ جعل جاعل ماہیات کے وجود کے ساتھ متصف ہونے کے لئے درکار ہے۔ فعل صباغ کپڑے کے رنگنے میں ہے کپڑے کو کپڑا بنانے میں نہ رنگ کو رنگ بنانے میں۔ کیونکہ یہ محال ہے۔ اس لئے کہ تحصیل حاصل ہے۔ پس جعل نفس شے میں نہیں ہوا۔ بلکہ اتصاف بوجود میں ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ شے اپنی ماہیت کے ساتھ شے ہے اور یہ نظر کشفی ظل شے اور عکس شے میں مفقود ہے کیونکہ عکس وظل شے اپنی ماہیت ظلیہ وعکسیہ کے ساتھ ظل وعکس نہیں ہے۔ بلکہ اپنی ماہیت

اصلیہ کے ساتھ ظل وعکس ہوتا ہے کیونکہ ظل ماہیت نہیں رکھتا۔ اور وہی ماہیت ہی اصل ہے کہ اپنے ظل کے ساتھ ظہور پذیر ہوتی ہے۔ پس نفس شے سے بہ نسبت ظل کے اصل اقرب ہوتی ہے۔ کیونکہ ظل اصل کے ساتھ ظل ہے نہ بنفس خود۔ اور چونکہ عالم ظلال وعکوس افعال ذات واجب تعالےٰ جل سلطانہٗ ہیں، ناچار افعال کہ اصول عالم میں ایک عالم کی نسبت دوسرے عالم سے اقرب ہیں۔ اسی طرح جب افعال ظلال وصفات ذات واجب تعالےٰ ہیں، ناچار صفات ایک عالم دوسرے عالم اور اصول عالم کی افعال ہیں، اقرب ہونگے کہ اصل الاصل ہیں۔ پھر اسی طرح صفات بھی ظلال حق سبحانہٗ وتعالےٰ ہیں اور ذات حق سبحانہٗ وتعالےٰ اصل جمیع اصول ہے تو لامحالہ ذات حق سبحانہٗ وتعالےٰ ایک عالم کی نسبت دوسرے عالم اور خود افعال وصفات ذات واجب تعالےٰ سے اقرب ہوگی۔ یہ بیان ہے اقربیت حق سبحانہٗ وتعالےٰ کا جو حیز تحریر وبیان میں آسکا +

باب ۱۱

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ جب کہ اشیاے ظلیہ اپنی ماہیت کے ساتھ اشیا نہیں ہیں بلکہ ماہیت اصلیہ خود قائم ہوتی ہے۔ تو اب چاہیے کہ مشارٌ الیہ اشیا لفظ ھو، انت، انا کے ساتھ وہی اصل ہوئی۔ تو اس وقت بعض صفات جو اصل کے ساتھ نا ملائم ہیں جیسے آنَا اٰکِلٌ اور آنَا نَائِمٌ اُن کے ضمائر پر کیونکر صادق آئینگے +

آپ نے تحریر فرمایا۔ معلوم ہو کہ ظل فی الحقیقت ہرچند کہ اپنے اصل کے ساتھ قائم ہے۔ لیکن ثبوت ظلیت اگرچہ مرتبہ حس وحال میں ہی ہمیشہ اپنی جگہ پر قائم ہے اور اُس کے احکام ظلیت کے لئے دوام وبقا ہے اور حلقہم للا بد اس کا گواہ ہے اُن صفات کا حمل اُن کے ضمائر پر بملاحظہ اعتبار ظلیت روا ہے۔ کیونکہ ہر مرتبہ وجود کا حکم جداگانہ ہے۔ اور جو کچھ کہ ذات حق سبحانہٗ وتعالےٰ میں ہے۔ حق سبحانہٗ جل وعلےٰ کے ساتھ ہے +

باب ۱۲

معلوم ہو کہ مراتب عروج جس وقت تک کہ ایک دوسرے سے متمیز ہیں اور ایک اصل سے دوسرے اصل تک جاسکتے ہیں یہ کمالات داخل دائرہ ولایات ہیں

اور جب یہی برطرف ہو جائیں تو تفصیل گم ہو جاتی ہے اور معاملہ اجمال و بساطت صرفہ پر پڑتا ہے۔ اور شروع کمالات نبوت میں ہوتا ہے۔ ہر چند کہ اس مرتبہ میں بھی وسعت ہے ان اللّٰہ واسع علیم لیکن وہ وسعت، وسعت دیگر ہے اور اگر تیز ہے تیز دیگر زیادہ ازیں چہ نویسد کہ دریابد ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا ۔

شیخ طاہر لاہوری سلّمہ اللہ تعالےٰ

آپ کبار اصحاب حضرت خواجہ صاحب سے ہیں اور صاحب ریاضات شاقہ و مجاہدات شدیدہ ہیں کرامات ظاہرہ و خوارق باہرہ اور مناقب فاخرہ سے متصف ہیں ماہر علوم و حافظ قرآن ہیں ۔

تحصیل علوم و فنون کے بعد آپ کو سلوک طریقت کا شوق دامنگیر ہوا۔ اور آپ کے آستانہ پر پہنچایا۔ کیونکہ آپ غایت تشرع کے باعث ایسے مرشد کے جویاں تھے کہ جو علم و عمل اور متابعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں یگانہ وقت اور اشہر ہو چونکہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ سرآمد اولیاء وقت تھے۔ اس لئے آپ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کئی سال انکسار و افتقار کے ساتھ در دولت پر گذارے۔ چنانچہ اس وقت خانقاہ میں ظاہرا خاکساری و بیقداری میں سالکوں میں سے آپ کے برابر کوئی نہ تھا۔ چنانچہ بعض اوقات درویشوں سے کہتے تھے کہ جاروب کش کو منع کر دیں کہ یہ خود اس کی بجائے صفائی کا کام کیا کرے ۔

نیز آپ خدمت تعلیم صاحبزادوں میں بھی سعی بلیغ کرتے تھے۔ چنانچہ مخدوم زادہ بیان کرتے تھے۔ کہ حضرت شیخ طاہر کے حقوق اس قدر ہمارے ذمہ ہیں کہ ہم کسی طرح ان کے شکریہ سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزا ۔

خود خواجہ صاحب نے بھی ایک روز بیان فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ محمد یحییٰ کو شیخ طاہر کے سپرد کر دوں تاکہ وہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح ان کے یمن و برکات سے عالم باعمل ہوں۔ لیکن ان کا وہ دماغ کب ہوگا ۔

باوجود اس علمیت کے آپ پر خواجہ صاحب کا رعب اس قدر غالب تھا کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ چنانچہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو امامت کرنے

کے لئے فرمایا۔ اُن کا رنگ فق ہو گیا۔ اور اعضا لرزنے لگے اور خوف و ہیبت کے باعث باوجود حافظ قرآن اور عالم ہونے کے لحظہ بلحظہ آواز گلے میں بیٹھتی جاتی تھی۔ غرض آپ اس دولت انکسار اور ادب و خدمت بلکہ بیمن نظر اکسیر خاصیت حضرت خواجہ صاحب پہنچے جہاں تک کہ پہنچے +

لیکن اثنائے راہ سلوک میں بحکمت حضرت حق سبحانہٗ بلیۂ عظیمہ رُونُما ہوئی مُجملاً اُس کا بیان اس طرح ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ حلقۂ ذکر سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا کہ اس حلقہ میں مَیں نے دیکھا کہ ایک پیشانی پر لفظ شقی لکھا ہوا ہے۔ تمام دوستوں پر ہیبت عظیم غالب ہوئی اور ہر ایک شخص لرزنے لگا۔ اور یہ شخص شیخ طاہر تھے +

چنانچہ اس کے بعد آپ سے عجیب عجیب لغزشیں ظہور میں آئیں۔ بعد ازاں حضرت خواجہ صاحب نے آپ کے حق میں دُعا کی۔ اور حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے محض کرم آپ کی دُعا قبول فرمائی۔ چنانچہ آپ نے اجازت نامہ میں بھی اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ایک مکتوب میں بھی قضائے مُعلق و قضائے مُبرم کا بیان کرتے ہوئے اس واقع کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا ہے +

ب

جب مَیں رفع اس بلیّہ کی طرف متوجہ ہوا۔ تو مَیں نے لوح محفوظ میں اس کو مُعلق بامرِ دیکھا۔ قضائے مُبرم جا کر حیرت ہوئی۔ کیونکہ آثار و اخبار اور اجماع اُمّت سے ثابت ہے کہ قضائے مُبرم میں تغیّر نہیں ہو سکتا +

اس وقت مجھے کلام حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ یاد آیا کہ قضائے مُبرم میں کسی شخص کو تصرّف حاصل نہیں مگر مجھے +

اس لئے مَیں نے دعا کی کہ اے پروردگار! جب اولیا اللہ میں سے ایک کو بھی یہ دولت مُیسّر ہوئی تو مَیں بھی اُمیدوار ہوں۔ چنانچہ مَیں نے الحاح کیا اور میری دُعا اجابت کو پہنچی اور اس سِرّ کی معرفت بھی عطا فرمائی کہ قضائے مُعلق بھی دو قسم پر ہے ایک وہ لوح محفوظ میں اُس کی تعلیق مسطور ہے اور ایک وہ کہ اُس کی تعلیق ہمارے علم میں ہے۔ یہ قضیہ اور وہ واقع جس میں ہم نے شیخ عبدالقادر جیلانی کو تصرّف

عطا کیا۔ اس قسم ثانی میں داخل ہے اور بصورت مبرم ہے۔ انتہےٰ ملخصاً من کلامہ الشریف ✦
ایک روز گرمی کار و غلبۂ حال کے زمانہ میں شیخ موصوف کی زبان سے نکلا کہ اگر آپ میرے احوال سلب کرنا چاہیں تو نہیں سلب کر سکتے۔ کیونکہ میں فانی ہوگیا ہوں اور اس گروہ کا اتفاق ہے کہ الفانی لا یُرَدّ ✦

کسی نے آپ کا یہ شطحیہ خواجہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ جلال میں آئے۔ اور شیخ موصوف کے احوال سلب کر لئے۔ شیخ بصد اضطراب چوں ماہئے بے آب تڑپنے لگے اور بہت سے دوستوں سے سفارش کرائی۔ تو آپ نے انہیں معاف کیا اور پھر انہیں اُن کی نسبت تک پہنچایا ✦

بالجملہ بعد اَلتَّیَّا وَالَّتِی خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے شیخ موصوف کو احوال عالیہ سے سرفراز کر کے بطریق خلافت طریقہ علیہ نقشبندیہ لاہور رخصت کیا۔ اور طریقہ قادریہ کی بھی آپ کو اجازت دی۔ چنانچہ آپ لاہور آکر تعلیم و تربیت طالبین میں مشغول ہو گئے۔ اور ایک جماعت کثیر آپ کے افاضات و برکات سے بہرہ ور ہوئی ✦

اس جگہ میں آپ کے چند عرائض بھی نقل کرتا ہوں جن سے آپ کے احوال و برکات وافرہ کا پورا پتہ لگتا ہے ✦

ب

عرض خدمت ہے کہ جب سے آستانہ علیہ سے رخصت ہو کر جانب پنجاب متوجہ ہوا ہوں ہر قدم پر کہتا ہوں کہ اے نادان تو اپنا مقصد تو پیچھے چھوڑ کر کہاں جاتا ہے۔ لیکن غیب سے آواز پہنچتی تھی کہ چلے چلو۔ بالجملہ کشاں کشاں لاہور پہنچا تو ایک مسجد کے گوشہ میں جا کر حیران و پریشان بیٹھ گیا۔ روحانیت حضرت خواجۂ بزرگ قدس سرہٗ ظاہر ہوئی۔ اور کہا کہ جس کام کے لئے فرمایا ہے اس کے درپے تحصیل ہونا چاہئے۔ لہذا امتثالاً لامرہ و امرکم الشریف چند ایک کو مشغول کیا۔ ان کے درمیان ایک نوجوان بلند استعداد بھی آیا۔ جس کے تمام بدن میں بمجرد شغل کے نسبت سرایت کر گئی اور سر سے قدم تک آگاہ ہو گیا۔ دوسرے طالبوں نے بھی جمعیت و حضور حاصل کیا ✦

بعض حاسدوں نے جناب کے مقامات خصوصاً مقام حضرت صدیق رضیؓ

تعالےٰ عنہ کا بیان درمیان میں لا کر زبان طعن دراز کی ہوئی ہے۔ مولانا حامد جناب کے اُس مکتوب کو جس میں اُس مقام کا بیان ہے مولانا عبد السلام کے پاس لیکر گئے تو مولانا نے اُس مکتوب کے مطالعہ کے بعد فرمایا کہ اس پر کوئی اعتراض واقع نہیں ہو سکتا علاوہ اس کے آپ نے جناب کے ساتھ حُسن ظن بھی پیدا کیا۔ اور حاسدوں کی زبان بند ہو گئی +

۲

جناب عالی سگان آں درگاہ کو مجھ جیسے ناقابلوں کی مریدی سے ہزار عار ہو چہ جائیکہ میں اپنے آپ کو بندگانِ آستانہ جناب سے شمار کروں۔ کیونکہ جو کچھ اُس طرف سے ہے محض خیر ہے اور جو کچھ ہماری طرف سے ہے شرِ محض ہے۔ پس ہم جیسے ناقابلوں کو اُس عتبۂ علیہ سے کیا نسبت لیکن چونکہ خاک مذلت سے اٹھایا ہے۔ گستاخی کر کے عرض حال کرتا ہوں۔ قبلہ گاہا نسبتہائے طرق ثلثہ جلوہ گر ہیں۔ اُن کے مشائخ فوج فوج تشریف لاتے ہیں۔ اور الطاف کثیرہ فرماتے ہیں خصوصاً حضرت خواجہ بزرگ۔ حضرت غوث الثقلین اور حضرت شیخ فرید گنج شکر قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم نیز حلقۂ ذکر و نماز تراویح میں جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مع کئی ہزار صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اور مع بہت سے مشائخ کرام کے تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اور الطاف بسیار شامل حال فرماتے ہیں +

ان وقائع کے ضمن میں کئی کئی دفعہ عروج و نزول واقع ہوا۔ بعد طے مقامات کثیرہ میں نے اپنے آپ کو روضۂ منورہ جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پایا ہے۔ بعد ازاں روضہ مبارک کو اپنی منزلوں میں دیکھا۔ بعد ازاں جو نور کہ روضۂ اقدس سے ساطع و لامع ہے اُس کی حقیقت سے بھی مشرف کیا اور کئی دفعہ ایسا واقع ہوا۔ بعد ازاں ظاہر ہوا کہ حجاب تمام مرتفع زائل ہو گیا۔ اور حقیقت وصل عریانی مکالمہ و محادثہ وقوع بھی وقوع میں آئی۔ اس کے بعد جنیت صرف رونمو ہوئی۔ اور اب نہ وصل ہے نہ فقد نہ طلب نہ غیر طلب اور کسی حکم کے ساتھ محکوم علیہ نہیں ہے۔ نہ اثباتاً نہ نفیاً +

۳

اپنی کثرت تقصیرات کا کیا عرض کروں کہ انتہا نہیں رکھتیں با اینہمہ اخر عنایات

جناب اور احوال متواتر و متصاعد ہیں۔ قبل ازیں کہ نسبت ثلثہ یعنی نقشبندیہ نسبت قادریہ اور نسبت چشتیہ نوبت بنوبت ظہور پذیر ہوں۔ احیاناً آپس میں فیما بین خلط واقع ہوتا تھا اور کبھی غالب مغلوب بھی ہوتی تھیں۔ اور اب تینوں نسبتیں ایک ہیں لیکن کبھی ایک دوسری پر غلبہ کرتی ہے۔ اور سیر نسبت مشائخ گم ہوگئی ہے مگر احیاناً، چونکہ جناب کی تربیت بطریق عنف و لطف واقع ہوئی ہے اُس کے آثار بھی مترتب ہوتے ہیں۔ انتہیٰ ۔

چونکہ اس اثنائے گرمئے ارشاد ہدایت میں دفور بے تعیّنی و تفرید کے سبب سے شیخ نے عزلت اختیار کرنی شروع کی تھی کہ لوگ اُن کی خدمت میں کم آیا جایا کریں۔ جب حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کو اس حال کی اطلاع ہوئی تو آپ نے شیخ موصوف کو ایک مکتوب ارسال فرمایا اور وہ یہ ہے :۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی۔ مکتوب شریف وصول ہو کر باعث فرحت ہوا۔ جو کچھ آپ نے دوستوں کی حلاوت التذاذ کا حال تحریر کیا ہے اُس سے بھی فرحت پر فرحت حاصل ہوئی۔ اے برادر! حق سُبحانہٗ وتعالےٰ نے آپ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے۔ شکر اس نعمت عظمےٰ کا بوجہ اتم ادا کرو اور حفاظت کوئی ایسا امر صادر نہ ہونے پائے جو نفرت خلق کا باعث ہو۔ کیونکہ فرقہ ملامتیہ کے مناسب حال ہے کہ شیخی اور دعوے سے سروکار نہیں رکھتے بلکہ ملامت کے جو نقیض مشیخت ہے، خواہاں ہوتے ہیں۔ مبادا کہ ان دونوں مقامات کو خلط ملط کرنے لگو۔ اور عین مشیخت میں آرزو ملامت کرو کیونکہ ظلم ہے۔ اپنے مریدوں کے بار کا تحمل کرو۔ اور اُن کے ساتھ اختلاط و موانست اختیار کرو اور اختلاط کرنے میں افراط بھی نہ کرو کہ باعث استخفاف و منافی افادہ و استفادہ ہے ۔

حدود شرعیہ کی محافظت بھی پوری طرح کرتے رہو اور جہاں تک ہو سکے رُخصت و جواز پر بھی عمل نہ کرو۔ کیونکہ یہ بھی اس طریقہ علیہ کے برخلاف ہے اور وہ خود متابعت سنت کے برخلاف ۔

کسی بزرگ نے فرمایا ہے ریاء العارفین خیر من اخلاص المریدین اس لئے کہ اُن کی ریا قلوب طلاب کو ذات خداوندی کی طرف کھینچتی ہے۔ لہٰذا لامحالہ

اُن کی ریا مریدین کے اخلاص سے بہتر ہوگی۔ اور نیز اس لئے کہ عارفوں کے اعمال طالبوں کی تقلید کے لئے اسباب و ذرائع ہیں۔ کیونکہ عارف اس لئے عمل کرتے ہیں کہ طالب اُن کی اقتدا کریں۔ یہ ریا، عین اخلاص ہے بلکہ بہتر از اخلاص کہ اخلاص تو خود اپنے نفع کے لئے ہوتا ہے۔ یہاں کوئی یہ گمان نہ کرے کہ عارف محض طالبوں کی تقلید کے لئے ہوتے ہیں۔ اور عارفوں کو عمل کی ضرورت نہیں۔ العیاذ باللہ! یہ تو عین الحاد و زندیقیت ہے نہیں بلکہ عمل کرنے میں عرفا اور طلاب برابر ہیں اور عمل کرنے سے کوئی بھی مستثنیٰ و مستغنی نہیں۔ غایت ما فی الباب امر واقع یہ ہے کہ کبھی اعمال عرفا کے ساتھ طالبوں کا نفع بھی مربوط ہوتا ہے۔ اور اعتبار سے اُن کے اعمال کو ریا سے تعبیر کیا ہے۔

الغرض آپ اپنے قول و فعل کی پوری حفاظت کریں اس وقت اکثر خلائق در پے طلب ہے، کوئی ایسا فعل وقوع میں نہیں آنا چاہئے کہ اس مقام کے منافی ہو اور جہال اکابر کے حق میں زبان طعن دراز کریں۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے استقامت کے طالب رہیں۔ اور جو کچھ آپ نے حصول نسبتہائے مشائخ کے متعلق تحریر کیا ہے اُس کی بابت بالمشافہ آپ کے سامنے کئی دفعہ کہا گیا اُس کے ماسوا اور کچھ نہ سمجھیں کہ اس میں حیرت نہیں ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ والسلام۔

جب یہ تربیت نامہ رحمت شمامہ آپ کے پاس پہنچا۔ تو آپ نے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں یہ عریضہ ارسال کیا۔ جس کے فقرات درج ذیل کئے جاتے ہیں:-

قبلۂ دوجہان سلامت! عرض خدمت یہ ہے کہ جس طرح چڑیا کا بچہ منہ کھولے ہوئے فریاد و فغاں کرتا پھرتا ہے۔ یہی حال دردولت کی نسبت اس حقیر کا ہے۔ کہ بے امداد جناب اس فقیر کا ٹھکانہ بجز ناؤ یہ اور بجز خسارت کے اور کچھ نہیں ہے۔ جو کچھ حال کہ معرض بیان میں آتا ہے ایک شمہ ہے۔ آثار قبولیت دردولت سے، ورنہ اس فقیر جیسوں کو اس دولت عظمیٰ سے کیا نسبت۔ اب مطمح نظر جز اتباع سرور دنیا و دین علیہ افضل الصلوات والتسلیمات اور کچھ نہیں ہے مشیخت اور ملامت دونوں سے قطع نظر کرتا ہوں اور ان سب کو امر زائد از اتباع جانتا ہوں اور اپنی ذات میں، اس کام یعنی مشیخت کی قابلیت نہیں دیکھتا ہوں۔ غریب

مسکین افتادہ ہوں یعدنی ھٰذا او یغشینی ھذا۔ آخر حقیقتِ حال فقر اہے۔ انتہیٰ ٭

بالجملہ آپ شہر لاہور میں اب تک افادہ طلبۂ علوم دینی و افاضۂ سالکان میں مشغول ہیں۔ اور تشرّع و اتباع، تبتّل و انقطاع، فقر و قناعت اور انکسار و سکنت میں آپ یگانۂ وقت ہیں۔ کسی اہلِ دنیا سے دوستی نہیں رکھتے۔ اور نہ فتوحات اہلِ دنیا قبول کرتے ہیں۔ اور کسبِ حلال سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں۔ اگر اہلِ صلاح میں سے کوئی کچھ لاتا ہے تو اُسے قبول کر لیتے ہیں۔ سب سے بھاگ کر اپنے عزلت گوشۂ عافیت میں کھینچے ہوئے ہیں ٭

کئی دفعہ آپ درویشان خرقہ پوش کے ساتھ لاہور سے پیادہ پا حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کے لئے آئے ہیں اور چند روز خدمت عالی میں گذار کر رخصت ہوئے ہیں۔ جن دنوں کہ حضرت خواجہ صاحب لاہور میں تشریف رکھتے تھے آپ کی خانقاہ کے سامنے سے سواری پر کبھی نہیں گذرے ٭

راقم الحروف بھی اس دفعہ آپ کے ہمراہ تھا جونہی شیخ موصوف کو آپ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی۔ ویسے ہی ٹوپی اوڑھے اور تہبند باندھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے تبسّم فرما کر یہ مصرع پڑھا ع

آنجا گمر نسیم رسد یا صبا وزد

بعد ازاں شیخ موصوف کو رخصت کرنے کے بعد آپ نے اُن کی بہت کچھ مدح و تعریف کی۔ اللہ تعالےٰ آپ کے سایہ کو مستفیدین و مستفیضین کے سر پر قائم و دائم رکھے ٭

شیخ بدیع الدین سلمہ اللہ تعالےٰ

آپ ہندوستان کے بزرگ زادوں میں سے ہیں۔ ابتدائے زمانہ میں آپ حضرت خواجہ صاحب قدس سرّہٗ کی خدمت میں توضیح و تلویح پڑھا کرتے تھے۔ لیکن درویشوں کے ساتھ اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ نماز فریضہ بھی ادا نہیں کرتے تھے۔ میں نے خود مشارٌ الیہ سے بیان کرتے سُنا کہ جس سال بندہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں تحصیل علوم میں مصروف تھا۔ ایک نوجوان صاحب جمال سے تعلّق تھا جب اثنائے

سبق میں ہوتا تو دل تڑپتا اور بے چین ہوتا تھا کہ کب سبق سے فارغ ہوؤں اور اُس کے کوچوں کا نظارہ کروں اور اس کی راہ و رسم کے اوراق کا مطالعہ کروں +

ایک روز حضرت خواجہ صاحب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ نماز پڑھنی چاہیئے۔ اور جنایات شرعیہ (یعنی شرعی جرموں سے) سے احتراز رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ ارتکاب اعمال سیئہ حصول علم ظاہری میں بھی ثمرو نتیجہ بے برکتی ہے +

مَیں نے عرض کیا بہت لوگوں سے مَیں نے نصائح سنے ہیں اگر جناب کچھ جذب و توجہ فرمائیں اور اس کے ذریعہ سے مَیں زمرہ صلحا میں داخل ہو جاؤں۔ تو ہو سکتا ہے والا صرف نصیحت سے میرا عقدہ حل نہیں ہو سکتا +

آپ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا۔ اچھا۔ تم صبح کو اس نیت سے ہمارے پاس آنا دیکھو کیا ہوتا ہے +

صبح کو جس وقت مَیں نے جانے کا وعدہ کیا تھا وہ دوست میرے گھر آ گیا، جس سے مجھے دلبستگی تھی۔ اس لئے میرا دل نہ چاہا کہ مَیں اُسے چھوڑ کر کہیں جاؤں۔ دو تین روز کے بعد پھر مَیں آپ کی خدمت میں پہنچا۔ فرمایا۔ تم نے اچھا نہیں کیا کہ خلاف وعدہ کیا۔ لیکن اب تم آئے ہو۔ یہ بھی غنیمت ہے۔ جاؤ وضو کرو۔ اور دوگانہ ادا کر کے آؤ۔ چنانچہ مَیں نے دوگانہ ادا کیا۔ بعد ازاں آپ مجھے خلوت میں لے گئے اور تعلیم ذکر قلبی کر کے توجہ کی حتے کہ مَیں بیخود ہو گیا۔ اور زمین پر گر پڑا۔ اور اسی طرح مجھے اُٹھا کر گھر لے گئے۔ ایک روز کے بعد جب مجھے افاقہ ہوا، تو میرا دل تمام گرفتاریوں اور تعلقات سے سرد تھا۔ لا محالہ مَیں نے آپ کی ملازمت خدمت لازم السعادت اختیار کی۔ چنانچہ میں ہر روز برکتِ آپ کی نظر کیمیا اثر خود کو اپنے آپ سے دُور اور عالم غیب سے نزدیک پانے لگا۔ انتہیٰ +

بالجملہ مشار الیہ نے سالہا سال آپ کے در دولت پر گذارے اور دیکھا جو کچھ دیکھا یہاں تک کہ حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو اجازت تعلیم طریقت دیکر اپنے وطن مالوف بلدۂ سہارن پور رخصت فرمایا +

آپ اپنے وطن مالوف پہنچکر ارشاد و ہدایت طالبان طریقت میں مشغول ہو گئے چند عرصہ کے بعد شہر آگرہ میں خلفاء اس سلسلہ میں جگہ خالی تھی۔ خواجہ صاحب نے آپ کو وہاں بھیجدیا۔ اور فرمایا۔ وہاں کمال استقامت سے کام لینا۔ اور ہماری بلا اجازت

وہاں سے نہ آنا +

چنانچہ آپ آگرہ گئے اور قبول عظیم پایا مجلسیں گرم ہوئیں اور سکان شہر کو آپ کے فیوض و برکات پہنچے - ولیکن انہیں ایام میں ابلیس پر تلبیس نے آپ کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ تو خلاف امر حضرت خواجہ صاحب مرتکب ہوا ہے - اس لئے آپ اصلاح بعض امور محظورہ کی غرض سے وطن مالوف مراجعت کر آئے - اور یہ حضرت خواجہ صاحب کی خلاف اجازت تھا - لہذا یہ امر حضرت خواجہ صاحب پر گراں گذرا - بعد ازاں آپ خدمت عالی میں حاضر ہوئے - اور معلوم کیا کہ حضرت خواجہ صاحب کی طبیعت اس واپسی سے گراں ہے - عرض کیا کہ پھر آگرہ روانہ ہوؤں - فرمایا - وقت وہی تھا - اب اگر جاؤ یا نہ جاؤ تمہیں اختیار ہے - اس کے بعد باضطراب تمام آگرہ روانہ ہو گئے باایں اُمید کہ جو غبار آپ کی طبیعت پر بیٹھ گیا ہے ، جاتا رہے - جب آپ آگرہ پہنچے تو اول اول اس دفعہ بھی آپ کی مجلسیں گرم ہوئیں اور لوگوں کو فیض پہنچا لیکن آگرہ اس وقت دار الخلافہ اور مجمع عسکریاں تھا - گروہ سپاہ آپ کی خدمت میں آیا - خلاف شیوہ اخلاص و ادب آپ نے اُنہیں درشتی آمیز نصائح کرنی شروع کیں - اور اپنے احوال بلند اور بعض وہ وقائع و کشوف جن کا اظہار موجب فتنہ و فساد تھا ، بیان کرنے شروع کئے - چنانچہ فتنہ و فساد پھیلا - اور وہاں آپ کا نہ صرف خوار ہو گیا بلکہ اس کا اثر آپ کے پیر بزرگوار قدس سرہ العزیز تک پہنچا - حتےٰ کہ سلطان وقت نے جو اس طائفہ سے مناسبت تمام نہیں رکھتا تھا - آپ کو طلب کر کے ایذا پہنچائی اور یہ حبس کیا - اگرچہ بعد ازاں سلطان اس امر سے نادم ہوا اور آپ سے معذرت کی - لیکن یہ سوء ادب اُس کے لئے نامبارک ہوا - کہ ملک میں فتنہ و فساد پیدا ہو گیا - بہت سے شہروں پر ایرانی تسلط کر بیٹھے اور خود بھی ضعفہائے مہلکہ میں مبتلا ہوا اور اسی میں انتقال کیا - اس قضیۂ مذکورہ کے بعد شیخ مشار الیہ اپنے وطن مراجعت کر آئے - اور اب تک وہیں گوشہ نشین ہیں +

باوجودیکہ آپ کی عمر پچاس سال کو پہنچ گئی تھی کہ آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور افادہ و افاضۂ طالبان علوم دینیہ میں مشغول رہے +

جن ایام میں کہ راقم الحروف حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں تھا - آپ کا

ایک عریضہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ اُس میں سطور تھا کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم سے بشارتہائے خاص پاتا ہوں۔ آپ عنایات ونصائح فرماتے ہیں ایک روز آپ نے سراج الہند کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ اور ازدیاد طاعات و عبادات کا حکم فرمایا +

خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے آپ کے اس عریضہ کے جواب میں یہ چند کلمات تحریر فرمائے +

ب

الحمد للہ وسلام علے عبادہ الذین اصطفیٰ رقیمہ شریفہ نے خوش وقت کیا۔ واقعات مُبشرہ ہیں لیکن قابل تعبیر۔ اور ہر چند کہ ماؤل ہیں سنور ہیں۔ ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علیٰ کل شیٔ قدیر جب آپ ازدیاد عمل پر مامور ہوئے ہیں جو کچھ عمل بھی ہو سکے اُسے غنیمت جانیں۔ کیونکہ یہ دار العمل ہے واللہ الموفق۔ انتہیٰ +

اس کے بعد میں شیخ مشارٌ الیہ کے دیگر عرائض کے چند فقرات اور نقل کرتا ہوں جو آپ کے علوِ حال۔ ارشاد و استقامت اور اہل ملامت کے آزار و ایذا رسانی پر آپ کے صبر و شکیبائی کرنے پر کافی شہادت رکھتے ہیں +

ب

بندۂ کمترین خدمہ آستانۂ عالیہ عرض خدمت کرتا ہے کہ اس شکستہ بال کے احوال بیمن توجہ جناب بروجہ استقامت ہیں اور عزیمت امور میں کسی قسم کا فتور واقع نہیں ہوا۔ اُمید ہے کہ بعنایت و توجہ جناب ان چند باقی سالوں میں انشاء اللہ تعالےٰ کوئی فتور واقع نہ ہوگا۔ ہر چند حوادث گوناگوں پیش آتے ہیں۔ لیکن جس مقصد میں کہ گرفتار ہوں اُس میں مطلق خلل نہیں ڈال سکتے۔ بسا اوقات جو حادثات کہ بحکم الٰہی واقع ہونیوالے ہیں پیش از وقوع ان سے اطلاع بخشتے ہیں۔ بدون اس کے کہ میں اُن سے مطلع ہونے کا قصد و ارادہ کروں۔ پردۂ غیب سے عجیب عجیب بشارتیں پاتا ہوں جو خدمت عالی میں عرض کرنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ کئی صاحب جمع ہو کر سرگرم کاویں احوال بلند گذارتے ہیں اور تھوڑی ہی سی مدت میں حضور نقشبندیہ کا ملکہ حاصل کر لیا ہے۔ بعض فنائے جسدی سے مشرف ہو گئے ہیں۔ احوال خودی اور احوال برزخ

بدیہی اولےٰ جانتے ہیں۔ یہ سب آنجناب کے آستانہ علیہ کا صدقہ ہے۔ ورنہ اس ناقابل سیاہ بخت کو ان احوال سے کیا نسبت اور اس دولت عظمےٰ سے کیا مناسبت بعض طلب کثرت التذاذ ذکر کے سبب ترک خان وماں کرتے ہیں۔ تو اُن کے اعزہ واقربا اس فقیر کو بہت کچھ تکلیف و آزار پہنچاتے ہیں اور خود انہیں بھی آزار و تکلیف پہنچاتے ہیں +

یہاں کے بعض دیگر سلسلوں کے لوگ بھی اس طریقۂ علیہ میں داخل ہو کر نہایت محظوظ و متلذذ ہیں۔ اور عمر گذشتہ پر تاسف کرتے ہیں +

اس جہت سے بھی یہاں کے مشائخ نے عداوت کر رکھی ہے۔ یہاں تک کہ اس طریقہ اور اہل طریقہ کے متعلق بہت کچھ ہفوات و بیہودہ کہتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک روز مریدوں کی ایک جماعت کو بھیجا جو حضرت خواجہ صاحب اور حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی شان میں بہت کچھ بُرا بھلا کہہ گئے۔ لیکن چونکہ بوجہ نالائق کے قابل خطاب نہ تھے۔ اس لئے بمناسبت وقت بجز صبر و سکوت کے کچھ چارہ نہ دیکھا +

قبلہ گاہا! بتوجہ جناب دولت مشاہدہ سے سرفراز فرمایا اور جو آرزو کہ رکھتا تھا کہ ایک ہی دفعہ نظارہ بارگاہ محمدی علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نصیب ہو، حاصل ہوئی انوار اُس کمالات کا پرتو پاتا ہوں بمحض فضل و کرم حق سُبحانہٗ +

ایک روز نماز تہجد کے بعد اس دولت سے مشرف ہوا۔ ایسا معلوم ہوا کہ اس مقام کی خدمت و اہتمام غوث الثقلین قدس سرہٗ سے تعلق رکھتی ہے۔ بغیر آپ کے وسیلہ اُس بارگاہ عالی تک پہنچنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اب انوار اس مقام کا اقتباس کرتا ہوں +

کونین میں بجز توجہ جناب کے اور کوئی مربی نہیں رکھتا ہوں۔ اور حضرت حق سُبحانہٗ وتعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ اس ناقابل بے استعداد ازلی و ابدی کو محبت و خدمت خاکروبان آں درگاہ میں زندہ رکھے، اُنہیں میں مارے اور اُنہیں میں محشور کرے۔ بحرمۃ النبی الامی العربی علیہ افضل الصلوات والتسلیمات۔ انتہیٰ +

مخدوم زادوں کی زبان مبارک سے راقم الحروف نے سُنا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے صالح و صادق القول لوگوں سے شیخ بدیع الدین کے ہم نے

کئی ایک خوارق عادات گئے ہیں۔ عجب نہیں کہ یہ خوارق حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے اُن کلمات کا اثر ہو۔ جو آپ نے اُنہیں ایک مکتوب میں تحریر فرمائے تھے کہ آپ نے کرامات طلب کی ہیں، اُن کے اُمید وار رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا +

ازانجملہ یہ کہ جن ایام میں کہ سُلطان وقت نے حضرت خواجہ صاحبؒ کو بشتاب تمام آگرہ طلب کیا۔ تو سلطان کے مقربین میں سے ایک شخص شیخ بدیع الدین کا ہم شہر بلکہ قرابت دار تھا۔ ان دونوں بزرگوں سے عداوت تمام رکھتا تھا شیخ مشار الیہ بایں خیال کہ مبادا یہ مفسد بوجہ دشمنی سُلطان کے کانوں تک امور نا ملائم پہنچائے اس لئے آپ اُس کے پاس گئے اور بانکسار و افتقار تمام التماس کیا کہ آپ اس وقت انکار و اضرار میں کوشش نہ کریں۔ کیونکہ اقربا ہر چند کہ دشمن و دل آزار ہوتے ہیں لیکن مُصیبت کے وقت مددگار بنجاتے ہیں۔ لیکن اُس بے سعادت نے بیش از بیش نخوت و عداوت ظاہر کر کے کہا کہ برسوں کے بعد آرزو بر آئی ہے، اچھا دیکھو کیا ہوتا ہے۔ مولانا بھی اُس وقت جذبہ میں آئے اور کہا میری بھی برسوں کے بعد آرزو بر آئی اچھا کیا ہوتا ہے۔ دیکھو ہم دونوں میں سے کون زیادہ کام کرتا ہے۔ یہ کہ کر دل شکستہ ہو کر اپنے گھر چلے گئے۔ اور اُس مفسد کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ قبل ازینکہ وہ بدگوئی کی فرصت پائے اُنہیں دنوں میں اُس نے انتقال کیا +

شیخ نور محمد پٹنی سلمہ اللہ تعالےٰ

آپ جب تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنی ہمت سلوک طریقت کی طرف مصروف کی۔ ہندوستان کے بہت سے خدا دوستوں کے پاس پہنچے لیکن مطلب کسی سے حل نہیں ہوا۔ آخر کو قائد توفیق نے آپ کا زمام بخت حضرت خواجہ صاحب کے آستانہ کی طرف موڑا +

آپ نے آنحضرت خواجہ صاحبؒ سے تعلیم ذکر طریقہ علیہ نقشبندیہ حاصل کی اور تھوڑی سی مدت میں آپ کی برکات صُحبت سے نسبت عالیہ تک پہنچے +

چنانچہ ایک روز آپ نے اپنی حقیقت حال لکھتے ہوئے اپنے عریضہ میں تحریر کیا

کہ شیخ نور انتہائی نقطہ تک پہنچا ہے۔ اور کار جذبہ کو انجام تک پہنچایا ہے۔ اور برزخیت کے اُس مقام تک پہنچا ہے۔ اوّل صفات کو بلکہ نور کو صفات اُس کے ذریعہ قائم ہیں۔ اپنے سے جدا دیکھا اور خود کو ایک جسد خالی پایا۔ بعدازاں صفات کو ذات سے جُدا جُدا مشاہدہ کیا۔ اور اس دید کے ساتھ کئی ایک مقامات جذبہ کو پہنچا۔ اب عالم کو اور خود کو ایسا گم پاتا ہوں کہ نہ احاطہ کرسکتا ہوں نہ معیت اور ایسا ربطن بطون کی طرف متوجہ ہُوا ہوں کہ بجز حیرت و نادانی کے کچھ حاصل نہیں۔ انتہیٰ +

اس کے بعد بھی شیخ مشارٌالیہ نے برسیں آپ کے آستانہ پر گذاریں اور بیشتر سے زائد احوال سے مشرف و سرفراز ہوئے +

اس کے بعد آپ نے انہیں اجازت تعلیم دیکر شہر پٹنہ جو بلادِ ہندوستان سے ہے، مرخص کیا۔ حسب الامر آپ وہاں گئے۔ لیکن بوجہ غلبۂ تفرید جنگل و بیابانوں میں گذر کرتے رہے اور صحبت خلق سے مجتنب رہے۔ جب آپ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے یہ مکتوب ارسال فرمایا +

ب

الحمد للہ و سلام علےٰ عبادہ الذین اصطفےٰ اے برادر ارشد جس طرح انسان کو امتثال اوامر حق سُبحانہٗ و تعالےٰ اور اُس کی نواہی سے اجتناب کئے بغیر چارہ نہیں۔ اسی طرح مراعاۃ حقوق خلائق اور اس کے ساتھ موانست و مواسات کئے بدوں بھی چارہ نہیں التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علےٰ خلق اللہ ان دونوں حقوق کو بجا لاتا ہے اور ان دونوں باتوں کی مراعات جتلاتا ہے۔ پس ان دونوں میں سے ایک کو چھوڑنا اور ایک پر اکتفا و اقتصار کرنا قصور و کوتاہی کی دلیل ہے۔ الغرض اذیت خلق کی برداشت کرنا بھی ضروری ہے۔ حسن معاشرت واجب ہے اور بے دماغی و بے دائی نازیبا و ناسزاوار ہے ؎

ہرچہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است
نازکی کے راست آید بارے باید کشید

چونکہ آپ صحبت میں رہے ہیں اور مواعظ و نصائح سُنے ہوئے ہیں، اس لئے زیادہ طول دینا ضروری نہیں معلوم ہُوا۔ اور صرف ان چند فقروں پر اکتفا کی گئی۔ ثبتنا اللہ سبحانہٗ

دایاکم علےٰ جادۃ الشریعۃ المصطفویۃ علےٰ صاحبہا والسّلام۔ انتہیٰ ٭

آخر کو جب اور شیخ مشارٌ الیہ نے شہر مذکور کے دریائے گنگ کے کنارہ آنکھ گھاس پھونس کا ایک جھونپڑا بنایا۔ اور ایک مسجد بھی بنائی اور مع عیال و اطفال کے اُس جھونپڑے میں رہنے لگے اور مسجد میں طاعات وعبادات کرنے لگے۔ اور افادۂ علوم دینیہ میں مشغول ہو گئے ٭

راقم نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرّہٗ کے مخلص اصحاب سے سُنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ نور محمد رجال الغیب سے ہیں۔ راوی کہتا ہے، ہاں مجھے یاد نہیں ہا کہ نقبا فرمایا۔ یا نجبا ٭

نیز بعض مخلص اصحاب سے تقریب تربیت شیخ محمد طاہر و شیخ نور محمد اور اُن کی نفس کے متعلق مسموع ہوا ہے کہ جن دنوں حضرت خواجہ صاحب دہلی تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ خواجہ حسام الدین احمد سلمہ اللہ اور بعض دیگر اعزہ نے آپ سے درس عوارف المعارف کا التماس کیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرّہٗ نے ان کا التماس قبول کیا۔ مولانا طاہر لاہوری اور شیخ نور محمد موصوف سامعین سے تھے۔ اثنائے درس میں ان دونوں عزیزوں کے دل میں خیال گذرا کہ آپ بعض سامعین کی سمجھ کے مطابق دقائق امور بیان نہیں فرماتے۔ اور صرف ظاہری معنی کے بیان پر اکتفا فرماتے ہیں۔ لیکن اس کے ظاہری معنی تو ہمیں بھی معلوم ہیں پھر ہمیں سماعت کرنے سے کیا فائدہ ٭

حضرت خواجہ صاحب ان دونوں عزیزوں کے اس خطرہ سے واقف ہو گئے اور بعتاب تمام فیروز آباد سے باہر کر دیا۔ ناچار کئی راتوں تک بیرون ویرانوں میں بسر کرتے رہے۔ آخر کو جناب خواجہ حسام الدین احمد سلمہٗ اللہ نے دونوں عزیزوں کی سفارش کی۔ آپ نے فرمایا۔ انہیں اسی طرح رہنے دو یہ فربہ نفس لوگ ہیں۔ خواجہ حسام الدین موصوف نے عرض کیا کہ مسجد فیروزی کے نیچے چند مکان مدت سے ویران پڑے ہوئے ہیں اگر جناب فرمائیں تو یہ انہیں صاف کر کے وہاں مشغول کار ہو جائیں۔ اس میں ان کا کسر نفس بھی ہو گا۔ اور مسجد کی خدمت بھی ہوتی رہیگی۔ آپ نے خواجہ موصوف کے معروضہ کے مطابق انہیں حجرہ میں رہنے کی اجازت دیدی اور دونوں عزیز وہاں جا کر رہنے لگے۔ بعد ازاں آپ نے اُنہیں طلب فرما کر شفقت و نوازش فرمائی

لمؤلفہ

راہ رو رنجور دل رہبر خردمند طبیب
جاں برد بیمار کز جاں بشنود پند طبیب

شیخ حمید بنگالی سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ بنگالہ کے رہنے والے تھے تحصیل علوم دینیہ کی غرض سے لاہور آئے ہوئے تھے تحصیل علوم کے بعد اپنے وطن مالوف کو جاتے ہوئے آگرہ میں قیام کیا۔ سفتی خواجہ عبدالرحمن کے قرب وجوار میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ چنانچہ خواجہ موصوف فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ شیخ مشارٌالیہ ماہر علوم تھے۔ اس لئے میں نے چاہا کہ جب تک وہ آگرہ میں ہیں۔ ہمارے اُن کے درمیان ہم صحبتی رہے +

ایک روز مشائخ وعلم تصوف کا ذکر ہوا۔ شیخ کو میں نے منکر و معترض پایا اور زیادہ تر یہ انکار و اعتراض مسئلہ توحید وجود کے باعث تھا۔ انہیں دو تین روز کے عرصہ میں معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب سرہند سے آگرہ تشریف لائے ہیں +

جب شیخ مشارٌالیہ نے یہ خبر سُنی باضطراب تمام آئے اور کہنے لگے کہ میں دوسرے محلہ میں جا کر قیام کرونگا۔ آپ کے پاس جو کچھ میرے اجزاو رسائل ہیں مجھے واپس دیدیجئے۔ میں نے کہا کیا مضائقہ ہے آپ نقل مکانی کرتے ہیں کہیں اور تو جانہیں ہے اس کے بعد اُنہوں نے آپ کا نام لیا کہ وہ اس جگہ آئے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا آپ عالم مرد صالح ہیں اس قدر ناخوشی نازیبا ہے۔ کہا میں اُن سے کسی قدر تعارف رکھتا ہوں۔ اگر ہم ایک جگہ جمع نہ ہو جائیں مشکل ہے اور اگر جمع ہو جائیں اس سے زیادہ مشکل ہے یہ کہکر رخصت ہو گئے اور اپنا سامان دوسری جگہ منتقل کیا +

دو تین روز کے بعد اپنے اجزاو رسائل لینے پھر آئے۔ بیٹھے ہوئے تھے اور علمی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص نے آنکر کہا کہ خواجہ صاحب آ رہے ہیں۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اب کیا ہوگا اور شیخ حمید متغیر اور اپنے آنے سے پشیمان ہوئے +

غرض آپ آنکر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا ہوں میں نے کہا ایسا کونسا مسئلہ ہوگا جو آپ سے پوشیدہ ہوگا۔ فرمایا۔ چونکہ آپ مفتی ہیں۔ اس لئے احتیاطاً آپ سے پوچھتا ہوں۔ اور مسئلہ بھی مشہور و معروف تھا +

مسئلہ پوچھنے کے بعد آپ شیخ حمید کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ شیخ حمید اس جگہ موجود تھے۔ دو تین نظریں اُن کی طرف کر کے مراقب ہوئے۔ اور عزم کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مَیں نے ہر چند التماس کیا کہ کچھ توقف فرمائیں اور کھانا کھا جائیں گا۔ لیکن آپ نے منظور نہیں کیا۔ مَیں اُٹھ کر آپ کو بیرون دروازہ تک رخصت کرنے گیا۔ میرا خیال تھا کہ شیخ حمید اپنی جگہ سے بھی نہ اُٹھے ہونگے۔ لیکن مَیں نے دیکھا کہ وہ میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں ✦

جب مَیں واپس ہوا تو مَیں نے شیخ حمید کو نہ دیکھا۔ اور ایک آدمی کو بھیجا کہ دیکھو تو شیخ حمید کہاں گئے ہیں۔ چنانچہ وہ خبر لایا کہ شیخ مشارٌ الیہ حضرت خواجہ صاحب کے پیچھے پیچھے گئے ہیں۔ اور خواجہ صاحب نے مُطلقاً کوئی التفات نہیں کیا اور اسی طرح گھر میں چلے گئے اور شیخ مشارٌ الیہ حیران و پریشان دروازہ پر کھڑے رہے۔ پھر ایک مدت کے بعد آپ نے اُنہیں طلب کیا اور تعلیم طریقت کی اور جذبہ و نسبت سے مشرف کیا۔ حتےٰ کہ شیخ مشارٌ الیہ اس قدر مغلوب الحال ہوئے کہ ہماری دوستی اور اُن کتابوں کو بھی بھول گئے جن سے تعلق تام رکھتے تھے ✦

جب آپ سرہند واپس ہوئے تو شیخ حمید پیادہ پا آپ کے ساتھ سرہند گئے۔ خواجہ صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس واقع کے مشاہدہ نے آپ کا مخلص بنا دیا۔ اور مَیں تنگر آپ کا مرید ہوا ✦

ایک امیر نے مجھ سے پوچھا کہ آپ گروہ علما و عقلا سے ہیں۔ آپ نے خواجہ صاحب سے کیا کرامت دیکھی ✦

مَیں نے کہا کہ ہم اہل علم کی جماعت کے لئے اس سے بہتر اور کوئی کرامت نہیں کہ کسی شخص کو ہم دیکھیں عالم باعمل اور متابعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں اعتقاداً و علماً اور عملاً اکابر زمانہ سے ہو ✦

امیر نے کہا یہ اعتقاد اہل علم کے مناسب حال نہیں۔ آپ کوئی کرامت بیان کیجئے۔ جو سب کے مناسب حال ہو ✦

مَیں نے شیخ حمید کا واقعہ بیان کیا۔ تو بہت متعجب ہوا اور کہا کہ آپ کے صدق و دیانت پر مجھے اعتقاد تام ہے۔ مَیں قبول کرتا ہوں اور مَیں بھی خواجہ صاحب کے

مخلصوں میں سے ہوں ۔

شیخ مشارٌ الیہ معتقدین توحید وجودی سے انکار تمام رکھتے تھے اور اُن کا یہ انکار منجر بقدح بعض اولیائے کبار ہوتا تھا۔ لیکن تھوڑی ہی مدت میں شیخ مشارٌ الیہ پر اِس قدر تصرف ہوا۔ اور نسبت یہاں تک غالب ہو گئی کہ وہ ہر ایک شے کے ساتھ عشق بازی خاص رکھتے تھے۔ اور حرکات و سکنات انسانیہ سے گداختہ ہو جاتے تھے ۔

مرشدی میر محمد نعمان بیان فرماتے ہیں۔ کہ انہیں ایام میں ایک روز میں شیخ حمید کے ساتھ اتفاق سے کہیں جا رہا تھا۔ رستہ میں ایک مُردہ جانور پڑا ہوا تھا۔ اور مُنہ کھلا رہ گیا تھا۔ اس لئے اُس کے دانت نظر آ رہے تھے۔ شیخ مشارٌ الیہ پر عجیب حال طاری ہوا۔ اور کہنے لگے۔ اے پروردگار اس کسوت میں آنا اور خود کو اس طرح ظاہر کرنا یہ کونسی ادا ہے ۔

الغرض شیخ مشارٌ الیہ قریباً دو سال تک آپ کے در دولت پر رہے اور آداب سلوک و احوال عجیبہ و مقامات غریبہ حاصل کئے ۔

اس کے بعد آپ نے اُنہیں اجازت تعلیم طریقت دیکر وطن مالوف رخصت کیا چنانچہ اجازت نامہ درج ذیل کیا جاتا ہے :۔

اما بعد الحمد للہ والصلوٰۃ فیقول العبد المفتقر الی رحمۃ اللہ الملک الولی احمد بن عبد الاحد الفاروقی النقشبندی رحمہما اللہ سبحانہ رحمۃً وسعۃً ان الاخ العالم والصدیق الصالح جامع علوم الشریعۃ والطریقۃ الحقیقۃ الشیخ حمید البنگالی وفقہ اللہ سبحانہ لما یحب و یرضاہ لما قطع منازل السلوک و عرج معارج الجذبۃ ووصل الی درجۃ الولایۃ بعد ان حصل لہ اندراج النہایۃ فی البدایۃ اجزت لہ بتعلیم الطریقہ علی طریقۃ المشائخ النقشبندیہ قدس اللہ اسرارھم للطالبین المسترشدین والمریدین المخلصین بعد الاستخارۃ وحصول الاذن من اللہ سبحانہ والمسئول من اللہ سبحانہ ان یعصمہ عما لا یلیق ویحفظ عما لا ینبغی وان یثبت علی متابعۃ سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات ۔

چونکہ مشائخ قدس اللہ اسرارہم کا طریقہ ہے کہ خلافت کے وقت خرقہ بھی عنایت

کرتے ہیں۔ اس لئے شیخ مشارٌ الیہ نے عرض کیا کہ کفش پائے مبارک میرے لئے کافی ہے۔ چنانچہ حسب التماس آپ نے کفش مبارک عنایت کئے۔ شیخ انہیں سر میں لیکر رجعت قہقری کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔ اور اب تک جس کو بیس سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ وہ کفش اس دیار میں متبرکات سے ہے۔ اہل حاجات اور مریض آتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔ یہاں تک کہتے ہیں کہ اطبا کی ضرورت اس دیار میں بہت کم ہوتی ہے بالجملہ شیخ مشارٌ الیہ نے ان کی بدولت پایا جو کچھ کہ پایا ؎

اگر خاک ازیں کو برسر آید مرا بہتر زچندیں افسر آید

چونکہ آپ اقصائے بنگالہ کے رہنے والے تھے اور صاحب اہل وعیال و اطفال تھے۔ اس لئے پھر دوبارہ آپ آستانہ علیہ تک نہ آسکے۔ اور اب تک وہیں مسند ارشاد و افاضہ پر رونق افروز ہیں۔ طلبۂ علوم دینیہ اور سالکین طریقت دونوں آپ سے مستفید و مستفیض ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو سلامت و قائم رکھے ٭

حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو ایک مکتوب لکھا ہے جو ضروریات راہ سلوک پر مشتمل ہے۔ ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں ٭

مکتوب

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ یہاں کے فقراء کے احوال و اوضاع روز بروز موجب ازدیاد شکر ہیں۔ دُور افتادہ دوستوں سے بھی یہی توقع رکھتا ہوں۔ اے عزیز! راہ غیب الغیب میں اکثر سالکوں کے قدم پھسلجاتے ہیں۔ لہٰذا اعتقاداً و عملاً شریعت کی پوری حفاظت کرتے رہیں۔ حضور و غیبت میں میری یہی نصیحت ہے۔ مبادا کہ حفاظت شریعت میں کسی قسم کی بھی غفلت واقع ہو۔ لہٰذا اس راہ کی غلطیوں کو لکھتا ہوں اور منشاءِ اغلاط بتلاتا ہوں۔ آپ انہیں اعتبار کی نظر سے ملاحظہ کریں ٭

معلوم ہو کہ صوفیوں کی بعض غلطیوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب سالک مقامات عروج میں خود کو دوسروں سے جن کی افضلیت اجماع علما ثابت ہے اور بالیقین جن سے اس سالک کا مقام ادون ہے۔ فوق پاتا ہے۔ حتےٰ کہ بعض وقت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی جو قطعاً بہترین خلائق ہیں۔ اپنی نسبت بڑھا دیتا

ہے۔ والعیاذ باللہ سبحانہ۔ لیکن بعضوں کی اس غلطی کی وجہ تو یہ ہے کہ انبیا و اولیا میں سے ہر ایک کا عروج اولاً مبادی تعینات وجود اسما میں ہوتا ہے۔ اس عروج سے اسم ولایت متحقق ہوتا ہے اور ثانیاً اُن اسما میں۔ اور اسما میں جہاں تک کہ حق سُبحانہٗ و تعالےٰ نے چاہے۔ لیکن باوجود اس عروج کے ہر ایک کا مقام و منزل وہی اسم ہے۔ جو اس کے وجود کا مبدأ تعین ہے۔ اس لئے ان مقامات میں جو شخص کہ بُنہیں ڈھونڈتا ہے اُنہیں میں پاتا ہے۔ کیونکہ مکان طبعی ان بزرگواروں کا وہی اسماء ہیں اور عروج و ہبوط اُن اسما سے بواسطہ عروض عوارض ہے۔ پس سالک بلند فطرت کی سیر اُن اسما سے بلند واقع ہوتی ہے۔ لامحالہ اُن اسما سے بھی بالاتر پہنچیگا۔ اور وہ توہم پیدا کریگا۔ لیکن عیاذاً باللہ! یہ نہیں کہ یہ توہم یقین سابق کو بھی زائل کریگا اور فضیلت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولویت اولیاے کرام میں بھی جو باجماع امت افضل ہیں، اشتباہ پیدا کریگا۔ اب اس مقام پر مزلۃ اقدام سالکین یہ ہے کہ اس وقت سالک نہیں جانتا کہ ان اکابر کا عروج ان اسما سے لاالیٰ غیر النہایۃ واقع ہوا ہے اور وہ اس عروج میں فوق الفوق پہنچے ہیں۔ نیز یہ سالک یہ بھی نہیں سمجھتا کہ یہ اسما اُن کے عروج کے امکنہ طبعیہ ہیں اور خود اس کا بھی اُس جگہ مکان طبعی ہے جو اُن اسما سے اَدوَن ہے۔ کیونکہ افضلیت ہر ایک کی باعتبار اقدمیت اس کے اسم کے ہے۔ جو اُس کا مبدأ تعیُّن ہوا ہے۔ اسی قبیل سے جو بعض عارفوں نے کہا ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف مقامات عروج میں برزخیت کُبرے کو حائل نہیں پاتا اور بیواسطہ اُس کی ترقی کرتا ہے +

ہمارے خواجہ صاحب قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت رابعہ بصریہ بھی اس جماعت سے تھیں۔ یہ جماعت عروج کے وقت جب اُس اسم سے جو مبدأ تعین برزخیت ہے، فوق گذری۔ تو اُس نے توہم کیا کہ برزخیت کُبرے درمیان میں حائل نہیں رہی۔ اور برزخیت کُبرے حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں ؎

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق کا شاغل
صفات اُس برزخ کُبرے میں تھا حرف مشدد کا

اور حقیقت معاملہ یہ ہے کہ بالاتر گذرا ہے +

لیکن وجہ غلطی کی بطریق دیگر یہ ہے کہ جب سالک کی سیر کسی اسم میں جو اُس کا مبداً تعین ہے - اور وہ اسم بر سبیل اجمال جامع جمیع اسما ہے - کیونکہ اُن کی جامعیت بواسطہ اس اسم کے ہے - پس ناچار ان اسما کے ضمن میں جو اسما کہ تعین مشائخ دیگر ہیں بطریق اجمال ان کی بھی سیر کریگا - اور ہر ایک سے گذر کر منتہائے اس اسم کو پہنچیگا اور توہم فوقیت پیدا کریگا - لیکن یہ نہیں جانتا کہ جو کچھ اس نے مقامات مشائخ سے دیکھا ہے - اور اُن سے گذرا ہے وہ اُن کے مقامات سے ایک نمونہ ہے نہ حقیقت مقامات اور چونکہ اس مقام میں خود کو جامع پاتا ہے اور دوسروں کو اپنے اجزا جانتا ہے - اس لئے توہم اولیت پیدا کر لیتا ہے +

اس مقام میں شیخ بایزید بسطامی نے کہا ہے لوائی ارفع من لواء محمد لیکن غلبہ کی وجہ سے یہ نہیں جانا کہ اُن کا لوا آنحضرت صلے اللہ وسلم کے لوا سے کسی طرح ارفع نہیں ہو سکتا - بلکہ اُن کا لوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لوا کا ایک ادنےٰ نمونہ ہے - جو اُن کے اسم کی ضمن میں مشہود ہوا - اسی قبیل سے اُن کا یہ قول بھی ہے کہ اگر عرش و ما فیہ عارف کے قلب کے ایک کونہ میں رکھ دیں تو اُسے کچھ محسوس نہ ہوگا - یہاں بھی اُنہیں اسی نمونہ کے ساتھ اشتباہ واقع ہوا - والا عرش کو خود حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے عظیم فرمایا ہے - قلب کے کونہ کو اس سے کیا نسبت اُس کا عشر عشیر بھی عارف کے قلب میں نہیں سما سکتا - اس بیان کو میں ایک اور مثال سے واضح کرتا ہوں +

انسان جو جامع عناصر و افلاک ہے جب اُس کی نظر اپنی جامعیت پر پڑتی ہے - عناصر و افلاک اپنے اجزا شمار کرتا ہے - اور جب یہ دید غالب ہو جائے تو عجب نہیں ہے کہ کہنے لگے کہ میں کرہ زمین سے بھی کلاں ہوں اور آسمانوں سے عظیم تر - حالانکہ فی الحقیقت وہ اُس کے اجزا نہیں ہیں - بلکہ اُن کے نمونہ اُس کے اجزا بنائے ہیں اور اس کی کلانی انہیں نمونوں سے واقع ہوئی ہے +

صاحب فتوحات مکیہ نے بیان کیا ہے کہ جمع محمدی اجمع ہے جمع الٰہی سے کیونکہ جمع محمدی مشتمل ہے حقائق کونیہ و الٰہیہ پر - لیکن اُنہیں یہ نہیں معلوم کہ یہ اشتمال ظلی ہے

ظلال مرتبۂ الوہیت سے اور ایک نمونہ ہے اُس کے نمونوں سے۔ نہ یہ کہ حقیقت مرتبۂ الوہیت مقدسہ پر مشتمل ہے۔ بلکہ اس مرتبۂ الوہیت مقدسہ کی نسبت کہ عظمت و کبریائی اُس کے لوازم سے ہے، مع محمدی کو اُس سے کوئی نسبت نہیں ما للتراب ورب الارباب +

نیز اسی مقام کی سیر سالک اس امر میں واقع ہوتی ہے کہ وہ اُس کا رب (مربّی) ہے۔ سالک سمجھنے لگتا ہے کہ بعض اکابر جو بالیقین اُس سے افضل ہیں بتوسط اس کے بعض درجات فوق کو پہنچے ہیں، اس کے توسّل سے ترقی کی ہے۔ اس مقام پر بھی اکثر سالک کا قدم پھسل جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ، مبادا کہ کوئی ایسا سمجھ کر خود کو افضل جاننے لگے اور خسارت ابدی کا مستحق ہو جائے +

کیا یہ تعجب کی بات ہے اور یہ بھی کوئی افضلیت ہے کہ ایک بادشاہ اپنی سلطنت ایک زمیندار کے تصرّف میں دیدے اور وہ اُس کے ذریعہ سے بہت سی فتوحات حاصل کرے +

نہایت مافی الباب یہ ہے کہ اس جگہ فضیلت جزئی کا احتمال ہے جو خارج از بحث ہے۔ اس لحاظ سے ایک حجام بھی بوجہ اپنی خصوصیت کے ایک عالم فاضل اور حکیم پر بھی فضیلت رکھتا ہے۔ لیکن یہ فضیلت جزوی اور خارج از اعتبار ہے اور جو کچھ کہ معتبر ہے وہ فضیلت کُلّی ہے۔ جو عالم فاضل اور حکیم صاحب فنون کے لئے ثابت ہے +

اسی طرح فقیر کو بھی طرح طرح کے اشتباہ واقع ہوتے اور انواع و اقسام کے تخیلات پیدا ہوتے تھے۔ جب تک کہ میں اس حالت میں رہا، باوجود اس کے حفظ الٰہی شامل حال تھا کہ یقین سابق میں سر مُو فرق پیدا نہیں ہوا، اعتقاد مجمع علیہ میں کسی قسم کے فتور نے راہ نہ پائی ﷲ سبحانہ الحمد والمنۃ علیٰ ذٰلک وجمیع نعمائہ +

اور جو کچھ کہ خلاف مجمع علیہ ظاہر ہوتا تھا اُس کا مُطلقاً اعتبار نہیں کرتا تھا۔ اور محامل نیک پر محمول کرتا تھا اور مجملاً اس قدر جانتا تھا کہ اگر یہ کشف صحیح ہے تو فضیلت جزوی پر محمول ہے +

ہر چند کہ یہ وسوسہ معارض ہوتا تھا کہ مدار فضل قرب الٰہی پر ہے اور یہ زیادت

اُس قرب میں ہے، تو پھر یہ فضیلت جزوی کیوں ہوگی۔ لیکن یقین سابق کے سامنے یہ ہوہو ھباءً منثورًا ہو جاتا تھا۔ اور کسی اعتبار کے لائق نہیں رہتا تھا۔ بلکہ توبہ و استغفار اور انابت کی التجا کرتا تھا اور تضرّع و زاری کے ساتھ دعا کرتا تھا کہ اس قسم کے کشوف ظاہر نہ ہوں۔ اور خلاف معتقدات اہل سنّت سر مو منکشف نہ ہو +

چنانچہ ایک روز اس قدر خوف کا غلبہ ہوا کہ مبادا کہیں ان کشوف پر مواخذہ کریں اور توہمات کا سوال ہو۔ غلبۂ خوف سخت بیقرار و بے آرام کر رہا تھا۔ التجا و تضرّع جناب بارگاہ الٰہی المضاعف کی اور ایک مدت تک یہی حالت رہی +

اتفاق سے انہیں ایّام میں ایک عزیز کے مزار پر گذر ہوا۔ ان عزیز کو بھی اس معاملہ میں مدد و معاون نہ پایا۔ چنانچہ اس اثنا میں عنایت الٰہی پہنچی اور حقیقت معاملہ کما ینبغی ظاہر ہوئی۔ روحانیت حضرت رسالت خاتمیت علیہ و علےٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے جو رحمت عالمیان ہیں حضور ارزانی فرمائی اور تسلی خاطر حزین کی +

معلوم ہوا کہ قرب الٰہی موجب فضل کلّی ہے۔ لیکن قرب جو تمہیں حاصل ہوا ہے قرب ظلّی ہے ظلال مرتبہ الوہیت سے اور اُس اسم کے ساتھ مخصوص ہے جو تمہارا رب (یعنی مربّی) ہے۔ اس لحاظ سے موجب فضیلت کلّی نہ ہوگا +

اس مقام کی صورت مثالیہ اس طریق سے منکشف کی کہ ریب و شک کی مطلقاً گنجائش نہیں رہی، چونکہ اس فقیر نے بعض علوم، کہ محل اشتباہ ہیں اُن کی تاویل و توجیہ اپنی کتب و رسائل میں لکھ کر منتشر و مشتہر کر دی ہے۔ کیونکہ جب فضل الٰہی اُن کا منشاء اغلاط واضح و لائح ہو گیا تو چاہا کہ انہیں قلمبند کروں اور مشتہر کردوں کیونکہ جب گناہ مشتہر ہو تو اُس کی توبہ کا مشتہر ہونا ضروری ہے تاکہ لوگ اُس سے خلاف شریعت تفہّم نہ کریں اور کورانہ تقلید کر کے غلطی میں نہ پڑیں اور یا تعصب کر کے انہیں ضلالت کے ساتھ منسوب کرنے لگیں۔ کیونکہ اس راہ غیب الغیب کے باغ میں گل بہت کھلتے ہیں کسی کو ہدایت کی طرف لیجاتے ہیں اور کسی کو ضلالت کی طرف +

حضرت والد ماجد قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر گروہ ہائے ہفتاد و ملت جو ضلالت و گمراہی میں پڑ گئے ہیں اُن کا منشا ضلالت یہ ہوا ہے کہ وہ قبل از وقت طریق صوفیہ میں داخل ہوئے اور غلطیاں کھا کر گمراہ ہو گئے والسلام انتہےٰ مکتوبہ الشریف +

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے ایک رقیہ جو حضرت مخدوم زادہ کلاں کو تحریر فرمایا تھا اور جس میں آپ نے اس کا ذکر کیا ہے کہ معاملہ عروج سالک اسمائے مُبادی تعینات مشائخ کو ایک مثال کے ساتھ واضح کیا ہے۔ وہ رقیمہ یہ ہے ◆

ب

ارباب معقول (فلسفی) کہتے ہیں کہ دخان اجزائے ارضیۃ و اجزائے ناریہ سے مرکب ہوتا ہے۔ جب دخان اوپر کو صعود کرتا ہے۔ تو اجزائے ناریہ کے ساتھ اجزائے ارضیۃ بھی صعود کرتے ہیں۔ اگر دخان قوی ہے تو اس کا صعود کرۂ نار تک ہوتا ہے۔ اس وقت اجزا آبی و اجزا ہوائی سے بالاتر ہے کیونکہ اُن کا تفوّق باعتبار قاسر کے ہوا ہے نہ بالذات ہر چند اجزائے ارضیۃ ہبوط کریں اور اپنے مرکز طبعی تک نہ پہنچیں۔ تب بھی اُن کا مقام آب و ہوا سے فروتر ہی ہوگا۔ اسی طرح سالک کا عروج بھی باعتبار قسرِ قاسر ہے۔ اور وہ قسرِ قاسر افراط حرارت محبّت اور قوت جذبۂ عشق ہے اور بالذات اس کا مقام تحت مقامات اکابر ہے ◆

یہ جواب جو بیان کیا گیا ہے مُنتہی کے مناسب حال ہے۔ لیکن ابتدا میں توہم پیدا ہوتا ہے اور خود کو مقامات اکابر میں پاتا ہے۔ اُس کی وجہ یہی ہے کہ ہر ایک مقام کے لئے ابتدا و توسّط میں ظل و مثال ہے۔ مبتدی و متوسّط جب ان ظلال تک پہنچتا ہے خیال کرتا ہے کہ اُس نے مقامات اکابر میں شرکت پیدا کی، حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ اس جگہ اشتباہ ظل ہے نفس شے کے ساتھ اللھم ارنا الحقائق الاشیاء کما ھی وجنبنا عن الاشتغال بالملاھی بحرمۃ سید الاولین والاخرین وعلی الہ وصحبہ من الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا واکملہا ◆

شیخ مزمل رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی حضرت خواجہ صاحب کے قدیم مخلصوں میں سے تھے اکثر سفر و حضر میں آپ کی خدمت میں رہے ہیں۔ اور آپ کے الطاف وعنایات خاص سے مشرف و ممتاز ہوئے ہیں۔ حُسن اخلاق و مکارم اوصاف میں یگانہ روزگار تھے اور انکسار و ایثار نفس

میں بھی منفرد وقت تھے ۔

آپ نے خود اپنا حال عرض کرتے ہوئے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں ایک عرضداشت تحریر کیا ہے :-

شیخ مزمل اخود کو گم پاتا ہے اور صفات کو اصل سے دیکھتا اور تعلق کو ہر جگہ پاتا ہے ۔ اور اشیاء کو سراب بے اعتبار کی طرح جانتا ہے ۔ بلکہ انہیں ہیچ پاتا ہے ۔ انتھےٰ کلامہ الشریف ۔

اس کے بعد برسوں تک آپ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں رہے اور تعلیم کے مجاز ہوئے ۔

بعض مکاتیب میں جو حضرت خواجہ صاحب نے اس مخلص کو تحریر فرمائے ہیں اُن میں مرقوم ہے ۔ ان بزرگوں کی صحبت اگر میسر ہو ، مغتنمات سے شمار کرنا چاہیئے اور خود کو ان کے سپرد کر دینا چاہیئے ۔ شیخ مزمل کی صحبت بھی آپ کے لئے غنیمت ہے اُن کی امثال و نظر عزیز الوجود اور اعز من کبریت الاحمر ہیں ۔ انتھےٰ ۔

آپ کے بعض مخلصوں سے سُنا گیا ہے کہ ایک روز آپ بیابان کی طرف سیر و شکار کے لئے گئے ہوئے تھے اتفاق سے ایک غار کے قریب آئے اور پیر پھسلنے سے اُس میں گر گئے اور اُس میں سے نکل بھی نہ سکے ۔ کسی کو اس واقعہ کی اطلاع نہ تھی ۔ خواجہ صاحب اس وقت سرہند تشریف رکھتے تھے ۔ صورت واقعہ آپ کی نظر انور کے سامنے گذری ۔ فرمایا معلوم ہوتا ہے ۔ شیخ مزمل کسی ہولناک جگہ گر گئے اور دست و پا مارتے ہیں لیکن نکل نہیں سکتے ۔

چند روز کے بعد اس واقعہ کی اطلاع آپ کی خدمت میں پہنچی درویشوں اور مخلصوں کے مزید اعتقاد کا سبب ہوا ۔

آخر ایک صحرائی نے آپ کو دیکھا اور لوگوں کو جا کر خبر کی ۔ اُنہوں نے آ کر آپ کو غار سے نکالا ۔

آپ نے ۱۰۲۶ھ ہجری کو اس جہان سے انتقال کیا حضرت خواجہ صاحب نے آپ کے انتقال پر ، درد و الم کا اظہار کیا اور فاتحہ و دعا سے یاد و شاد فرمایا ۔

شیخ طاہر بدخشی سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ سپاہی تھے۔ جب ایک دفعہ فوج ایک قلعہ کی طرف متوجہ ہوئی اثنائے راہ میں شب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور دیکھا حضرت صدیق اور آپ کے دیگر خلفاء و اصحاب حاضر خدمت ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ اس سفر کے بعد تم سپاہ سے الگ ہو جاؤ اور فقر و تجرید اختیار کرو۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو خرقہ پہنایا +

جب خواب سے بیدار ہوئے توان کا عزم بالجزم ہو گیا۔ بعد مراجعت جب لشکر ایک جزیرہ خارستان و اشجارستان پر پہنچا۔ تو آپ گھوڑے سے اتر پڑے اور اس خارستان میں چلے گئے۔ خادم نے جانا کہ شاید پاخانہ پیشاب کو جاتے ہیں۔ بہت دیر تک انتظار کیا۔ جب دیکھا کہ اب تک واپس نہیں آئے۔ رفیقوں نے تلاش کیا۔ لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ آپ ایک دہقان سے ملاقی ہوئے۔ اپنا لباس اسے دیدیا اور اس کی گدڑی لیکر پہن لی۔ اور اس طرف کے درویشوں کی صحبت میں پہنچے۔ لیکن چونکہ ان کے متعلقین کے نزدیک ان کی حیات وممات مجہول تھی۔ اس لئے آپ گھر آئے اور اپنی زوجہ سے کہا۔ میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ تمہارا کیا علاج ہے۔ زوجہ نے کہا مجھے تم سے اتفاق ہے۔ گدڑی پہن لی اور عصا ہاتھ میں لیا اور کمر ہمت باندھ کر شوہر کے ساتھ ہو گئی۔ دونوں اس دیار کے ایک صاحب دل کی خدمت میں پہنچے +

صاحب دل نے کہا تمہارا نصیب نقشبندیوں سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے دہلی اور لاہور کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ چونکہ ان دنوں طریقہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی ہر طرف شہرت ہو رہی تھی۔ اس لئے آپ دہلی روانہ ہوئے لیکن قبل ازینکہ آپ دہلی پہنچیں حضرت خواجہ صاحب سرائے باقی کی طرف رحلت فرما ہوئے +

آپ یہ خبر سنکر حیران ہوئے۔ آخر کار ازلی توفیق نے ہمارے خواجہ صاحب کی طرف جو حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے بڑے جانشین تھے، رہنمائی کی +
چنانچہ آپ خواجہ صاحب کی خدمت حاضر ہو کر ذکر و انابت سے مشرف ہوئے

سُنا گیا ہے کہ آپ مدت تک جلوات و خلوات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک مشاہدہ کرتے رہے +

کہتے ہیں کہ چونکہ آپ ترک وسادہ لوح تھے۔ بعض احوال و مکاشفات اٹک اٹک کر بیان کرتے کہ آپ تبسّم کرتے اور کبھی کبھی آپ اس اثنا میں ہاں۔ کیوں نہیں وغیرہ کلمات زبان پر لاتے اور سر ہلاتے۔ اور ایسا معلوم ہوتا کہ آپ بہت خوش ہوئے ہیں بعض اوقات آپ یہ بھی فرماتے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسرار مولانا ظاہر پر وارد ہوئے ہیں اور ہم اُن کے مترجم ہیں +

بالجملہ جب آپ احوال و جذبات خاص سے آراستہ و پیراستہ ہو گئے تو حضرت خواجہ صاحب نے اجازت تعلیم دی اور شہر جونپور روانہ کیا۔ لیکن آپ نے معلوم نہیں کیوں ایسا کیا کہ اپنی گفتگو نشست و برخاست میں ایسا طریقہ اختیار کیا کہ لوگ اُنہیں ملامتیہ سے جانیں۔ یہی وجہ ہے کہ طالب علموں نے آپ کی طرف بہت کم رجوع کیا ہے +

جن دنوں کہ حضرت خواجہ صاحب اجمیر میں تشریف رکھتے تھے۔ راقم الحروف بھی خدمت میں حاضر تھا۔ مولانا کا عریضہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ اُس میں مرقوم تھا کہ طالبوں کو اس فقیر کی طرف رجوع نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ عجب مرد سادہ دل ہے۔ چاہیئے کہ جس کسی کو حق سُبحانہٗ و تعالےٰ بھیجے اُس کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو جائے اور خالصًا لوجہ اللہ مصروف و مشغول ہو اور چاہیئے کہ طالبوں کی کشش و توجہ کے لئے ایسی راہ اختیار نہ کرے جس میں ملامت کو دخل ہو۔ چنانچہ آپ نے بعض مکاتیب میں ایسا ہی تحریر بھی فرمایا ہے +

ب

بعض مخلصوں کو اجازت دینے سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو گرداب خلالت سے نکال کر راہ حق کی طرف لائیں اور خود بھی طالبوں کی طرح مشغول رہیں اور ترقی کریں اور کوشش کریں کہ مسترشد بھی اس دولت سے مشرف ہوں نہ کہ اجازت تو ہم و تخیل میں ڈالے اور مقصود سے باز رکھے۔ انتہٰے +

ایک اور مکتوب بھی حضرت خواجہ صاحب نے مولانا موصوف کے نام نامی

تحریر فرمایا ہے جو بطریق اجمال احوال کا آئینہ جمال ہے اور وہ یہ ہے

ب

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ الطاہرین ہم فقیروں پر لازم ہے کہ ہمیشہ افتقار و انکسار۔ تضرع۔ التجا۔ ادائے وظائف عبودیت۔ محافظت حدود شرعیہ اور متابعت سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کرتے رہیں تحصیل حسنات وخیرات میں نیتوں کی اصلاح کریں۔ باطن میں اخلاص ظاہر میں تسلیم اختیار کریں۔ اپنے عیوب و ذنوب کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ اور انتقام علام الغیوب کا دل میں خوف رکھیں حسنات اگرچہ کثیر ہوں قلیل جانیں اور سیئات کو کثیر شمار کریں اور ان کے مشتہر ہونے سے ترساں ولرزاں رہیں +

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام بحسب امرء من الشر ان یشار الیہ بالاصابع فی دین او دنیا الا من عصمہ اللہ +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے کیا یہ شر تھوڑا ہے کہ لوگ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرکے دین و دنیا کے معاملہ میں اسے متہم کریں مگر جس کو اللہ تعالےٰ نے اس سے بچا لیا +

اپنے افعال و نیات کو چاہیے ہمیشہ متہم کرتے رہیں اگرچہ صبح صادق کی طرح وہ ظاہر و باہر ہی کیوں نہ ہوں۔ اور احوال و مواجید سے بے اعتنائی کرتے رہیں ہر چند کہ صحیح و مطابق ہوں تاہم ان پر اعتبار نہ کر بیٹھنا چاہیئے۔ اور بعض تائید دین تقویت ملت، ترویج شریعت اور دعوت خلق کی وجہ سے انہیں مستحسن نہیں جاننا چاہیئے۔ کیونکہ اس قسم کی تائید کبھی کافر و فاسق سے بھی ہو جاتی ہے +

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر
چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالےٰ اس دین کی فاجر شخص سے بھی تائید کرا دیتا ہے +

جو مرید بطلب افادہ آئے اور ارادہ مشغول رکھے اس سے خوف کرنا چاہیے کہ مبادا اس راہ سے بطریق استدراج اس کی خرابی ظاہر کریں اور اگر مریضوں اور مریدوں کے آنے سے اپنے نفس میں فرحت و سرور پائیں تو اسے کفر و شرک جانیں اور

ندامت و استغفار سے اُس کا تدارک کریں کہ اُس سرور کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ بلکہ بجائے فرح کے حزن و غم پیدا ہو۔ اور مریدوں کو خوب تاکید کریں۔ اور مریدوں کے مال میں کوئی طمع نہ رکھیں اور اُن سے منافع دنیوی کی کوئی توقع نہ رکھیں۔ کیونکہ مریدوں کے لئے مانع اور باعث خرابی ہے۔ کیونکہ جو کچھ کہ وہاں ہے دین خالص کو چاہتا ہے الا للہ الدین الخالص شرک کو اُس کی جناب میں ہرگز گنجائش نہیں +

اور جان لیں کہ جو کدورت و ظلمت دل پر طاری ہوتی ہے اُس کا ازالہ توبہ و استغفار اور ندامت و التجا سہل ہے۔ مگر جو کدورت و ظلمت کہ از راہ محبت دنیا دل پر طاری ہوتی ہے اُس کا دور ہونا بہت دشوار ہے +

صدق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حب الدنیا راس کل خطیئۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ دُنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے +

حق سُبحانہٗ وتعالے ہمیں۔ آپ کو اور سب کو حُب دنیا اور حُب ارباب دُنیا اور اُن کے اختلاط و مصاحبت سے بچائے۔ کیونکہ یہ سم قاتل۔ مرض مہلک اور بلائے عظیم ہے +

اخوی ارشدی شیخ حمید اُس حدود میں دورہ کرتے رہتے ہیں۔ اُن کی صحبت اور اُن کی باتوں کو غنیمت جانیں والباقی عند التلاق +

مولانا یوسف سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ کے مریدوں میں سے تھے۔ نہایت خلیق اور سادہ طبیعت تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ صاحب کی ملازمت خدمت اختیار کی۔ اور آپ کے ساتھ سرہند چلے آئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کے یُمن برکات سے بہت کچھ ترقیات حاصل کرلیں۔ لیکن درمیان سلوک ہی میں اُن کی اجل آپہنچی۔ وقت احتضار حضرت خواجہ صاحب آپ کے سرہانے کھڑے تھے۔ تبضرع و حسرت تمام عرض کیا کہ آخری سانس آگئی ہے توجہ فرمائیں کہ مقصد اقصیٰ سے کچھ پاؤں۔ آپ اُن کی نیازمندی کی وجہ سے کشادہ دل

ہو کر متوجہ ہوئے۔ ایک عرصے کے بعد سر اُٹھایا۔ فرمایا، ہاں مولانا یوسف کو کیا ہوا۔ قدموں پر سر رکھا آپ نے کہا الحمد للہ دل جس چیز کا طالب تھا۔ جلوہ گر ہوئی۔ یہ کہا اور جان بجاناں سپرد کی۔ رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً ٭

مولانا احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ

بر کی کابل و قندھار کے درمیان ایک شہر کا نام ہے۔ آپ اس شہر کے علماء سے تھے۔ آپ کے شہر کا ایک تاجر ہندوستان آیا اور آپ کی آستانہ بوسی سے مشرف ہو کر آپ کے مکاتیب کے کچھ اجزا لیتا ہوا اپنے شہر واپس گیا۔ مولانا نے اُن سے اکابر ہندوستان کا حال دریافت کیا۔ اُنہوں نے آپ کی تعریف کی۔ اور آپکے مکتوبات کے اوراق آپ کو دئیے۔ مولانا نے بشوق تمام اُن کا مطالعہ کیا اور آپ کے حسن درایت آثار سعادت اور آپ کے علو حال سے واقف ہو کر سرہند روانہ ہوئے جب آپ کی خدمت میں آئے تو حضرت خواجہ صاحب نے نظرات و توجہات فرمائیں۔ آپ باخلاص و آداب و خدمات تمام حاضر خدمت رہنے لگے۔ چنانچہ ایک ہفتہ ہی میں بمحض آپ کی عنایات و توجہات درجہ کمال و اکمال کو پہنچے۔ اور اجازت طریقت تعلیم حاصل کر کے وطن مالوف واپس ہوئے۔ اور وطن پہنچکر ارشاد و ہدایت طریقت میں مشغول ہو گئے ٭

بعد ازاں بذریعہ عرائض اپنے اور مسترشدوں کے احوال عرض کرتے رہے اور اُن کے جواب سے سرفراز ہوتے رہے۔ جیسا کہ حضرت خواجہ صاحب کے اُن مکاتیب سے جو آپ کے نام نامزد کئے گئے ہیں واضح و لائح ہے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو تحریر فرمایا ہے ٭

ب

ایک روز آپ کے حال کی طرف توجہ کی گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس طرف کے لوگ آپ کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ اور آپ کی طرف التجا لاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ کو اس زمین کا دارومدار بنایا ہے۔ اُس طرف کے لوگوں کو آپ کے ساتھ مربوط کیا ہے۔ الحمد للہ والمنۃ علیٰ ذٰلک۔ ظہور اس معاملہ کو واقعات سے نہ شمار کریں۔ کہ

مُتخاین یہ بُو اشتباہ سے ہوگا۔ بلکہ محسُوسات و مشاہدات سے شمار کریں +

اسی طرح ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ "آپ کو لازم نہیں اپنے احوال اور دوستوں کے احوال کی عدم اطلاع سے رنجیدہ نہ ہوں اور اُسے دلیل نہ سمجھیں۔ دوستوں کے احوال آپ کی آئینہ داری میں کافی ہیں +

نیز جو احوال کہ بطریق انعکاس دوستوں میں ظاہر ہوتے ہیں، آپ کے احوال ہیں۔ اور وہ جو آپ نے اپنے ایک دوست کے احوال لکھے ہیں کہ چند ماہ میں اُس نے ترقیات بسیار حاصل کی ہیں جو کچھ وہ غیبت و بے شعوری میں ارواح طیبہ کو دیکھتا ہے ان میں سے کوئی بھی ترقی کی دلیل نہیں، شعور میں دیکھے یا بے شعوری میں۔ اس راہ کا قدم اول یہ ہے کہ غیرحق سُبحانہٗ کے سوا کچھ نہ دیکھے۔ یہاں تک کہ اُس کے مبدا فکر و اندیشہ میں غیرحق و تعالٰے سے کچھ نہ رہے نہ یہ کہ اشیا کو غیرحق و بعنوان ماسوا نہ جانے، بلکہ غیرحق سُبحانہٗ کو نہ دیکھے نہ جانے۔ یہی حالت معتبر بقنا ہے۔ اور منزل اول ہے منازل طریقت سے وبد ونہ خرط القتاد ؎

ہیچ کس را تا نہ گردد ایں فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

ب

ایک مکتوب میں حضرت خواجہ صاحب نے مولانا یوسف برکی کو لکھتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ جو شہود کہ کثرت مرایا کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، لذت بخش شہود تنزیہی ہے کہ رو بجہل و غفلت رکھتا ہے اور التذاذ سے بعید ہے۔ شیخ مقتدا کے بغیر اس راہ پر چلنا دشوار ہے +

مولانا احمد برکی کہ عوام انہیں علمائے ظاہر سے جانتے ہیں اور خود وہ بھی اپنے اور اپنے دوستوں کے احوال سے بے خبر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا باطن شہود تنزیہی کی طرف متوجہ ہے جو مقام جہل ہے اور اُن کا ایمان علمائے ظاہر کی طرح غیب پر ہے۔ اُن کا باطن بوجہ علو فطرتی کے ملتفت بہ شہود کثرت آمیز نہیں ہوا ہے۔ اور نہ ظاہر تنزلات صوفیہ پر مفتوں ہوا ہے۔ اُن کا وجود اُس دیار میں غنیمت ہے جس حال کے حصول کی آپ نے خبر دی ہے، ابھی دیر ہے کہ وہ حاصل ہو۔ فقیر کے نزدیک اُس کا مدار مولانا کے بقدو وجود پر ہے۔ تعجب ہے اُس طرف کے اہل کشف پر کیونکر مخفی

رہا ہوگا۔ فقیر کے علم میں مولانا کی بزرگی آفتاب کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ انتہی کلامہ الشریف۔

مولانا نے ۱۰۲۶ھ ہجری میں سفر آخرت اختیار کیا۔ خواجہ صاحب نے فاتحہ و ادعیہ کثیرہ سے آپ کی روح کو شاد کیا۔ اور دیکھا گیا ہے کہ جب مولانا کا ذکر خیر ہوتا آپ اُن کی بہت کچھ تعریف کیا کرتے اور الطاف خاص کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے۔

مولانا کے دوستوں کو آپ نے تعزیت نامہ لکھتے ہوئے تحریر فرمایا تھا اللہ تعالےٰ مولانا کی مغفرت کرے۔ مولانا مرحوم کا وجود اس وقت مسلمانوں کے لئے ایک آیت تھا آیات اللہ سے۔ اور رحمت تھا رحمتہائے حق سبحانہٗ سے اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ۔

مولانا محمد صالح کولابی رحمۃ اللہ علیہ

آپ خواجہ صاحب کے قدیم اصحاب سے تھے۔ انکسار و افتقار اور غربت و خاموشی کے ساتھ موصوف تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب مجھے اس راہ کی طلب پیدا ہوئی اکثر مشائخ سے جو قرب و جوار میں تھے ملا لیکن کوئی کشش پیدا نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ ایک جمعہ کو آگرہ کی جامع مسجد میں مَیں نے حضرت خواجہ صاحب کو دیکھا اور بمجرد دیکھنے کے میرے دل میں کشش پیدا ہوئی، خدمت میں حاضر ہوا۔ اور التماس تعلیم ذکر کیا۔ چنانچہ میرا یہ التماس درجہ قبولیت کو پہنچا۔ مدت تک میں آپ کے آستانہ پر بسر کرتا رہا لیکن کم استعدادی کے باعث کوئی فتح و کشائش رُونما نہیں ہوئی بخلاف دوسرے خادموں کے اس حال سے میں نہایت حیران و گریاں تھا کہ ماہ رمضان المبارک آیا۔ آپ اعتکاف میں بیٹھے۔ جب آپ نے دست مبارک دھوئے تو میں غسالہ لیکر تنہائی میں گیا اور اُسے پی گیا۔ اُس دھوئے پانی نے میری مستی شراب کو بڑھا دیا۔ اور بمجرد پینے کے فتح و کشائش رونمود ہوئی۔

جب مولانا بیمن و توجہ حضرت خواجہ صاحب درجۂ کمال کو پہنچے اجازت تعلیم طریقت سے مشرف ہوئے۔ بہت سے طالبوں کو فیض پہنچایا۔

راقم الحروف نے بارہا حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ سے آپ کی تعریف سُنی

چنانچہ ایک روز آپ نے فرمایا کہ "مولانا صالح نے سیر صفات و تجلیات صفاتیہ سے بہرہ تمام حاصل کیا ہے"۔ چنانچہ خود مولانا کے اس عریضہ سے بھی یہ امر ظاہر ہے +

ب

کمترین خاک روبان آن مقدس درگاہ محمد صالح عرض خدمت کرتا ہے کہ بعد قدم آں بندگان درگاہ احوال و اوضاع حسب دعائے مخلصان ہیں۔ ہمیشہ تجلیات سے مشرف ہوتا ہوں۔ اور ہر تجلی میں فنائے خالق حاصل ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس تجلی کے آگے اور کوئی تجلی نہ ہوگی +

ان تجلیات سے بے نہایت سے مفہوم ہوتا ہے کہ سیر فی الصفات واقع ہے۔ اور چونکہ از راہ تفصیل مطلوب تک پہنچنا دشوار ہے۔ اس لئے اُمید اُس درگاہ والا سے یہ ہے کہ جب اس ناقابل کو خاک ذلت سے اُٹھایا ہے اور اُن احوال بلند کے ساتھ مشرف کیا ہے۔ جو اس کم استعداد کے وہم و خیال میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔ لہٰذا اب بھی توجہ خاص الخاص سرفراز فرمائیں کہ غایت الغایات کو پہنچوں اور منقصت سے چھٹکارا پاؤں اور اپنی مراد سے بامراد ہوں۔ اور غیر مرضئے حق سبحانہٗ و تعالےٰ کے سوا قولاً و فعلاً و نظراً کوئی شے وقوع میں نہ آئے۔ اور یہ بے توجہات و عنایات جناب صورت پذیر نہیں ہو سکتا۔ اُمید ہے کہ اس دریائے رحمت بیکران سے سیراب کریں اور اس تمام فضولیت سے اس غریب کو اخلاص و محبت کے ساتھ راسخ رکھیں۔ کہ متضمن جمیع سعادات ہے۔ اللہ تعالےٰ جناب کے سایۂ تربیت کو خلق اللہ کے سر پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ بحرمتہ النبی و آلہ الامجاد۔ انتہےٰ +

مولانے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے وظائف یومیہ و لیلیہ باشارۂ تائید حضرت مخدوم زادہ ایک جا جمع کئے ہیں۔ اُس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ سے ان کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا۔ کہ جو عمل کے لائق اقتدا ہے وہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعمال ہیں۔ جو کتب احادیث میں مذکور ہیں، وہاں ڈھونڈنا چاہیئے +

عرض کیا، جناب کا عمل بھی تو وہی سید انس و جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل ہے +

فرمایا، آپ بھی ایسا ہی کیا کریں۔ لیکن اچھی طرح ملاحظہ کریں کہ جو موافق سنت قولی و فعلی ہو اس پر عمل کریں اور جو موافق سنت قولی و فعلی نہ ہو اس میں توقف کریں۔
مولانا نے ہماری اس تالیف سے کچھ زمانہ پہلے ۱۰۳۰ھ ہجری میں انتقال کیا۔

مولانا محمد صدیق کشمی سلمہ اللہ تعالےٰ

آپ بدخشان کے قریب کے رہنے والے ہیں، عنفوان شباب میں ہندوستان آئے۔ چونکہ شعر و سخن سے دلچسپی رکھتے تھے۔ اس لئے محب الفقرا عبد الرحیم الشہیر خانخاناں کی صحبت اختیار کی۔ خانخاناں کو اس گروہ سے خاص تعلق تھا۔ اسی ضمن میں مولانا حضرت خواجہ باقی باللہ کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ اور آپ کی خدمت میں انابت کر کے تعلیم ذکر اخذ کی۔

خواجہ صاحب قدس سرہٗ اکثر آپ کی تعریف کیا کرتے تھے۔

خود میں نے مولانا موصوف کی زبانی سنا ہے کہ ایک مرتبہ ہم کئی درویش عید کے دن صبح کو ہم خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ گھر ہی سے شیشۂ گلاب ہاتھ میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے۔ حاضرین میں سے مجھے اچھا لباس پہنے ہوئے دیکھ کر میرے اوپر گلاب چھڑکا، میرے لئے یہ جمعیت بخش خاطر پریشاں ہوا۔

شعر
زند برروئے بخت خفتہ آبے   زداماں تو ہر راشح گلابے

لیکن حضرت خواجہ صاحب کے زمانہ میں آپ باقتضائے شباب و شغف شعر خوانی، کاملاً سے پورے آراستہ نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے آپ نے خود کو ہمارے خواجہ صاحب کے سپرد کیا اور ملتزم شرف صحبت ہوئے۔ اور پہنچے جہاں تک کہ پہنچے۔

آپ نے مولانا محمد صالح کولابی کے ایک مکتوب میں آپ کے احوال سے اس طرح خبر دی ہے:-

مولانا محمد صدیق بعنایت اللہ سبحانہٗ ولایت خاصہ سے مشرف ہوئے ہیں اور اسم جزئی سے اسم کلی تک پہنچے ہیں، مع ذالک۔ تطر تعوق رکھتے ہیں اور اس سے بھی نصیب حاصل کیا ہے۔ شاید رجوع کی رغبت کریں۔ واللہ یختص برحمتہٖ من یشاء۔ انتہےٰ۔

۱۰۲۳ھ ہجری میں آپ ایک جماعت متعلقین کے ساتھ زیارت حرمین شریفین کو گئے۔ مراجعت کرتے ہوئے اول آپ دہلی آئے۔ چونکہ زاد راہ آپ کے پاس قلیل تھا اس لئے آپ نے اس سفر میں فقر و فاقہ کی تکلیف بہت اٹھائی اور علٰے قدر النصیب دولت اجر سے مشرف ہوئے۔

رسالہ مبدأ معاد کے حضرت خواجہ صاحب نے چند فقرات اپنی بیاض خاص میں لکھے تھے۔ آپ نے انہیں ایک جگہ جمع کیا۔

مکتوبات میں حضرت خواجہ صاحب کے آپ کے نام بہت سے مکتوبات ہیں۔ آپ کو حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ خاص عشق تھا جس زمانہ میں آپ سفر حجاز میں تھے خواجہ صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ میں بعض غیر حاضر دوستوں کی طرف متوجہ ہوا۔ مولانا محمد صدیق نظر آئے۔ وہ محبت و اخلاص تام سے ہماری طرف متوجہ ہیں۔

اس تالیف کے اثنائے تحریر میں آپ بدخشان و ماوراء النہر کی سیر میں تھے۔ اللہ تعالٰے ہر جگہ آپ کو خوش و خرم رکھے۔ آپ حضرت خواجہ صاحب کے علوم و معارف سے واقفیت تام رکھتے ہیں۔ اور شعر و سخن میں کامل ملکہ رکھتے ہیں۔ حقائق صوفیہ کے متعلق حضرت مولانا روم کی مثنوی کی طرز پر آپ نے ایک مثنوی بھی لکھی ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی بہت سی نظمیں ہیں۔

ایک نظم آپ نے خسرو شیریں کی طرز پر لکھی ہے چنانچہ اس کے چند اشعار جو مناسب حال ہیں اس جگہ لکھے جاتے ہیں۔

ب

بہ تنہائی چنیں میل دلم چیست	وزیں تنہا نشستن حاصلم چیست
نگم من در سگی معذور باشم	بدیں عذر از خلائق دور باشم
غلط گفتہ اگر سگ راندایں ساز	کہ خود را کردہ ام نسبت باو باز
زنگ ایں سخن افغاں برارد	کہ بدعہدی زما خود را شمارد
سگاں خود صاحب خود را شناسند	بسے از نا شناسائی ہراسند
نہ خود را نے شناسد بے خدا را	چہ باید نام سازد و شکل ما را
دریں مدت کہ عمرش بسر شد	نہ از کفرم نہ از دینم خبر شد

ندانم بر چہ ملت زیستم من ‌‌ ‌‌ ‌‌ ‌‌ نہ سگ نہ آدمی پس کیستم من

کلام حقائق آمیز آپ کے صحت حال و درجات کی دلیل ہے۔ آپ کے بہت سے عرائض بھی ہیں۔ از انجملہ یہ عریضہ ہے جو آپ نے مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہٗ اللہ کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔

ب

اللّٰھم صلّ وسلم علی سیدنا ومولٰنا محمد وعلٰی اٰل سیدنا محمد صلوٰۃ تدخلنا بھا فی حفظ عنایتک۔ عرضداشت کترین فدوی محمد صدیق کی یہ ہے کہ یہاں پر سب آستانہ بوس خادمان درگاہ مراد بخش کے آرزومند ہیں۔ ہرچند کہ بے دست و پا ہو گیا ہوں۔ لیکن بامداد شوق گاہ و گاہ حرکۃ المذبوح کر کے صاحبان دین و دنیا کو یاد کرتا ہوں اور عنایت بےغایت آں قبلہ گاہ دو جہان ہمیشہ نعمتہائے عظیمہ کی امید رکھتا ہوں اور اپنی استعداد کے مطابق اُس خوان نعمت سے ریزہ چینی کرنے کا خواستگار رہتا ہوں ہرچند از کار رفتہ ہوں لیکن بیخود و بےخود زمزمہ سرائی کرتا ہوں۔ اس لئے عرض ہے ؎

خوش وقت آں دلے کہ بکارے رسیدہ است ‌‌ ‌‌ ‌‌ ‌‌ خوش ذرہ ہے کہ بجائے رسیدہ است

از فرق تا قدم ہمہ عظم عجب مدام ‌‌ ‌‌ ‌‌ ‌‌ دستم بہمیں زلف نگارے رسیدہ است

خوش روزگار عشق بدایت کرد زخواب ‌‌ ‌‌ ‌‌ ‌‌ زعشق بتازہ و رنگ بہارے رسیدہ است

چند ابیات ایام ضعف میں کہی تھیں انہیں عرض کرتا ہوں ؎

طلوع شمس یقیں از وجود جہت عالیست ‌‌ ‌‌ ‌‌ ‌‌ توجہ دلم از رتبہ صفت عالیست

مراتب ہمہ عالیست بے حجاب نقاب ‌‌ ‌‌ ‌‌ ‌‌ فضائے آں نظر از دیدہ منقصت عالیست

چہ پست و بلند ہم زی زنشناسی ‌‌ ‌‌ ‌‌ ‌‌ حقیقت گنجے کہ ان ز معرفت عالیست

بعلم خویش چنانچہ زی کہ بجو سن مے تاز ‌‌ ‌‌ ‌‌ ‌‌ کہ شان جہل من از طور معرفت عالیست

حضرت قبلہ دام سلامت! جو کچھ مقصد ہے اُسے آنکھوں سے دیکھتا ہوں لیکن الفاظ کو وہاں تک رسائی نہیں کہ بیان کر سکوں۔ اے افسوس میں جن باتوں کو جانتا ہوں کہہ نہیں سکتا۔

مولانا نے اس فقیر سے بیان کیا کہ ایک درویش دلق پوش کہ آثار ذوق وجدان اور آثار تجرید و تفرید اُس کے چہرہ پر نمایاں تھے، مجھ سے ملاقی ہوا۔ پوچھا کہ تمہیں کس سے امداد حاصل ہے۔ میں نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کا نام مبارک لیا۔ کہنے لگا

تم نے خواجہ صاحب کی کوئی کرامت بھی دیکھی - جو کچھ میں نے دیکھا تھا عرض کیا - تو اُس نے کہا کہ میں نے آپ کی ایک خارق عجیب و غریب دیکھی ہے +

جب مَیں نے آپ کے اوصاف حمیدہ سُنے تو مَیں سرہند پہنچا - کچھ رات گذری تھی کہ مَیں شہر میں داخل ہوا - اُس وقت مَیں نے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا - اِس لئے ایک مسجد میں ٹھیر گیا - ایک ہمسایہ مسجد کو جو اطلاع ہوئی تو وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور بڑی مہربانی کی +

اثنائے گفتگو میں مَیں نے اُن سے خواجہ صاحب کے حالات بھی دریافت کئے - تو معلوم ہوا کہ وہ آپ کے مخالفین میں سے تھا - اس لئے آپ پر اُس نے طعن کرنا شروع کی - مجھے حیرت ہوئی اور مَیں سخت پریشان ہوا - اور باطن میں حضرت خواجہ صاحب کی طرف متوجہ ہوا - تو دیکھا کہ آپ شمشیر بکف دروازہ سے آئے اور اُسے پارہ پارہ کیا - مجھے سخت دہشت ہوئی اور آپ کے پیچھے پیچھے باہر آیا تو آپ کو نہ دیکھا +

اس کے بعد گھر میں واپس جانے کی تو مجھے جرأت نہ ہوئی اور نہ میں یہ سمجھ سکا کہ یہ معاملہ کیا تھا - علے الصباح آپ کی خدمت میں حاضر ہوا - لیکن خوف و دہشت مجھ پر اُسی طرح طاری تھا - آپ نے مجھ سے معانقہ کیا - اور فرمایا ما صفٰی باللیل لم یذکر فی النہار یعنی جو واقعہ شب کو گذرا اب اُس کا ذکر نہ کرنا - چنانچہ آج تک تمہارے سوا کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا +

شیخ عبد الحق سلمہ اللہ تعالےٰ

آپ اصفہان کے رہنے والے تھے، خاموش و مسکین صفت آدمی تھے اور فضائل سے نصیب کامل رکھتے تھے - برسوں آپ کے آستانہ پر رہے اور درجات و مقامات کو پہنچے - خواجہ صاحب آپ پر بھی توجہات و عنایات خاص رکھتے تھے - آپ کے نام کے بھی مکتوبات میں بہت سے مکاتیب ہیں - جنہیں اجازت حضرت مخدوم زادہ سلمہ اللہ تعالےٰ ایک جگہ جمع کیا ہے +

آپ کو حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے اجازت خلافت دیکر شہر پٹنہ روانہ کیا تھا - آپ وہاں پہنچکر شیخ نور محمد پٹنی کی رفاقت میں جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے -

افادہ وافاضہ طالبین میں مشغول ہو گئے +

آپ کا شیوہ وطریقہ اس شہر میں پسندیدہ اور اچھا رہا +

حضرت خواجہ صاحب نے ایک مکتوب میں آپ کے احوال شیخ نور محمد مہتو کو اس طرح تحریر فرمائے ہیں :-

شیخ عبدالحی آپ کے ہم شہری اور آپ ہی کے قرب وجوار میں آتے ہیں نسخہ علوم ومعارف غریبہ ہیں۔ طریقت کی بہت سی ضروری باتیں ان کی تربیت میں موقع ہیں دوستان دور افتادگان کو ان کی ملاقات غنیمت ہوگی کہ نو آمدہ ہیں اور نئی چیزیں ساتھ لاتے ہیں۔ فنا وبقا سے اُن کے پاس نشان ہے اور جذبہ وسلوک کا ان کے پاس بیان ہے۔ بلکہ ماورائے فنا وبقا سے بھی تعارف رکھتے ہیں اور گذشت جذبہ وسلوک مقرر سے بھی آگاہ ہیں۔ کہہ سکتے ہیں کہ وہاں تک اُن کی گذر ہے۔ بہت سے معارف ان کے گوش زدہ ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو ان سے استفسار کر کے دریافت کریں۔ واللہ سبحانہ الموفق +

مولانا یار محمد القدیم الطالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کو قدیم اس لئے کہا گیا ہے کہ آپ کے بعد ایک اور یار محمد بھی حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچے ہیں جو جامع مکاتیب دفتر اول ہیں۔ اس لئے آپ کا لقب قدیم پڑ گیا +

آپ قائم اللیل صائم النہار شخص ہیں۔ آپ کثیر السکوت وکثیر المراقبہ اور حسین وجمیل ہیں اور حضور آپ کی پیشانی سے ظاہر و باہر ہے +

ایک روز آپ نے بیان کیا کہ میں اپنی وجاہت اور ڈاڑھی بڑی ہونے پر بہت شاکر ہوں۔ جب بازاروں سے گذرتا ہوں لوگ مجھے دیکھتے ہیں اور درود پڑھتے ہیں۔ آپ نہایت غربت اور فقر وفاقہ کے ساتھ متوجہ حرمین شریفین ہوئے۔ جب اس مبارک وکثیر البرکت سفر سے واپس آئے تو ایک روز تنہائی میں فقیر سے بیان کیا کہ محل بیانی میں جو ہودج جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے طیار کیا گیا تھا، لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ چنانچہ جب میں نے اس کی زیارت کی تو میں نے

باقوار و آراستگی تمام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اُس میں بیٹھا دیکھا۔ سرور و حلاوت کے باعث ازخود رفتہ ہوکر رقص کرنے اور کودنے لگا۔ حاجی متعجب ہوئے اور بعض عرب کہنے لگے ھذا نعم مجنون یہ کیا اچھا مجنوں ہے اور میں زبان حال سے یہ بیت پڑھتا تھا ؎

گر این لیلے ازخیمہ بیروں شود بسا کوہ و صحرا کہ مجنوں شود

ب

اجازت خلافت کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے ایک مکتوب بھی تحریر فرمایا اور وہ مکتوب یہ ہے:۔

مکتوب مرغوب اخوی اعزہ مولانا یار محمد قدیم وصول ہوکر باعث فرحت ہوا۔ الحمد للہ تعالےٰ آپ کو انتہائے کمال و تکمیل کو پہنچا۔ بحرمتہ النبی المختار و آلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔ آپ نے مولانا روم علیہ الرحمۃ کے اس مقولہ کہ "تا ز ہیئے کہ در کنار من بود حق بودہ است" کی بابت سوال کیا تھا کہ آیا ایسا کہنا جائز ہے یا نہیں۔ معلوم ہو کہ اس قسم کے واقعات اس راہ میں بہت واقع ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس قسم کے واقعات معدن تجلی صوری ہیں کہ صاحب معاملہ اُس صورت تجلی کو حق جان لیتا ہے۔ ہرچند کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ اس سے پاک و برتر ہے۔ بات وہی ہے جو شیخ اجل امام ربانی حضرت خواجہ ہمدانی نے فرمایا ہے تلک خیالات تربی بھا اطفال الطریقۃ چونکہ آپ کو اجازت تعلیم طریقت دی ہے۔ اس لئے اس بات میں بعض فوائد قلمبند کئے جاتے ہیں۔ آپ گوش ہوش سے استماع فرمائیں اور عمل کی کوشش کریں۔

معلوم ہو کہ جو طالب بارادت آپ کے پاس آئے اُس کی تعلیم طریقت میں بہت تامل کرنا چاہئے۔ مُبادا کہ اس ضمن میں آپ کا استدراج اور آپ کی خرابی منظور ہو اور بالخصوص اُس وقت کہ مرید کے آنے سے فرحت و سرور پیدا ہو۔ چاہئے کہ اس باب میں التجا و تضرع اختیار کریں۔ یہاں تک جب یقین کامل ہو جائے تب تعلیم طریقت کے لئے سمجھنا چاہئے۔ اور جاننا چاہئے کہ استدراج و خرابی مراد نہیں ہے۔ کیونکہ بندگان حق سبحانہٗ وتعالےٰ میں تصرف کرکے بدون اذن الٰہی اپنا وقت اُن کے پیچھے غارت نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ آیہ کریمہ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اس پر دلالت رکھتی ہے۔ جو اجازت کہ آپ کو اور دوسروں کو دی گئی ہے وہ شروط بشرائط

اور مربوط بحصول رضیٔ حق سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ ہنوز وہ وقت نہیں آیا ہے کہ سب کو مطلق اجازت دیدی جائے۔ اُس وقت کا انتظار کریں اور شرائط کی پوری پوری رعایت کرتے رہیں۔ یہی بہترین شرائط ہے۔ میر صاحب کو بھی یہی لکھا ہے۔ آپ کو اُن سے معلوم ہو جائیگا۔ بالجملہ سعی کریں کہ وہ وقت آئے اور تنگیٔ شرائط سے آپ چھٹکارا پائیں والسلام +

مولانا قاسم علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مریدوں سے ہیں لیکن آپ کی تربیت حضرت خواجہ صاحب کے حوالہ تھی +

چنانچہ حضرت خواجہ صاحب نے ایک عریضہ میں اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں آپ کا حال اس طرح تحریر کیا ہے:۔

حال مولانا قاسم علی بہتر ہے اور غلبہ استغراق استہلاک میں۔ مقامات جذبہ سے فوق قدم رکھا ہے۔ اوّل صفات کو اصل سے دیکھتے تھے اور اب صفات کو خود سے جُدا دیکھتے ہیں۔ اور خود کو الگ پاتے ہیں +

اس عریضہ میں آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا قاسم علی کو مقام تکمیل سے نصیب ہے۔ اسی طرح اس جگہ بعض دوستوں کا بھی اس مقام سے نصیب معلوم ہوتا ہے۔ واللہ سبحانہٗ اعلم بحقیقۃ الحال +

شیخ حسن برکی

آپ مولانا احمد برکی کے تلامذہ سے تھے۔ خواجہ صاحب کی خدمت میں آکر انابت ذکر و مراقبہ سے مشرف ہوئے۔ اور آپ کی توجہات و عنایات اور صحبت بابرکت سے بہرہ ور ہو کر اپنے وطن مالوف واپس جا کر مولانا موصوف کی خدمت و صحبت میں گذران کرنے لگے +

چنانچہ مولانا احمد برکی کے ایک مکتوب میں آپ کی نسبت تحریر فرمایا ہے کہ شیخ حسن آپ کے ارکان دولت سے ہیں اور آپ کے معاملات میں آپکے ممد و معاون

ہیں۔ بالفرض اگر آپ کہیں سفر کو جائیں تو وہ آپ کے نائب مناب ہیں۔ آپ اُن کے حق میں التفات توجہ مرعی رکھیں اور کوشش کریں کہ علوم دینیہ سے بہت جلد فارغ ہو جائیں۔ ہندوستان کا اُن کا یہ سفر اُن کے اور نیز آپ کے لئے غنیمت ہے رزقنا اللہ و رزقکم الاستقامۃ انتہٰی ۔

اس کے بعد تھوڑے ہی زمانہ میں مولانا احمد نے سفر آخرت اختیار کیا۔ جب حضرت خواجہ صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے مولانا کے دوستوں کو تحریر فرمایا کہ طریق ذکر و مراقبہ اور حلقۂ مشغولی میں مرحوم کے اوضاع و اطوار کو پوری طرح مرعی رکھیں کہ کسی قسم کا فتور پیدا نہ ہو۔ یاران طریقت جمع ہو کر بیٹھیں اور وفادار ہو جاویں تاکہ اثر صحبت ظاہر ہو فقیر نے قبل ازیں بر سبیل اتفاق تحریر کیا تھا کہ اگر مولانا کہیں سفر اختیار کریں تو شیخ حسن کو اپنی جگہ نصب کریں۔ قضائے الٰہی میں یہ سفر مراد تھا۔ اب پھر میں مقرر لکھتا ہوں کہ شیخ حسن کو اس امر کی متابعت اور نیز یاران طریق پر یہ امر دشوار و گراں نہ گذرے۔ کیونکہ یہ امر ہمارے یاروں کے اختیار میں نہیں اور اطاعت و انقیاد ضروری ہے ۔

طریق شیخ حسن مولانا کے طریق سے بہت مناسبت رکھتا ہے اور آخر میں مولانا نے جو نسبت ایں جانب سے اخذ کی تھی اُس نسبت میں بھی شیخ حسن شریک ہیں اور دیگر یاران طریقت اس سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں ہرچند کہ وہ کشف و شہود کیوں پیدا نہ کریں انتہٰی کلامہ الشریف ۔

بالجملہ حسب الامر آپ کے سر حلقۂ مولانا احمد شیخ حسن قرار پائے اور افادۂ افاضہ میں مشغول ہوئے۔ اور حضرت خواجہ صاحب اور اپنے اُستاد کا شیوہ و طریقہ اختیار کیا اور مراقبہ و مجاہدہ اور رفع بدعت میں ہمت مصروف کی اور یہاں تک ترقی کی کہ مقامات رفیعہ کو پہنچے۔ چنانچہ آپ کے ایک عریضہ سے جو آپ نے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں ارسال کیا تھا، ظاہر ہے۔ اس عریضہ میں آپ نے بعض اصطلاحات صوفیہ کا بھی ذکر کیا تھا۔ اور آخر میں لکھا تھا کہ جو معارف اس بے بضاعت کو تسلی دیتے ہیں وہ معارف شرعیہ ہیں۔ گویا ہر ایک حکم احکام شرعیہ سے ایک دریچہ ہے جو شہر مقصود سے ملا ہوا اور گویا ایک نشان ہے شاہ بے نشان سے اور یہی آنکھوں کے سامنے ہے ؎

ما بہ سفر میرویم عزم تماشا کراست ما بر او میرویم کز ہمہ عالم وراست

ب

خواجہ صاحب کو آپ کے اعتراضات گراں گذرے۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا آپ کے اعتراض نافہمی کی وجہ سے ہیں۔ ہرگز آپ اس قسم کے اعتراض کرنے کی جرأت نہ کریں اور غیرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے خوف کھائیں۔ مدعیان وقت ظاہراً آپکے شورش میں لاتے ہیں۔ بزرگوں کا ملاحظہ ضروری ہے۔ اگر آپ مدعیوں کے محدثات ومخترعات پر بحث کرتے تو اس کی گنجائش تھی۔ لیکن جو امر کہ قوم کے نزدیک مقرر ومسلّم ہو چکا ہے، اس میں بحث کرنا نامناسب ہے۔ اور جو آپ نے آخر عریضہ میں لکھا تھا۔ اُس سے آپ خوش ہوئے۔ اور اُس کی نسبت تحریر فرمایا کہ اس کی اصل فنائے بسیار پر ہے اور بس عالی ہے۔ اس کے مطالعہ نے محظوظ ومسرور کیا۔ اوّل مکتوب کی ناملائمت زائل کردی حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس راہ سے مقصود کو پہنچائے۔ انتہیٰ +

سفر اجمیر میں بھی کر بندہ حضرت خواجہ صاحب کے ہمرکاب تھا۔ آپ کا ایک عریضہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ اُس میں آپ نے اپنے مکاشفات بلند واحوال ارجمند تحریر کئے تھے اور رفع بدعات کے متعلق اپنے شوق وہمّت کا ذکر کیا تھا۔ یہ عریضہ ملاحظہ کر کے حضرت خواجہ صاحب نے بندہ کو دیا اور فرمایا کہ جس وقت مناسب ہو اس کا جواب لکھ دینا۔ لیکن بوجہ ترددات اور شوریدہ حالی کے وہ عریضہ میرے پاس سے گم ہو گیا۔ مع ذٰلک۔ حضرت خواجہ صاحب نے چند سطور آپ کو تحریر فرمائیں اور آپکے مکتوبات کی جلد ثالث کا مکتوب صدوپنجم ہے +

مولانا شیخ عبدالہادی بداؤنیؒ

آپ بھی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے اصحاب سے تھے لیکن آپ کی تربیت ہمارے خواجہ صاحب کے سپرد تھی۔ چنانچہ آپ حضرت خواجہ صاحب کے برکات صحبت وخدمت سے فضل وکمال سے بہرہ ور ہوئے۔ اور انکسار وافتقار سے نصیب کامل پایا +

جو عرائض حضرت خواجہ صاحب نے اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں ارسال کئے اُن میں آپ نے اپنے مسترشدین کی ترقیات کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی نسبت تحریر کیا ہے

کہ مولانا عبدالہادی نے استغراق نقطۂ فوق میں پیدا کیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ مطلق منزہ حضرت جلشانہٗ کو اشیاء سے بصفت تنزیہ دیکھتا ہوں اور افعال کو حق سبحانہٗ و تعالےٰ سے جانتا ہوں۔ انتہےٰ ۔

بعدازاں آپ نے ایک مُدت مدید حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں گذاری ترقیات و کمالات کو پہنچے۔ اور اجازت تعلیم طریقت سے مشرف ہوئے ۔

شیخ یوسف برکی

پہلے آپ کو بعض مشائخ وقت کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہو چکا تھا۔ اور مشرب توحید خیالی رُونمو ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ بذریعہ عرائض حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں آپ کو رسائی حاصل ہوئی۔ چنانچہ ایک عریضہ میں آپ نے اپنے بعض احوال عرض کئے۔ خواجہ صاحب نے تحریر فرمایا کہ اس قسم کے حالات اوائل میں مبتدیوں کو بہت حاصل ہوتے ہیں۔ اُن کا آپ کوئی اعتبار نہ کریں۔ بلکہ اُن کی نفی کرتے رہیں ۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو بہت بلند واحوال ارجمند کی ترغیب دلائی۔ چنانچہ آپ بہ نیاز و شوق تمام جو کچھ حاصل تھا اُس سے تہی ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند مدت گذار کر نسبتہائے علیہ و عالیہ دیکھیں اور اجازت پا کر جالندھر جو سرہند کے قریب ہی واقع ہے، اقامت اختیار کی ۔

چند عرصہ کے بعد پھر خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ زمانہ مفارقت کے احوال بیان کرتے جاتے تھے اور خواجہ صاحب اُن کا جواب دیتے جاتے تھے جیسا کہ آپ کے مکتوبات سے معلوم ہوتا ہے ۔

ایک دفعہ آپ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب رخصت ہونے لگے تو دیکھا گیا کہ ضبط نہ کر سکے اور بے طاقتانہ گریہ کرنے لگے ۔

خواجہ صاحب نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ ہم سے نزدیک ہیں اور مدت تک یہاں رہ کر فوائد بسیار اخذ کئے ہیں اور اُن کی حقیقت سے اطلاع پائی۔ مرد مستعد صاحب اخلاص ہیں ۔

سید محب اللہ مانکپوری

علوم دینیہ سے بہرہ ور ہیں۔ اول قدوۃ المشائخ شیخ محمد فضل اللہ برہانپوری قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے۔ اور مدت تک خدمت گذاری کرتے رہے، یہاں تک کہ اجازت خلافت پائی ◆

بعد ازاں مرشدی میر نعمان کی خدمت میں پہنچے اور ذکر طریقہ نقشبندیہ اخذ کیا چونکہ آپ کی مجلس میں اکثر خواجہ صاحب قدس سرہٗ کا ذکر خیر ہوا کرتے تھے اس لئے آپ کے دیدار کا شوق غالب ہوا۔ اور آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ اور آپ کے آستانہ پر مدت گذاری اور بہرہ ور ہوگئے ◆

چنانچہ حضرت خواجہ صاحب نے ایک مکتوب میں بجناب سیدی سلمہ اللہ تعالےٰ تحریر فرمایا کہ سید محب درجات فنا کو پہنچے ہیں۔ میں نے انہیں ایک گونہ اجازت دیکر مانکپور بھیجدیا ہے۔ انتہےٰ ◆

چند عرصہ کے بعد آپ نے اہل وطن کے اذیت کی حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں شکایت کی۔ تو خواجہ صاحب نے آپ کو لکھا ◆

ب

ایذا خلق کا تحمل کئے بغیر چارہ نہیں۔ اہل اقارب کی جفا پر صبر کرنا چاہئے۔ حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ لے پیغمبر تو بھی صبر کر جس طرح صبر کیا اولوالعزم پیغمبروں نے اور ابھی اُن کے ساتھ جلدی نہ کر، جو نمک ملاحت اس مقام میں ہے وہ یہی ایذا و جفا ہے۔ اور آپ اس نمک ملاحت سے مقام فرار میں ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ شکر پرورہ تاب نمک نہیں لا سکتا۔ لیکن کیا کرنا چاہئے ؎

ہر کہ عاشق گشت اگرچہ نازنینے عالم است
نازکی کے راست آید بارے باید کشید

چونکہ آپ نے انتقال مکانی کی اجازت طلب کرنے میں بہت الحاح کی۔ تو حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو تحریر فرمایا کہ "آج شب کو ایسا دکھائی دیا کہ آپ کا

سامان مانچھور سے الٰہ آباد کی طرف منتقل کیا جاتا ہے۔ آپ الٰہ آباد جا کر کسی ویرانہ میں اقامت اختیار کریں۔ اور اوقات ذکرِ الٰہی سے معمور رکھیں اور تمام مقاصد کو بتکرار کلمۂ طیبہ (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) سینہ سے نکال ڈالیں۔ تاکہ مقصود و مطلوب بجز اُس واحد مطلق کے اور کچھ نہ رہے۔ اور اگر ذکر سے دل ماندہ ہو تو ذکر لسانی کریں لیکن آہستہ۔ کیونکہ ذکر جہری اس طریق میں ممنوع ہے۔ باقی روش اور اوضاع طریق آپ معلوم کر چکے ہیں +

جہاں تک ہو سکے تقلید کو ہاتھ سے نہ دیں۔ کیونکہ تقلید شیخ طریقت ثمرات و نتائج رکھتی ہے۔ اور اُس کے خلاف طریق میں خطرے ہیں۔ زیادہ کیا لکھوں۔ والسلام علٰی من اتبع الہدٰے والزم متابعۃ المصطفٰے علیہ و علٰی آلہ الصلوٰۃ و التسلیمات۔ انتہٰی +

سید صاحب مشارٌ الیہ جن ایام میں حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں رہتے تھے ایک روز آپ کے حجرہ سے ایک کاغذ پایا، جس میں ایک معرفت لکھی ہوئی تھی جس سے بجز حضرت مخدوم زادہ بزرگ کے اور کوئی واقف نہ تھا۔ التماس کیا یہ معرفت آپ کے نام پر ہو۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے آپ کا التماس قبول فرمایا۔ اور وہ معرفت یہ ہے:۔

بداں ارشدک اللہ تعالٰے مدتوں سیرِ ظلال میں رہا۔ وصول ظل کو عین حصول پایا۔ اب کہ وصول باصل میسر ہوا ہے بجز حصول ظل کے اور کچھ نہیں ہے جس طرح کوئی عورت کسی مرد سے واصل ہو تو بجز اُس کے ظل کے اور کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ یہ ہمارا کلام اشارہ ہے وصول ذات کی طرف۔ معلوم ہو کہ عبارت مناسب بیان طریق کہ بطریق رمز و اشارہ تحریر ہوئے تھے مناسب مقام جان کر اس مکتوب میں درج کئے گئے۔ والسلام علٰی من اتبع الہدٰے +

حاجی خضر افغان

آپ خواجہ صاحب کے منظورِ نظر تھے تعلیم طریقت کی اجازت بھی آپ کو ملی اور خلق کثیر نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے مریدوں میں صاحب اذواق مواجید اور صاحب سرور و ولولہ تھے۔ آپ اکثر شب گریہ و زاری میں بسر کیا کرتے تھے۔ اور مسکین و منکسر المزاج تھے۔ آپ کے اوقات حضور و صفا اور تلاوت و اذکار سے معمور تھے۔ آپ سرہند کے قریب ہی ایک قریہ میں سکونت رکھتے تھے اور چند روز

کے بعد خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

خواجہ صاحب کے مخلصوں میں سے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا ایک روز میں نے ابلیس کو دیکھا اور اُس سے کئی ایک باتیں پوچھیں۔ الحمد للہ کہ اُس نے راست راست بیان کر دیں۔ ایک یہ بات بھی میں نے اُس سے پوچھی کہ ہمارے دوستوں میں سے ایسا کون ہے جس پر تجھے بہت کم تصرّف حاصل ہے۔ اُس نے کہا، حاجی خضر۔

آپ نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرّہٗ سے ایک سال کے بعد انتقال کیا اللہ تعالےٰ آپ کو غریق رحمت کرے۔

شیخ احمد دیبنی

دیبن[1] مضافات سہارنپور سے ایک مقام کا نام ہے اور میان دو آب واقع ہے۔ اول آپ مدت تک بطریق تلمذ خواجہ صاحب کی خدمت میں گذران کرتے رہے اور آداب خدمت بجا لاتے رہے۔

بعد ازاں آپ ایک تقریب میں برہان پور گئے۔ وہاں شیخ معظم محمد بن فضل اللہ قدس سرّہٗ العزیز کی خدمت میں تعلیم ذکر حاصل کی مدت مدید تک اُن کی خدمت میں بسر کر کے خلافت ارشاد پائی۔

بعد ازاں آگرہ پہنچے۔ خواجہ صاحب بھی اُس وقت آگرہ میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ذکر طریقہ علیہ نقشبندیہ آپ سے اخذ کیا۔ اور آپ کی خدمت میں رہے۔ یہاں تک کہ جب آپ نے حضرت سیدی و مرشدی میر محمد نعمان کو اجازت خلافت دیکر برہان پور رخصت کیا تو آپ کے ساتھ شیخ مشار الیہ کو بھی روانہ کیا۔ اور آپ کی تربیت حضرت سیدی و مرشدی کے حوالہ کی۔ چنانچہ آپ کی صحبت میں حضور و نسبت خواجگان قدس اللہ اسرارہم سے مشرف ہوئے۔ اور لذت و حلاوت پائی۔

اس کے بعد شیخ معظم قدس سرّہٗ نے آپ سے پوچھا کہ جس ذکر کی میں نے تعلیم دی تھی اُس میں آپ مشغول ہیں یا نہیں۔ عرض کیا چند مدت تک میں اُس میں مشغول رہا

[1] اب دیوبند سے پکارا جاتا ہے۔

اور اب خدمت میر محمد نعمان سے ذکر طریقۂ خواجگان اخذ کیا ہے۔ اور لذت دیگر پائی ہے۔ اور اب اسی میں مشغول ہوں +

اگرچہ اس جواب کے استماع سے فی الجملہ آثار غیرت شیخ موصوف ظاہر ہوئے۔ لیکن چونکہ شیخ فانی اور منصف وحقانی تھے۔ فرمایا۔ مقصد فائدہ وحضور ہے جہاں کہیں سے بھی پہنچے اس کے ملتزم رہو۔ مبارک ہے +

اس کے بعد آپ پھر حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور الطاف وعنایات دیکھیں اور اجازت خلافت پائی +

دو طالبوں کو آپ نے تعلیم ذکر طریقت کی۔ متاثر ہوئے اور ان سے احوال ظاہر ہوئے +

ایک عریضہ میں آپ نے خواجہ صاحب سے سوال کیا کہ باوجودیکہ میں خود اپنی ذات میں کوئی حال نہیں دیکھتا۔ لیکن دو طالبوں کو میں نے طریق ذکر تعلیم کیا۔ ان سے کئی احوال ظاہر ہوئے۔ اس کی کیا وجہ ہوگی۔ نیز بادجود آگاہی کے متر ذہول سے بھی سوال کیا +

خواجہ صاحب نے آپ کے دونوں سوالوں کے جواب میں ایک مکتوب تحریر فرمایا۔ اور یہ جلد ثالث کا مکتوب شانزدہم ہے +

اس مکتوب میں آپ نے ان دونوں طالبوں کے احوال کو مولانا کے احوال کا عکس بیان فرمایا ہے کہ ان کے آئینہ استعداد میں ظہور پذیر ہوئے۔ چونکہ وہ طالب صاحب علم تھے۔ اس لئے انہوں نے ان احوال کا درک کرلیا۔ اور مولانا کے لئے دلالت تعلیم نے احوال کو مستور کیا +

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مقصود حصول احوال ہے اور علم با احوال ایک دوسری دولت ہے۔ کسی کو اس کا علم دیتے ہیں اور کسی کو نہیں۔ لیکن دونوں ارباب ولایت سے ہیں +

اور دوسرے سوال کی بابت تحریر فرمایا کہ آگاہی عبادت ظہور باطن سے ہے بجناب قدس خداوند جل وعلے شبہ بعلم حضوری کہ دوام اس کے لئے لازم ہے۔ آپ نے یہ بھی سنا ہے کہ ایک شخص بعض اوقات اپنے نفس سے غافل ہو جاتا ہے اور اپنی نسبت ذہول پیدا کرتا ہے غفلت وذہول علم حصولی میں متصور ہے۔ کیونکہ مغایرت درمیان میں ہے اور علم حضوری میں حضور متصور ہے۔ الخ +

آپ آگرہ میں مدت تک گوشہ فقر و نامرادی میں افاضہ طالبین میں مشغول رہے اور جذبہ و بیخودی اکابر اس سلسلہ آپ کے دو مریدوں میں ظاہر ہوا۔ ایک اعاظم اغنیا کو تھے۔ جنہوں نے آپ سے تعلیم ذکر حاصل کی تھی اور آپ کے ساتھ اخلاص تام رکھتے تھے۔ یہ آپ کو بنگالہ لے گئے اور وہاں آپ کو قبول عظیم حاصل ہوا۔ اور بہت لوگوں کو آپ سے فیض پہنچا۔

شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی

حسن ابدال کابل و لاہور کے مابین واقع ہے۔ یہیں سے کشمیر کو بھی راستہ جاتا ہے۔ آپ اسی مقام کے رہنے والے ہیں اور خواجہ صاحب کے قدیم اصحاب سے ہیں احوال علیہ و جذبات قویہ رکھتے ہیں۔

شروع زمانہ میں آپ طلب حق کے لئے گھر سے نکلے۔ جب سرہند پہنچے تو بدلالت معنوی خدمت شریف میں حاضر ہوئے اور بمجرد حاضر ہونے کے آپ کا حال دگرگوں ہوگیا۔ خواجہ صاحب نے عنایات و توجہات آپ کے شامل حال کیں۔ اور جب تعلیم ذکر و مراقبہ سے سرفراز کیا تو بہ یمن آپ کی نظر کیمیا اثر کے تھوڑے ہی عرصہ میں ترقیات رونمود ہوئیں۔

خواجہ صاحب نے آپ کو اجازت تعلیم طریقت دی۔ بہت سی خلق اللہ نے آپ سے فیض پایا اور اس سلسلہ میں داخل ہوئے۔

جن دنوں حضرت خواجہ صاحب نے عزلت اختیار کی تھی بہت کم لوگ آپ کی خدمت میں جا سکتے تھے۔ اور شیخ مشارٌالیہ پر چونکہ آپ عنایت خاص رکھتے تھے۔ اس لئے ان کے بارے میں آپ نے فرمادیا تھا کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ آیا جایا کریں۔ انہیں کوئی منع نہ کرے۔

اور جس زمانہ میں آپ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے شیخ مشارٌالیہ ایک جماعت کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ چند روز رہکر اپنے وطن مرخص ہوئے۔ شیخ اسحاق نام ایک فاضل نے جو دیار سندیلہ سے تھے شیخ مشارٌالیہ سے تلقین ذکر اس سلسلہ حاصل کی۔ بعد از اخذ طریقہ بست و یک شب متواتر آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے ساتھ انواع الطاف فرمائے۔

چنانچہ اُنہوں نے کمال شوق و اخلاص کے ساتھ ایک عریضہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں ارسال کیا۔ اور ایک واقعہ اور بھی علیحدہ کاغذ پر تحریر کیا تھا وہ واقع یہ ہے:۔

بندۂ بیمقدار امیدوار رحمت پروردگار فقیر اسحاق ولد تولے عرض خدمت کرتا ہے کہ جب بعنایت نظر عالیقدر مولوی شیخ کریم الدین حال بدل گیا۔ تو اسی وقت تصور باطن میں حضرت ہادئ زمان قطب دوران مخدوم مخدومنا شیخ احمد سرہندی سلمہ اللہ تعالیٰ حاضر ہوئے۔ سفید محاسن بلند بینی۔ ذہب رنگ گویا مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب بندہ حاضر ہوا عین مراقبہ میں قلم اُٹھا کر یہ چند کلمات تحریر فرمائے:۔

عن احمد السرہندی الی اسحٰق السندیلی یا اسحٰقُ انت ولدی وخلیفتی فی جمیع الرموزات الحقیقی والدقیقی وانی مغفور وانت ومن توسل بک ایضاً مغفورٌ واقوالحبیبی مولانا کریم الدین منی السلام انتہٰی۔

یہ صحیفہ واقعہ اور مکتوب رحم علی درویش کی مصحوبیت میں جو سکر توحید وجودیہ میں تھا۔ ارسال کیا تھا اور سفارش کی تھی کہ اس درویش کو اس مقام سے نکالیں۔ چنانچہ آپ نے اُس درویش کو اُس مقام سے نکالکر مقام اعلےٰ پر پہنچایا۔ اور یہ رقیمہ شیخ اسحاق کو تحریر فرمایا:۔

ب

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی مکتوب شریف جو مصحوب رحم علی درویش ارسال فرمایا تھا پہنچا۔ چونکہ شوق و ذوق سے مملو تھا مسرت بخشی۔ اور جو واقعہ علیحدہ کاغذ میں تحریر کیا تھا اُس کے مطالعہ سے بھی فرحت پر فرحت حاصل ہوئی۔ اس قسم کے واقعات مُبشرات ہیں۔ سعی کریں کہ قوت سے فعل میں آئے اور گوش سے آغوش میں پہنچے اُس وقت تدارک تقصیر ممکن ہے فرصت کو غنیمت جانیں اور امروز و فردا کے خیال میں نہ پڑ جائیں۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے میں ایک دفعہ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھا۔ گفتگو اُس ساعت کے متعلق ہو رہی تھی جو یوم جمعہ میں

ودیعت رکھی گئی ہے۔ سب نے کہا اگر یہ ساعت میسر ہو تو اس ساعت میں حق سبحانہٗ تعالیٰ سے کیا مانگنا چاہئے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ کہا۔ جب میری نوبت پہنچی تو میں نے کہا کہ صحبت ارباب جمعیت طلب کرنا چاہئے کہ اس میں جمیع سعادات میسر ہیں۔ چند مکاتیب بھی بعض یاران طریقت کے نقل کر کے ارسال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے نفع پہنچائے +

شیخ کریم الدین بھی عرصہ سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ شاید وہ خود بھی آپ کو اپنے حالات لکھینگے۔ درویش رحم علی بھی اصلاح کی غرض سے آئے تھے۔ دوستوں سے دعا کی توقع ہے۔ ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علیٰ کل شیٔ قدیر والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفےٰ +

مولانا عبدالواحد لاہوری

آپ بھی اُس جماعت سے ہیں جسے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ نے تعلیم و تربیت کے لئے ہمارے خواجہ صاحب کے پاس بھیجا تھا۔ آپ کثیرالمراقبہ کثیرالعبادۃ شخص تھے +

ایک روز بوجہ حالت ذوقی جو عبادت سے آپ کو حاصل ہوئی تھی۔ اس فقیر سے پوچھا کہ بہشت میں نماز بھی ہوگی۔ میں نے کہا نہیں۔ کیونکہ وہ دار جزا ہے نہ دار عمل۔ آپ نے ایک سرد آہ نکالی اور رونے لگے۔ اور فرمایا آہ بغیر نماز و بندگی اُس بے نیاز کے کیونکر جی سکینگے +

ایک روز آپ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھ رہے تھے میں نے نظر کر کے دیکھا۔ تو اُس میں لکھا ہوا تھا کہ گاہ گاہ نماز میں سجدہ کے وقت ایک ایسی حالت رُونما ہوتی ہے کہ سر اُٹھانا ہرگز اچھا نہیں معلوم ہوتا +

ایک روز آپ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں مال تجارت لیکر بخارا گیا ہوا تھا ایک مسجد میں جو اس شہر میں مقامات متبرکہ سے تھی۔ نماز عشا کے بعد ٹھہر کر نوافل پڑھ رہا تھا۔ خادم مسجد نے آن کر بخشونت تمام کہا کہ مسجد کا دروازہ بند ہوتا ہے نوافل اپنے گھر جا کر پڑھو۔ شب کو خادم نے حضرت خواجہ صاحب کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا کہ وہ درویش

سوداگر ہندی ہمارے دوستوں سے ہے۔ اُس سے جاکر معذرت کرو۔ چنانچہ آن کر اُس نے بہت معذرت کی۔

نیز آپ نے بیان کیا کہ جن دنوں حضرت خواجہ صاحب لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک بڈھا سبزی فروش آپ کی زیارت کے لیئے آیا۔ آپ نے اُس کا بڑا احترام کیا سب کو حیرت ہوئی۔ چنانچہ تنہائی میں آپ سے اِس کی وجہ پوچھی گئی۔ فرمایا۔ کہ وہ ابدال سے ہے۔

مولانا امان اللہ لاہوری

آپ خواجہ صاحب کے مریدان اجازت یافتہ سے ہیں اور صاحب تجرید وتفرید ہیں ۱۰۱۳ھ ہجری میں پیادہ پا سفر حجاز کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہر چند کہ راہ میں حضرت خواجہ صاحب کے مُرید بکثرت تھے اور چاہتے تھے کہ طوعاً و اعتقاداً زاد و راحلہ سے آپ کی معاونت کریں۔ لیکن آپ نے مطلق اس کی طرف التفات نہیں کیا اور اسی طرح حرمین شریفین چلے گئے۔ بعد زیارت حرمین شریفین کے مصر و شام کی طرف متوجہ ہوئے۔ اللہ تعالٰے آپ کو اس طریقہ رضیہ پر مستقیم رکھے۔ اور اس فقیر بیچارہ و دل آوارہ کو بھی آپ جیسے بزرگوں کی برکات سے بہرہ نصیب کرے ؎ آں خرقہ صد پیوند و دل صد پارہ

گردم بہر دیارہ و در جستجو زنم
طبل سراغ یوسف خود کو بکو زنم

واضح ہو کہ مذکورہ بالا بزرگان کے سوا اور بھی آپ کے بہت سے مخلص تھے اور اب بھی ہیں جو صاحب ذوق و صاحب فضل و کمال ہیں۔ بعض بعض نے اجازت تعلیم بھی پائی ہے جیسے مولانا امان اللہ موصوف جو فقیہ اور اعاظم خلفائے حضرت خواجہ صاحب ہیں۔ اسی طرح شیخ محمد حری جو مشائخ مشہور اس دیار سے ہیں۔ ترک مشیخت کر کے حضرت خواجہ صاحب کی ملازمت خدمت اختیار کی اور آپ کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے اسی طرح (۱) شیخ داؤد ساکنی (۲) شیخ سلیم بنوری (۳) شیخ آدم بنوری (۴) شیخ نور محمد بہاری (۵) شیخ حامد بہاری (۶) صوفی قربان قدیم (۷) مولانا صادق کابلی (۸) مولانا محمد ہاشم خادم (۹) مولانا غازی نوگجاتی (۱۰) صوفی قربان جدید (۱۱) سید باقر سارنگپوری

(۱۲) مولانا فرخ حسین (۱۳) مولانا مظفر احمد (۱۴) مولانا بدر الدین سرہندی (۱۵) مولانا حمید احمدی (۱۶) حاجی حسین (۱۷) شیخ عبدالرحیم برکی وغیرہ۔ چونکہ ہر ایک کی تفصیل موجب تطویل ہے۔ اس لئے صرف اُن کے اسمائے گرامی پر اکتفا کیا گیا +

بعض آپ کے مخلص مقبول اور منظور نظر اور بھی ہیں جو بظاہر اہل سپاہ سے ہیں۔ لیکن درحقیقت اجلاء اصحاب خانقاہ سے ہیں۔ آپ کے بعض مکتوبات میں اُن کے اسمائے گرامی بھی تحریر ہیں جیسے (۱) خواجہ محمد اشرف کابلی (۲) مولانا حاجی محمد خوکتی۔ (۳) مولانا عبدالغفور سمرقندی (۴) حافظ محمود گجراتی +

حضرت خواجہ صاحب کے مکتوبات شریفہ سے جو آپ نے اُن کے بعض عرائض کے جواب میں تحریر فرمائے ہیں اُن سے آپ کے اُن مخلصوں کا وفور رابطہ اور ذوق وحال واضح ہے اور یہ مکتوبات آپ کے دفاتر مکتوبات میں تحریر ہیں +

ایک روز راقم الحروف کے پاس دو سالک آئے جب تنہائی میں اُنہوں نے اپنے احوال بیان کئے تو وہ بالکل اصل وصحیح تھے۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ آپ نے تعلیم ذکر کس سے حاصل کی ہے۔ کس پدر خوانده سے اس سعادت کو پہنچے ہیں۔ اور یہ تخم اس مزرع دل میں کس سے بویا ہے۔ تو اُنہوں نے سلیم خاں ایک عسکری کا نام نامی لیا جو حضرت خواجہ صاحب کے مخلصین و منظور نظر تھے۔ اور آپ سے تعلیم طریقت کی اجازت بھی پائی تھی +

ان کے علاوہ بھی حضرت خواجہ صاحب کے بہت سے اصحاب صاحب دل ایسے جو گوشۂ فقر و انزوا میں عزلت نشیں ہیں جن میں سے اکثر کو خادمانِ در دولت بھی نہیں جانتے ہیں +

راقم الحروف سے بعض درویشوں نے بیان کیا کہ ایک درویش نے بخارا سے آپ کو واقعۂ عظیم میں دیکھ کر حاضر خدمت ہوا اور بہرہ یاب ہو کر پھر اپنے وطن کو لوٹ گیا +

بغرض تصحیح ایک روز سفر میں مَیں نے گستاخی کر کے استفسار کیا۔ فرمایا۔ ہاں آیا تھا۔ بعد ازاں تبسم کر کے فرمایا۔ لیکن بخارا کا نہیں بلکہ وہ درویش بلخ کا تھا +

حکایت اس طرح ہے کہ اس درویش نے واقعہ (خواب) میں دیکھا کہ ایک تابوت

رکھا ہوا ہے اور ایک جماعت کثیر اکابر ماضیہ ماوراء النہر سے جیسے خواجہ عبدالخالق، خواجہ بزرگ، اور خواجہ احرار وامثالہم رحمہم اللہ حاضر ہیں۔ اور گویا کسی بزرگ کا انتظار کر رہے ہیں۔ راوی کہتا ہے میں نے ایک بزرگ سے پوچھا یہ کس کی میت ہے اور یہ بزرگان کس کا انتظار کر رہے ہیں۔ کہا یہ میت ایک قطب کی ہے اور یہ بزرگ قطب الاقطاب وقت کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ وہ آنکر نماز جنازہ پڑھائیں۔ میں نے پوچھا اُن کا نام کیا ہے۔ اور کس شہر میں سکونت رکھتے ہیں۔ آپ کا نام لیا اور کہا سرہند میں رہتے ہیں۔ صبح کو وہ درویش ہوشیار دیوانہ وار ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ اور خدمت میں آکر حاضر ہوا۔ آپ کا جو حلیہ خواب میں دیکھا تھا وہی بیداری میں دیکھا۔ روئے نیاز آستانہ پر رکھ کر چند گاہ خدمت میں رہے اور بہرہ ور ہو کر چونکہ صاحب عیال و اطفال تھے جلد ہی وطن مالوف رخصت ہو گئے ع

ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش

نیز راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ آپ کے مخلصوں میں سے ایک درویش سے میری ملاقات ہوئی۔ آثار انکسار و حیرت اُس پر غالب تھے۔ ایک روز اس درویش کو میں نے دیکھا کہ ایک خشک پتہ کو آنکھوں سے لگائے ہوئے مستغرق بیٹھا ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس خشک پتہ کے ساتھ اس قدر توجہ کیوں ہے۔ جب بہت الحاح کیا تو اُس نے بیان کیا کہ میں اس پتہ کو دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ اس میں ایک ایسا عالم رونمود ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس قضیہ سے مجھے تعجب ہوا۔ اور آپ کی خدمت میں پہنچنے اور آپ سے ارادت حاصل کرنے کا حال دریافت کیا۔ کہنے لگا کہ ایک شب کو نماز تہجد کے بعد حضرت زبدۃ المتاخرین خلیفہ صدر الدین جو خلفائے حضرت مخدومی محمد زاہد مُلّی سے تھے اور طلاب سلسلہ شریفہ کبرویہ کے رہنما تھے۔ اور میرے والد ماجد نے زمانہ طفولیت میں مجھے آپ کی خدمت سے مشرف کیا تھا۔ آپ کی روح پُرفتوح کی طرف متوجہ ہوا اور التماس کیا کہ آپ اس جہان سے کوچ کر گئے ہیں۔ اس وقت مجھے آپ کسی ایسے بزرگ کی طرف رہنمائی کریں جو نہایت ہی بزرگ ہو۔ چنانچہ مجھے نیند آگئی اور میں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے آنکر حضرت خواجہ صاحب کا نام نامی لیا۔ اور فرمایا۔ میں تمہیں آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ چنانچہ میں دیوانہ وار حاضر خدمت ہوا۔ اور

دیکھا جو کچھ کہ دیکھا +

ایک روز راقم الحروف برہان پور کی جامع مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا اور مسجد میں آنے والوں کو دیکھتا جاتا تھا۔ ناگاہ ایک درویش پریشاں بال۔ گریباں چاک شوریدہ سر کہ آثار صفا و الفت وانزوا اور آثار انکسار وفنا اُس کے چہرہ سے نمایاں تھے۔ جذبۂ ملاقات وہم آغوشی نے چار و ناچار مسجد سے اُس کے استقبال کے لئے کھینچا۔ اور استفسار حال کیا۔ بیان کیا کہ اقصائے ولایت بنگالہ سے براہ جزائر خشک یہاں تک پہنچا ہوں۔ میں نے پوچھا اب کہاں کا ارادہ ہے اگرچہ وہ بتلانا نہیں چاہتے تھے لیکن ناچار بیان کیا کہ سفر حجاز کا قصد ہے۔ سلسلہ و پیر طریقت کا حال پوچھا۔ کہا ایک بزرگ سلسلہ نقشبندیہ سرہند سے آگرہ تشریف لائے ہوئے تھے، اُن سے ارادت حاصل ہے۔ میں نے پوچھا اُن کا نام نامی، تو حضرت خواجہ صاحب کا نام لیا۔ تو میں اُن سے گلے ملا اور اشک حسرت ٹپکائے اور اُنہیں غریب خانہ پر لے آیا۔ اور کہا کہ اب آپ تفصیل سے بیان کریں ع

کز تو بوئے گلشن جاں میرسد

بیان کیا۔ میں ایک تقریب سے آگرہ آیا ہوا تھا اس اثنا میں ایک شخص نے آپ کا ذکر خیر کیا۔ اُسی شب کو میں آپ کی خدمت میں پہنچا اور التماس تعلیم ذکر کیا۔ درجۂ اجابت کو پہنچا۔ آپ نے تلقین کی اور نظر رحمت فرمائی۔ نسبت وحالت میرے دامنگیر ہوئی اور اُسی شب کو دیوانہ وار نکلکر جزائر وصحرا میں چلا گیا۔ اور خواب و خور اور آرام وسکون مجھ سے بھاگ گیا۔ کیا کہوں کہ میں نے کیا دیکھا اور مجھ پر کیا گذرا اور کیا دیکھ رہا ہوں ؎

چناں در دہر بر من بگذرد روز
کہ در صحرا بر آہو بگذرد یوز

کئی سال تک اسی طرح دشت و بیابان میں شکستگی و نامرادی کے ساتھ پھرتا رہا۔ اور اب بھی اسی جنگل و بیابان کی راہ سے مذکورہ بالا ارادہ کی غرض سے چلا آرہا ہوں اور پیر دستگیر و رہنمائے ہر غریب۔ وفقیر سلمہ اللہ تعالےٰ کی کچھ خبر نہیں رکھتا کہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں۔ اگر زندگی باقی رہی تو انشاء اللہ زیارت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کرکے پھر در دولت پر حاضر ہونگا +

اس فقیر نے بایں غرض کہ ان عزیز کی بعض ضروریات راہ میں دوست احباب معین و معاون ہو گئے۔ کیونکہ دوستوں سے اور بالخصوص اکابر قافلہ سے سفارش کرونگا میں نے اُسے کہا کہ میرے دوستوں کی ایک جماعت بیت اللہ کو جا رہی ہے۔ کیا آپ اُن کی رفاقت میں جا سکتے ہیں۔ چونکہ اُنہوں نے میرے اس کلام سے جان لیا کہ میں اُن کے اخفاء و تجمل اور اُن کے توکل میں خلل انداز ہوتا ہوں، اس لئے بہانہ کر کے باہر گئے بعد ازاں نہ میں نے اُنہیں دیکھا اور نہ اُن کی کچھ خبر سنی ع

ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش

اسی طرح ایک سید تاجر کو راقم الحروف نے دیکھا جو اس آیہ کریمہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ کے مصداق تھے یعنی وہ لوگ ہیں جنہیں تجارت و بیع و شراء ذکر اللہ سے بے پرواہ نہیں کر سکتی۔ استفسار حال کے بعد معلوم ہوا کہ بہت سے درویشوں کے صحبت یافتہ ہیں اور ہر ایک سے ذکر و مراقبہ اخذ کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں بھی پہنچے ہیں۔ اور آپ سے عنایات و توجہات پائی ہیں بیان کیا کہ ایک روز عشاء کے وقت آپ کی خدمت میں پہنچا آپ نماز عشاء پڑھنے جا رہے تھے۔ مجمل طور سے کچھ حال و احوال آپ نے استفسار فرمائے۔ فرمایا تمہیں تعلیم دیجائیگی میں نے ازراہ دلتنگی گستاخی کر کے عرض کیا کہ اذکار و مراقبات میں نے بہت اخذ کئے ہیں۔ اب میں در دولت سے اُن کے ثمرہ و نتیجہ کا امیدوار ہوں۔ فرمایا۔ تم نے نماز عشاء پڑھ لی ہے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ میرا ہاتھ پکڑ کر آپ نے فرمایا۔ اچھا بیٹھ جاؤ۔ میں نماز سے فارغ ہو جاؤں۔ جب میں بیٹھا تو اپنی غیریت پائی۔ اور ایسا از خود رفتہ ہوا کہ صبح کی اذان کی وقت ہوش میں آیا۔ صبح کو خدمت میں حاضر ہوا اور قدموں پر گر پڑا۔ اور التماس کیا کہ ترک تجارت کر کے ملازمت خدمت اختیار کرتا ہوں۔ فرمایا۔ یہ حالت جو تمہیں عطا کی ہے، اُس میں مشغول رہو۔ چونکہ تجارت موجب حصول لقمہ حلال ہے اور ذریعہ نفقہ اہل و عیال۔ اس لئے اُسے ترک نہ کرو۔ اور دیکھو کہ تمہارے حق میں ارادہ الٰہی کیا ہے یہ کہکر آپ نے مجھے رخصت فرمایا۔ کیا کہوں کہ آپ کی اس عنایت نے کیا کیا ۵

یک لحظ عنایت تو اے بندہ نواز
بہتر ز ہزار سالہ تسبیح و نماز

ایک اور سید مقبول نظر حضرت خواجہ صاحب نے اس فقیر سے بیان کیا کہ
مَیں صوبہ دکن کے ایک شہر میں تھا۔ ناگاہ مَیں نے ایک شخص کی زبان سے سُنا کہ سلطان
وقت نے آپ کو بعتاب تمام طلب کر کے شہید کیا۔ اس خبر وحشت اثر سے دلتنگ و
بے آرام ہو کر بازار میں آیا کہ شاید کوئی آنے والا کوئی اچھی خبر سنائے۔ جب بازار میں
گیا تو ایک جگہ کئی ایک اہل صلاح لوگ آ کر بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ مَیں ان کے پاس
گیا اور سلام علیک کر کے بیٹھ گیا۔ چونکہ آثار غم میرے چہرہ سے نمایاں تھے۔ اُن میں
سے ایک نے میرے غم و اندوہ کا سبب دریافت کیا۔ مَیں نے جو کچھ سُنا تھا۔ بیان کیا
وہ ایک آہ سرد نکالکر سر بگریباں ہوا اور چہرہ متغیر تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کر بیان کیا۔ کہ
خاطر جمع رکھو۔ آپ زندہ ہیں۔ ہاں اس قدر ہیں کہ آپ کو حبس کیا ہے اور پیروں میں
زنجیر ڈالی ہے گویا مار ہے کہ خزانہ سے لپٹا ہوا ہے ؎

یک شبے دیوانہ با زنجیر گفت — من چہ کردم تا سزاوار توام

گفت زنجیرش تو در کنج خراب — گنج پنہانی و من مار توام

مجھے اس مراقبہ اور اس خبر سے حیرت ہوئی۔ مَیں نے اُن سے پوچھا آپ نے خواجہ
صاحب کو دیکھا ہے۔ کہا مَیں بھی آپ کے کمترین مریدوں سے ہوں۔ مَیں نے اُٹھ کر
اُن سے معانقہ کیا۔ اور کہا میرا غریب خانہ اسی شہر میں ہے۔ اگر قدم رنجہ فرمائیں تو اُمید
ہے کہ تھوڑی دیر غم غلط ہو گا۔ جب وہ غریب خانہ پر آئے تو تنہائی میں مَیں نے اُن سے
پوچھا کہ کتنا عرصہ آپ خواجہ صاحب کی خدمت میں رہے اور آپ سے کیا پایا اور
کیا دیکھا جو باعث ارادت کیا۔ الحاح بسیار کے بعد اپنا مخلص سمجھ کر مجھ سے بیان
کیا کہ مَیں مضافات پنجاب میں سے ایک قریہ میں سکونت پذیر تھا۔ اور غوث الثقلین
شیخ الجن و الانس حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے اخلاص تمام رکھتا تھا۔
نماز پنجگانہ کے بعد آپ کے رُوح پُر فتوح کو دعا و فاتحہ پڑھ کر بخشتا تھا۔ اور اکثر نماز تہجد
اور دیگر نوافل کے بعد مناجات کیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک شب کو آپ کو خواب و بیداری
کے درمیان دیکھا۔ فرمایا۔ ظاہر میں بھی پیر طریقت ضروری ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ
مشائخ وقت میں سے جسے آپ بتلائیں اُن کی خدمت میں پہنچوں۔ فرمایا سرہند
میں ایک عزیز ہیں جامع علوم ظاہر و احوال باطن اور آپ کا نام مبارک لیا۔ صبح کو مَیں

بصد درد و سوز دیرِ دولت کی طرف روانہ ہوا۔ اور واقعہ عرض کیا۔ آپ نے الطاف عنایات فرمائیں اور تعلیم ذکر کی اور جذبہ و احوال سے سرفراز کیا اور دیکھا جو کچھ دیکھا +

نیز انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز نماز عصر کے بعد حضرت خواجہ صاحب برآمد ہوئے اور دروازہ پر بجز میرے اور کوئی حاضر نہ تھا۔ اور فرمایا فلاں باغ کے پاس جاکر دیکھو فقیروں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے۔ کوئی اُن میں بیری کے پتے مل رہا ہے اور کوئی بھنگ گھونٹ رہا ہے۔ انہیں میں ایک درویش بیری کے درخت سے تکیہ لگائے بیٹھا ہے۔ اور گو بظاہر انہیں میں سے معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ اُن سے الگ ہے۔ اُسے ہماری دعا پہنچاؤ۔ اور کہو فقیر خانہ قریب ہے اگر آپ چند ساعت کے لئے آئیں تو بہتر ہے۔ چنانچہ میں اُسی پتہ و نشان پر گیا۔ مَیں نے اُن لوگوں کو واں پایا۔ اور جو درویش درخت سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے قبل ازیں کہ مَیں اُن سے کچھ کہوں مجھے دیکھ کر کہا، تم خواجہ صاحب کے خادم ہو۔ مَیں نے کہا جی ہاں۔ کہا خود نہیں آئے اور ہمیں بلایا ہے۔ اچھا یوں ہی سہی۔ ہمنشینوں سے کہا میرے اس شہر میں ایک دوست ہیں۔ مَیں اُن سے مل کر ابھی آتا ہوں۔ چنانچہ یہ جلد جلد آئے جونہی ہم پہنچے کہ آپ برآمد ہوئے اور اُن کے ساتھ سخت معانقہ کیا اور ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھا لیا۔ جو ڈیوڑھی میں بچھا ہوا تھا۔ کچھ دو چار باتیں کیں اور پھر دیر تک خاموش بیٹھے رہے بعد ازیں بزرگ نے پانی مانگا۔ مَیں پانی لینے گیا۔ اور پانی لیکر ان کے پاس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ خواجہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ مَیں سمجھا شاید آپ نے جگہ بدل لی ہے جب ان بزرگ کے پاس گیا اور چاہا کہ پانی ہاتھ میں دوں۔ تو پھر وہی دیکھتا ہوں کہ خواجہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور وہ بزرگ وہی اپنی سابقہ جگہ پر۔ ہیبت مشاہدہ اس حال سے مَیں دیوار سے ٹیک کر بیخود ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو نماز مغرب کا آخری وقت تھا اور آپ اور وہ درویش اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ جو کچھ تم نے دیکھا ہے اُسے نا آشنا کانوں سے مستور رکھنا۔ اب چونکہ مَیں نے آپ کو محرم راز سے پایا، آپ سے بیان کر دیا +

راوی کہتا ہے کہ اس واقعہ کے سُننے کے بعد مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر آپ کے حبس و قید ہونے کی خبر صحیح ہے تو یہ درویش بیشک صاحب دل و صادق القول ہے

چنانچہ کئی روز کے بعد متواتر خبروں سے اس خبر کی تصدیق ہوئی۔ اور اس درویش اور آپ کے ساتھ اعتقاد مزید ہوا +

واضح ہو کہ اس قسم کے واقعات ان لوگوں سے جو آپ کے مقبول و منظور نظر تھے۔ وقوع میں آنا عجائبات سے نہیں۔ کیونکہ بعض طالب جو آپ کے فرد اصحاب سے تھے۔ آپ کے حسب الحکم طالبین کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ ان کی آزادگیوں اور خود رفتگیوں کا کیا ذکر کروں +

مولانا عبد المومن لاہوری جو ایک فاضل تھے۔ اور راقم نے آپ کی خدمت میں چند اوراق مشکوٰۃ شریف اور کچھ حصہ مطول کا پڑھا ہے۔ کیونکہ آپ اکثر علوم میں اور خصوصاً فقہ و اصول میں مہارت تمام رکھتے تھے +

ایک روز آپ اور خادم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے مشائخ وقت میں سے ایک بزرگ کا نام نامی لیکر فرمایا کہ انہوں نے فلاں شخص کو اجازت خلافت دیکر فلاں شہر بھیجا ہے۔ لیکن اُن کی صحبت۔ اُن کی نصیحت اور اُن کی تعلیم ذکر سے متعلق پر کوئی اثر و حالت اور خاطر جمعی پیدا نہیں ہوتی +

مولانا نے فرمایا، مجیز و مکمل تام المعرفہ والشاہدہ ہونا چاہیے تاکہ اُس کے مرید مجازی سے برکات ظہور میں آئیں +

اس کے بعد آپ آبدیدہ ہوئے اور نفقے سے فرمایا کہ میں فخریہ نہیں بلکہ امر واقعی بیان کرتا ہوں کہ حضرت خواجہ صاحب کے برکات کا اثر ظاہر ہو۔ وہ یہ کہ جب میں لاہور رخصت ہونے لگا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم دو طالبوں کو تعلیم ذکر دینا۔ چونکہ میں اپنے نقص و کوتاہی سے واقف تھا، بہت متعجب ہوا۔ لیکن ادب مانع تھا کہ میں عذر کرتا جب لاہور پہنچا تو ایک طالب علم نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے آپ سے فرمایا ہے کہ طالبوں کو تعلیم ذکر دینا۔ ان میں سے ایک تو میں ہوں۔ مجھے آپ تعلیم ذکر دیجئے۔ میں نے کہا خواجہ صاحب نے مجھ پر بندہ نوازی کی ہے۔ ورنہ میں تو ایک کم استطاعت طالب علم ہوں۔ بہت کچھ میں نے نرمی و خشونت سے عذر کئے۔ لیکن اس نے پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر کو جب اُس نے بہت الحاح کی تو میں نے کہا کہ میں کب تک اس سے عذر کرتا رہوں گا۔ چنانچہ مسجد کے ایک گوشہ میں اسے لے گیا

اور جس طرح میں نے آپ سے دیکھا تھا اُسے تعلیم ذکر میں مشغول کیا۔ اور خود بھی مشغول ہوا۔ تو مجھے ایک عجیب حالت ونسبت رُونما ہوئی اور وہ طالب العلم مست بیخود ہو کر چلا گیا ٭

الغرض اگر اس طرح آپ کے ایک ایک مستفیض کا حال لکھا جاے تو طوالت کا موجب ہوگا۔ اس لئے میں سعادتمند طالبوں کے لئے اسی قدر کافی سمجھتا ہوں ؎

بس کنم خوز یرکاں را ایں بس است
بانگ دو کردم اگر در دہ کس است

اب آخر میں دعا کرتا ہوں کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ آپ کے برکات اور آپ کے فرزندان واصحاب کے برکات تاقیامت جاری رکھے۔ اور اس کمترین کو اس جہان میں آپ کی محبت ومتابعت میں ثابت قدم رکھے کر اس جہان آپ کے زمرہ میں محشور کرے ۔ بحق اہل الرشاد ٭

اس دعا کے بعد ان چند رُباعیوں پر جو راقم نے حضرت خواجہ صاحب اور آپ کے پیر روشنضمیر قدس سرہما کی مدح میں لکھی ہیں، کتاب مستطاب کو ختم کرتا ہوں وصلے اللہ علی النبی الاُمّی وعلےٰ آلہ الامجاد ٭

رُباعی

قطبے کہ ازش انفس وآفاقی است — نیم تقطرش ہزار دل اساقی است
باقی مدیحش چہ نگویم ایں بس — کاں جملہ چو نام خویش باحق باقی است

باقی ز فنا و نیستی لعل فداب — کلکم ز حدیث شو و شیخ کباب
فلینظر الےٰ ابن ابی قُحافہ — بشنو سر فنا لے ور او دریاب

باقی کہ از و مردہ بصد جاں برسد — مفلس ز روش بگنج پنہاں برسد

نقاش ازل بکاخ ہند آوردش — کایں خانہ بزیب نقشبنداں برسد

احمد کہ بود عیسئے دلہائے سقیم — از ساقی باقی ست ایں راح قدیم

زاں ساقی اوبال جہل رفت کہ بود — برزخ بمیاں احد و احمد میم

آں قطب کہ ہم عاشق و ہم معشوق است — بر جوہر اسرار نبی صندوق است

آں سایہ کہ از احمد مرسل بنہفت — ظاہر شدہ اینکہ احمد فاروق است

از وے شد دل افسردہ رنداں تازہ — چوں زابر چمن غنچہ خنداں تازہ

از خانۂ بیرنگئے احمد شدہ است — نقش دیرین نقشبنداں تازہ

رباعی و تاریخ ختم کتاب

بر خامہ بنازم کہ اشارات نوشت — ز آغاز و توسط و نہایات نوشت

بنوشت کتاب را و تاریخ کتاب — بردل ہو زبدۃ المقامات نوشت

خاتمہ

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں ایام کتاب لاجواب ہادئ شیخ وشاب مقبول طبائع برنا وپیر جلیس وانیس فقیران روشن ضمیر سالکوں کی جان گوشہ نشینوں کی رفیق، منبع البرکات مصدر حسنات یعنی کتاب **زبدۃ المقامات** مشتمل بر احوال خواجۂ خواجگان قطب دوران حضرت خواجہ **باقی باللہ** ومحرم راز نہانی واقف رموز قرآنی عرش آشیانی شاہباز لامکانی قطب ربانی مجدد الف ثانی حضرت خواجہ خواجگان **شیخ احمد فاروقی سرہندی نقشبندی** ہے۔ علاوہ احوال اکابر خواجگان نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض بزرگان عظام قادریہ چشتیہ کا بھی ذکر خیر درج ہے۔ فارسی زبان سے اردو بامحاورہ ترجمہ حسب الارشاد خادمان دین متین محب الفقراء والمساکین ملک **فضل الدین** ککے زئی اختتام کو پہنچا اور دیدۂ مشتاقان کو زیور طبع سے آراستہ وپیراستہ ہو کر منور کیا۔

یہ کتاب حسب ضابطہ رجسٹری شدہ ہے

هو الکریم

من بنده عاصیم رضای تو کجاست
تاریک دلم نور صفای تو کجاست

ما را تو بهشت گر بطاعت بخشی
آن بیع بود لطف و عطای تو کجاست

از کلمات خواجه عبدالله انصاری رحمة الله علیه

خاکپای سالکان [illegible] کاتب الحروف [illegible]